الحمد للہ

کہ

کتاب مستطاب آیات

تفسیر رفیع الشان و قامع بدع الادیان و مشید ارکان العرفان

مسمیٰ بہ

انوار القرآن

مصنفہ

عالیجناب قدوۃ الفقہاء و المفسرین حامی الملت والدین بن المجتہدین حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا

سید راحت حسین صاحب قبلہ رضوی گوپالپوری دام برکاتہم

باہتمام

جناب مولانا سید اظہار الحسنین صاحب عشری صدر الافاضل و اعظ الواعظین مدیر دائرۃ تحقیق کھجوا

ازجانب

دائرہ تحقیق کھجوا (صوبہ بہار)

در مطبع اصلاح مطبوع گردید

(1)
3.20

الشمس

نمبر ۳ | ماہ ربیع الاول ۱۳۵۵ ہجری | جلد ۱۹

شکریہ ممبران دائرہ تحقیق

حسب ذیل حضرات نے اس ماہ میں ۵۵ھ کا چندہ ممبری دائرہ تحقیق ادا [کر] کے شکرگذار فرمایا۔ کاش کہ اور حضرات بھی توجہ فرمادیں کیونکہ اب جو اسال زیادہ ہوتے ہیں وہ بھی تفسیر قرآن ایسی مہتم بالشان کی طرف تاوقتیکہ تمام ممبران سعی فرماکر کم از کم دو [...] اور اپنا چندہ ممبری نہ روانہ فرمادیں اس کام کا پورا ہونا مشکل ہے۔ تفصیل چندہ ممبری حسب ذیل:

(۱) سید سجاد حسین صاحب ٹیچر کوہاٹ صوبہ سرحد عہ، (۲) غلام محمد صاحب ذاکر ریاست بہاولپور عہ، (۳) [...] بنارس اسٹیٹ عہ، (۴) سید نائب حسین صاحب مرزاپور عہ، (۵) سید ضامن حسین صاحب مرزاپور عہ، [...] صاحب فرخ آباد عہ، (۷) سید رضا حسین صاحب گونڈہ عہ، (۸) میر حسین شاہ صاحب کشمیر جھ [...] (۹) نذر حسین صاحب ولد غلام شاہ صاحب اٹک عہ، (۱۰) شیخ احمد الدین صاحب اٹک عہ، (۱۱) ملک بوڑھا صاحب عہ [...] ولد احمد خاں صاحب اٹک عہ، (۱۳) سید نثار احمد صاحب سہارنپور عہ، (۱۴) سید یوسف حسین صاحب سیتاپور عہ، [...] سید ریاست حسین صاحب جعفری سیتاپور عہ، (۱۶) یقین محمد صاحب منٹگمری عہ، (۱۷) احمد علی صاحب بلاسپور عہ، [...] غلام حسن صاحب شاہ پور عہ، (۱۹) سید حسین خاں صاحب ملتان عہ، (۲۰) سید غلام مرتضیٰ صاحب امرتسر عہ، (۲۱) ریاست علی خاں صاحب عہ، (۲۲) میر عترت حسین خاں صاحب مرتبہ عہ، (۲۳) چودھری اللہ دتہ بھائی [...] (۲۴) سید علی خاں وکیل پٹنہ عہ، (۲۵) امداد حسین صاحب تاجر بنارس عہ، (۲۶) تفضل ہادی صاحب باندہ [...] (۲۷) مولوی محمد بخش صاحب میانوالی عہ، (۲۸) مولوی نذر محمد صاحب شاہ پور عہ، (۲۹) نیاز حسین صاحب مظفر[...] (۳۰) احمد علی صاحب بھاگلپور عہ، (۳۱) عترت حسین صاحب بجنور عہ، (۳۲) محمد مرتضیٰ صاحب دربھنگہ عہ، (۳۳) [...] صاحب مظفر گڈھ عہ، (۳۴) محمد عسکری صاحب الہ آباد عہ، (۳۵) سید مظہر حسین صاحب بنارس عہ، (۳۶) صغیر حسن صاحب عطار بنارس عہ، (۳۷) نواب سید عبداللہ صاحب حیدرآباد دکن عہ، (۳۸) سید ممتاز حسین [...] حیدرآباد دکن عہ، (۳۹) حکیم سید نور زماں شاہ صاحب گجرانوالہ عہ، (۴۰) سید محمد امیر صاحب ریٹائرڈ سب انسپکٹر پولیس گھوا سارن عہ، (۴۱) حاجی مرزا احمد علی بیگ صاحب حیدرآباد عہ، (۴۲) محمد کرم خاں صاحب حیدرآباد عہ، (۴۳) محب حسین صاحب گونڈہ عہ

مقدمات انوار القرآن

MAAB 1431
مرکز احیاء آثار برّ صغیر
maablib.com

فہرست دیباچہ و مقدمات تفسیر انوار القرآن

maablib.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ وحبیبہ
محمد وآلہ الطیبین الطاہرین ولعنۃ اللہ علی اعدائہم اجمعین
من یومنا ہذا الی یوم الدین ۔ اما بعد ملتمس یہ ہے کہ قرآن مجید کے اردو اور
فارسی ترجمے شیعوں کے لکھے ہوئے جو ہمارے ہاتھوں میں ہیں ۔ میں نے اونکو غور سے
دیکھا اور متعدد مقاموں میں اصول وعقائد مذہب شیعہ کے مخالف پایا گو مترجم حضرات نے
ترجمہ اور بعض مطالب کی تفسیر میں احادیث مذہب شیعہ کو پیش نظر رکھا ہے ۔ لیکن سند ودلالت
اور صحیح اور غیر صحیح اصول مذہب کے موافق اور مخالف اور حق اور باطل حدیثوں کی جانچ
اور تشخیص اور تمیز سے یا تو قاصر رہے ہیں یا غافل ۔ بہرحال یہ ترجمے اس لائق نہیں ہیں
کہ اصول وارکان مذہب شیعہ کو سمجھنے کے لئے ان پر اعتماد اور بھروسہ کیا جا سکے ۔ اور تفسیریں
جو اس وقت ہمارے درمیان میں مروج ہیں ۔ انمیں سے مجمع البیان میں زیادہ تر اہلسنت
کے خیالات ذکر کئے گئے ہیں اور آیات کے ظاہری معانی پر اکتفا کی گئی ہے اور باطنی معانی
کی طرف پوری توجہ نہیں کی گئی ہے اور صافی بہت مختصر ہے جس سے بقدر حاجت فائدہ
اوٹھانا ممکن نہیں ہے ۔ اور برہان میں بغرض جمع واحصاء ہر قسم کے اخبار کو صرف نقل کرنے
پر اکتفا کی ہے اور اونکی جانچ اور تحقیق اور تطبیق نہیں کی ہے اور نہ صحیح حدیث کو غیر صحیح
سے جدا کیا ہے اور نہ اون آیتوں کی تفسیر کی ہے جنمیں اون کو کوئی حدیث نہ مل سکی ہے
اور منہج الصادقین میں اگرچہ کسی قدر تفصیل کی ہے لیکن ایک تو مجمع البیان کے مطالب کو
نقل کرنے پر اکتفا کی ہے اور دوسرے موید مذہب مضامین کو نقل کرنے کی پابندی
اگرچہ کی ہے لیکن بغیر کافی حوالہ کے ۔ غرض یہ کہ خداوند عالم اون لوگوں کو جزائے خیر عطا کرے
ان حضرات میں سے ہر بزرگ کی نگاہ میں تصنیف کے وقت جو مصلحت تھی اوسکی رعایت اچھی

طرح کی ہے اور اپنے پیش نظر مصلحت کو پورا کیا ہے۔ لیکن چونکہ ہر زمانہ کا رنگ اور وقت کی ضرورتوں کو پورا کرنے کا مقتضی ہوا کرتا ہے اور اس زمانہ کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے موجودہ تفسیریں کافی نہیں ہیں۔ اس لئے عرصہ سے یہ مطلب میرے دماغ میں گردش کر رہا تھا کہ سلیس اردو زبان میں ایک ایسی تفسیر لکھی جائے جسمیں حل لغات اور قرائتوں کی تفصیل اور نحوی و صرفی اور فن معانی بیان کے قواعد پر آیتوں کی تطبیق اور آیات کے ظاہری اور باطنی معانی کا تفصیلی بیان ہو اور اصول و عقائد مذہب شیعہ کے بالکل مطابق ہو اور غیروں کے اعتراضات بھی بقدر اطلاع و امکان دفع کر دیئے جائیں اور جو آیت جس فن سے تعلق رکھتی ہے اوس فن کے وہ مطالب جو اوس آیت سے بہت زیادہ تعلق رکھتے ہوں بیان کر دیئے جائیں خواہ وہ مطالب فقہ کے ہوں یا حدیث کے یا اصول حدیث کے یا رجال کے یا علم ہیئت و فلسفہ وغیرہ کے۔ لیکن باوجود دوام مرض اور ضعف مزاج کے آج تک مختلف مضامین کی تحریر میں مشغول رہنے سے اس بزرگ مہم کو انجام نہ دے سکے۔ تا آنکہ میرے محترم عزیز جناب مولوی سید اظہار الحسنین صاحب عشروی سلمہ اللہ تعالے نے ایک مختصر اردو تفسیر لکھنے کی فرمائش کی۔ ہم کو اس بات کا افسوس ہے کہ ہم اپنی پوری خواہش کو جو عرصہ سے رفیق دل و دماغ تھی تین وجہوں سے تصویر ذہنی سے عالم مثال میں لاکر آپکی خدمت میں پیش نہیں کر سکتے۔ ایک تو عزیز موصوف کی فرمائش اختصار۔ دوسرے اپنا دائمی مرض اور ضعف مزاج۔ تیسرے ہماری منجھلی لڑکی شفاہا اللہ تعالے کی طویل علالت جس نے ہماری رہی سہی حالت کو بھی مٹا دیا اور دل و دماغ کو بے اختیار کر دیا اگرچہ موجودہ حالت ہماری ہرگز اس قابل نہیں ہے کہ ایسے بزرگ مہم کے لئے قلم اوٹھا سکیں لیکن اس خوف سے کہ شائد آئندہ ہم اس کو کم یا زیادہ بالکل انجام نہ دے سکیں اور اس مذہبی خدمت کا شرف حاصل کرنے سے محروم رہ جائیں۔ ہمت کی ہے اور انشاء اللہ تعالے اس تفسیر میں مندرجہ ذیل چند چیزوں کا ذکر خاص کر کے ملحوظ رکھا جائے گا۔ ۱ اون نقائص کا دفعیہ اور اون مطالب کی اصلاح جو اصول و عقائد مذہب شیعہ کے مخالف شیعہ ترجموں اور تفسیروں میں پائے جاتے ہیں۔

۲ اون کل آیتوں کا بصراحت اظہار جو حضرت سرور عالم اور اہلبیت طاہرین علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اون کے شیعوں کی مدح و ثنا اور اون کے دشمنوں کی مذمت میں نازل ہوئی ہیں

۳ ہر باطل مذہب کے مقابل میں عموماً اور دہریہ و نیچریہ و آریہ و عیسائی و قادیانی و اہل قرآن

راہلسنت۔ ان چھ فرقوں کے مقابل میں خصوصاً مذہب شیعہ اثنا عشری کی تقویت اور اوسکی حقیقت
کا بیان اور باطل فرقوں کے اعتراضوں کے جواب اور اون پر جائز اور منصفانہ اعتراضات اونھیں
کی معتبر اور مسلم کتابوں سے مع کافی حوالوں کے ۔ حدیثیں وہی لکھی جاینگی جنکی سندیں معتبر
ہونگی یا اون کے مضامین اصول مذہب شیعہ کے مطابق ہوں گے۔ اگرچہ سندیں کمزور ہوں کیونکہ
علماء کا اون پر عمل کرنا اون کے ضعف کو دفع اور اعتبار کو ثابت کرتا ہے ۔ زبان اسکی ایسی
سلیس اردو ہوگی کہ ہر اردو داں خواہ مرد ہو یا عورت بے تکلف سمجھ سکے ۔ کوشش کیجائیگی
کہ تھوڑی عبارت زیادہ مطالب کو ادا کر سکے۔ حضرات ناظرین سے امید ہے کہ اگر کوئی قصور ہو
علاوہ مقتضائے بشریت ہونے کے اس موجودہ اضطراب و پریشانی کی وجہ سے ہوجائے
تو آپ حضرات معاف فرمائیں گے اور بمقتضائے مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ ہم
کوشش کریں گے کہ اگر اپنی پوری خواہش کو پورا نہ کرسکیں تو اوس کو بالکل چھوڑ بھی نہ دیں
اور مضمون اتنا ضرور ادا کر دیں گے کہ یہ تفسیر بیکار نہ سمجھی جائے۔ قبل اس کے کہ ہم تفسیر شروع کریں
بطور مقدمہ کے چند چیزوں کو بیان کر دینا ضرور ہے جنکی آیندہ تفسیر لکھنے میں ضرورت پڑیگی۔

پہلا مقدمہ ۔ واضح ہو کہ ہر مذہب کی مذہبی دلیلیں چار ہیں ۱ کتاب خدا ۲ سنت
رسول ۳ اجماع اہل مذہب ۴ حکم عقل ۔ کتاب خدا سے مقصود ہر مذہب کی الہامی کتاب
ہے۔ اور سنت رسول سے مقصود ہر مذہب کے رئیس و صاحب کتاب اور اوس کے اوصیاء
اور اصحاب خاص کی فرمائشیں اور عمل ہے اور اجماع سے مقصود اوس مذہب کے پابندوں کا
کسی بات پر اتفاق کر لینا ہے۔ اور حکم عقل سے مقصود اوس مذہب کے پابند عقلاء کی رائیں
ہیں۔ اور یہ چاروں دلیلیں ایسی ہیں جن کو ماننے میں کسی مذہب کے پابند کو تامل نہیں ہوتا
اور کسی مذہبی امر کو ثابت کرنے کے لئے ہر شخص اوس مذہب کے پابندوں کے مقابلہ میں اونکے
سامنے انھیں دلیلوں کو پیش کرتا ہے اور وہ ثبوت کے لئے کافی سمجھی جاتی ہیں۔

کسی کتاب کی شرح اور تفسیر لکھنے والے کو مناسب ہے کہ اس کے پڑھنے والوں کی آگاہی
کے لئے پہلے اوس کتاب کی نوعیت اور حیثیت اور دوسرے صاحب کتاب کی مختصر حالت
اور مقدار مرتبہ اور منزلت کو بیان کر دے۔ اس لئے قرآن مجید کی تفسیر لکھنے والوں کو
بھی ان چیزوں کو بیان کر دینا ضرور ہے۔

لھ علماء اسلام موقع دخل کے لحاظ سے عقلی دلیلوں کو برائت اور استصحاب اور تخییر اور احتیاط سے تعبیر کرتے ہیں ۱۲ منہ

لہ جو امر پورا حاصل نہ ہو [illegible] باطل [illegible] بھی نہ دینا چاہیے ۱۲

لہ چاروں دلیلوں [illegible] اگرچہ علماء اسلام کی اصطلاح میں [illegible]

لہ [illegible] انکو اعتبار کیا گیا تاکہ ہر مذہب کی دلیلوں کے جامع رہیں ۱۲

لہ جیسے مذہب شیعہ کے مطابق معصوم بھی داخل ہیں ۱۲

دیباچہ میں اسلامی دلیلوں کو نہ لکھنے کی وجہ

چونکہ مسلمان بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے قرآن مجید کی عظمت اور بزرگی اور حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ و آلہٖ کی جلالت قدر اور نفسانی کمالات کے پہلے ہی سے معتقد ہیں اس لئے وہ اپنے موجودہ اعتقاد کے ہوتے ہوئے نئے حال پر عقیدہ حاصل کرنے کے محتاج نہیں ہیں اس لئے اونکو سمجھانے کے لئے ہم کو کسی اسلامی دلیل کو بیان کرنا بے فائدہ اور تحصیل حاصل کا ارادہ کرنا ہے اس واسطے غیروں کو سمجھانے اور اون پر حجت تمام کرنے کے لئے اور مسلمانوں کے عقیدہ کی مزید تقویت کے لئے صرف غیر مسلم علماء و عقلاء کی تحریروں کو ذکر کر دینا کافی معلوم ہوتا ہے کیونکہ ؎ اَلْفَضْلُ مَا شَہِدَتْ بِہٖ الْاَعْدَاءُ یعنی بزرگی وہی ہے جس پر دشمن گواہی دیں لیکن باوجود اس کے اگر ہم تھوڑی سی اسلامی دلیلوں کو بھی آخر میں ذکر کر دیں تو اوس سے مقصود صرف یہ ہوگا کہ جن مسلمانوں کے دماغ دلیلوں سے خالی ہیں اون کو دلیلوں سے تھوڑی آگاہی حاصل ہو جائے۔

دوسرا مقدمہ واضح ہو کہ ہماری نگاہوں میں دنیا کے کل موجودات کی چار قسمیں ہیں۔ ایک قسم وہ بے جان چیزیں ہیں جو باوجود بے جان ہونے کے نہ باڑھ رکھتی ہیں نہ حس و حرکت نہ عقل و شعور و گویائی جیسے مٹی پتھر وغیرہ۔ دوسری قسم وہ بے جان چیزیں ہیں جو باڑھ تو رکھتی ہیں لیکن نہ حس و حرکت رکھتی ہیں

؎ علامہ محمد بن عقیل حضرمی سنی لکھتے ہیں کہ یہ کلام عمرو بن العاص کا ہے (نصائح کافیہ ص ۸۵) علامہ شیخ بہاء الدین عاملی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن معاویہ اور یزید اور عمرو عاص تینوں بیٹھے ہوئے تھے کہ کچھ ہدایا پیش کئے گئے تو معاویہ نے کہا کہ اگر کوئی دوسرا یہاں ہوتا تو ہم ان ہدیوں کو بیت المال میں بھیج دیتے اس وقت جو شخص اچھا شعر کہیگا اوسی کو یہ ہدیئے دیدیئے جائینگے تو اون دونوں نے کہا کہ پہلے تمہیں کہو پس معاویہ نے کہا ؎

خیر البریۃ بعد احمد حیدر + فالناس ارض والوصی سماء۔

بہترین خلق بعد احمدؐ کے حیدر ہیں — پس لوگ زمین ہیں اور وصی یعنی علی آسمان ہیں

پھر یزید نے کہا ؎ وملیحۃ شہدت لہا ضراتہا + والحسن ماشہدت بہ الضراء

بہت سی حسین صورتیں ایسی ہیں جن کے حسن پر اونکی سوتوں نے گواہی دی + اور حسن وہی ہے جس پر سوتیں گواہی دیں

پھر عمرو عاص نے کہا ؎ واللہ قد شہد العدو بفضلہ + والفضل ماشہدت بہ الاعداء

قسم خدا کی اونکی بزرگی پر دشمن نے گواہی دی + اور بزرگی وہی ہے جس پر دشمن گواہی دیں

(تشیید المطاعن جلد ۳ بحوالہ کشکول بہائی علیہ الرحمہ) ۱۲ منہ

عقل و شعور و گویائی - جیسے درخت گھاس وغیرہ - تیسری قسم وہ جاندار چیزیں ہیں جو باڑھ بھی رکھتی ہیں اور حس و حرکت بھی لیکن عقل اور گویائی نہیں رکھتیں جیسے گائے - بھینس - بکری وغیرہ - چوتھی قسم وہ جاندار ہیں جو باڑھ اور حس و حرکت اور عقل و شعور اور گویائی سب کچھ رکھتے ہیں جیسے حضرت انسان - اور علماء علم کلام فرماتے ہیں کہ اَلْمَوْجُوْدُ خَیْرٌ مَّحْضٌ وَّالْعَدَمُ شَرٌّ مَّحْضٌ یعنی ہستی خالص بھلائی ہے اور نیستی خالص بدی - خواہ بھلائی سے کمال مراد لیا جائے یا مطلوبیت اور پسندیدگی اور بدی سے خواہ عیب مراد لیا جائے یا مغبوضیت اور ناپسندیدگی - جیسے علم کمال ہے اور محبوب و پسندیدہ - اور جہالت یعنی بے علمی عیب ہے اور مبغوض و ناپسندیدہ پس اس بنا پر پہلی قسم میں صرف ایک بھلائی اور ایک کمال ہے یعنی اوس کا پیدا اور موجود ہونا اور چار عیب ہیں - ایک بے جان ہونا - دوسرے بے باڑھ ہونا - تیسرے بے حس و حرکت ہونا - چوتھے بے عقل و شعور اور بے زبان ہونا - اور دوسری قسم میں دو کمال ہیں ایک ہستی اور دوسرے باڑھ - اور تین عیب ہیں - ایک بے جان ہونا اور دوسرے بے حس و حرکت ہونا اور تیسرے بے عقل و شعور اور بے زبان ہونا - اور تیسری قسم میں چار بھلائیاں اور کمال ہیں - ایک ہستی دوسرے جان - تیسرے باڑھ چوتھے حس و حرکت اور ایک عیب ہے - یعنی بے عقل اور بے زبان ہونا - اور چوتھی قسم یعنی حضرت انسان میں بھلائی ہی بھلائی اور کمال ہی کمال ہے - اور عزت و شرافت کا سرمایہ کمال ہے اور ذلت و بے وقری کا سبب نقص اور عیب پس اس بیان سے ہم اس نتیجہ تک پہونچتے ہیں کہ حضرت انسان کی فطرت اور پیدائش بزرگی اور شرافت کے ساتھ ساتھ ہے - اسی وجہ سے یہ اشرف المخلوقات کہلاتے ہیں جیسا کہ خداوند منان و محسن حقیقی ارشاد فرماتا ہے :- وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا (سورہ بنی اسرائیل آیت ۲ ۷، پ ۱۵) یعنی ہم نے بزرگ بنایا اولاد آدم کو اور سوار کیا ہم نے اونکو خشکی میں (جانوروں پر) اور دریا میں (کشتی پر) اور کھلایا ہم نے اونکو پاک چیزوں سے اور بہت زیادہ فضیلت دی ہم نے اونکو اپنی بہت سی مخلوقات پر - انسان کی یہ ذاتی اور فطرتی شرافت اور بزرگی دو چیزوں کو چاہتی ہے ۱ یہ کہ اس نعمت عظمیٰ کی حفاظت کیجائے - کیونکہ اوپر بیان کیا گیا کہ یہ شرافت کمال اور خیر و بھلائی ہے - اور ہر ذی روح کی فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ خیر و بھلائی حاصل کیجائے - اور اگر حاصل ہو چکی ہے تو اوسکی حفاظت کی جائے - اور اوس کے تلف اور زوال کو فطرت پسند نہیں کرتی پس اگر کوئی انسان اس بھلائی کی قدر نہ کرے اور اس ذاتی شرافت کو ہاتھوں سے گنوا دینا گوارہ کرے تو وہ فطرت

انسانی سے تو گرہی جائیگا فطرت حیوانی سے بھی گر جائیگا۔ کیونکہ انسان اشرف المخلوقات
کی انسانیت اس شرافت کی حفاظت کرنے میں ہے اور آیہ وافی ہدایہ کَمَثَلِ الشَّیْطَانِ اِذْ قَالَ
لِلْاِنْسَانِ اکْفُرْ فَلَمَّا کَفَرَ قَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ
یعنی شیطان انسان سے کہتا ہے کہ کفر اختیار کر جب وہ اختیار کر لیتا ہے تو شیطان اوس سے
کہتا ہے کہ تجھ سے ہم بھی بیزار ہیں اس لئے کہ ہم خدا سے ڈرتے ہیں (اور تو خدا سے بھی نہیں ڈرتا)
اور فرمائش حضرت امام رضا علیہ السلام (کہ نافرمانِ پروردگار کے لئے نسب فائدہ نہ دے گا۔ جیسے
فرزندِ نوحؑ کے لئے مفید نہ ہوا) سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس شرافت کی حفاظت کی صرف ایک صورت
ہے۔ وہ کیا۔ اطاعت پروردگار۔ کیونکہ خداوند منّان کی نافرمانی سے انسان اشرف المخلوقات
یہاں اس طرح ذلیل اور بے وقار ہوجاتا ہے کہ شیطان جیسا مردود وملعون بھی اوس سے
بیزاری کا اظہار کرتا ہے۔ وہاں اوس کا وہ تعلق وارتباط بھی قطع ہوجاتا ہے جو اوس کو اوس بزرگ و
برتر ہستی سے ہے۔ جس طرح حضرت نوحؑ نبی کے بیٹے کی فرزندی کا رشتہ قطع ہوگیا یہاں تک کہ
ایک دن کی پانچوں نماز چھوڑنے والے کو ایک فرشتہ خدا کی طرف سے پکار کر کہتا ہے کہ ہماری مملکت
سے نکل اور اپنے لئے کوئی دوسری جگہ تلاش کر۔ ۲ دوسرے اس امر کو چاہتی ہے کہ اوس منعم حقیقی
کا شکریہ ادا کیا جائے کیونکہ منجملہ خدا کی بے شمار نعمتوں کے جن سے اوس نے اپنے بندوں کو سرفراز
کیا یہ عزت وشرافت ایک بہت بڑی نعمت ہے اور شکر منعم عقلاً وشرعاً وفطرۃً واجب ہے۔ یہ
امر کسی ذی ہوش سے پوشیدہ نہیں ہے کہ چند لقمے جو کتے کو دیئے جاتے ہیں وہ اون لقموں کی
اتنی قدر کرتا ہے کہ اپنے محسن کے جان ومال کی حفاظت میں اپنی آرام کی نیند راتوں کو کھو بیٹھتا ہے
اور اوسکے جان ومال کے دشمن کے مقابلہ میں اپنی جان فدا کر دیتا ہے اگرچہ اوس کا دشمن
کیسا ہی ہیبتناک اور صاحب سطوت ومقدرت ہو لیکن اوسکی رعایت اور اوس کا لحاظ وپاس نہیں
کرتا۔ پس اگر کوئی انسان اشرف مخلوقات بقدر کتے کے بھی اپنے مالک اور منعم کے حق کو نہ پہچانے
تو وہ اگرچہ صورت میں انسان ہے لیکن درحقیقت سیرت میں کتے سے بھی بدتر ہے۔ اور اگر اس
عقلی دلیل پر آیات سجدہ اور آیت طوفان نوحؑ۔ اور آیت سورہ اذا زلزلت اور حدیث اسماء
بنت عمیس اضافہ کر دی جائیں تو نافرمان انسان ڈھیلے اور پتھر سے بھی بدتر ثابت ہوگا۔ کیونکہ
گو ہمارے دیکھنے میں غیر جاندار چیزیں خطاب کے لائق نہیں ہیں نہ ہمارے کلام کو سمجھتے ہیں نہ ہمارا
جواب دے سکتے ہیں لیکن خداوند صادق ومصدق اور اہلبیت عصمت وطہارت جیسے واقف حقائق

دلچسپیاں کی فرمائشیں صاف بتا رہی ہیں کہ یہ چیزیں خطاب سمجھتی اور جواب دینے کی قابلیت رکھتی ہیں اور حق کو پہچانتی اور حکم کی تعمیل کرتی ہیں۔ چنانچہ خداوند عالم سورہ ہود پ ۱۲ آیت ۴۶ میں ارشاد فرماتا ہے وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ اور کہا گیا کہ اے زمین اپنا پانی کھینچ لے اور اے آسمان اپنا پانی روک لے اور پانی کم ہو گیا۔ اور پارہ ۱۷ سورہ حج آیت ۱۸ میں ارشاد فرماتا ہے أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ وَكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ یعنی اے رسول کیا نہیں دیکھتے ہو کہ خدا کے لئے وہ لوگ سجدہ کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور وہ عقلاء سجدہ کرتے ہیں جو زمین پر ہیں اور آفتاب سجدہ کرتا ہے اور ماہتاب اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت سے انسان اور بہت سے انسان پر (اونکی نافرمانی کی وجہ سے) عذاب ثابت ہو چکا ہے۔ اور پ ۳۰ سورہ زلزال آیت ۳ و ۴ میں ارشاد فرماتا ہے۔ وَقَالَ الْإِنْسَانُ مَا لَهَا يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا یعنی زمین کو قیامت کے دن جب زلزلہ ہوگا اور ایک انسان (علیؑ) اوس کا حال پوچھیں گے تو وہ اپنی خبریں بیان کریگی۔ اور اسماء بنت عمیس بیان کرتی ہیں کہ ہم سے جناب فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے دیکھا حضرت علیؑ کو کہ زمین اون سے باتیں کر رہی تھی اور وہ زمین سے (مدینۃ المعاجز) ان صریح فرمائشوں سے ان چیزوں کا قابل خطاب ہونا اور جواب دینا اور تعمیل حکم پروردگار و انسان کرنا صاف معلوم ہوتا ہے اور اس صراحت کے ہوتے ہوئے کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم خداوند عالم کی قدرت مطلقہ اور اوسکے اور اوس کے اولیاء کے عظیم حقوق کو سمجھنے کے بعد بھی ان چیزوں کی قابلیت و استعداد اور عملی اطاعت سے انکار کریں اور اس غیر معقول توجیہ کو قبول کریں کہ اس اطاعت سے مقصود شانی اطاعت ہے نہ عملی واقعی جو ارادہ و اختیار سے صادر ہوتی ہے۔ حالانکہ بے شمار مثالیں ہمارے سامنے اس قسم کی موجود ہیں جو عملی واقعی اطاعت کی کافی شہادت دیتی ہیں دیکھو وحشی طوطا نہ تمہاری پکار پر توجہ کرتا ہے نہ تمہارے بلانے پر آتا ہے بلکہ دور ہی سے دیکھکر بھاگ جاتا ہے اور اوسی کو اگر پالو تو مانوس ہو جاتا ہے اور تعلیم دو تو تعلیم کو قبول کر لیتا ہے اور کامل تعلیم کے بعد سکھائی ہوئی باتوں کے علاوہ موقع اور محل کی باتوں کو خود بھی بولنے لگتا ہے اور تمہارے بلانے پر بے تامل چلا آتا ہے۔ سبب اس کا اگر حق شناسی اور نمک کا پاس نہیں ہے تو اور کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ توجہ کرنے کے لئے خطاب کرنے والے میں کچھ وزن وقار۔ اور دباؤ کی

ضرورت ہے۔ حضرت سرور عالم اور اہلبیت اطہار علیہم الصلوٰۃ والسلام کے معجزات جو درختوں اور جانوروں اور ڈھیلا اور پتھر وغیرہ کی اطاعت کے متعلق سنا کرتے ہو یہ سب حق شناسی ہی کا تقاضا ہے اور کائنات پر جو حقوق آنحضرات کے ہیں اونکو حدیث قدسی لولاک لما خلقت الافلاک اگر تم نہ ہوتے تو ہم آسمانوں اور زمینوں کو پیدا نہ کرتے۔ اور حدیث کسا کے وہ جملے ظاہر کرتے ہیں جن میں بیان کیا گیا ہے کہ موجودات عالم کی ہستی اور نعمت وجود جیسی عزیز و محبوب چیز سے فراز ہونے کا سبب قوی یہی حضرات ہیں کیونکہ فلاسفہ و متکلمین بیان کرتے ہیں کہ چاروں علتوں یعنی علت مادی علت فاعلی۔ علت صوری۔ علت غائی میں سب سے زیادہ قوی علت غائی ہے جسکے لئے کوئی چیز پیدا کی جاتی ہے کیونکہ اگر کسی چیز کی حاجت نہ ہو تو وہ ہزار برس بھی پیدا اور موجود نہ کی جائیگی۔ اگرچہ اوسکے اجزا موجود ہوں اور بنانے والا بھی حاضر ہو۔ طالب علم دین کے لئے جو جانوروں اور چڑیوں اور مچھلیوں کے دعائے خیر اور استغفار کرنے کی صاف و صریح حدیث اصول کافی میں مذکور ہے وہ بھی حق شناسی ہی کا تقاضا ہے جیساکہ ہم نے معالم الاصول کی فارسی شرح میں اسکی نہایت نفیس و مفصل توجیہ لکھی ہے جس کے بیان کی گنجائش یہاں نہیں ہے اور علاوہ اس توجیہ کے دوسری وجہ

۱؎ اس حدیث کی دلالت پر ایک سمجھدار انگریزی داں شیعہ نے اعتراض کیا کہ اس سے حضرت رسول کی فضیلت صرف آسمانوں پر ثابت ہوتی ہے۔ زمین پر فضیلت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ اس میں زمین کا ذکر نہیں ہے ہم نے اوس کا یہ جواب دیا کہ لفظ افلاک میں زمین بھی دو طرح سے داخل ہے۔ ایک یہ کہ لفظ افلاک جمع ہے جو حکم میں کئی لفظ فلک کے ہے۔ پس ایک لفظ فلک سے بعلاقۂ ظرفیت و مظروفیت مجازاً زمین مراد ہے۔ کیونکہ زمین آسمانوں کے بیچ میں واقع ہے۔ اور باقی کئی لفظ فلک سے کل آسمان حقیقۃً۔ دوسرے مطابق تحقیق جدید کے زمین اور آسمان سب کے سب اپنے محور پر گردش کرتے ہیں اور لفظ فلک سے ہر وہ چیز مقصود ہے جو گول دائرہ پر چکر لگائے۔ اسی وجہ سے تاگا بانٹنے کی پھرکی کو فلکہ کہتے ہیں اس لئے لفظ افلاک سے زمین اور آسمان سب مقصود ہیں ۱۲ منہ

۲؎ دنیا کی ہر چیز کے پیدا اور موجود ہونے کے لئے چار چیزیں ضروری ہیں انھیں چاروں کو علت کہتے ہیں۔ جیسے چوکی بنانے کے لئے تختہ اور کانٹا اس کو علت مادی کہتے ہیں اور بنانے والا بڑھئی اس کو علت فاعلی کہتے ہیں اور تیار ہوجانے کے بعد جو صورت حاصل ہوتی ہے اوسکو علت صوری کہتے ہیں اور جس غرض سے بنائی جائے اوسکو علت غائی کہتے ہیں ۱۲ منہ

دعاے خیر و استغفار کی یہ بھی ہے کہ ان چیزوں کی بقا میں عالم کو دخل ہے (لآلی الاخبار) اور طالب العلم بھی عالم کے سلک میں منسلک ہے اگرچہ حد کمال کو نہیں پہونچا ہے کیونکہ علم کے لئے کوئی حد مقرر نہیں ہے اور بقدر اپنے علم کے ہر شخص عالم کہے جانے کا مستحق ہے اور شاہد اس پر حدیث حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ و آلہ ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں العالم والمتعلم شریکان فی الاجر للعالم اجران وللمتعلم اجر[۱] یعنی عالم اور طالب العلم دونوں ثواب میں شریک ہیں اور ایک ساتھ پائیں گے صرف فرق یہ ہے کہ عالم دوہرا پائیگا اور طالب العلم اکہرا۔ اور چونکہ متعلم میں حضرت م نے کوئی حد مقرر نہیں فرمائی ہے۔ اس لئے ہر درجہ کا طالب علم اس میں داخل ہے۔ **بہرحال** میرے اس پورے بیان سے دو باتیں معلوم ہوئیں **ایک** یہ کہ انسان اشرف مخلوقات مثل جانوروں کے صرف کھا جانے اور مر جانے کے لئے نہیں پیدا کیا گیا بلکہ اوس سے مقصود پروردگار یہ ہے کہ انسانیت کا جامہ پہنے اور عزت کی زندگی بسر کرے کیونکہ اسکی عزت کو خداوند عالم دوست رکھتا ہے اور ذلت کو ناپسند کرتا ہے اور **دوسری بات** یہ معلوم ہوئی کہ اس ذاتی اور فطرتی عزت کا باقی رہنا محسن شناسی اور اداے حق محسن پر موقوف ہے۔ اور اداے حقوق محسن حقیقی اوسکی معرفت اور اطاعت و فرماں برداری اور عبادت و خاکساری کو کہتے ہیں چنانچہ ارشاد فرماتا ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ[۲] یعنی میں نے جن و انسان کو اپنی عبادت ہی کے لئے پیدا کیا۔ **انصاف کا مقام** ہے کہ جو شخص تمہاری ظاہری زینت یعنی لباس اور بدن پر سے جو ہفتہ میں دو دفعہ میلا ہوتا اور دھویا جاتا ہے اگر ظاہری اور خفیف عیب کو یعنی ایک تنکا اور مکڑی کا جالہ ہٹا دے یا گرد جھاڑ دے وہ تو اخلاقاً و ادباً اس کا مستحق سمجھا جائے کہ اوس کے آگے سر جھکا دیا جائے اور سلام یعنی دعاے سلامتی سے بدلا کیا جائے اور جو محسن عزیز ترین نعمات دنیا یعنی ہستی اور وجود سے سرفراز کرے اور پھر آناً فاناً اور پے در پے اپنی بے شمار نعمتوں سے بہرہمند کرتا رہے وہ اپنے حقوق شناسی کا مستحق نہ سمجھا جائے۔ حالانکہ محسن شناسی ہر جاندار کی فطرت کا تقاضا ہے۔ ایسے محسن کے حقوق تو یہ چاہتے ہیں کہ بندوں اور نعمت خواروں کے سر جبیں سے کبھی نہ اوٹھیں۔ حالانکہ یہ بھی اوسکی رافت اور مہربانی ہے کہ ہم پر اتنا بوجھ ڈالنا نہیں چاہتا جو ہماری طاقت سے باہر اور ہماری عافیت میں خلل پڑنے کا باعث ہو۔ بس اوسی قدر ہم سے چاہتا ہے جتنا ہمارے لئے ممکن ہو لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا (سورۂ بقرہ آیت ۲۸۶ پ ۳) یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ یعنی

[۱] فصول المہمہ حر عاملی علیہ الرحمہ باب ۴۴ ص ۶۰ و لآلی الاخبار باب ۵ ص ۱۸۷ ذکر فضیلت علم ۱۲

[۲] سورہ بقرہ آیت ۱۸۱ پ ۲

خداوند رحمان و رحیم کسی شخص پر اوسکی طاقت سے باہر بوجھ ڈالنا نہیں چاہتا۔ اور وہ مہربان مالک تم لوگوں کے لیئے آسانی کو چاہتا ہے دشواری کو نہیں چاہتا۔ کمال لطف و مہربانی اوسکی یہ ہے کہ واجب عبادتوں کی حفاظت کرتے ہوئے بقدر حاجت ہماری تحصیل معاش کو بھی اوس نے اپنی عبادت ہی قرار دی ہے۔ اور چونکہ ہم اپنی اصلی جہالت اور ناقص فطرت کی وجہ سے کچھ نہیں جانتے کہ اوس کے حقوق کو ادا کرنے کا طریقہ کیا ہے اور کس طریقہ سے ادائے حق کو وہ پسند کرتا اور کافی سمجھتا ہے اور علاوہ اس جہالت کے جہاں کتوں نے ہماری ذاتی صفت یعنی محسن نوازی اور حق شناسی کو ہم سے لے لیا ہے ہم اشرف مخلوقات نے کتوں کی ذاتی صفت یعنی تکالب اور تجاذب یعنی کھینچا کھینچی اور خیانت و بددیانتی کو اون سے لے لیا ہے جو ہمارے درمیان میں حرج و مرج و خون و خرابی اور فتنہ و فساد کا باعث ہو رہی ہے اور دنیا کا انتظام درہم و برہم ہو رہا ہے۔ اور نہ خود اوس محسن حقیقی سے بے واسطہ ادائے حقوق کے طریقوں کو ہم سیکھ سکتے ہیں کیونکہ ہم اوس تک پہونچنے کی قابلیت نہیں رکھتے اس واسطے کہ نورانی بارگاہ میں نور ہی پہونچ سکتا اور ٹھہرنے کی قابلیت رکھتا ہے اور تاریکی کا گذر اپنے تاریک مجسمہ کے بقا کے ساتھ وہاں محال ہے اور علاوہ جاہل ہونے اور نہ پہونچ سکنے کے اپنے جائز الخطاء بلکہ مجسم خطاء ہونے کی وجہ سے چونکہ اپنی اصلاح خود نہیں کر سکتے اس لیئے اس امر کی طرف محتاج ہیں کہ خداوند منان ہماری تعلیم اور اصلاح دونوں کے لیئے کچھ برگزیدہ اور غیر جائز الخطاء اور معصوم ہستیوں کو اپنے اور ہمارے درمیان میں واسطہ قرار دے۔ انھیں واسطوں کو انبیاء اور مرسلین اور ان کے بعد ان کے فرائض کو جائز طور سے انجام دینے والے بزرگواروں کو ان کے اوصیاء اور جانشین کہتے ہیں۔ چنانچہ اوس لطیف و مہربان نے بنظر رحمت و اتمام حجت اپنے بندوں کے درمیان ایک لاکھ چوبیس ہزار معصوم اور کامل الصفات پیغمبر مذہبی تعلیمات کی آسمانی کتاب کے ساتھ بھیجے اور اون کے لیئے اونھیں کے لگ بھگ کے جامع صفات کمال اوصیاء خود تجویز کیئے جن کے سردار و سرتاج ہمارے نبی محمد مصطفےٰ صلعم اور اون کے بارہ اوصیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں جن کو خود اوسی نے تجویز فرمایا اور نامزد کیا اور قائم مقام بنایا اور اون کی مذہبی کتاب قرآن مقدس بہترین و جامع ترین کتب آسمانی ہے

تیسرا مقدمہ (لفظ قرآن کی تحقیق) لفظ قرآن میں اختلاف یہ ہے کہ کسی دوسرے لفظ سے نکالا گیا ہے یا نہیں۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ لفظ اسم جامد ہے۔ یعنی کسی لفظ سے نکالا نہیں گیا ہے بلکہ ق۔ ر۔ ا۔ ن کو ترکیب دیکر مستقل طور پر بنایا گیا ہے۔ اور اس میں ہمزہ

عبرت کا مقام

بیان بعثت انبیاء و تعیین اوصیاء

نہیں ہے یعنی یہ لفظ قرءٌ اُنٌ ہے۔ قرآن نہیں ہے۔ اور یہ لفظ خاص خدا ہی کے کلام کا نام ہے۔
اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ قَرَنَ الشَّیْءَ بِالشَّیْءِ سے نکالا گیا ہے۔ جس کا معنی ایک چیز کو دوسری
چیز سے ملا دینا ہے (اور بظاہر اس جماعت کا خیال یہ ہے کہ چونکہ آیتیں اور سورے جدا جدا نازل
ہوئے اوسکے بعد اکٹھا اور جمع کیے گئے۔ اس لئے لفظ قران کا قَرَنَ سے نکالا جانا مناسب ہے)
اور بعض نے کہا ہے کہ یہ لفظ قَرَءَ الشَّیْءَ کا مصدر ہے جس کا معنی ہر چیز کو جمع کرنا یا پڑھنا ہے
اوسکے بعد یہ لفظ ایک خاص مجموعہ اور پڑھنے کی ایک خاص چیز یعنی اوس کتاب خدا کا نام قرار دیا گیا
جس کو اوس نے حضرت سرور عالمؐ پر نازل کیا تھا اور یہ نام جس طرح اوس پوری کتاب پر بولا جاتا
ہے اوسی طرح ہر سورہ اور ہر آیت پر بھی بولا جاتا ہے۔ اور اس بنا پر کہ یہ لفظ قرءۃ کا مصدر ہو
اس میں ہمزہ ہونا ضروری ہے اور صحیح بھی یہی ہے کہ اس میں ہمزہ ہے اور اصل لفظ قرآن ہے
جس میں سے تخفیف یعنی بولنے میں زبان پر سبک اور ہلکا کرنے کے ارادہ سے ہمزہ گرا کر قرآن
کر دیا گیا ہے[1]

چوتھا مقدمہ (قرآن کس کا کلام ہے) کچھ[1] لوگوں نے کہا ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ
کلام پروردگار ہیں۔ یعنی خداوند عالم نے پورے قرآن کو انھیں الفاظ میں جو ہمارے ہاتھوں میں
ہیں اپنی قدرت کاملہ سے لوح محفوظ میں لکھ دیا تھا جس میں سے جبرئیل امین حکم خدا کے مطابق
تھوڑا تھوڑا حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ کے پاس لاتے رہے جیسا کہ خداوند عالم ارشاد
فرماتا ہے بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ یعنی یہ قرآن مجید ہے جو لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے
اور کچھ[2] لوگوں نے کہا ہے کہ یہ الفاظ کلام حضرت جبرئیل ہیں یعنی ان کے معانی خداوند عالم نے
اون پر نازل کیے اور اونھوں نے اون معانی کو اپنے الفاظ میں حضرت سرور عالم کی خدمت میں
پہونچایا جیسا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ۔ اور کچھ[3] لوگوں نے کہا ہے
کہ معانی اس کے خدا کی طرف سے ہیں جن کو حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ اپنے الفاظ میں بیان
فرمایا کرتے تھے جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ یعنی ان معانی کو
روح الامین یعنی جبرئیل امین نے تمہارے دل میں ڈال دیا۔ **لیکن** قرآن کے معجزہ ہونے اور اوسکی
بزرگی اور عظمت اور ہر حیثیت سے کامل ہونے کے لحاظ سے پہلا ہی کلام اولے اور بہتر اور حق
سے نزدیک تر ہے[2] ہم عرض کرتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ اور معانی
کل خدا ہی کیطرف سے ہیں اور وجہ اسکی علاوہ اوسکے جس کو ابوالبقاء نے بیان کیا ہے ایک

[1] کلیات ابوالبقا باختصار حرف ق ذکر قرآن ص ۲۶۳ چھاپہ ایران ۱۲
[2] کلیات ابوالبقاء حرف ق ذکر قرآن ص ۲۶۳ ۱۲

یہ ہے کہ کلام پروردگار اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ جس کو دوسرے کلام کی دلیل قرار دیا ہے۔
ہرگز اس بات کو نہیں بتاتا کہ خدا نے حضرت جبرئیل پر معانی کو اوتارا اور اونھوں نے اون
معانی کو اپنے الفاظ میں بیان کیا کیونکہ کفار قریش کبھی تو کلام مجید کو شاعر کا کلام کہتے تھے اور کبھی
کاہن کا۔ اس واسطے اونکی رد کی غرض سے خدا نے اس آیت کو نازل فرمایا اور اس کے بعد صاف فرمادیا
وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ یعنی قرآن
نہ تو شاعر کا کلام ہے نہ کاہن[ع] کا بلکہ خدا کے رسول (جبرئیل یا حضرت محمدؐ) کا کلام ہے جس کو اوس نے
اون پر اوتارا ہے۔ اور چونکہ حضرت جبرئیلؑ کی زبان سے حضرت سرورؐ عالم کو یا حضرت سرور عالمؐ
کی زبان سے دوسروں کو ملا ہے اس لئے اوسکو قولِ رسولؐ (یعنی جبرئیل یا حضرت سرور عالمؐ
کا کلام) مجازاً کہا گیا۔ اسی طرح کلام پروردگار نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ
بھی اس امر کو نہیں بتاتا کہ جو چیز حضرتؐ پر اوتاری گئی وہ صرف معانی تھے۔ بلکہ اس آیت کا ظاہر
بلکہ اظہر معنی یہ ہے کہ جو چیز اوتاری گئی وہ قرآن ہے اپنی مجموعی حالت سے کیونکہ پوری آیت
یوں ہے نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ بِلِسَانٍ
عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ (سورہ شعراپ ۱۹ آیت ۱۹۳) اس آیت میں بِهٖ کی ضمیر سے مقصود قرآن ہے اور
قلب سے مقصود خود حضرت سرور عالمؐ کیونکہ معلوم ہے کہ حضرتؐ کے صرف دل پر اوتارنا مقصود
نہیں ہوسکتا۔ اور چونکہ کلام کے سمجھنے کا آلہ قلب ہوتا ہے اور حضرت سرور عالمؐ اور اہلبیت طاہرینؑ
فہم وکمال وغیرہ میں اکمل افرادِ بنی آدم تھے اس لئے خدا نے حضرتؐ کو مجسم قلب قرار دے کر عَلٰى
قَلْبِكَ فرمایا اور بِلِسَانٍ بدل ہے بِهٖ کی ضمیر کا جس کا معنی یہ ہے کہ قرآن صاف عربی لسان میں
اوتارا گیا اور شاہد اس پر اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا ہے اور بِلِسَانٍ مُنْذِرِيْنَ سے متعلق
نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ اتنا یقینی طور پر معلوم ہے کہ حضرت سرور عالمؐ عربوں کو اردو فارسی
ترکی وغیرہ اجنبی زبانوں میں ہرگز انذار اور تبلیغ نہ کرتے بلکہ تبلیغ عربی ہی زبان میں فرماتے پھر
ایسی حالت میں یہ جملہ بیکار اور لغو ٹھہرتا ہے جو خداوند حکیم کے لئے محال ہے۔ اس بنا پر معنی اس
آیت کا یہ ہے کہ جبرئیل امین صاف عربی زبان میں قرآن لے کر تم پر اوترے تاکہ اوس کے ذریعہ

ع۵ کاہن ہر اوس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے خیال میں غیب کی خبریں بیان کرتا ہے خواہ ستاروں کی گردش کے حساب سے یا شیاطین
اور جنات کو تابع کر کے یا جادو کے ذریعہ سے یا دوسرے ذریعوں سے اور زمانہ جاہلیت میں اس قسم کے لوگ بہت تھے جن سے عرب
حالتیں دریافت کیا کرتے تھے ۱۲

سے تم لوگوں کو ڈراؤ۔ **دوسری وجہ** یہ ہے کہ کلام مجید کو خداوند عالم نے اپنے اوس مقدس
کلام میں کئی جگہ کتاب اور قرآن کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اور اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الْکِتٰبَ اور اَنْزَلْنَا
الْقُرْاٰنَ یعنی کتاب اوتاری اور قرآن اوتارا۔ فرمایا ہے اور قرآن اور کتاب الفاظ اور معانی
دونوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ موٹی عقل کا آدمی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ کتاب اور قرآن سے مقصود صرف
معانی ہیں **تیسری وجہ** یہ ہے کہ قرآن کو خدا نے معجزہ قرار دیا ہے اور فرمایا ہے قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ
الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ آہ یعنی اگر انسان اور
جن سب ملکر بھی بنانا چاہیں تو اس قرآن کا مثل نہیں بنا سکتے اور حضرت سرور عالم بھی انسان تھے
اور وہ بھی مثل دوسروں کے ایسا کلام بنانے سے عاجز تھے۔ **چوتھی وجہ** یہ ہے کہ حضرت سرور
عالم صلے اللہ علیہ وآلہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اُعْطِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ (مجمع البحرین لغت جمع) یعنی
مجھکو قرآن جیسا کلام دیا گیا جو اپنے تھوڑے الفاظ سے بہت سے معانی کو ادا کرتا ہے پس ادہر
خداوند عالم اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الْکِتٰبَ اور اَنْزَلْنَا الْقُرْاٰنَ میں قرآن کو اپنا کلام فرما رہا ہے۔ اور ادھر
حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ بھی اعطیت جوامع الکلم میں خدا کا کلام ہونا بیان فرما رہے
ہیں پس کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ قرآن کے الفاظ کلام حضرت جبرئیلؑ یا کلام حضرت سرور عالم صلی اللہ
علیہ وآلہ ہیں۔ بہر حال قرآن مقدس کے کلام خدا ہونے اور کلام غیر خدا نہ ہونے پر دلیلیں بہت
ہیں۔ سب کو تفصیل سے ذکر کرنا باعث طوالت ہے **تتمہ نزول قرآن** کے متعلق حضرت امام
جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ پورا قرآن بیت معمور پر تیئیس ماہ رمضان کی شب کو
جو شب قدر ہے اوتارا گیا اور بیت معمور سے تھوڑا تھوڑا حضرت سرور عالم کے پاس بھیجا گیا
اور بیس برس میں اس کا نزول ختم ہوا (صافی مقدمہ ۹) اور اسکی ابتدا بعثت کے تین سال بعد سے
ہوئی۔ اور اس میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے کون سا سورہ اوتارا گیا۔ مشہور یہ ہے کہ سورہ
اقراء اوتارا گیا اور بعض حدیثوں سے سورہ الحمد کا اوتارا جانا ظاہر ہوتا ہے اور بعض سے سورہ
مدثر کا (تاریخ اسلام ۱ مصنفہ سید ذاکر حسین صاحب)

پانچواں مقدمہ (قرآن اور حدیث قدسی میں کیا فرق ہے) خداوند عالم حضرت سرور عالم
صلے اللہ علیہ وآلہ کے حق میں ارشاد فرماتا ہے مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ
یُّوْحٰى یعنی حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ (دین اور مذہب کی) کوئی بات اپنے دل سے
نہیں بولتے اور انکی مذہبی باتیں نہیں ہیں لیکن وحی جو اون پر نازل ہوتی ہیں۔ اس واسطے فروع

ہے کہ قرآن اور حدیث دونوں ہی وحی ہوں خواہ وہ حدیث قدسی ہو یا دوسری حدیثیں ۔ اور ایسی صورت میں ایک فرق قرآن اور حدیث قدسی میں ہونا چاہیئے ۔ اور دوسرا فرق حدیث قدسی اور غیر قدسی میں ۔ پس اگر قرآن اور حدیث قدسی میں یہ فرق قرار دیا جائے کہ قرآن کے الفاظ اور معانی دونوں خدا کیطرف سے ہیں اور حدیث قدسی کے معانی خدا کی طرف سے ہیں اور الفاظ حضرت سرور عالم کے ہیں ۔ جیسا کہ ابو البقاء نے اپنی رائے کتاب کلیات حرف ق لفظ قرآن کے بیان میں لکھا ہے **تو** یہ خرابی لازم آتی ہے کہ حدیث قدسی اور غیر قدسی میں فرق باقی نہیں رہتا کیونکہ آیت ماینطق حدیث قدسی اور غیر قدسی دونوں کے معانی کو خدا کیطرف سے بتاتی ہے اور یہ معلوم ہے کہ بقول ابو البقاء کے جب حدیث قدسی کے الفاظ خدا کی طرف سے نہ ہوئے تو غیر قدسی کے الفاظ خدا کیطرف سے بدرجہ اولےٰ نہ ہونگے ۔ اور اس بنا پر دونوں حدیثوں کے معانی خدا کیطرف سے ٹھہرتے ہیں اور دونوں کے الفاظ حضرت سرور عالم کے ۔ اس لئے کوئی فرق باقی نہیں رہتا ۔ **اور** اگر یہ کہا جائے کہ حدیث قدسی کے معانی تو خدا کیطرف سے ہیں لیکن غیر قدسی کے نہ تو معانی خدا کیطرف سے ہیں نہ الفاظ بلکہ دونوں حضرت سرور عالم کیطرف سے ہیں ۔ جیسا کہ طیبی کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے جس کو ابو البقاء نے کلیات میں نقل کیا ہے ۔ تو لازم آتا ہے کہ غیر قدسی حدیثیں وحی نہ ہوں حالانکہ آیت ماینطق اس کو صاف رد کر رہی ہے **اسلئے صحیح یہ ہے** کہ قرآن اور حدیث قدسی کے الفاظ اور معانی دونوں خدا کیطرف سے ہیں ۔ اور غیر قدسی کے صرف معانی ۔ پس قرآن اور حدیث قدسی میں فرق یہ ہے کہ قرآن کے الفاظ معجزہ قرار دیئے گئے اور حدیث قدسی کے الفاظ معجزہ نہیں قرار دیئے گئے ۔ اور یہی فرق ہمارے علمائے کرام علیہم الرحمہ والرضوان اور بعض علماء اہلسنت کے کلام سے بھی ظاہر ہوتا ہے جس کو ابو البقاء نے کلیات میں نقل کیا ہے محقق قمی علیہ الرحمہ قوانین میں اور ملا محمود علیہ الرحمہ جو ہمارے اوستاد الاستاد فخر الاوائل والاواخر مولانا شیخ مرتضےٰ انصاری علیہ الرحمہ والرضوان کے شاگرد تھے قواطع الفضول میں تحریر فرماتے ہیں کہ اَلفَرقُ بَینَہٗ (یعنی الحدیث القدسی) وَبَینَ القُراٰنِ اَنَّ القُراٰنَ ھُوَ المُنزَلُ لِلتَّحَدِّی وَالاِعجَازِ بِخِلَافِ الحَدِیثِ القُدسِی (قوانین ذکر سنت مقصد ۳ مطلب صفحہ ۱۹۴) یعنی فرق درمیان حدیث قدسی اور قرآن کے یہ ہے کہ قرآن تحدی اور اعجاز کے لئے نازل کیا گیا اور حدیث قدسی اس لئے نازل نہیں کی گئی ۔

چھٹاں مقدمہ | (قرائتوں میں اختلاف کیوں ہوا) یہاں پر سوال یہ پیدا ہوتا

ہے کہ جب قرآن کے الفاظ اور معانی دونوں خدا ہی کی طرف سے ہیں تو قرائتوں میں اختلاف کیوں ہوا۔ جیسے کُفُوًا واؤ کے ساتھ اور کُفُؤًا ہمزہ کے ساتھ۔ اور یَطْهُرْنَ ط اور ہ کی تخفیف کے ساتھ اور یَطَّهَّرْنَ ط اور ہ کی تشدید کے ساتھ۔ اور ایسی مثالیں قرآن میں بہت ہیں۔

جواب چھ باتوں کو سمجھ لینے کے بعد یہ شبہ بہت آسانی سے رفع ہوجائیگا۔ ۱۔ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے لَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا (سورۂ نساء پ۵ آیت ۸۴) یعنی اگر قرآن غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو لوگ اوسمیں بہت سا اختلاف پاتے۔ اور حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ قرآن ایک ہے اور ایک (خدا) کے پاس سے نازل ہوا ہے لیکن اختلاف راویوں کیطرف سے ہے۔ اور فضیل بن یسار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن سات حرفوں (یعنی قرائتوں) پر نازل ہوا ہے۔ تو حضرتؑ نے فرمایا کہ دشمنان خدا جھوٹے ہیں بلکہ قرآن ایک حرف (یعنی ایک قرائت) پر نازل ہوا ہے۔ ایک خدا کے پاس سے (تفسیر صافی مقدمہ ۸ ص۲) ۲۔ عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ (عائشہ) سے پوچھا کہ کلام پروردگار اِنْ ھٰذٰانِ لَسٰحِرٰانِ اور وَالْمُقِیْمِیْنَ الصَّلٰوۃَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ (سورۂ نساء آیت ۱۶۰) اور اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ھَادُوْا وَالصَّابِئُوْنَ (سورۂ مائدہ آیت ۷۳) میں غلطیاں کیوں ہیں تو جواب دیا کہ اے بھانجے یہ کام لکھنے والوں کا ہے جو غلط لکھ گئے (تفسیر اتقان جلد ۱ ص۱۸۳ نوع ۴۱ تنبیہ سوم بسند صحیح بشرط شیخین یعنی بخاری و مسلم) اور ابن عباس کہتے ہیں کہ حَتّٰی تَسْتَانِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا کاتب نے غلطی سے لکھا ہے یہ اصل میں حَتّٰی تَسْتَاذِنُوْا وَتُسَلِّمُوْا تھا۔ ابن عباس نے اَفَلَمْ یَتَبَیَّنِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا پڑھا تو کسی نے کہا کہ قرآن میں تو اَفَلَمْ یَیْاَسِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ہے تو جواب دیا کہ میرا

ف۲ پہلی مثال میں صحیح اِنَّ ھٰذَیْنِ لَسٰحِرٰانِ ہے۔ اور دوسری مثال میں والمقیمون الصلوۃ والموتون الزکوۃ اور تیسری مثال میں والصابئین صحیح ہے۔ **اس مقام پر** علماء اہلسنت نے بہت پیچ و تاب کھایا ہے۔ اور ہدایت کے مقابل میں غیر معقول باتیں جواب میں بیان کی ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ صحابہ جو فصیح تھے غلطی کیونکر کرسکتے تھے۔ **جواب** عثمان نے خود ہی کہدیا کہ اگر لکھنے والا ثقیف سے اور بتانے والا ہذیل سے ہوتا تو غلطیاں نہ ہوتیں اور غلطیوں کا صاف اقرار کیا (حوالہ اسکے بعد نمبر ۳ میں دیکھو) علاوہ اسکے ترتیب دینے والے خود ہی بے اعتبار تھے جیسا کہ جمع و ترتیب قرآن کے بیان میں تفصیل ہے

گمان یہ ہے کہ (اَفَلَمۡ یَیۡأَس) لکھنے والا لکھنے کے وقت اونگھ گیا تھا۔ ابن عباس کہا کرتے تھے کہ وَقَضٰی رَبُّکَ اصل میں وَوَصّٰی رَبُّکَ تھا لکھنے والے نے واؤ کو صاد سے ملا کر لکھدیا تھا اس وجہ سے قَضٰی پڑھا گیا (تفسیر اتقان جلد ا صفحہ ۱۸۶ نوع ۴۱ بذیل تذنیب) ۳ عکرمہ کہتے ہیں کہ جب قرآن لکھے گئے اور حضرت عثمان کی خدمت میں پیش کئے گئے تو اوسمیں اونھوں نے بہت سی غلطیاں دیکھیں اور کہا کہ اس کو درست نہ کرو کیونکہ عرب اس کو درست کرلیں گے۔ اگر لکھنے والا قبیلہ ثقیف سے اور بتانے والا قبیلہ ہذیل سے ہوتا تو یہ غلطیاں نہ ہوتیں (تفسیر اتقان جلد ا صفحہ ۱۸۴ نوع ۴۱ تنبیہ ۳) ۴ حضرت عثمان نے سات قرآن لکھوائے تھے اور مکہ اور مدینہ اور شام اور بصرہ اور کوفہ اور یمن اور بحرین ایک ایک قرآن بھیجدیا تھا (تفسیر اتقان جلد ا صفحہ ۸۳ چھاپہ مصر نوع ۲۲ تا ۲۷) ۵ یمن اور بحرین کے قرآنوں کی تو کوئی حالت معلوم نہ ہوئی (اتقان جلد ا صفحہ ۸۳ سطر ۹) لیکن باقی پانچوں آپس میں اختلاف رکھتے تھے۔ ان اختلافوں کی تفصیل

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸) ہم ذکر کرینگے۔ اور کبھی کہتے ہیں کہ وہ کیونکر غلطی کر سکتے تھے کیونکہ قرآن کو حضرت رسول صلعم سے پڑھا اور یاد کیا تھا۔ اور کبھی کہتے ہیں کہ سب کے سب کیونکر غلطی کر سکتے تھے۔ اور کبھی کہتے ہیں کہ بفرض غلطی کرنے کے کیونکر ہوسکتا ہے کہ غلطی دیکھیں اور درست نہ کریں۔ ان کل باتوں کا جواب یہ ہے کہ غلطیاں اس وقت بھی موجود ہیں اور کئی روایتوں سے معلوم ہوگیا کہ یہ غلطیاں اوسی وقت سے آرہی ہیں۔ اور جمع قرآن غیر معتبر اور لڑکوں کے ہاتھوں انجام پایا جنھوں نے حضرت رسول صلعم سے پڑھا نہ تھا۔ پھر ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ درست کردینے سے حضرت عثمان نے منع کردیا تھا پھر یہ کہتے ہیں کہ عثمان اپنے زمانہ میں امام امت تھے کیونکر ہوسکتا ہے کہ قرآن ترتیب دلوائیں اور اوسمیں غلطیاں دیکھیں اور درست نہ کریں بلکہ درست کرنے سے منع کردیں۔ جواب اس کا یہ ہے کہ عثمان نے قرآن کو صرف اس غرض سے ترتیب دلوایا تھا کہ ترتیب بگڑ جائے چونکہ بنی امیہ کی مذمتیں قرآن میں رہ گئی تھیں وہ نکال دی جائیں ورنہ مصحف ابوبکر کے ہوتے ہوئے اس ترتیب کی ہرگز ضرورت نہ تھی۔ انکی ناپسندیدہ باتیں جن لوگوں کے پیش نظر ہونگی اونکو اسمیں شبہ باقی نہیں رہ سکتا کہ ان کو نہ تو اسلام سے کوئی ہمدردی تھی نہ مسلمانوں سے حضرت علی ع سے کہا کہ اگر تم مروان کو برا کہو گے تو وہ بھی تم کو برا کہیگا تم اس سے بہتر نہیں ہو (مروج الذہب) ہزاروں قرآن جلوادیئے حضرت ابوذر کو ربذہ بھیجدیا اور طرح طرح تکلیفیں پہونچائیں (روضۃ المناظر واقعہ ۲۵ھ) ابن مسعود کی پسلیاں توڑیں (استیعاب وغیرہ) عبد الرحمن بن عوف کو جو عشرہ مبشرہ سے تھے منافق کہا (صواعق باب فصل ۳ صفحہ ۶۹) سود لینے پر تیار ہوگئے جس پر عتاب نازل ہوا (روضۃ الاحباب تفسیر نیشاپوری تفسیر آیت ربا سورہ بقرہ

ہم اپنے رسالہ تحریف قرآن میں لکھ چکے ہیں۔ دو تین مثالیں یہاں ذکر کیجاتی ہیں ۱۔ ابن عامر شامی نے قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا بغیر واؤ کے پڑھا ہے کیونکہ شامی قرآن میں اسی طرح تھا۔ اور باقی چھ قاریوں نے وَ اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا پڑھا ہے کیونکہ اون کے قرآنوں میں واؤ کے ساتھ لکھا ہوا تھا ۲۔ اور ابن عامر نے وَ بِالزُّبُرِ وَ بِالْکِتَابِ دونوں میں ب کے ساتھ پڑھا ہے کیونکہ شامی قرآن میں یوں ہی تھا۔ اور باقی قاریوں نے وَ بِالزُّبُرِ وَ الْکِتَابِ صرف ایک میں ب کے ساتھ پڑھا ہے کیونکہ اون کے قرآنوں میں یوں ہی تھا۔ ۳۔ اور ابن کثیر مکی نے تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ۔ مِنْ کے ساتھ پڑھا ہے کیونکہ مکی قرآن میں اسی طرح لکھا تھا اور باقی قاریوں نے تَجْرِیْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ بغیر مِنْ کے پڑھا ہے کیونکہ اون کے قرآن میں مِنْ نہ تھا (تفسیر اتقان جلد ۱ آخر ص۶۰ نوع ۲۲ تا ۲۷ چھاپہ مصر) یہی غلط قرآن ساتوں شہروں میں رواج دیئے گئے اور ان قرآنوں کا نام امام رکھا گیا۔ اور صحیح قرائت وہ مانی گئی جو ان میں سے کسی ایک کے مطابق ہو۔ چنانچہ امام القراء اور شیخ مشائخ علماء اہلسنت ابو الخیر بن جزری کہتے ہیں کہ جو قرائت عربیت کے موافق ہو اگرچہ فصاحت میں اوسکے اختلاف ہو اور اکثر نحویوں نے نہ مانا ہو۔ اور عثمانی مصحفوں میں سے کسی ایک کے موافق ہو اگرچہ موافقت فرضی اور احتمالی ہی ہو۔ اور اوس قرائت کی سند (ان لوگوں کی قرار داد کی بنا پر) صحیح ہو۔ وہی قرائت صحیح ہے جس کو رد کرنا جائز اور اوس سے انکار کرنا حرام ہے (تفسیر اتقان جلد ۱ ص۷۷ نوع ۲۲ تا ۲۷) **واضح رہے** کہ اگرچہ خلیفہ صاحب کے مصحف کو طعن سے بچانے کی غرض سے غیر فصیح قرائت کو قبول کر لینا بھی اعتراض سے خالی نہیں ہے **لیکن** بدتر تو یہ ہے کہ اونکی فاش غلطیوں کی اصلاح اور درستی کو بھی ان لوگوں نے گوارا نہیں کیا ہے۔ آپ قرآن چھاپہ نظامی کانپور اور کشوری ملاحظہ کریں جن میں عثمانی رسم خط کی پابندی کی گئی ہے۔ مولوی عبد العلی صاحب بحر العلوم فرنگی محل نے اوس پر حاشیے لکھے ہیں جنمیں فاش غلطیوں کا اقرار اور لفظ صحیح پر تنبیہ کرتے ہوئے اور خلیفہ صاحب سے ادب اور اونکے حقوق

(بقیہ حاشیہ ص۱۹) (ع ۲۸۶) **بنو امیہ** کے منافقوں اور فاسقوں کو مسلمانوں کا حاکم بنایا اور اونکی بدعنوانیوں سے چشم پوشی کرتے رہے (کتب تواریخ) **بنو امیہ اور خصوصا مروان** جیسے منافق کو مسلمانوں کے مال کا مالک بنا دیا (کتب تواریخ) وغیرہ وغیرہ۔ ہم نے ان کل مطالب کو رسالہ تحریف قرآن میں بہت تفصیل سے لکھدیا ہے خدا کرے کہ چھپ جائے ۱۲

کا لحاظ رکھتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قرآن کی غلط عبارت کو اپنی حالت پر چھوڑ دو اور صحیح کو سرخی سے لکھ دو۔ **اسی مطلب کیطرف** زید بن ثابت نے اشارہ کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ قرائت (عثمانی) سنت متبعہ[1] ہے۔ بیہقی اس کلام کی شرح میں لکھتے ہیں کہ غرض زید کی یہ ہے کہ حروف میں اگلوں کی پیروی سنت متبعہ ہے نہ تو اوس مصحف (عثمانی) کی مخالفت جائز ہے کیونکہ وہ امام ہے اور نہ اون قرائتوں کی مخالفت جائز ہے (جو اس مصحف کے مطابق) مشہور ہوئی ہیں۔ اگرچہ لغت میں ان قرائتوں کا غیر ہی جائز سمجھا گیا یا ان قرائتوں سے زیادہ ظاہر (یعنی مشہور) ہو (تفسیر اتقان ص۱۱۰ جلد ۱) پ۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ دوسری صدی کے شروع تک اہل بصرہ ابو عمرو اور یعقوب کی قرائت کے مطابق پڑھا کئے۔ اور اہل کوفہ حمزہ اور عاصم کی قرائت کے مطابق۔ اور اہل شام ابن عامر کی قرائت کے مطابق اور اہل مکہ ابن کثیر کی قرائت کے مطابق اہل مدینہ نافع کی قرائت کے مطابق۔ لیکن تیسری صدی کے شروع میں ابن مجاہد نے یعقوب کو ہٹا کر اونکی جگہ پر کسائی کو رکھدیا (**کوفہ اور بصرہ سے دو دو قاری کیوں لئے گئے**)۔

علامہ سیوطی اس کا سبب یہ لکھتے ہیں کہ چونکہ حضرت عثمان نے سات جگہ یعنی مکہ۔ مدینہ۔ شام بصرہ۔ کوفہ۔ یمن۔ بحرین سات قرآن بھیجے تھے اور یمن اور بحرین کے قرآنوں کی کوئی خبر معلوم نہ ہوئی۔ اس واسطے ابن مجاہد وغیرہ نے چاہا کہ قرآنوں کے ہم عدد قاری پورے کر دیئے جائیں۔ پس دو قاری اون لوگوں نے یمن اور بحرین کے قرآنوں کے بدلے میں بڑھا لئے (اتقان ص۸۳ جلد ۱ سطر ۹ نوع ۲۲ تا ۲۷) **اس بیان سے ایک بات** یہ معلوم ہوئی کہ ساتوں مصحف عثمانی کی پابندی کرنے والے ساتوں قاریوں کی قرائتوں میں باہم اختلاف تھا۔ اگر اختلاف نہ ہوتا تو ایک ہی قاری کی قرائت کی پابندی کافی تھی۔ سات قاری قرار دینے کی ضرورت نہ تھی۔ اور انکا باہمی اختلاف اہل علم پر پوشیدہ نہیں ہے۔ تفسیروں کی سیر کرنے والے خوب جانتے ہیں کہ ایک ہی لفظ کو ایک قاری نے ایک طرح پڑھا ہے اور دوسرے قاری نے دوسری طرح جس کی دو تین مثالیں اوپر ذکر کی گئیں۔ جیسے کفوًا واؤ کے ساتھ اور کفؤًا ہمزہ کے ساتھ۔ اور **دوسری بات** یہ معلوم ہوئی کہ حضرت عثمان کے غلط قرآنوں کی ان لوگوں کی آنکھوں میں عزت اور وقعت اور ان کے دلوں میں محبت اور خلوص عقیدت اس قدر تھی کہ اون قرآنوں کے عدد سے قاریوں کے عدد کا کم رہنا بھی پسند نہ کیا اور اوس کے ہم عدد قاری پورے کر دیئے۔ اور عزت۔ وقعت۔ محبت عقیدت ہونا ہی چاہیئے تھی۔ کیونکہ حضرت عثمان نے ان لوگوں کے بزرگوں[2] کی مذمتوں کو قرآن سے نکال کر ان پر بہت بڑا احسان کیا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ جب ان غلط قرآنوں سے ان

[1] یعنی اسکی پیروی کرنا واجب ہے ۱۲

[2] عبد اللہ بن عباس کہتے ہیں کہ لقد عاتب اللہ اصحاب محمد فی غیر مکان وما ذکر علیا الا بخیر (صواعق محرقہ باب ۹ فصل ۳ ص۷۶ بروایت ابن عباس و ینابیع المودۃ باب ۴۲ ص۱۲۶ بحوالہ طبرانی و ابن ابی حاتم بروایت اصحاب ابن ابن عباس و ارجح المطالب ص۵۵ بحوالہ احمد حنبل و طبرانی و ابن ابی حاتم و اسیحاق و کنز العمال جلد ۶ ص۳۹۱ نمبر حدیث ۵۹۹۰) یعنی خود صحابہ کی تحریر میں کئی جگہ مذمت کی اور علی کو [illegible]

لوگوں کو اس قدر محبت اور عقیدت تھی تو کیونکر تصور کیا جاسکتا ہے کہ اوس کو غلط سمجھتے یا غلط کہتے یا اوسکی طرف دستِ تصرف بڑھاکر اوسکی اصلاح اور ترمیم کرتے اور ترمیم کو جائز جانتے اسی وجہ سے مولوی عبدالعلی صاحب بحرالعلوم فرنگی محل نے صحیح الفاظ کو حاشیہ پر لکھا ہے اور اصل قرآن کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا ہے۔ اور اوسی طرح چھوڑ دینے کی ہدایت بھی کردی ہے **اسی مطلب کو** علماء اہلسنت بیان کرتے ہیں کہ جب لکھنے والوں نے جو اچھوں میں سے تھے ان غلطیوں کو درست نہ کیا تو دوسرا کون کرسکتا ہے (اتقان جلد ا صفحہ ۱۸۴ نوع ۴۱ سطر ۱۴) اور ابن انباری کہتے ہیں کہ حضرت عثمان کے بعد آنے والوں کا وظیفہ یہ ہے کہ اون کے نقش پر باقی رہیں اور اون کے حکم پر ٹھہرے رہیں (اتقان جلد ا صفحہ ۱۸۴ نوع ۴۱ سطر ۲۶) چنانچہ ایسا ہی ہوا بھی کہ سب کے سب اون کے غلط نقش پر باقی اور چلتے رہے ۔ اور اون غلطیوں کو صحیح ٹھہرانے کی ہزاروں کوششیں کیں اور کر رہے ہیں یہاں تک کہ نحوی ۔ صرفی قاعدے بھی ایجاد کئے گئے اور اون غلط قرائتوں کے لئے حدیثیں بھی بنائی گئیں ۔

ساتواں مقدمہ (سات قاری کیوں بنائے گئے) اس سوال کا جواب ہے کہ دو قاریوں کو اختیار اور اضافہ کرنے کا سبب علامہ سیوطی کی تحریر سے قبل اس کے ذکر کیا گیا رہے پانچ تو اون کو اختیار کرنے کا سبب علامہ موصوف یہ لکھتے ہیں کہ چونکہ قاری بہت ہوگئے تھے اور لوگوں کی ہمتیں پست ہوگئی تھیں اس لئے لوگوں نے اون قرائتوں میں سے جو مصحف عثمانی کے رسم خط کے موافق تھیں اوسی مقدار پر اکتفا کیا جس کا یاد کرنا آسان ہو اور قرائت اوسکی محدود اور معین رہے ۔ پس جن لوگوں کا اعتبار اور ایمانداری مشہور تھی اور سن رسیدہ اور علم قرائت سے زیادہ شغلہ رکھتے تھے اور لوگ اون سے قرائتوں کے لینے پر ایک راے تھے اونمیں سے ہر شہر[۵] میں سے ایک ایک شخص کو چنکر اپنا امام بنالیا ۔ علامہ موصوف اسی صفحہ کے سطر ۱۲ میں پھر لکھتے ہیں کہ وہ اصل جن پر اعتماد کیا گیا ہے (تین چیزیں ہیں) ایک[۱] یہ کہ قرائتوں کو (اوستادوں سے) سننے والوں کی سندیں صحیح ہوں ۔ دوسرے[۲] یہ کہ قرائتیں کسی صورت سے عربیت کے مطابق ہوں ۔ تیسرے[۳] یہ کہ (حضرت عثمان کے غلط قرآنوں کے) رسم خط کے موافق ہوں (اتقان جلد ا صفحہ ۹۳ چھاپہ مصر نوع ۲۲ تا ۲۷ سطر ۳ و ۱۲) **اس بیان** سے چند باتیں معلوم ہوئیں **ایک** یہ کہ علماء علوم کلام ملک علام یعنی اہلبیت کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی قرائتوں کے مقابل میں حضرت عثمان کے غلط قرآنوں کے غلط رسم خط کی پابندی کی گئی **دوسرے** یہ کہ پانچوں شہروں

[۵] مکہ ۔ یمن ۔ شام ۔ بصرہ ۔ کوفہ ۱۲

کے پانچوں قرآن (جو آپس میں اختلاف رکھتے تھے) سب کے سب صحیح اور حجت مانے گئے۔ تیسرے یہ کہ ان غلط قرآنوں کی پابندی رکھنے والے امام اور پیشوا بنائے گئے چوتھے یہ کہ بہت سے ائمہ قرائت اور بھی ایسے تھے جو آپس میں قرائتوں میں اختلاف رکھتے تھے پانچویں یہ کہ ان بہتیرونکی قرائتوں میں اختلاف کا سبب بھی حضرت عثمان ہی کے مصاحف تھے چھٹیں یہ کہ انکی قرائتیں بے وجہ اور محض خواہش پرستی کی بنا پر چھوڑی گئیں ساتویں یہ کہ ان قاریوں کے چننے میں جو چیز نہایت ضروری سمجھی گئی وہ یہ تھی کہ حضرت عثمان کے غلط قرآنوں کی پابندی رکھنے والے ہوں۔ اور یہ جو کہا گیا ہے کہ دو باتیں اور بھی ملحوظ رکھی گئی ہیں ایک یہ کہ قرائتوں کے سُننے کی سند صحیح ہو۔ اور دوسرے یہ کہ وہ قرائتیں قاعدہ عربیت کے مطابق ہوں یہ صرف بات بنائی گئی ہے اور اس پر عمل نہیں کیا گیا ہے کیونکہ علامہ موصوف اسی صفحہ کی تیرہویں سطر میں لکھتے ہیں کہ نافع اور عاصم کی قرائت کی سند بہت صحیح ہے اور ابو عمر اور کسائی کی قرائت بہت فصیح۔ پس جن لوگوں کی سندوں کو علامہ موصوف بہت صحیح کہ رہے ہیں ونمیں سے ایک نافع ابن ابونعیم ہیں جن کے حق میں اہلسنت کے امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ لوگ ان سے علم قرآن لیا کرتے تھے حالانکہ علم حدیث میں یہ کچھ نہ تھے (میزان الاعتدال جلد ۳) اور معلوم ہے کہ علوم قرآن خواہ وہ قرائتیں ہوں یا تفسیریں سب کی سب حدیثیں ہیں جن میں سندوں کی صحت یا عدم صحت دیکھی جاتی ہے۔ اور بعض توثیق کرنے والوں کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ علمار اہلسنت کو نافع کے معتبر ہونے میں بھی تامل تھا کیونکہ ابن مدینی اور امام نسائی کہتے ہیں کہ میرے نزدیک ان سے حدیث لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور ابن عدی کہتے ہیں کہ میں امید کرتا ہوں کہ ان سے حدیث لینے میں کوئی حرج نہ ہو (میزان الاعتدال جلد ۳) پس ایک تو ان لوگوں نے توثیق بھی کی تو دبی زبان سے۔ دوسرے انکی توثیق خود پکار رہی ہے کہ دوسروں کو خود نافع ہی کے اعتبار میں شک تھا یا وسکے منکر تھے۔ اس لئے ایسے شخص کی سند اصح یعنی بہت صحیح تو کسیطرح کہی ہی نہیں جا سکتی صحیح بھی نہیں کہی جا سکتی۔ اور دوسرے عاصم بن ابی النجود ہیں جن کے حق میں یحییٰ قطان کہتے ہیں کہ جس کو جس کو میں نے عاصم نام کا پایا اسکے حافظہ کو خراب پایا۔ اور ان کے امام نسائی کہتے ہیں کہ عاصم حافظ نہ تھے۔ اور دارقطنی کہتے ہیں کہ عاصم کا حافظہ خراب تھا۔ اور ابن خرش کہتے ہیں کہ ان کی حدیثوں میں نکارت ہے یعنی طبیعتیں ان حدیثوں کو قبول نہیں کرتیں۔ اور ذہبی کہتے ہیں کہ بخاری اور مسلم نے نہ تو انکی حدیثوں مستقل دلیل

قرار دی ہے اور نہ بغیر کسی دوسرے شخص کی حدیث کی تائید کے تنہا ان سے حدیث لی ہے۔ اور شعبہ کہتے ہیں کہ عاصم نے مجھ سے حدیث بیان کی جسکے متعلق میرے دل میں شبہ اور کھٹکا ہے اور ابن سعد کہتے ہیں کہ حدیثوں میں غلطیاں بہت کیا کرتے تھے۔ اور ابو حاتم کہتے ہیں کہ عاصم اوس پایہ پر نہیں ہیں کہ معتبر کہے جائیں (میزان الاعتدال جلد ۲) اور ظاہر ہے کہ ایسے شخص کی سند جو کثیر الخطا بھی ہو اور اوس کا اعتبار بھی مشکوک ہو۔ اصح یعنی بہت صحیح کہے جانے کی توکسی طرح مستحق ہو ہی نہیں سکتی صحیح بھی نہیں کہی جاسکتی۔ یہیں سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جب اصح یعنی بہت صحیح سند والے لوگ اس پایہ کے ٹھہرے تو صحیح سند والے جو ان سے اعتبار میں پست ہونگے کس پایہ کے ہوں گے۔ رہی ابو عمر اور کسائی کی فصیحت یعنی انکی قرائتوں کا بہت فصیح ہونا تو (الصلوٰۃ) والمقیمین اور والصابئون کی غلط قرائت میں کل قرا شریک ہیں جنمیں کسائی کا خصوصیت سے نام لیا گیا ہے کسائی نے جو فصیح کہے جا رہے ہیں والصابئون کا عطف ہادوا کی ضمیر پر مانا ہے۔ جس کو ابو البقا اور فرا اور زجاج دو وجہوں سے فاسد کہہ رہے ہیں۔ ایک یہ کہ اس بنا پر چاہیے کہ صابی بھی یہودی کہے جائیں حالانکہ یہ غلط ہے۔ دوسرے یہ کہ بغیر تاکید کے ضمیر پر عطف کرنا لازم آتا ہے جو قبیح ہے [۱] اور یہ دونوں لفظ وہی ہیں جن کو بسند صحیح ام المومنین عائشہ نے کاتب کی غلطی قرار دی ہے (دیکھو نمبر ۲ اسی بحث کے متعلق) پس معلوم ہوا کہ حضرات علماء اہلسنت و ارکان مذہب جماعت کو نہ تو قرآن کی صحت سے کوئی غرض تھی نہ اوسکی فصاحت و بلاغت سے اور نہ اوسکے علوم قرائت کی سندوں کی صحت و اعتبار سے بلکہ جو کچھ غرض تھی وہ اس سے کہ حضرت عثمان کے ساتوں غلط قرآن اپنی اصلی حالت پر یعنی غلطیوں کے ساتھ رواج پائیں اور دنیا اونکے نقشوں کی پابند ہوجائے کیونکہ اون قرآنوں کی اصلاح و ترمیم خلیفہ صاحب کی شان خلافت کے منافی تھی۔ اسی لئے وہی لوگ قاری مقرر کئے گئے جو ان غلط قرآنوں کے سختی سے پابند تھے۔ چنانچہ اس مطلب کو امام اہلسنت شیخ تقی الدین سبکی نے کھول ہی دیا وہ کہتے ہیں کہ ساتوں مشہورہ قرائتوں کے سوا جو قرائتیں ہیں وہ دو طرح کی ہیں ایک وہ جو مصحف عثمانی کے رسم خط کی مخالف ہیں تو اسمیں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ اس قرائت سے قرآن کو نہ تو نماز میں پڑھنا جائز ہے نہ غیر نماز میں (اگرچہ سندیں اونکی صحیح اور وہ خود فصیح ہوں) اور جو قرائت مخالف نہیں ہے اور ائمہ علم قرائت پڑھتے بھی رہے ہیں اوس قرائت کے ممنوع ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے (اگرچہ سند اوسکی کمزور ہو اور وہ خود علم عربیت کے قاعدے سے غلط ہو) [۲] پورے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ خدا ایک ہے اور اوس کا کلام ایک

[۱] دیکھو اعراب القرآن مصنفہ ابوالبقاء ۶۱۳ [illegible] جلد ۱ و تفسیر مجمع البیان جلد اول صفحہ ۲۸۳ بیان تفسیر سورہ نساء اور ۳۱۶ بیان تفسیر سورہ مائدہ ۱۲

[۲] تفسیر اتقان جلد ۱ صفحہ ۸۳ نوع ۲۲ تا ۲۷ چھاپ مصر ۱۲

قرائتوں میں اختلاف راویوں یعنی ساتوں قاریوں اور ان کے استادوں کے باہمی اختلاف سے پیدا ہوا
اور ان لوگوں کا اختلاف حضرت عثمان کے پانچوں غلط قرآنوں کی پابندی سے - اور ان کے
ساتوں یا پانچوں قرآنوں میں جو لکھنے والوں نے اپنی جہالت اور غفلت سے غلطیاں کی تھیں وہ
درست نہیں کیگئیں - اور اہلبیت کرام حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہم اجمعین کی قرائت جوان
غلطیوں سے محفوظ اور نزول کے بالکل مطابق تھی چھوڑدی گئی پس سوا ان چند لفظوں کے
جو کاتبوں کی جہالتوں اور غفلتوں سے غلط لکھے گئے اور حضرت عثمان کی بے توجہیوں سے اپنی
حالت پر باقی رہ گئے باقی کل الفاظ خدا کیطرف سے ہیں - **لطیف نکتہ** - دیکھو اگر کوئی بادشاہ
اپنے اہتمام اور انتظام سے دس قسم کا کھانا مثلاً باسمتی کا خشکہ - بریانی پلاؤ - باقرخوانی روٹی
پراٹھا - قورما - قلیا - چنے کا حلوا - برفی - بالوشاہی - مزعفر تیار کرائے - اور اپنے ماموریں
میں سے کسی کو حکم دے کہ ان چیزوں کو فلاں شخص کے پاس پہونچادو - اور وہ مامور ان چیزوں کو
بعینہ اوس شخص کے پاس پہونچا دے تو یقیناً کہا جائیگا کہ یہ کل چیزیں اپنی مجموعی اور پوری حالت
اور صورت پر بادشاہ کے پاس سے آئی ہیں ان میں کوئی تغیر اور تبدل اور اختلاف نہیں ہوا
ہے **لیکن** اگر کوئی شخص ان چیزوں میں اس طرح تصرف کرے کہ قورما اور قلیا کو ایک میں ملادے
اور مزعفر کو نکال کر اوس کی جگہ پر گوڑ کا رسا دل رکھدے - اور چنے کے حلوا میں نمک میں ملادے
اور باسمتی کے خشکہ کی جگہ پر موٹے چاول کا خشکہ رکھدے اور برفی اور بالوشاہی اور باقرخانی
کو بالکل نکال لے - اور جس کے پاس لے جانا چاہیئے اوسکو دیدے تو ہرگز یہ نہیں کہا جا سکتا کہ
یہ چیزیں اپنی مجموعی اور پوری حالت اور صورت پر بادشاہ کے پاس سے آئی ہیں کیونکہ انمیں کئی
طرح کا تغیر اور تبدل اور اختلاف پڑگیا ہے **یہی مثال** بعینہ قرآن اہلبیت اور قرآن عثمانی
کی ہے کہ اہلبیت نے قرآن کو کلاً اور جزءاً پورا پورا نزول کے مطابق خلق خدا کے سامنے پیش کیا
اونھوں نے نہ لیا یہ اونکا فعل تھا - اہلبیت نے کوئی کوتاہی نہ کی - **لیکن** عثمانی قرآن میں این ما کنتم
کو مثل قورما - قلیا کے اکٹھا ملاکر اینما کنتم کردیا گیا - اور افلم یتبین کو مثل مزعفر کے افلم ییاس
سے بدل دیا گیا - اور لاذبحن میں مثل چنے کے حلوا کے الف بڑھاکر لاذ بحن کردیا گیا - اور
فامضوا الی ذکر اللہ کی جگہ پر مثل باسمتی خشکہ کے فاسعوا الی ذکر اللہ کردیا گیا - اور بہت
سی آیتوں کو مثل برفی اور بالوشاہی اور باقرخانی کے اکدم نکال ڈالا گیا **پس ایسی صورتوں میں**
کیا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کلام پروردگار لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا

کہتے ہیں اس پر بالکل مطابق ہے اور معنی اوس کا یہ ہے کہ اگر قرآن غیر خدا (حضرت عثمان) کے
پاس سے ہو تو لوگ اوسمیں بہت سا اختلاف (یعنی تغیر۔ تبدیل۔ کمی۔ زیادتی۔ خلط وغیرہ) پائینگے
کیا یہ کہنا غلط ہے کہ خداوند عالم الغیب نے اس آیت سے اس واقعہ اور اس تصرف کی
طرف بھی اشارہ کیا ہے اگر غلط ہے تو غلط کہنے والے غلطی کی وجہ بتائیں (سات حرفوں کا
معنی کیا ہے) یہ معلوم ہو چکا کہ ساتوں مختلف قرائتوں کی مائیں حضرت عثمان کے پانچوں غلط قرآن
ہیں۔ اس لئے جو متعدد حدیثوں میں پایا جاتا ہے کہ قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا۔
ان حدیثوں سے ساتوں قرائتیں مراد نہیں ہو سکتیں۔ چنانچہ مکی کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے گمان
کیا ہے کہ ساتوں حرفوں سے جو حدیث میں مذکور ہیں یہی ساتوں قرائتیں مقصود ہیں۔ اون لوگوں
نے بہت بڑی غلطی کی ہے (اتقان جلد ۱ ص ۸۲ چھاپہ مصر نوع ۲۲ تا ۲۷) پس مقصود ان حرفوں
سے ساتوں باطنی معنی ہیں جو متعدد حدیثوں میں مذکور ہیں کہ قرآن کے لئے سات بطن ہیں۔

آٹھواں معتقدات حضرت علی علیہ السلام نے ان ناجائز تصرفات کو کیوں نہیں روکا یا اصلاح کیوں نہ کی

یہ سوال دو سوالوں سے مرکب ہے۔ ایک یہ کہ حضرت علی علیہ السلام نے خلیفہ سوم کو ان تصرفات سے کیوں نہیں روکا۔
دوسرے یہ کہ اپنی خلافت کے زمانہ میں ان غلطیوں کی اصلاح کیوں نہ کی۔ پہلے سوال کا جواب
افسوس ہے کہ یہ سوال اس دیباچہ میں پیدا ہوا جس میں ہم نے اختصار کا ارادہ اور وعدہ کیا ہے
ورنہ ہم اسکے جواب میں دریا بہاتے۔ اس دیباچہ کے اختصار کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایک مختصر
جواب لکھتے ہیں ملاحظہ ہو۔ کسی کو کسی ناپسندیدہ فعل سے روکنے کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔
ایک رائے اور مشورہ اور رضامندی اور خوشنودی سے۔ دوسرے زور اور قوت اور جبر و قہر
سے۔ اور خلیفہ صاحب کو اس تصرف سے روکنا ان دونوں صورتوں میں سے کسی صورت سے
ممکن نہ تھا۔ پہلی صورت اس وجہ سے ممکن نہ تھی کہ تینوں خلفاء نے اپنے راز کے فعلوں میں حضرت
علی علیہ السلام سے کنارہ کشی کر لی تھی۔ چنانچہ معاویہ جو ان لوگوں کے شریک عمل اور راز داں تھے
جنگ صفین کے بعد محمد بن ابوبکر کے خط کے جواب میں لکھتے ہیں کہ ابوبکر اور عمر نے باہم اتفاق کر لیا تھا
اور کل تدبیریں درست کر لی تھیں اور علیؑ کو اپنے کسی کام میں شریک نہیں کرتے تھے۔ اور اونکو
اپنی راز کی باتوں سے مطلع نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ دنیا سے گذر گئے بعد اون کے عثمان نے
بھی اونہیں کا طریقہ اختیار کیا۔ اور حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ یہ بھی مشغول اونہیں دونوں کے

برتاؤ کرتے رہے [له] جو لوگ جانتے ہیں کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ کے بعد حضرت علیؑ و فاطمہؑ اور اون کے بچوں کے ساتھ واقعات سقیفہ و بیعت خانہ سوزی و فدک و خمس وغیرہ کے بارے میں ان لوگوں کا کیا برتاؤ رہا اون لوگوں کو اس میں شبہہ نہیں رہ سکتا کہ اہلبیت کی طرف سے ان لوگوں کے دل صاف اور خیالات اچھے نہ تھے۔ خوشنودی اور مجدتانہ سلوک تو بہت دور ہے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرتؑ نے قرآن ترتیب دیکر جب ان لوگوں کے سامنے پیش کیا تو ان لوگوں نے قبول نہ کیا اور صحابہ سے آیتیں لے کر دو دو شخصوں کی گواہی کے بعد قرآن خود ترتیب دلوایا۔ اسیطرح خلیفہ سوم نے بھی اپنے ترتیب دلوائے ہوئے قرآن کی ترتیب کو جاہل بچوں اور بے اعتبار لوگوں کے سپرد کیا اور حضرتؑ کو اسمیں شریک کیا۔ تفصیل اسکی رسالہ تحریف قرآن میں ہم نے اچھی طرح کر دی ہے اور تھوڑا سا اس تمہید میں بھی انشاء اللہ جمع قرآن کے بیان میں آگے ذکر کرینگے۔

پس ایسی صورت میں اس قرآن کی ترتیب میں حضرت امیر علیہ السلام کی دخل اندازی اور اصلاح و ترمیم کو خلیفہ صاحب کا خوشنودی سے قبول کر لینا تصور اور امید سے یقیناً باہر تھا خصوصاً ایسی حالت میں کہ حضرتؑ اگر قلم اوٹھاتے تو اوسکی ہر کمی کو پوری کرتے اور جہاں ہر غلطی کی اصلاح و ترمیم ہوتی وہاں قریش اور منافقین بنو امیہ کے نام اور اونکی مذمتیں بھی ضرور لکھی جاتیں جنکو نکال دینا ترتیب خاص کا اصلی مقصد تھا۔ رہی **دوسری صورت** یعنی زور و جبر تو اسکی بھی دو صورتیں ہیں **ایک** زور و جبر انسانی قوت سے **دوسرے** خدائی مدد سے **پہلی صورت** اس وجہ سے ممکن نہ تھی کہ حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ کے انتقال کے وقت بقول امام اہلسنت شافعی کے صحابہ کی تعداد ساٹھ ہزار اور بقول ابوزرعہ کے ایک لاکھ تھی (تجرید اسماء صحابہ مصنفہ ذہبی ص۳) ان میں سے گنتی کے صرف چند نفوس جو چالیس پچاس سے زائد نہ تھے حضرت کے موافق تھے باقی سب مخالف۔ اور خلفاء کے موافق اور فرماں بردار جو کل چوالیس قبیلے تھے جنمیں سے چار ہزار حضرت کی مخالفت میں سرگرم تھے۔ اور حضرت سے جنگ کے لئے آپس میں ایک دوسرے سے ہم سوگند اور دست بیع ہو چکے تھے۔ اور باقی اون چار ہزار کے تابع اور زیر فرمان اور ہم رائے۔ اور عثمانی قرآن ان کی خلافت کے چوتھے سال ترتیب دیا گیا اور اوس وقت مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی تھی۔ اور وہ سب خلفاء پرست اور اون کے فدائی اور حکام بنو امیہ کے زیر اثر تھے۔ اور ظاہر ہے کہ چالیس پچاس آدمی کیسے ہی بہادر ہوں اپنی ظاہری انسانی طاقت سے لاکھوں کا مقابلہ کر کے زندہ رہکر

[له] مروج الذہب مسعودی برحاشیہ کامل جلد ۶ صـ۹۰ حال معاویہ و کتاب فضائل باب ۹ فی محاسن مصر و قاہرہ و شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جزو ۳ آخر صـ۱۶۳ چھاپہ ایران ۱۲

اپنا مقصود حاصل نہیں کر سکتے۔ اور اگر سب کٹ مرتے تو سب کی جان بھی جاتی اور قرآن بھی
بے اصلاح و ترمیم ویسا ہی غلط رہ جاتا۔ اگر ہم حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ
کے واقعات پر غور کرتے تو یہ سوال پیدا ہی نہ ہوتا کیونکہ یہ بات انکار کے لائق نہیں ہے کہ اس
غلط قرآن کی غلطیوں نے اصل اسلام کے رواج میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ کی۔ ان غلطیوں کا جو کچھ
اثر پڑا وہ مسلمانوں کے بعض عقائد اور بعض اعمال پر جو خود انھیں کے تمرد اور سرکشی اور اہلبیت
سے مخالفت اور عدم اطاعت کا نتیجہ تھا۔ اصل اسلام کی ترقی پر کوئی اثر نہ پڑا۔ اسلئے حضرت
امیر علیہ السلام کا سکوت اور قرآن کو بگاڑنے والوں سے جنگ و پیکار نہ کرنا بہ نسبت حضرت سرور
عالم کے سکوت کے بہت خفیف تھا۔ کیونکہ حضرت سرور عالم کا شروع بعثت میں سکوت کرنا اصل
اسلام کی ترقی میں رکاوٹ پیدا کر رہا تھا اور یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ
علیہ وآلہ کل صفات کمال جیسے علم و فضل و شجاعت و بہادری و طاقت وغیرہ سب میں اکمل افراد
بنی آدم اور حضرت علی علیہ السلام سے بہت زیادہ تھے۔ اور مصطفےٰ و مرتضےٰ اور شجاعان بنی ہاشم
سب اوس وقت موجود اور ایک دل تھے لیکن باوجود اسکے چونکہ ان حضرات کی انسانی
طاقت کل مخالف اور مقابل کفار کے مقابلہ کے لیئے کافی نہ تھی اور خود مالکِ اسلام یعنی
خداوندِ ملکِ علام نے ان لوگوں کی امداد کو اپنی حکمت کاملہ کی بنا پر اوس وقت ضروری نہ سمجھا
اس لیئے حضرت سرور عالم نے برسوں اپنی رسالت کو چھپایا اور تبلیغ و ترویج اسلام سے رُکے
رہے۔ پھر شعب ابوطالب میں تقریباً چار سال تک چھپے رہنے اور سختیاں جھیلنے کو گوارا
کیا۔ پھر حضرت امیر کو اپنی جگہ سولا کر راتوں رات گھر چھوڑنے اور ہجرت کرنے اور غار ثور میں
چھپے رہنے پر مجبور ہوئے پس اگر ہم حضرت سرور عالمؐ کے سکوت کرنے اور بے خوف و ہراس
تبلیغ نہ کرنے اور اپنی ظاہری انسانی طاقت سے کفار سے جنگ نہ کرنے کا کوئی معقول عذر جانتے
اور سمجھتے ہیں۔ تو پھر حضرت امیرؑ پر اعتراض کرنا حضرتؐ سے عداوت کا ثبوت ہے۔ (اگرچہ حضرت سرور
عالم پر بھی اعتراض کرنے سے ہماری زبان قاصر نہیں ہے) حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ حضرت نے اپنی
اور اپنے ہمدردوں کی انسانی طاقت کو ناکافی سمجھکر سکوت کیا اور مالکِ اسلام نے کٹ مرنے کی
اجازت نہ دی۔ اور کٹ مرنے میں جان اور اسلام دونوں فنا ہو جاتے تو ایسی صورت میں
ہم کو اپنی عقل اور اپنے اسلام دونوں کے جنازوں پر رونا چاہیئے۔ کیونکہ یہ اعتراض ہمارا
صرف حضرت رسول ہی پر نہیں ہے بلکہ حکمِ عقلِ سلیم۔ اور حضرت رسولؐ کریم۔ اور خداوندِ حکیم

علیم سب پر ہے۔ دوسری صورتؐ یعنی زور وجبر خدائی امداد سے۔ اس وجہ سے ممکن نہ تھا کہ خدائی امداد حاصل کرنا اپنی ہر خواہش کے مطابق بنی آدم کی طاقت سے باہر ہے اور اہلبیتؑ کے وصف میں خداوند عالم (وَمَا تَشَاءُوْنَ اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ اللّٰہُ (آخر سورہ دہر پ۲۹) فرما رہا ہے۔ یعنی تم اہلبیت کسی بات کو نہیں چاہتے جب تک خدا نہیں چاہتا۔ اور حضرت مولانا آخر الزمان علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ قُلُوْبُنَا اَوْعِیَۃٌ لِمَشِیَّتِہِ اللّٰہِ اِذَا شَاءَ شِئْنَا (تفسیر صافی بذیل تفسیر آیت مذکورہ) یعنی ہم اہلبیت کے قلوب ارادۂ پروردگار کے تابع اور ظرف ہیں۔ کسی چیز کو جب وہ چاہتا ہے تب ہم لوگ بھی چاہتے ہیں۔ لفظ اوعیۃ یعنی ظرف سے حضرتؑ نے اس بات کیطرف اشارہ کیا ہے کہ ہم اہلبیت کے دل ارادۂ خدا کے لئے مثل آئینہ کے ہیں کہ جب خدا کسی چیز کو چاہتا ہے تو ہم لوگوں کو معلوم ہو جاتا ہے اور ہم لوگ بھی چاہتے ہیں۔ پس اگر ہم لوگ کسی بات کو نہ چاہیں تو سمجھو کہ خدا نے نہیں چاہا۔ پس حضرت کا اس قرآن کی اصلاح و ترمیم بزور و جبر نہ کرنا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ خود خدا ہی کی مصلحت نہ تھی رہا یہ کہ خدا کی کیا مصلحت تھی اسکو قطعی طور پر کوئی کہہ نہیں سکتا ہاں اجمالی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس میں وہی مصلحت تھی جو حضرت سرور عالم کے واقعات سکوت اور سختیاں جھیلنے میں تھی۔ حالانکہ خدا قادر مطلق ہے حضرت رسولؐ کی ہر خواہش کو بہت آسانی سے پوری کر سکتا اور ہر تکلیف کو اون سے نہایت سہولت سے دفع کر سکتا تھا۔ لیکن نہ کیا۔ کیوں نہ کیا ایک اس وجہ سے کہ دنیا سمجھے کہ رسولؐ اور اون کے اہلبیتؑ انسان ہیں جو برگزیدہ بنائے گئے قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ (سورہ کہف پ۱۶ آیت ۱۱۰) یعنی کفار سے کہو کہ میں بھی مثل تمہارے انسان ہوں جس پر وحی اوتاری گئی۔ اور مثل تمہارے کبھی سختی اور مجبوری میں بھی پڑ جاتا ہوں۔ چونکہ میں ہر بات پر قدرت نہیں رکھتا اسلئے خدا نہیں ہوں باوجود اسکے نصیریوں نے حضرت علی علیہ السلام کو خدا بنا ہی لیا۔ اگر یہ باتیں درپیش نہ ہوتیں تو بعوض خدا پرست ہونے کے دنیا رسول پرست اور اہلبیت پرست بن جاتی۔ دوسرے اس وجہ سے کہ حضرت رسولؐ اور اہلبیت جسمانی تکلیفیں اور روحانی صدمات اوٹھائیں اور سختیاں جھیلیں تاکہ دراج ان کے زیادہ کئے جائیں اور صبر کرنے کی عادت پڑے۔ اور سمجھیں کہ اسلام کی ترویج میں مشقت ایک ضروری ہے۔ اور حضرتؐ کی امت ان حضراتؑ کے حالات اور واقعات سے سبق لے۔ اسکے علاوہ اور بھی بہت سی ظاہری مصلحتیں غور کرنے سے معلوم ہو سکتی ہیں۔ اور واقعی مصلحتیں کیا

تھیں اونکو خدا ہی جانتا ہے۔ تیسرے اس وجہ سے کہ خدا نے بندوں کو ان کے افعال کا مالک اور خود مختار بنایا ہے۔ اور اچھے اور برے عمل پر جزا اور سزا مقرر کی ہے۔ زیادہ اعمال کا بدلا روز قیامت پر رکھا ہے اور بعض کا دنیا میں بھی۔ نہ تو جبر کو اپنا وظیفہ قرار دیا ہے کیونکہ جبر اوس پر قبیح ہے اور نہ ہر عمل خیر میں مدد نہ دینے کو اپنا دستور العمل بنایا ہے۔ کیونکہ بعض وقت تکلیف مالایطاق یعنی طاقت سے باہر کی چیز کی فرمائش لازم آئیگی اور یہ اوس ذات اقدس کے لئے عیب ہے لَا جَبْرَ وَلَا تَفْوِیْضَ بَلِ الْاَمْرُ بَیْنَ الْاَمْرَیْنِ فرمائش معصوم ہے یعنی نہ تو دین اسلام میں جبر ہے اور نہ بندوں کو بالکل اپنی حالت پر چھوڑ دیا گیا ہے بلکہ امر دونوں کے درمیان میں ہے یعنی جبر نہیں کرتا اور عمل خیر میں ضرورت اور مصلحت کے وقت مدد دیتا ہے جیسا کہ ترویج دین میں جو عمل خیر ہے۔ کبھی تو مصلحت اوسکی انبیاء اور اوصیاء کو اپنی حالت پر چھوڑ دینے کی مقتضی ہوئی اور کبھی مدد دینے کی دیکھو خدا کی طاقت حضرت امیرؑ کی طاقت سے بہت زیادہ ہے لیکن اوس نے قابیل کو قتل ہابیل سے نہ روکا۔ نمرود اور فرعون کو دعوائے خدائی کرنے سے نہ روکا۔ حضرت ابراہیمؑ آگ میں پھینکے گئے نہ روکا۔ قوم حضرت نوحؑ کو اونکی تکذیب سے نہ روکا۔ قوم حضرت لوطؑ کو عمل بد سے نہ روکا۔ حضرت زکریاؑ کو آرہ سے چیرے جانے سے نہ بچایا۔ حضرت یحییٰؑ کو شہید ہونے سے نہ بچایا۔ حضرت عیسےٰؑ کو سولی دینے سے نہ بچایا۔ اور جب مصلحت ہوئی مدد بھی دی۔ جیسے حضرت ابراہیمؑ کو مچھروں سے مدد دی۔ حضرت موسےٰؑ کو رود نیل سے مدد دی۔ حضرت عیسےٰؑ کو اوٹھا کر مدد دی۔ حضرت عبدالمطلب کو اصحاب فیل کے مقابل میں ابابیل سے مدد دی۔ حضرت سرور عالمؐ کو فرشتوں سے مدد دی۔ حضرت امیرؑ کو قوت ربانیہ سے مدد دی۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں مَا قَلَعْتُ بَابَ خَیْبَرَ بِقُوَّۃٍ جِسْمَانِیَّۃٍ بَلْ بِقُوَّۃٍ رَبَّانِیَّۃٍ یعنی میں نے خیبر کے دروازہ کو اپنی جسمانی طاقت سے نہیں اوکھاڑا بلکہ خدا داد قوت سے اوکھاڑا۔ علاوہ ان وجہوں کے خلیفہ صاحب کیان ناجائز تصرفات سے نہ روکنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ بقول شیعوں کے علم الٰہی میں گذر چکا تھا کہ یہ بات ہو کر رہیگی۔ اگرچہ علم خدا مجبور نہیں کرتا۔ اور بقول اہلسنت کے اس فعل کو کرنا ان کے لئے مقدر ہو چکا تھا اور مقدر بدل نہیں سکتا (شرح فقہ اکبر ص ۱۳ سطر ۲ چھاپہ مصر) رہ گئی تھی اتمام حجت تو خداوند عالم مقام مذمت میں فرما چکا تھا اور اپنے کلام مقدس یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ سے (سورہ مائدہ پ ۶ آیت ۱۶) حجت تمام کر چکا تھا۔ یعنی کلمات (حروف۔ الفاظ۔ آیتوں۔ سورتوں) کو اپنی جگہ سے ہٹا دینگے اور ایک وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت سرور عالمؐ نے ایسے وقت میں صبر و سکوت کی وصیت فرمائی

تھی تاکہ ابتداے اسلام میں اسلام میں تفرقہ نہ پڑے۔ اور کفار اسلام سے متنفر نہ ہو جائیں
(روضۃ الاحباب ذکر مرض حضرت رسولؐ و ترجمہ ازالۃ الخفاء حصہ اول در ذکر فتنہ صـ ۳۲۰ و ۳۲۱)
پس حضرت علی علیہ السلام کا خلیفہ صاحب کو قرآن میں نامناسب تصرفات سے روکنا ایک[1] تو بلحاظ قبح
جبر اور حجت ختم ہو چکنے کے ضروری نہ تھا۔ دوسرے[2] بلحاظ قوت النسانیہ کے ممکن نہ تھا۔ تیسرے[3] بلحاظ سکوت
پروردگار کے روکنے میں مصلحت نہ تھی کُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ہر شخص اپنے اپنے عمل کا ضامن
ہے (سورہ طور پ۲۷ آیت ۲۱) یہ جواب اس واقعہ کے قبل اور بعد کے بہت سے واقعات
میں کام آسکتا ہے۔ سمجھئے اور یاد رکھئے۔ **دوسرے سوال کا جواب** یعنی حضرت علی علیہ السلام
نے اپنی خلافت کے زمانہ میں اصلاح کیوں نہ کی۔ اس کا **پہلا جواب** علاوہ اون مضامین کے
جو پہلے سوال کے جواب میں ذکر کیئے گئے یہ ہے کہ علاوہ اون خلفاء پرست مسلمانوں کے جو اس
قرآن کی ترتیب کے وقت موجود تھے جنکی تعداد لاکھوں تک پہونچی ہوئی تھی۔ ترتیب قرآن
کے بعد حضرت عثمان ساڑھے آٹھ سال اور زندہ رہے۔ اور ملک فتح ہوئے اور مسلمانوں کی
تعداد بڑھی اور خلیفہ صاحب کی مالیت اور بنو امیہ کی قوت اور سطوت اور شوکت۔ اور اس عرصہ
میں اس غلط قرآن کے ہزاروں غلط پڑھنے والے حافظ تیار ہو گئے اور اسکی ہزاروں در ہزار نقلیں
عالم میں پھیل گئیں۔ پس اگر ایک خلیفہ صاحب کو ترتیب دینے سے روکنا دشوار تھا تو ان لاکھوں
در لاکھ خلیفہ پرست مسلمانوں کو غلط پڑھنے سے روکنا دشوار تر۔ اور اون ہزاروں در ہزار
قرآنوں کو اصلاح کے لئے جمع کرنا اور اون ہزاروں در ہزار غلط خوان حافظوں کے سینوں سے
غلط نقش کو مٹانا اگر محال عقلی نہ تھا تو محال عادی ضرور تھا۔ ہاں کچھ مسلمان آخر میں ان کے
دشمن ہوئے اور انکی جان ماری گئی لیکن ایک تو بہ کچھ مسلمان بگڑے تھے نہ سب **دوسرے**
اپنی خواہش نفسانی سے بگڑے تھے نہ کہ حضرت علی علیہ السلام کی راے اور موافقت سے طلحہ
و زبیر جو بانیِ فساد و قتلِ حضرت عثمان اور قاتلوں کو بلانے والے تھے اور ام المومنین عائشہ
جو اون کو کافر کہنے والی اور قتل کا حکم دینے والی تھیں۔ یہی لوگ حضرت علی علیہ السلام کے جانی
دشمن تھے۔ خود قتل کیا اور خون بہا کے حیلہ سے جنگ جمل قائم کیا۔ **تیسرے** حضرت عثمان کے
ترتیب دیئے ہوئے قرآن کے دشمن نہ تھے بلکہ اونکی بدسلوکیوں کے دشمن تھے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ سردار جنگ جمل یعنی بی بی عائشہ اور طلحہ و زبیر و مروان و ابن زبیر
اور سردار جنگ صفین امیر معاویہ۔ اور سردار جنگ نہروان اشعث بن قیس یعنی حضرت ابوبکر

کا بہنوئی اور نصرت وحمایت کے وعدہ پر آزاد کردہ۔ اور ذو الثدیہ نے حضرتؑ کو چین سے بیٹھنے
کب دیا جو حضرتؑ ان خدمتوں کو انجام دیتے۔ ساڑھے چار سال جو آپکی خلافت ظاہری کا زمانہ تھا
پورا پورا لڑائیوں میں صرف ہوا جسکی خبر حضرت سرور عالمؐ دے گئے تھے یا علی انا قاتلت علی التنزیل
وانت تقاتل علی التاویل اور حضرت امیرؑ ارشاد فرماتے ہیں عہد الی رسول اللہ فی قتال
الناکثین والقاسطین والمارقین (کنز العمال کتاب الفتن ذکر جنگ جمل) یعنی جمل وصفین
اور نہروان والوں سے جنگ کے متعلق حضرت سرور عالمؐ مجھ سے فرما گئے ہیں۔

تنبیہ حضرت امیر علیہ السلام کے لئے ان خدمتوں کو انجام دینے میں جس قدر مشکلات
تھے اون سے بہت زیادہ باقی ائمہ علیہم السلام کے لئے تھے۔ کیونکہ اہلبیتؑ کے مخالف سلاطین
اور رعایا دن بدن بڑھتے اور قوت پکڑتے گئے اور ان حضراتؑ کی زندگی دشوار ہوگئی تھی اور
بدون مزاحمت آئے دن سلاطین وقت محض فرزند رسول اور رئیس مذہب شیعہ ہونے کی وجہ
سے آمادۂ قتل رہا کرتے تھے (دیکھو تواریخ اہلبیت وبنوامیہ وبنوعباس) اور جس قدر قدرت
پاسکے سادات بنو فاطمہ کو قتل کرنے سے باز نہ آئے یہاں تک کہ ہزاروں بے گناہ سادات
دیواروں میں زندہ چن دیئے گئے۔

نواں مقدمہ (شیعے قرآن کو کس طرح پڑھیں)

چونکہ مصلحت خداوندی یہ ہوئی کہ اسلام میں تفرقہ نہ پڑے
اور کتاب خدا دو نہ ہو جائے۔ اس لئے حضرت امیر المومنین علیہ السلام مامور کئے گئے کہ اپنے ترتیب دادہ
قرآن کو جو بغیر کمی اور زیادتی کے نزول کے مطابق تھا امت پر پیش کریں اور بعد اس کے کہ وہ قبول
نہ کریں حجت تمام ہو جانے کے بعد اوسکو چھپا رکھیں۔ چنانچہ حضرتؑ نے ایسا ہی کیا اور وہ
قرآن یکے بعد دیگرے ہر امام کے پاس رہا اور آج ہمارے آقا اور مولا حضرت حجت آخر الزمانؑ
کے پاس موجود ہے۔ آپ جب ظاہر ہونگے تو انشاء اللہ تعالی اوسکو رواج دیں گے۔ اور شیعوں
کو حکم ہوا کہ مجبوراً اسی مروجہ قرآن کی تلاوت کریں۔ ایک تو اس وجہ سے کہ اسکے سوا کوئی چارہ نہ
تھا دوسرے اس غرض سے کہ قرآن کے بگاڑنے والے اپنے اعمال کا بدلا پورا پورا اوٹھگتیں کیونکہ
حضرت سرور عالم نے ارشاد فرمایا ہے کہ من سن سنۃ سیئۃ فعلیہ وزرہا ووزر من عمل بہا
یعنی جو برا راستہ نکالتا ہے اوس پر برا راستہ نکالنے اور چلنے والوں کے چلنے کا وبال ہوگا۔
محدث کاشانی لکھتے ہیں کہ ائمہ معصومین علیہم السلام کے لئے چونکہ ممکن نہ تھا کہ صحیح قرائت پر سب کو

۵ اشعث نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ اے خلیفۂ رسول مجھے اپنی لڑائیوں کے لئے چھوڑ دو اور اپنی بہن (ام فروہ) کا نکاح مجھ سے کردو۔ (تاریخ اعثم کوفی) ۱۲

چلا سکیں۔ اس لئے انھیں ساتوں قرائتوں میں سے کسی ایک غیر معین کے مطابق پڑھنے کی اجازت دی اور فرمایا کہ جس طرح تم نے سیکھا ہے اوسی طرح پڑھو۔ پس آئیگی وہ مقدس ہستی جو تم کو صحیح قرائت تعلیم کریگی (تفسیر صافی مقدمہ ۸) **باقی رہا عمل** تو ہم کو حکم ہے کہ تفسیر و احادیث اہلبیتؑ کی مدد سے قرآن مقدس سے احکام کو نکالیں اور اون پر عمل کریں۔

دسواں مقدمہ (قرآن حضرت سرور عالمؐ کے لئے معجزہ قرار دیا گیا) خداوند عالم نے ہر نبی کی نبوت کی تصدیق کے لئے معجزات قرار دیئے خاص کرکے ایسا معجزہ جس کا مشابہ اوس نبی کے زمانہ میں زیادہ رائج تھا جیسے حضرت موسیٰؑ کے لئے عصا جو اژدہا بن جاتا تھا اور ید بیضا وغیرہ کیونکہ اون کے زمانہ میں سحر کا رواج بہت تھا۔ اور حضرت عیسےٰؑ کے لئے مریضوں کو تندرست کرنا اور مُردوں کو زندہ کرنا وغیرہ۔ کیونکہ اون کے زمانہ میں طبابت کا زور زیادہ تھا۔ اسی طرح ہمارے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ کو بہت سے معجزات دیئے گئے جنمیں سے ایک قرآن مجید ہے جو اپنی فصاحت اور بلاغت میں معجزہ قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ حضرتؐ کے زمانہ میں فصاحت و بلاغت کا بہت زور و شور تھا۔ یہاں تک کہ کفار اپنے اشعار خانہ کعبہ پر لٹکایا کرتے اور اپنی فصاحت و بلاغت پر ناز کرتے اور اپنے کلام کا مثل بنانے پر دوسروں کو دعوت دیا کرتے تھے۔ قصائد سبعۂ معلقہ جو اس وقت تک مشہور ہیں اونھیں قصیدوں میں ہیں **قرآن کی** فصاحت و بلاغت کے معجزہ ہونے کا بدیہی ثبوت یہ ہے کہ خداوند عالم نے حضرت سرور عالمؐ کو حکم دیا کہ کفار قریش سے کہو کہ اگر قرآن کے کلام خدا ہونے میں تم کو شک ہے تو اس کا مثل ایک ہی سورہ بنا کر لاؤ۔ اور یہ بھی فرمادیا کہ اگر انسان اور جن سب مل کر بھی بنانا چاہیں تو نہیں بنا سکتے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ فصحائے قریش باوجود اوس زور و شور اور دعوائے فصاحت و بلاغت کے ایک آیت بھی نہ بنا سکے اور اون کے عناد نے اونکو ہتھیار اوٹھانے اور لڑ مرنے پر آمادہ کیا دنیا کا کوئی عاقل اس کو تجویز نہیں کرسکتا کہ جو شخص چند کلموں سے جواب دیکر طرف مقابل کو مغلوب کرنے کی قدرت رکھتا ہو وہ اس آسان صورت کو چھوڑ کر جان دینا گوارا کرے گا۔ تعجب ہے اون لوگوں کی عقلوں سے جو ایک طرف قرآن میں ایک ہی سورہ کا مطالبہ دیکھتے ہیں اور دوسری طرف کفار قریش کی حضرت رسولؐ سے متعدد لڑائیوں کو اور پھر قرآن کی فصاحت و بلاغت کو قبول کرنا نہیں چاہتے۔ باوجودیکہ کسی تاریخ سے اس کا بھی پتہ نہیں ملتا کہ قریش نے ایک آیت بھی قرآن کے مثل بنائی ہو۔ اور اس سے زیادہ تعجب کی بات

یہ ہے کہ وہ ہندی جو عربی زبان سے دور کا لگاؤ بھی نہیں رکھتے اور نہ اسلام ہی سے کوئی تعلق رکھتے ہیں تاکہ کہا جاسکے کہ تلاوت کے وقت ذوق سلیم اون کا قرآن کی تعبیرات اور الفاظ کو قبول نہیں کرتا۔ ایسے لوگ قرآن کی فصاحت و بلاغت پر اعتراض کرنے کو تیار ہوتے ہیں غرضکہ سوا اون قلیل الفاظ کے جو ترتیب عثمانی میں اپنی اصلی حالت سے بدل گئے ہیں دوسرا کوئی لفظ قابل گرفت کے نہیں ہے۔ بہرحال حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ و آلہ نے کفار کے سامنے اپنے دعواے رسالت کو پیش کیا اور ثبوت میں اوسکے منجملہ بہت سے معجزات کے ایک قرآن کی فصاحت و بلاغت کو بھی قرار دیا۔ جو منصف مزاج تھے اونھوں نے قرآن میں غور کیا اور ایمان لائے اور جو باطنی عناد رکھتے تھے وہ آمادہ جنگ و پیکار ہوئے اور فتح مکہ کے بعد ایمان بھی لائے تو دل میں کفر کو چھپائے رہے جیسے ابوسفیان وغیرہ۔ منجملہ اون لوگوں کے جو قرآن کی فصاحت دیکھکر ایمان لائے لبید بن ربیعہ عامری ہے۔ جارج سیل صاحب عیسائی لکھتے ہیں کہ لبید عامری جو (حضرت) محمد صاحب کے زمانہ میں سب سے بڑے زبان آوروں (یعنی فصحاء) میں سے تھا اوسکا ایک قصیدہ (جو معلقات سبعہ میں داخل ہے) خانہ کعبہ کے دروازہ پر چسپاں تھا (یہ رتبہ نہایت اعلے تصنیف کے لئے رکھا گیا تھا) اور کسی شاعر کو اوسکے مقابل میں اپنی کسی تصنیف کے پیش کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ لیکن جب کہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد قرآن کے دوسرے سورہ (یعنی بقرہ) کی آیتیں اوس کے مقابل میں لگائی گئیں تو خود لبید (جو اوس وقت کافر تھا) شروع کی آیت پڑھکر دریائے حیرت میں ڈوب گیا اور فوراً اسلام قبول کیا اور بیان کیا کہ ایسے الفاظ صرف نبی ہی کی زبان سے نکل سکتے ہیں۔ مولانا مفتی محمد عباس صاحب اعلے اللہ مقامہ نے کتاب نصرالمومنین ص ۱۰۵ تا ۱۰۱ میں قرآن کی فصاحت و بلاغت کے متعلق چند چیزوں کو ذکر فرمایا ہے ۔ احتجاج طبرسی علیہ الرحمۃ والرضوان سے نقل کیا ہے کہ ایک روز ابن ابوالعوجا اور ابوشاکر دیصانی اور ابن مقنع اور عبدالملک بصری (کہ ان میں کا ہر ایک دشمن قرآن اور اپنے زمانہ کا فصیح و بلیغ تھا) خانہ کعبہ کے پاس جمع ہوئے اور آپس میں مشورہ کیا کہ قرآن کا چار حصہ کرکے ایک ایک حصہ کا جواب ہر شخص لکھکر سال آئندہ لائے دوسرے سال جب یہ سب پھر جمع ہوئے تو ابن ابوالعوجا نے کہا کہ سال بھر میں صرف آیہ فَلَمَّا اسْتَيْأَسُوا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا میں غور کرتا رہا اور جواب اوس کا نہ بنا سکا۔ اور عبدالملک نے کہا کہ میں سال بھر آیہ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَن يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوِ اجْتَمَعُوا لَهُ میں غور کرتا رہا۔ اور ابوشاکر نے کہا کہ میں سال بھر آیہ لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا

۵ اعجاز التنزیل ص۱۷ بحوالہ دیباچہ ترجمہ قرآن مترجمہ سیل صاحب ۱۲

میں غور کرتا رہا۔ اور ابن مقنع نے کہا کہ میں سال بھر آیہ وَقِیْلَ یَا اَرْضُ ابْلَعِیْ مَآءَکِ وَیَا
سَمَآءُ اَقْلِعِیْ وَغِیْضَ الْمَآءُ وَقُضِیَ الْاَمْرُ میں غور کرتا رہا اور جواب لکھ سکا۔ یہ سب آپس میں
اقرار عاجزی کر ہی رہے تھے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ (اس قصہ سے باعجاز آگاہ ہوکر) ان کے
نزدیک سے گذرے اور اس آیت کو تلاوت فرمایا قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی
اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا یعنی ان
کہدو کہ اگر انسان اور جن جمع ہوکر اس قرآن کا مثل بنانا چاہیں تو نہیں بنا سکتے اگرچہ انمیں سے بعض
بعض کی مدد کریں۔ علماء اہلسنت میں سے اصمعی کہتے ہیں کہ ایک اعرابی نے آیت فَاصْدَعْ
بِمَا تُؤْمَرُ سنا اور سجدہ میں جھک گیا اور دوسرا اعرابی نے فَلَمَّا اسْتَیْئَسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِیًّا
کو سنکر کہا کہ گواہی دیتا ہوں کہ کوئی مخلوق ایسا کلام بنانے پر قادر نہیں ہے۔ ایک لڑکی نے
بیان کیا کہ کلام پروردگار سے بڑھکر کسی کلام میں فصاحت نہیں ہوسکتی اوس نے ایک کلام یعنی آیت
وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی اَنْ اَرْضِعِیْهِ فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْهِ فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ وَلَا تَخَافِیْ
وَلَا تَحْزَنِیْ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَیْکِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ میں دو حکم کو اَرْضِعِیْ اور اَلْقِیْ میں
اور دو منع کو لَا تَخَافِیْ اور لَا تَحْزَنِیْ میں اور دو خبر اور دو بشارت کو رَآدُّوْهُ اِلَیْکِ اور جَاعِلُوْهُ
مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ میں جمع کردیا ہے۔ اور حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کو یوں نقل کیا ہے فَدَعَا
رَبَّهٗٓ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ (سورہ قمر ۲۷ آیت ۹) پس دعا کیا اپنے پروردگار سے کہ میں
مغلوب ہوں پس میری مدد کر۔ دعا میں آٹھ چیز ہونی چاہیے جن کو خداوند عالم نے ان پانچ
لفظوں میں جمع کردیا ہے ایک مجیب الدعوات کو پکارنا۔ دوسرے اوسکی تعریف کرنا تیسرے اوسکی
رحمت کا اقرار۔ چوتھے اپنی عاجزی کا اقرار۔ پانچویں بیان مصیبت۔ چھٹیں اپنی حاجت کو عرض کرنا
ساتویں مہربانی کی خواہش۔ آٹھویں کلام مختصر کرنا۔ کیونکہ ایسے مقام میں بزرگ کے سامنے کلام
زیادہ کرنا گستاخی ہے۔ پہلی تین چیزوں کو دعا ربہ میں جمع کیا ہے۔ دعا سے پکارنے کو اور اس
امر کو ظاہر کیا ہے کہ وہ دعاؤں کو قبول کرتا ہے۔ کیونکہ قبول نہ کرنے والے کو کوئی عاقل پکارنا نہیں
چاہتا۔ اور ربہ سے تعریف اور اقرار رحمت کو بیان کیا ہے۔ کیونکہ اپنی نعمتوں سے پرورش کرنا
صفت احسان اور سخاوت ہے جو خالق اور عام مخلوق کے نزدیک بزرگ ترین صفات ہے۔
اور اس لفظ کو زبان پر لانا اوسکی رحمت کا اقرار ہے اور چوتھی اور پانچویں چیز کو انی مغلوب
سے ظاہر کیا ہے اور چھٹیں اور ساتویں کو فانتصر سے اور آٹھویں چیز کو اختصار

کلام سے ظاہر کیا ہے ؎ اسی طرح آیت مبارکہ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ (سورہ انفال پ آیت ۳۳) اون کے درمیان میں تمہارے ہوتے ہوئے خدا اون پر عذاب کریگا - اس آیت میں تین چیزوں کو جمع کیا ہے - ایک کفار اور گناہگاروں کو ڈرانا کہ وہ عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں تاکہ وہ باز آئیں - دوسرے عذاب کرنے پر اپنی قدرت کا اظہار تیسرے حضرت سرور عالم کی فضیلت اور بزرگی کا اظہار کہ اونکی وجہ سے عذاب کو روک رکھا ہے ؎ اور آیت کریمہ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (سورہ انبیاء پ آیت ۱۰۷) اور نہیں بھیجا تم کو لیکن تمام دنیا کے لئے رحمت بنا کر - اس تین لفظوں کی آیت میں خداوند حکیم نے پانچ چیزوں کو جمع کر دیا ہے - ایک اپنی بے نیازی کا اظہار کہ دنیا کو پیدا کرنے سے مجھے کوئی فائدہ نہیں - دوسرے حضرت سرور عالم کو رسول بنانے کا صاف بیان - تیسرے حضرت کی تعریف اور فضیلت کہ آپ اہل دنیا کے لئے رحمت ہیں - چوتھے یہ کہ آپ کل دنیا والوں کیطرف بھیجے گئے نہ صرف عربوں کی طرف - پانچویں اہل دنیا کو اس بات کی ترغیب کہ حضرت کی پیروی کریں تاکہ اون پر رحمت نازل کیجائے

؎ اصمعی کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ پڑھا (سورہ مائدہ پ آیت ۴۲) یعنی چوری کرنے والے مرد اور عورت کے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالو اونکی چوری کے بدلے میں یہ عذاب ہے خدا کی طرف سے اور خدا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے - ایک اعرابی میرے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا اوس نے کہا کہ پھر پڑھو - میں نے پھر اسی طرح پڑھا - اوس نے پوچھا یہ کس کا کلام ہے - میں نے کہا خدا کا - اوس نے کہا خدا کا کلام نہیں ہے - میں فوراً چونکا اور غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ کی جگہ پر عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ پڑھا - اوس نے کہا کہ بے شک خدا کا کلام ہے - میں نے کہا تم قرآن پڑھتے ہو - کہا نہیں - میں نے کہا میری غلطی کو کیونکر سمجھے - جواب دیا کہ اگر خدا رحم اور بخشش کو پیش نظر رکھتا تو ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ دیتا -

؎ اور آیہ کریمہ اَلَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ اور آیہ وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا میں علاوہ فصاحت اور بلاغت کے صنعت جناس رکھی ہے یعنی یسقین اور یشفین - اور یحسبون و یحسنون کو جو ایک صورت کے ہیں اور صرف نقطہ کا فرق ہے اور معنی دونوں کا دو ہے ایک کلام میں جمع کیا ہے ؎ اور آیہ مبارکہ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ میں علاوہ اعلےٰ درجہ کی فصاحت اور بلاغت کے صنعت طباق اور ترصیع کو جمع کر دیا ہے - دو متضاد لفظوں کے جمع کرنے کو طباق کہتے ہیں اور ایک امر میں دو شریک کو ایک جگہ ذکر کرنا ترصیع

وہ خدا جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور جب بیمار ہو جاتا ہوں تو صحت دیتا ہے (سورہ شعراء پ آیت ۷۹-۸۰) ۱۲

وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ اچھا کام کرتے ہیں (سورہ کہف پ آیت ۱۰۴) ۱۲

یقیناً نیکوکار بہشت میں جائینگے اور بدکار جہنم میں (انفطار پ آیت ۱۳-۱۴) ۱۲

کہلاتا ہے۔ پس ابرار اور فجار اور بہشت و دوزخ جو آپس میں ایک دوسرے کے مخالف ہیں انکو ایک جگہ ذکر کرنے سے صنعت طباق پیدا ہو گئی۔ اور ابرار و فجار جو دنیاوی یا انسان ہونے میں شریک ہیں اور بہشت و دوزخ اخروی یا ثمرۂ اعمال ہونے میں اس لحاظ سے صنعت ترصیع پیدا ہوئی۔ اسی طرح آیہ کریمہ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ [۱۰] میں شدت و رحمت اور کفار و مومنین کو ایک جگہ ذکر کرنے میں صنعت طباق اور ترصیع دونوں ہے ۱۱ اور آیہ مبارکہ كُلٌّ فِي فَلَكٍ [۱۱] اور رَبَّكَ فَكَبِّرْ [۱۲] میں صنعت قلب کو رکھا ہے۔ یعنی اگر الٹا پڑھو تو یہی الفاظ پیدا ہوں گے۔ جیسے جدا جدا ہر حرف کو اون کے اوپر کے خط کے مطابق ملاؤ تو سیدھے الفاظ پیدا ہوں گے۔ اور نیچے کے خط کے مطابق ملاؤ تو اولٹے وہی الفاظ پیدا ہوں گے۔ ک۔ ل۔ ف۔ ی۔ ف۔ ل۔ ک ر۔ ب۔ ک۔ ف۔ ک۔ ب۔ ر۔ مختصر یہ کہ کلام ملکِ علام کی خوبیاں سمجھنے کے لئے ملکوتی ذہن اور قابلیت۔ اور لکھنے کے لئے خدائی معجزنما امداد چاہیئے۔ علماء فریقین نے بقدر اپنے فہم و استعداد کے قرآن کے معجزہ ہونے کی دلیلوں اور اوسکی خوبیوں کے بیان میں مستقل اور بڑی بڑی کتابیں لکھی ہیں۔ خدا اون کو جزاء خیر دے۔ لیکن پھر بھی اوسی قدر لکھا ہے جتنا سمجھ سکے ہیں۔ سب کو سمجھنا حضرت سرورِ عالم اور اہلبیت اطہار ہی کا حصہ تھا جن کو خدا نے علم لدنی سے سرفراز فرمایا اور اونکی تعریف میں الراسخون فی العلم ارشاد کیا۔ علاوہ فصاحت و بلاغت کے اوس میں غیب کی خبریں اور وہ احکام جن کا کم کم انکشاف اور اونکی خوبیاں اب ظاہر ہوتی جا رہی ہیں۔ یہ ہر ایک مستقلاً خود معجزہ ہیں اسی طرح اوسکی جامعیت کہ دنیا کے کل علوم کو مختصر الفاظ میں ادا کر دیا ہے۔

گیارہواں مقدمہ (معجزہ کس کو کہتے ہیں)

معجزہ کا معنی لغت میں عاجز کرنے والا ہے۔ اور شرع میں ہر اوس فعل کو معجزہ کہتے ہیں جس کو عام لوگ نہ کر سکیں اور خداوند عالم اوس کو کسی نبی کی نبوت یا کسی وصی کی وصایت اور نیابت و امامت کو ثابت کرنے کے لئے ظاہر کرے۔ خواہ اونکی پیدائش سے پہلے ظاہر کرے یا اوس کے بعد زمانہ طفولیت میں ظاہر کرے یا بلوغ کے بعد۔ اوس نبی یا وصی کے دعوائے نبوت و وصایت کے قبل ظاہر کرے یا اوس کے بعد۔ دعوے کے وقت ظاہر کرے یا اوس کے بعد۔ اونکی زندگی میں ظاہر کرے یا انتقال کے بعد۔ اون کے اعضاء بدن پر ظاہر کرے یا اون سے تعلق رکھنے والی چیزوں جیسے لباس یا مکان یا سواری یا قبر وغیرہ پر۔ خواہ وہ فعل بظاہر دیکھنے میں خدا کا فعل معلوم ہو یا نبی اور وصی کا لیکن ایسے فعل کو معجزہ کہنے کے لئے چند شرطیں ضروری ہیں جو اس کے بعد ذکر

[۱۰] سخت ہیں کافروں پر اور رحمدل ہیں آپس میں (سورہ فتح پ ۲۶ ر ۱ - آیت ۲۹) ۱۲

[۱۱] آفتاب اور ماہتاب دونوں ایک ایک آسمان میں تیرتے ہیں (انبیاء پ ۱۷ آیت ۳۴) ۱۲

[۱۲] اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کرو (مدثر پ ۲۹ آیت ۳) ۱۲

کی جائیگی۔ یہ تعریف دوسری تعریفوں سے بہتر اور جامع تر ہے۔

بارہواں مقدمہ (معجزہ اور جادو وغیرہ میں کیا فرق ہے)

معجزہ کا معنی بیان کیا گیا رہ گیا معجزہ اور جادو وغیرہ میں فرق تو علماء اعلام علیہم الرحمہ نے کئی فرق[له] ذکر کئے ہیں جو خدشوں سے خالی نہیں ہیں میرے خیال میں بہتر فرق جو بظاہر خدشوں سے محفوظ ہے یہ ہے جو ذہن قاصر میں خطور کر رہا ہے بیان اوسکا یہ ہے کہ وہ فعل جو معنی معجزہ میں بیان کیا گیا اوس وقت معجزہ کہا جائیگا جب کہ اوس کے مذکورہ تفاصیل کے ساتھ چند شرطیں اور بھی پائی جائیں۔ اگر یہ شرطیں پائی گئیں تو وہ فعل معجزہ کہا جائیگا اور معلوم ہوگا کہ معجزہ ہے۔ اور اگر شرطیں پائی نہ گئیں تو معلوم ہوگا کہ جادو یا شعبدہ یا طلسم وغیرہ ہے معجزہ نہیں ہے۔ وہ شرطیں یہ ہیں ۱۔ جس ذات یا اوس کے متعلق چیزوں پر خداوند عالم اوس فعل کو ظاہر کرے چاہیئے کہ کسی زمانہ میں وہ خود دعواے نبوت یا امامت و وصایت کرے یا اس سے قبل کے نبی یا امام نے اوسکی نبوت یا امامت کو بیان کیا ہو ۲۔ یہ ذات اپنے دعوے کا ثبوت اور دلیل اسی غیر معمولی فعل کو قرار دے ۳۔ یہ غیر معمولی فعل جو معجزہ کہا جائیگا معین اور محدود نہ ہو بلکہ اوس مدعی نبوت و امامت سے جو غیر معمولی فعل طلب کیا جائے اوس کو وہ کر دکھائے ۴۔ یہ غیر معمولی فعل صرف دنیاوی چیزوں سے تعلق نہ رکھتا ہو بلکہ آسمانی اور بہشت اور دوزخ وغیرہ کی چیزوں سے بھی متعلق ہو سکے جیسے شق قمر۔ ستارے کا اوتارنا۔ بہشت سے کھانا وغیرہ کا اوس مدعی نبوت

[له] وہ غیر معمولی افعال جن کو اکثر جادوگر وغیرہ کیا کرتے ہیں اونکی کئی قسمیں ہیں ۱۔ وہ جو آسمانی آثار اور ستاروں کی گردش سے ظاہر ہوتے ہیں جنکی خبریں نجومی دیا کرتے ہیں کیونکہ خداوند عالم نے ان گردشوں پر آثار مرتب کئے ہیں جنکا ظاہر ہونا ضروری ہے مگر یہ کہ خود خدا ان کو رد کرنے میں کسی وقت مصلحت سمجھے ۲۔ وہ اثر جو ریاضت نفسانی سے نفس میں پیدا ہو جاتا ہے اور ایسے کفار فساق سے ظاہر ہوتا ہے جو دین و مذہب کے پابند نہیں ہیں۔ اکثر غیب کی باتیں بیان کر دیا کرتے ہیں یا جو کچھ کر دیتے ہیں ہو جاتا ہے۔ کیونکہ خداے عادل اونکی محنت کو برباد کرنا پسند نہیں کرتا جس کو وہ خدا کی خوشی کا ذریعہ اور باعث سمجھکر کرتے ہیں ۳۔ وہ جو دواؤں کے اثر سے حاصل ہوتا ہے جیسے شراب اور گندھک سے روشنی یا سرکہ میں انڈا نرم کر کے بوتل میں اوتار دینا وغیرہ ۴۔ وہ جو سفلی عمل سے جنات اور شیاطین کو تابع کر کے اونکی مدد سے بعض غیر معمولی کام دکھایا کرتے ہیں ۵۔ وہ جو ریاضت جسمانی اور مشق سے حاصل کرتے ہیں جس کو شعبدہ بازی کیا کرتے ہیں ۶۔ وہ جو منتر وغیرہ کے ذریعہ سے کیا کرتے ہیں ۷۔ وہ جو علم ہندسہ

و امامت کی خواہش پر آجانا بہشت اور دوزخ کو دیکھا سکنا ۔ مردوں کو بلا سکنا یا دکھا سکنا یا اون سے گفتگو کرنا وغیرہ ۵ یہ اوس کا غیر معمولی فعل کسی غیر کے غیر معمولی فعل سے مغلوب نہ ہو بلکہ اوس پر غالب آجائے ۶ کسی معلم اور استاد سے اوس کا کسی زمانہ میں کچھ سیکھنا ثابت نہ ہو ۷ جس دین و مذہب کو لانے کا وہ دعویدار ہے اوس کے اصول و عقائد و احکام عام عقلاء دنیا کی سلیم و مستقیم و خداشناس و خدا ترس عقلوں کے مخالف نہ ہوں ۸ اوسکی لائی ہوئی کتاب بشرطیکہ انسانی تصرفات سے محفوظ ہو کل عقلی نقائص اور عیوب سے پاک ہو ۹ وہ خود بھی اپنی لائی ہوئی کتاب اور اوسکے اصول و عقائد و احکام کا پورا پورا پابند ہو ۱۰ اوس سے کوئی فعل ایسا صادر نہ ہو جو ناجائز اور ظالمانہ اور خلاف مروت اور ناپسندیدہ ہو جس کو خداشناس و خدا ترس عقلاء اوس کے لئے برا سمجھیں ۱۱ اوسکے اخلاقی افعال مجمع اور تنہائی اور ہر جلسہ اور ہر مجمع میں ایک طرح کے ہوں ۱۲ کل فضائل نفسانی اور کمالات روحانی کا جامع اور خلقی اور خُلقی کل عیوب سے پاک ہو ۱۳ ایسے غیر معمولی فعل کے ہوتے رہنے پر عادت جاری نہ ہو جیسے آفتاب کا پورب سے ہمیشہ نکلنا اور پچھم کی طرف غروب کرنا ۱۴ اوس کے دوست اور منصف مزاج دشمن دونوں اوس کے فضائل اور کمالات کا اور اوس کے غیر معمولی افعال کا اقرار کریں یہ کل شرطیں کل انبیاء و اوصیاء میں عموماً اور حضرت سرور عالم محمد مصطفےٰ صلعم اور اون کے اہلبیت کرام میں خصوصاً پائی جاتی تھیں یہ کوئی تعریف نہیں ہے کہ ان حضرات کی مدح و ثناء اور ان کے کمالات کا اقرار اور انکی کتاب کی تعریف و توصیف ہم مسلمان کریں کیونکہ ان کا جامع صفات کمال ہونا تو ہمارا عقیدہ اور مذہب ہی ہے اگر انکی تعریف نہ کریں اور انکی خوبیوں کے معتقد نہ ہوں تو ہمارا مذہب کوئی مذہب ہی نہیں ہے **تعریف تو یہ ہے** کہ اغیار جو انکی نبوت و امامت کے معتقد نہیں ہیں وہ ان کے ثنا خواں اور انکی کتاب کی تعریف میں رطب اللسان ہیں اس واسطے ہم ان کی خوبیوں اور حقیت رسالت و وصایت اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸) کے قاعدوں سے حاصل کرتے ہیں جیسے جر ثقیل وغیرہ ۸ وہ جو مسمریزم کے ذریعہ سے کیا کرتے ہیں جیسے نابالغ بچوں پر اپنے نظر کا اثر ڈال کر اوس کو بے ہوش کرتے اور غیب کی خبریں پوچھا کرتے ہیں ۹ وہ جو فال کے ذریعہ سے بیان کیا کرتے ہیں ۔ غرضکہ اس قسم کے بہت سے طریقے غیر معمولی فعل کے عوام الناس میں مروج ہیں کہ اگر غور یا تحقیق و تلاش کیا جائے تو اوس کے سبب کا پتہ مل جاتا ہے ۔ اور اس قسم کا کام کرنے والے زیادہ تر لامذہب اور بدکار ہوتے ہیں ۔ ان فعلوں میں سے کوئی فعل معجزہ نہیں کہا جاسکتا ۔ معجزہ وہی ہے جس میں چودہوں شرطیں پائی جائیں ۱۲

انکی کتاب کی مدح و توصیف کے ثبوت میں غیروں ہی کی تحریروں کو درج کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ تنبیہ یہ ظاہر ہے کہ پیشوایان اسلام کے متعلق ادب و احترام کے لحاظ سے کسی غیر مسلم کی تحریر ایک مسلمان کی تحریر کے ہم پلہ نہیں ہو سکتی اس لئے ہم مسلمانوں کو اونکی غیر مودبانہ تحریروں سے دل تنگ ہونا چاہیئے۔ ہم لوگوں کے لئے اونکا ان حضرات کی فضیلتوں کا اقرار کر لینا ہی بہت ہے

تیرھواں مقدمہ | حضرت سرورِ عالمؐ اور اہلبیت اطہارؑ کے متعلق پیشین گوئیاں

مہادیو[1] کی خوش بیانی بشسٹ مُن کی زبانی | مولوی عبدالرحمان صاحب[2] مرآۃ المخلوقات

ترجمہ اوترکھنڈ میں جس کا سنہ تصنیف ۱۰۱۴ ہے لکھتے ہیں کہ ہندوؤں کی وہ کتابیں جن میں اگلے وقتوں کا احوال لکھا ہے جو جنوں اور زمین کے رہنے والے فرشتوں کے زمانہ میں لکھی گئی ہیں وہ کتابیں میں نے بہت سی پڑھیں۔ اون کتابوں میں میں نے کہیں حضرت آدمؑ کے پیدا ہونے کا ذکر نہ پایا۔ آخر کو جب میں نے بہت تلاش کیا تو مجھکو ایک کتاب ملی جس میں بشسٹ کی زبان کی باتیں لکھی ہیں اور اوسکے اوترکھنڈ میں پیدائش اور بزرگی حضرت آدمؑ کی اور ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ کی اور اونکی اولاد پاک کی صاف صاف بیان کی ہے۔ مہادیو نے ان باتوں کو اپنی بی بی پاربتی سے کیلاس کے پہاڑ پر بیان کیا تھا اور بشسٹ مُن پہاڑ کے نیچے عبادت میں مشغول تھے چونکہ مہادیو سے بہت محبت رکھتے تھے وہ ان باتوں کو ذرا ذرا لکھتے جاتے تھے۔ شونت اور شونگ جو مقام نیمکھار میں اپنی قوم میں بڑے علم والے اور کامل تھے اور دنیا سے الگ ہو کر اللہ کی بندگی میں مشغول تھے وہ دونوں ان باتوں کو بشسٹ مُن کی زبانی نقل کرتے ہیں۔ وہ باتیں یہ ہیں بغیر کمی اور زیادتی کے پورا ترجمہ اشلوک کا لکھا

---

[1] مہادیو کو ابوالجن (جنوں کا باپ) کہتے ہیں۔ مہادیو اور بشسٹ جنات سے تھے اور اپنی اپنی قوم میں پیغمبر تھے اور بشسٹ زیادہ تر علمی فیوضات مہادیو سے لیا کرتے اور اپنی قوم تک پہونچایا کرتے تھے (بشارت احمدی مصنفہ مولوی عبدالعزیز صاحب لکھنوی بحوالہ کتاب مولوی عبدالرحمان صاحب) ۱۲

[2] مولوی عبدالرحمان صاحب چشتی گیارہویں صدی کے علماء اہلسنت میں بہت بڑے شخص اور زبان سنسکرت سے خوب آگاہ تھے۔ مہادیو کا بیان جو یہاں ہم لکھنے والے ہیں بعینہ یہی بیان پٹنہ میں غالباً ۱۳۱۶ھ ہجری میں ہم نے ایک کتاب میں دیکھا تھا جس کا نام حقیقت دین محمدی تھا اور وہ کتاب ترجمہ تھی برہم اوترکھنڈ کا اور مولوی عبدالرحمان صاحب کی کتاب کا نام مرآۃ المخلوقات ہے جو اوترکھنڈ کا ترجمہ ہے۔ اس سے مہادیو کے بیان کی صحت پر اطمینان ہو رہا ہے ۱۲ راحت حسین

جاتا ہے - ہم کہتے ہیں کہ مہادیو نے حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت سے لیکر قیامت تک کے حالات کو بیان کیا ہے جس میں ہابیل و قابیل کا قصہ بھی مندرج ہے اور مولوی عبد الرحمان صاحب نے سب کا ترجمہ کیا ہے - لیکن بغرض اختصار ہم نے صرف حضرت سرور عالم صلعم اور اونکی اولاد امجاد کے متعلق پیشین گوئی کو نقل کرنے پر اکتفا کیا مہادیو کہتے ہیں کہ چھ ہزار سال کے بعد مندر نے یعنی مکہ کے ملک میں کہ دریا کے درمیان میں وہ زمین واقع ہے وہ بڑا قادر اوس مقام میں ایک عجب طرح کا مخلوق آدم علیہ السلام کی اولاد میں پیدا کریگا جس زمین میں اوس کو پیدا کرے گا (یعنی خداوند عالم) وہ زمین لائق نشن کے یعنی جگہ اوس بڑے قادر کی ہوگی اسے پاربتی وہ کانت بوبجہ (یعنی عبد اللہ علیہ السلام) کے پیٹھ سے پیدا ہوگا اور وہ (عبد اللہ) درویشی اور معرفت یعنی اللہ کی پہچان دریا کے برابر رکھتا ہوگا تو اوس سے موتی پیدا ہووے اور اوس (عبد اللہ) کی عورت کا نام سانگر کھیا (یعنی امن و امان والی یعنی آمنہ علیہا السلام) ہوگا - اور وہ (یعنی عبد اللہ) تینوں چرن (قسم) یعنی سیام بید اور رگ بید اور جر بید پڑھا ہوگا اور چوتھا بید یعنی اتھربن بید الف لام میم کے حرفوں تک پڑھکر چھوڑ دیگا (پھر بیان کیا کہ) اتھربن بید میں چار چرن یعنی چار قسم ہیں تین قسم کو آدم علیہ السلام اور اونکے اور فرزند جو درجہ بدرجہ پیدا ہوں گے وہ پڑھیں گے اور چوتھی قسم کہ اوسمیں مقصد سب بیدوں کا ہے سوا مہامت (محمد صلے اللہ علیہ و آلہ) کے اور کوئی بیٹا آدم کا اون سے پہلے عمل نہیں کرسکتا - چوتھی قسم کو اگر کوئی مہامت کے بن حکم پڑھیگا کچھ فائدہ نہ ہوگا - سوکانت بوبجہ یعنی عبد اللہ دینداری کے غلبہ سے اتھربن بید کی چوتھی قسم نہیں پڑھیں گے کیونکہ دوسرے (یعنی محمد) کے لئے امانت رکھی ہے اے پاربتی وہ (عبد اللہ) اپنی قوم میں سردار ہوگا - بہشت کے لوگ اوسکے دروازے پر آوینگے اور اوسکی تابعداری کرینگے اول تین

قرآن جو کل صحف آسمانی کے مضامین کا جامع ہے ۱۲ ۵ تواریخ و احادیث کی کل کتابوں سے ثابت ہے کہ جملہ عرب کے سردار قریش سمجھے جاتے تھے اور قریش میں ریاست حضرت سرور عالم صلعم کے خاندان میں تھی ۱۲ ۶ لغت مجمع البحار میں لکھا ہے کہ اکثر کا کلام ہے کہ حضرت رسول اپنے باپ ماں سے اکیلے تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ لوگ حضرت عبد اللہ کے لئے دوسری اولاد کے بھی قائل ہیں - اسی طرح مسند ابو یعلے میں ہے کہ جناب آمنہ نے فرمایا کہ جب محمد صلعم میرے پیٹ میں چڑھے تو کوئی حمل میں نے ایسا نہیں اوٹھایا جو ان سے زیادہ ہلکا ہو اور نہ ایسا جو ان سے زیادہ برکت والا ہو اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبد اللہ کے اور اولاد بھی ہوئی ۱۲ منہ

بیٹے اوس سے پیدا ہوں گے پھر جب چوتھا بیٹا پیدا ہوگا وہ پیدا کیے ہوؤں (یعنی مخلوقات آسمان و زمین) سے نہیں ڈریگا اور نہایت بہادر اور عرفان یعنی اللہ کی پہچان والا ہوگا اور اوس کا نام مہامت (محمدؐ) ہوگا ۔ اونکی وضع دیکھکر اونکی ساری قوم کے لوگ حیران رہیں گے ۔ نئی طرح کا اونکا احوال دیکھیں گے وہ پوست[۱] جو بدن کے آگے ہوتا ہے وہ اونمیں نہ ہوگا ۔ بعد چند برس کے جب ڈاڑھی اور موچھ نکلے گی تو سوا سر اور ڈاڑھی کے اور کسی جگہ پر زیادتی بالوں کی نہ ہوگی کہ حجام کی حاجت پڑے اور وہ پوجا جو اونکی قوم کے لوگ کرتے ہیں گے وہ نہ کرینگے ۔ اور اپنی قوم سے کہیں گے کہ مجھکو اوس خدا وحدہ لاشریک لہ کا یہی حکم ہے کہ اس طرح کے بے معنی پوجا مت کرو اور میں سوا اللہ کی ذات پاک کے اور کسی طرف رجوع نہیں کرتا ہوں تم میری تابعداری کرو ۔ ان باتوں سے اونکی ساری قوم اون سے جدا ہوجائیگی اے پاربتی مہامت ساری عبادتوں کو اور اگلی شریعت کو موقوف کرکے اپنی طرح کی راہ اوس وقت کی ساری خلقت کو سکھلادینگے ۔ اور ایسی تلاش کرینگے کہ سارے عالم کو اپنی طرح کا کرلیں آہستہ آہستہ بے شمار لوگ اون کے دین میں آویں گے اور اونمیں سے بہت لوگ اللہ تک پہونچیں گے اور جس طرح کہ ہمارے لکھنے میں ساکھ یعنی سنہ لکھتے میں اوسیطرح کلجگ کے زمانہ کے آخر (آخر زمانہ) تک سنہ مہامت کے لکھیں گے اے پاربتی مہامت کی بی بی سے جو بیٹا پیدا ہوگا اوس بڑے قادر کے حکم سے وہ گندھرپ یعنی فرشتہ جس کا نام وکدوو ہے اونکی جان کو نکال کر آسمان پر لے جائیگا (یعنی خدا) ۔ جم یعنی روح نکالنے والے فرشتہ کا ہاتھ اون لڑکے[۲] کی جان پاک پر نہیں پہونچیگا ۔ بعد اوس کے وہ قادر جسکی طرح کا کوئی نہیں وہ مہامت کو ایک بیٹی دیگا جو ہزار بیٹوں سے بہتر ہوگی اور وہ بہت خوبصورت اور بے مثال ہوگی اور اللہ کی بندگی میں نہایت درست ہوگی ۔ کبھی اوسکی زبان سے جھوٹ نہ نکلیگا اور سب چھوٹے بڑے گناہ سے وہ محفوظ ہوگی اور باپ کے وسیلے اللہ کی نزدیکی ہوجائیگی ۔ وہ بڑا قادر مہامت کی اوس بیٹی کو دو[۳] بیٹے نیک بخت عنایت فرمائیگا وہ حسن اور جمال والے اور دونوں اللہ کے پیارے ہوں گے اور بہت زور والے اور اللہ کے والے اور ہمت والے اور شجاعت یعنی بہادری والے اور سب نیک کاموں میں بے مثال ہوں گے اور وہ قادر کہ اوسکی طرح کا کوئی نہیں ہے وہ اون کے بعد اور کوئی بشر اوس طرح کا بھلے اور کمالوں والا پیدا نہیں کرے گا اور وہی مہامت کے بیٹے اون کے جانشین ہوں گے اور اون کی بہت اولاد ہوگی اور دن بدن اپنی سچی دلیلوں سے لوگوں کو مہامت کے دین میں لاوینگے اور مہامت کے دین کو روشن کرینگے ۔ اور مہامت اپنی ساری قوم سے بلکہ اپنی بیٹی سے بھی اونکو زیا

[۱] ختنہ میں کاٹا جاتا ہے ۱۲

[۲] صاحب سبائک الذہب فی انساب العرب نے لکھا ہے کہ حضرت سرور عالم کے پانچ لڑکے ہوئے تھے ۱۲

ذکر ولادت حضرت فاطمہ معصومہ

[۳] مہادیو کا مسلسل بیان اس امر کو ظاہر کررہا ہے کہ اونھوں نے حضرت علی علیہ السلام کا ذکر بھی ضرور کیا ہوگا کیونکہ حضرت کا ذکر نظرانداز کرنے کے لائق نہیں لیکن مولوی

چاہیں گے اور یہ دونوں بیٹے مہامت کے دین میں کامل ہونگے۔ اور کوئی کام اپنے جی کی خوشی کے
واسطے نہ کرینگے۔ اور سب قول اور فعل اونکے اوس بڑے قادر کی مرضی کے موافق ہوں گے۔
اور ہمیشہ اللہ کے کام کے واسطے تلاش کرینگے اے پاربتی (یعنی خدا) مہامت کے مرنے کے بعد چند
سال گذرینگے کہ مہامت کے اون دونوں نواسوں کو بعض شریر لوگ (حسنؑ کو معاویہ اور حسینؑ کو
اوس کا بیٹا یزید) ناحق ظلم کرکے دنیا کی خاطر سے اونکو مارڈالیں گے اور ساری زمین اون کے
مارڈالنے سے بے سر ہو جاویگی۔ اور اون کے مارڈالنے والے ملیچھ یعنی بے دین ہونگے
دین اور دنیا سے مردود ہو جائیں گے اور اونکے دل میں مہامت کی محبت نہ رہیگی اور
عاقبت میں کسی طرح خلاصی (یعنی رہائی) نرک سے یعنی دوزخ سے نہ پائیں گے۔ ظاہر میں مہامت کے دین
میں رہیں گے اور کہلاویں گے اور آہستہ آہستہ اور لوگ بھی اونکی ہمراہی قبول کرینگے اور مہامت
اور مہامت کے فرزندوں کی چال چلن کے برخلاف بہت سے کام ضد سے اختیار کرینگے۔
تھوڑے سے آدمی مہامت کے فرزندوں کی راہ پر رہیں گے۔ اکثر خلقتوں کے لوگ اونھیں
قتل کرنے والے لوگوں کے موافق بہت کام کرینگے اور ظاہر میں مہامت کے دوستدار کہلاوینگے
اور کلجگ کے زمانہ کے اخیر میں وہ ظاہر داری کے لوگ بہت ہوں گے اور سارے جہان میں فساد
برپا کرینگے۔ اے پاربتی وہ بڑا قادر ایک کامل مرد کو مہامت کے دین کی مدد کے واسطے
بھیجے گا وہ ساری زمین کو اپنی حکومت کے نیچے لاکر اکثر ظاہرداری والوں (یعنی پیروان دشمنان
اہلبیتؑ) کو قتل کرڈالے گا بعد اوسکے وہ لوگ پشیمان ہوکر سیدھی راہ پر آوینگے۔ اور جو
چال چلن مہامت اور مہامت کے فرزندوں کا تھا اوس کا نئے سرے سے رواج ہوگا
پورب سے پچھم تک کوئی بندہ مہامت کے فرزندوں کے خلاف راہ نہیں چلے گا۔ ہر چند اوس
وقت میں وہ مرد کامل تلاش کرے گا کسی جگہ پر ہندو یا ظاہرداری والا شخص (یعنی پیرو
دشمنان اہلبیتؑ) نظر نہ آویگا ساری خلقت مہامت کے دین میں آویگی۔ اور کلجگ کے زمانہ
کے اخیر میں اون کے دین کا پورا رواج ہوگا وہ شریعت جس کا اوس قادر بے مثال نے
اتھربن بید میں یعنی چوتھی کتاب (قرآن) میں حکم کیا ہے مہامت کے تابعدار لوگ اوس پر
عمل کریں گے اور مہامت کا دین کمال کو پہونچے گا (بشارت احمدی ص۵۹ تا ۶۰ بحوالہ المرآۃ المخلوقہ)
ترجمہ اوترکھنڈ مترجمہ مولوی عبدالرحمان صاحب ہم کہتے ہیں کہ اسکے بعد مہادیو نے قیامت
اور جناب فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کی دادخواہی اور اپنے دوستوں کو ساتھ لیکر بہشت میں داخل

ہونے کو ذکر کیا ہے جس کو ہم نے بغرض اختصار چھوڑ دیا۔ مولوی عبدالرحمان صاحب
لکھتے ہیں کہ بیاس نے بھی کتاب بھونک اوتر پوران میں لکھا ہے کہ آئندہ زمانہ یعنی کلجگ میں محمد
پیدا ہوں گے اور مہامت کو جو مسلمان لوگ محمد کہیں گے اون کا نشان[۱] یہ ہے کہ اون کے
سر پر بدلی سایہ کریگی اور اون کے جسم کا سایہ نہ ہوگا۔ اور اون کے جسم پر مکھی نہ بیٹھیگی۔ اور
وہ زمین کو لپیٹ جاویں گے (یعنی اون کے دور دراز کے سفر میں جیسے معراج کے وقت
بمعجزہ زمین سمٹ جایا کرے گی) اور عورتوں سے صحبت کرنے کی قوت اونکو بہت ہوگی۔ اور جو کچھ
پیدا کرینگے اوس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرینگے اور آپ تمام عمر کم کھاوینگے۔ اور عرب کا بادشاہ
(ابو سفیان جو کفار قریش کا سردار تھا) اون کا دشمن ہوگا۔ اور وہ اللہ کے دوست ہونگے۔ اور
وہ قادر دانا اور قدرت والا اونکو تیتیس ۳۳ ودھیا پوران بھیجے گا مطلب یہ ہے کہ تیس پارے قرآن
کے اون پر اوترینگے۔ اور جو کوئی اوس کتاب کے موافق راہ چلیگا وہ اللہ تک پہونچے گا۔
اوس وقت میں اللہ تک پہونچنے کی دوسری راہ نہ ہوگی (بشارت احمدی صفحہ ۵۶ مصنفہ مولوی
محمد عبد العزیز صاحب لکھنوی بحوالہ مرآۃ المخلوقات ترجمہ بھونک اوتر پوران) اتھربن بید
میں حضرت سرور عالم کا نام محمد اور احمد لکھا ہے۔ اور رگ بید میں احمد لکھا ہے منتر اوس کا یہ
ہے سری توام ماہی سیر متموو اے وسمائی کا مائی احمد نارو بائی اور یجر بید میں الانک اور محمد
لکھا ہے منتر اوس کا یہ ہے الانک تج ابو جسان محمد الانک کرتان جسان نیجان تتند بانی حاجم
نماہی جیو سان نجان (بشارت احمدی صفحہ ۱۰۳ بحوالہ کشف الاستار مصنفہ مولوی محمد حسین
صاحب) اتھربن بید میں یہ عبارت لکھی ہے لا الٰہ [عہ] ہرنی پاپن الا اللّٰہ پرم پدم جنم بیکنٹھ اپا
نیوتی تو جنی نام محمدام یعنی لا الٰہ کہنے سے ہٹتے ہیں پاپ اور الا اللّٰہ کہنے سے پرم پدوی ملتی ہے

[۱] مندرجہ ذیل نشانیاں اسلامی کتابوں سے بھی ثابت ہیں ۱۲ راحت حسین

[۲] شاہ محمد ہاشم صاحب مرحوم حسین آبادی نے بھی اس عبارت کو پڑھکر مجھکو سنایا تھا اور بیان کیا تھا کہ اونکو ایک پنڈت پھپھوند کے اطراف ضلع اٹاوہ کے رہنے والے نے اونکو اتھربن بید سے نقل کرا دیا تھا ۱۲ راحت حسین

[عہ] اس وید میں حضرت کا نام اور آپکا رسول ہونا اسی سے ثابت ہے کہ آریہ فرقہ کے سرگروہ بلکہ بانی یعنی دیانند جیسے متعصب نے اسکو قبول کیا ہے کہ الو اپنشد میں حضرت محمد صاحب کو رسول لکھا ہے اور منتر اوس کا یوں لکھا ہے۔ اسملام اللے متر اورنا دیانی دہتے۔ اور اوسکا متعصبانہ جواب یہ دیا ہے کہ قیاس کیا جاتا ہے کہ اس کو اکبر کے زمانہ میں کسی نے بنایا ہوگا جو عربی اور سنسکرت دونوں کو جانتا تھا اور الو اپنشد کے جزو اتھرون وید ہونے سے انکار کیا ہے۔ پھر خود ہی اعتراض کیا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ ایسی بات آج تک کسی نے نہیں کہی تم کہتے ہو تو ہم کیسے مانیں پھر جواب دیا ہے کہ نہ ماننے سے ہماری بات جھوٹی نہیں ہو سکتی (ستیارتھ پرکاش باب ۱۴ صفحہ ۶۳۹) انکو ہندو قوموں کا سردار اور سرگروہ بننے کی ہوس تھی اگر بات ماننے اور اوسکی جزئیت اور اصلیت کا انکار نہ کرتے تو ہندو بھی نہ رہتے اور سرداری کی ہوس بھی خاک میں مل جاتی ۱۲

جنم بیکنٹھی اگر چاہو تو نام محمد کا وظیفہ کرو (بشارت احمدی ص۱۰۳ بحوالہ دبستان المذاہب)

ہم کہتے ہیں کہ کلکی پوران سے لوگوں نے بہت سی بشارتیں اور نشانات نقل کئے ہیں جنکو ہم نے بغرض اختصار چھوڑ دیا۔ اگر کل کتب ہنود سے حضرتؐ کے متعلق پیشین گوئیاں اور پہچانیں چُنی جائیں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے اور کسی کتاب کا دیباچہ ان کل مطالب کو اپنے دامن میں نہیں لے سکتا۔ سرید بھاگوت اور مہا بھارت وغیرہ میں بعض بعض مضامین ہم نے خود پڑھے ہیں جن کو ایسے تنگ وقت میں تلاش کرنا دشوار ہے۔ انشاء اللہ تعالےٰ اثناء تفسیر میں موقع موقع سے ذکر کرینگے۔

مصنف رگوید یعنی بیاس کے اوستاد حکیم زردشت کے خلیفہ اعظم حکیم جاماسپ کی پیشین گوئی حضرت رسولؐ و اہلبیتؑ کے متعلق جاماسپ نامہ سے

جاماسپ نامہ جسمیں مصنف نے گشتاسپ بادشاہ کی فرمایش سے آیندہ ہونیوالی باتوں کو مختصر طور پر لکھا ہے۔ پھر فوراً ایک قران پڑیگا (یعنی چند ستارے اکٹھا ہوں گے) جسمیں اولاد ہاشم سے ایک مرد بزرگ پیدا ہوگا جو قد میں میانہ ہوگا۔ اور رنگ میں نہ گورا نہ کالا۔ خوبصورت۔ خوش کلام۔ سحر بیان۔ دعوائے نبوت کرے گا۔ تلوار اوسکی برہان ہوگی۔ اپنے دین کی زنجیر بہت سے لوگوں کے گلے میں ڈالے گا۔ اوس کا مذہب ساتوں ولایت میں جائیگا اوسے صنف نازک سے بہت محبت ہوگی۔ اوسکی اولاد نرینہ زندہ نہ رہیگی۔ البتہ لڑکی سے نام چلے گا۔ اوس کا دین دن بدن ترقی کرے گا۔ پچھلے اکثر بادشاہوں کی حکومتیں اوس کے زیر نگیں آجائینگی خصوصاً کیانی۔ اشکانی۔ امدادانی۔ مروانی ساوانی۔ زردشتی۔ ہیلانی۔ لیانی۔ نفشانی۔ کودمک۔ یہود اور اصبہان کو مغلوب کرے گا۔ تاج کی جگہ سر پر عمامہ رکھے گا۔ اگر اوسکی ہر ایک بات بیان کروں تو کلام بڑھ جائیگا۔ تاہم یہ کہنا ضروری ہے کہ ہمارے زمانہ کی رسموں کا وہ نشان تک نہ چھوڑے گا۔ آتش کدے اوس کے حکم سے مسمار کر دیئے جائیں گے اور سرداران آتشکدہ ہلاک ہو جائیں گے۔ جو کچھ وہ کرے گا کسی نے نہ کیا ہوگا اوس کا اقبال ۳۵ قران یعنی سات سو سال تک زور دار نظر آئیگا۔ ان ایام میں اوس کا دین خوب رونق پکڑے گا۔ اوس کا نام مہر آزما اور عمر تین قرن (۶۰ سال) اور چند سال ہے

اوسکی وفات کے کچھ روز بعد خداوند ستارگان برج پنجم میں پہونچے گا اوس کے اثر سے اوسکے دین میں خلل پڑجائیگا۔ اوسکی اولاد قتل کیجائیگی۔ اوس کے نواحقین کو نقصان پہونچیں گے۔ اس مرد بزرگ کے تولد سے پہلے آتش کدے کی آگ بجھ جائیگی۔ دوسری علامت یہ ہے کہ اوس وقت بادشاہی عورتوں اور لڑکوں کے ہاتھ میں ہوگی۔ تیسرے دریاے سادہ خشک ہوگیا ہوگا جب یہ باتیں نظر آئیں تو جانو کہ دولت ہم سے اور ہم جلیسوں سے چھن گئی۔ اور اس مرد ہاشمی کے ظہور کا وقت آپہونچا۔ اس نبی کی وفات کے بعد ستارے خانۂ خاکی اور برج ثور میں جمع ہوں گے اور خداوند طالع زہرہ ہوگا۔ اور صاحب قران زحل اور چاند آٹھویں خانہ میں۔ زہرہ سورج کے ساتھ گیارہویں خانہ میں۔ مریخ ساتویں گھر میں وغیرہ وغیرہ اوس وقت اوسکی قوم میں تفرقہ پڑجائیگا اور دین ملک گیری کا وسیلہ بننے لگے گا۔ لوگ اوس کے داماد سے لڑیں گے اور بہت خون خرابا ہوگا۔ اوسکے داماد کے دو بیٹے ہونگے ایک کو زہر پلاکر مارا جائیگا دوسرا کی مع اوسکے ۷۲ تن ساتھیوں کے بیابان میں شہادت ہوگی۔ ان مخالفین اولاد نبی اور مفسدین کا سردار پیوستہ ابرو۔ لاغر جسم اور معمر ہوگا۔ یہ زمانہ زحل کی حکومت کا ہے جسکا اثر یہ ہے کہ جو حق کی طرفداری کرے اور حق حقدار کو دلوانا چاہے وہی برباد و ہلاک ہوجائے مکر و حیلہ کا زور بڑھے۔ لیکن یہ بات بہت مدت تک نہ رہیگی۔ ہمارا دین اور کمزور ہوگا۔ اور ملک بھی عربوں کے قبضہ میں چلا جائیگا۔ جہان کے یکے بعد دیگرے ۴۲ آدمی بادشاہی کریں گے (جاماسپ نامہ مترجمہ ملا محمد الواحدی اڈیٹر نظام المشائخ دہلی)

چودھواں مقدمہ آنحضرت سرور عالم کی بعثت پر توریت و انجیل سے بشارتیں

توریت سے اِنَّ الرَّبَّ تَعَالیٰ اَقْبَلَ مِنْ طُورِ سِینَا وَ طَلَعَ اِلَیْنَا مِنْ سَاعِیرَ وَ ظَهَرَ مِنْ جِبَالِ فَارَانَ (تحفۃ الاریب فی الرد علی اہل الصلیب[۵] مصنفہ مسٹر عبد اللہ عیسائی الاصل جدید الاسلام بحوالہ توریت فصل تینتیس ۳۳ کتاب پانچویں) جَاءَ اللّٰهُ تَعَالیٰ مِنْ سِیْنَاءَ وَ اَشْرَقَ مِنْ سَاعِیرَ وَ اسْتَعْلَنَ مِنْ فَارَانَ (مراصد الاطلاع در لغت فاران منقول از توریت) اور یہ وہ برکت ہے جو موسےٰ مرد خدا نے اپنے مرنے سے آگے بنی اسرائیل کو بخشی اور

ع۵ میورقہ جس کو میورقہ بھی کہتے ہیں اور انگریزی میں مجورکا۔ اور یتونیہ جسکو انگریزی میں بلونیہ کہتے ہیں دونوں اندلس میں ہیں ۱۲

maablib.com

اوس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے اُن پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا (توریت کتاب استثناء باب ۳۳ صفحہ ۳۲۵ مطبوعہ پنجاب بیبل سوسائٹی) مسٹر عبداللہ صاحب تحفۃ الاریب میں اور یاقوت رومی مراصد الاطلاع میں لکھتے ہیں کہ طور سینا ایک پہاڑ ہے شام میں جس پر حضرت موسےؑ پر وحی نازل کی گئی تھی۔ اور ساعیر جس کا ترجمہ اردو میں شعیر کیا ہے وہ ایک پہاڑ ہے بقول عبداللہ مذکور کے شام میں اور بقول یاقوت مذکور کے فلسطین میں جو درمیان عکہ اور طبریہ کے ایک قریہ ہے توابع ناصرہ سے جسکی طرف نصارے کی نسبت دی جاتی ہے۔ اور یہی بیان صحیح ہے اور دین حضرت عیسےٰؑ یہیں ظاہر ہوا۔ اور فاران یا تو خود مکہ ہے یا وہاں کے پہاڑوں کا نام ہے جو دین اسلام کے ظہور کی جگہ ہے مسٹر عبداللہ لکھتے ہیں کہ خدا کے آنے سے مقصود اوس کے دین کا ظاہر ہونا ہے۔ کیونکہ خدا آنے اور جانے سے منزہ اور پاک ہے اس لئے کہ حرکت اور سکون جسم کے لوازم سے ہے اس عبارت سے خداوند عالم کی غرض تین نبیوں کی بعثت اور مقام بعثت کو بیان کرنا ہے حضرت موسےؑ کی بعثت کو طور سینا سے اور حضرت عیسےٰؑ کی بعثت کو ساعیر سے اور حضرت سرور عالمؐ کی بعثت کو فاران یعنی مکہ سے ہمنے توریت کی دو عربی عبارتوں کو دو غرض سے نقل کیا ہے ایک اس غرض سے کہ معلوم ہو جائے کہ باوجود اختلاف الفاظ اور اختلاف مترجمین توریت اور اختلاف مقام یاقوت و عبداللہ کے اور اختلاف زمانہ ان دونوں کے معنی دونوں کا ایک ہی ہے۔ اس واسطے اصل معنی کے متعلق ایک عبارت دوسری عبارت کی موید ہے۔ کیونکہ یاقوت رومی سنہ ۶۲۶ھ میں مرا ہے۔ اور عبداللہ نے سنہ ۸۲۶ھ کے بعد تحفۃ الاریب کو لکھا ہے اور دونوں نے توریت ہی سے عبارت نقل کی ہے پس باوجود طول زمانہ اور اختلاف الفاظ وغیرہ کے تینوں انبیاء کے متعلق پیشگوئی میں معنوی کوئی اختلاف آٹھویں صدی تک کی عربی توریتوں میں نہیں ہوا۔

دوسرے اس غرض سے نقل کیا ہے کہ معلوم ہو جائے کہ توریت کا ترجمہ جو اردو میں کیا گیا ہے اوس میں حضرت سرور عالمؐ کے متعلق پیشگوئی کو چھپانے کی کوشش کی گئی ہے کیونکہ دونوں عبارتوں میں لفظ سینا اور ساعیر کے بعد لفظ (و) موجود ہے۔ اور ترجمہ میں حضرت موسےؑ اور حضرت عیسےٰؑ کی پیشگوئیوں کے درمیان جو (و) ہے اوس کا معنی لکھا ہے لیکن فاران کے پہلے جو (و) ہے اس کا معنی چھوڑ کر فاران کے بعد لفظ (ہی) بڑھا دیا ہے جو حصر کے لئے ہے اور غرض یہ ہے کہ عوام الناس کو مغالطہ دے کر یہ ثابت کیا جائے کہ ساعیر اور فاران ایک چیز ہے۔ حالانکہ اوپر کے بیان سے معلوم ہو چکا کہ ساعیر یا شام میں ہے

یا فلسطین میں - اور فاران یا خود مکہ کو کہتے ہیں یا مکہ کے پہاڑ کو ۱۔ اے ابراہیم اسمٰعیل کے حق میں تیری (دعا) سنی دیکھ میں اوسے برکت دونگا اور اوسے برومند کروں گا اور اوسے بہت بڑھاؤں گا اور اوس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے اور میں اوسے بڑی قوم بناؤنگا (توریت کتاب پیدائش باب ۱۷ آیت ۲۰) ائمہ اولاد حضرت سرور عالم کے سوا اولاد حضرت اسمٰعیل سے بارہ سردار دوسرے نہیں ہوئے -

انجیلی بشارتیں

حضرت عیسٰی فرماتے ہیں کہ البار قلیط ھو الذی یرسلہ ابی فی آخر الزمان وھو یعلمکم کل شئ (تحفۃ الاریب بحوالہ انجیل یوحنا فصل ۱۴) یعنی بارقلیط وہی ہے جس کو میرا باپ آخر زمانہ میں بھیجے گا اور وہی تم کو سب چیزیں تعلیم کریگا - اردو انجیلوں میں اس مقام پر یوں لکھا ہے لیکن مددگار ۲ یعنی روح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہی تمہیں سب باتیں سکھائیگا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاد دلائیگا (پھر چند سطروں کے بعد لکھا ہے) کہ اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اوس کا کچھ نہیں (انجیل یوحنا باب ۱۴)

اس عبارت میں بارقلیط کا معنی مددگار لکھا ہے اور حاشیہ میں وکیل یا شفیع لکھا ہے - یہاں تک تو غنیمت تھا کیونکہ حضرت سرور عالم ترویج دین خدا میں مددگار حضرت عیسٰی کہے جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں اور حضرت کے شفیع امت ہونے میں کوئی کلام ہی نہیں ہے لیکن مطلب کو چھپانے کے لئے لفظ مددگار کے بعد روح القدس لکھدیا ہے - باانہمہ اونکی آخری فرمائش یعنی اس کے بعد باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے مطلب کو پوری طرح روشن کر دے رہی ہے کہ یہ سردار حضرت سرور عالم کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا کیونکہ حضرت عیسے کے بعد حضرت سرور عالم کے سوا دنیا کا سردار کوئی دوسرا نہیں ہوا جس نے اہل دنیا کو سب باتیں سکھائی ہوں اور یاد دلائی ہوں اور اسکے بعد روح القدس سے بھی حضرت ہی مراد ہوں گے اور معنی اس کا بقاعدہ اضافت موصوف بسوے صفت کے پاک روح ہوگا اور آخر میں جو فرمایا کہ مجھ میں اوس کا کچھ نہیں - اُس سے مقصود یہ ہے کہ انکے کمالات مجھ میں نہیں ہیں ۳ لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار ۳ تمہارے پاس نہ آئیگا (انجیل یوحنا باب ۱۶ آیت ۷) ۴ لیکن جب وہ سچائی کا روح آئیگا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائیگا اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہیگا لیکن جو کچھ سنیگا وہی کہیگا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دیگا (انجیل یوحنا باب ۱۶

۲ وکیل یا شفیع ۱۲ حاشیہ انجیل

۳ وکیل یا شفیع ۱۲ حاشیہ انجیل

۴ قرآن مقدس میں حضرت سرور عالم کے متعلق ارشاد ہے کہ ما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحیٰ یعنی حضرت دینی باتیں اپنی جی سے نہیں کہتے بلکہ وہی کہتے ہیں جو وحی ہوتی ہے ۱۲ راقم

آیت ۱۳ و ۱۴) یہ بشارتیں حضرت سرورِ عالم پر اس وجہ سے مطابق ہیں کہ حضرت عیسےٰ کے بعد حضرت سرورِ عالم کے سوا ان اوصاف کا کوئی دوسرا شخص نہیں آیا جس پر یہ چیزیں مطابق ہو سکیں ۔ عہ

صحیفہ الیقوق نبی فی آخر الزمان یجیٔ الرب من القبلۃ والقدس من جبل فاران (تحفۃ الاریب صـ۶۱ بحوالہ صحیفہ الیقوق نبی) یعنی آخر زمانہ میں دین پروردگار قبلہ کی طرف سے اور پاک شخص فاران (مکہ) کے پہاڑ سے آئیگا ۔ اردو توریت میں یوں ہے خدا تیمان سے اور وہ جو مقدس ہے کوہ فاران سے آیا (کتاب حبقوق نبی باب ۳ آیت ۳) اس عبارت میں سے آخر زمانہ کا ذکر نکال دیا ہے اور آئیگا کی جگہ پر آیا کر دیا ہے ۔ لیکن میرا مطلب حاصل ہے کیونکہ علاوہ اسکے کہ یقیناً ہونے والی بات کو ماضی کے صیغے سے تعبیر کرنا ہر زبان میں بکثرت مروج ہے قیامت اور عذاب وغیرہ کے بارے میں ایسی تعبیریں قرآن مجید عہ میں بھی موجود ہیں ۔ کوہ فاران سے حبقوق نبی کے بعد حضرت سرورِ عالم کے سوا کوئی مقدس ہستی نہیں آئی ۔

پندرھواں مقدمہ مکاشفہ عہ جناب یوحنا کی بشارت سے یوحنا بیان کرتے ہیں کہ ۔ اور ایک بڑا نشان آسمان پر نظر آیا ایک عورت عہ سورج کو اوڑھے ہوئے اور چاند اوسکے پاؤں تلے اور اوسکے سر پر بارہ ستاروں کا تاج تھا اور وہ حاملہ تھی اور درد سے چلاتی اور جننے کو اینٹھتی تھی پھر ایک اور نشان آسمان پہ

عہ جیسے اَتٰی اَمْرُ اللّٰہِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ یعنی خدا کا عذاب آ گیا پس جلدی اوسکی نہ کرو اور فَقَدْ جَاءَ اَشْرَاطُہَا یعنی قیامت کی علامتیں یقیناً آ گئیں ۔ حالانکہ معلوم ہے کہ بہت سی علامتیں ابتک باقی ہیں عہ یسوع مسیح کا مکاشفہ جو خدا نے اوسے دیا تا کہ اپنے بندوں کو وہ باتیں جن کا جلد ہونا ضروری ہے دکھاوے اور اوس نے اپنے فرشتہ کو بھیجکر اوسکی معرفت اپنے بندے یوحنا پر ظاہر کیا (مکاشفہ یوحنا باب ۱ آیت ۱) ۱۲ منہ عہ خواب مثل خواب رسول اللہ متعلق شجرہ ملعونہ جسمیں کنایات و اشارات مجسم ہو کر دکھائی دیتے ہیں جیسے دشمن سانپ کی صورت میں اور اولاد پھل وغیرہ کی صورت میں عہ حضرت عیسےٰ کے مقرب شاگرد جو اونکے اوٹھائے جانیکے بعد عرصہ تک زندہ رہے عہ نبوت جو بر عایت اولاد کے عورت قرار دیگئی ہے عہ نصرت و حمایت پروردگار عہ عورت کو گھیرے ہوئے تھی عہ حضرت فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا عہ بارہ ستارے ۔ بارہ سردار (ائمہ اہلبیت) ہیں خداوند عالم اپنے خلیل حضرت ابراہیم علےٰ نبینا و علیہ السلام سے ارشاد فرماتا ہے ۔ اے ابراہیم ! اسمٰعیل کے حق میں میں نے تیری (دعا) سُنی دیکھ میں اُسے برکت دونگا اور اوسے برومند کرونگا اور اوسے بہت بڑھاؤنگا اور اوس سے بارہ سردار پیدا ہونگے اور میں اوسے بڑی قوم بناؤنگا (توریت کتاب پیدائش باب ۱۷ ۔ آیت ۲۰)

دیکھائی دیا اور دیکھو ایک بڑا سرخ[1] اژدہا[2] جس کے سات سر[3] اور دس[4] سینگ اور اوس کے سر[5] پر
سات تاج تھے ظاہر ہوا اور اوسکی دُم[6] نے آسمان کے تہائی ستارے[7] کھینچے اور اونھیں زمین[8] پر
ڈالا۔ اور وہ اژدہا اس عورت کے آگے جو جننے پر تھی جا کھڑا[9] ہوا تا کہ جب وہ جنے تو اوس
بچے کو نگل[10] جائے اور فرزند نرینہ[11] جنی جو کہ لوہے کا عصا[12] لیکے سب قوموں پر حکومت کریگا اور
اوس کا لڑکا خدا کے اور اوسکے تخت کے آگے اوٹھالیا[13] گیا۔ اور وہ عورت[14] بیابان[15] میں جہاں اوسکی
جگہ تھی جو خدا نے تیار کی تھی بھاگ گئی تا کہ وہاں ونسے ایک[16] ہزار دو سو ساٹھ دن تک اوسکی پرورش
کرے۔ پھر[17] آسمان پر لڑائی ہوئی میکائیل[18] اور اوسکے فرشتے اژدہے سے لڑے اور اژدہا[19] اور
اوس کے فرشتے لڑے لیکن غالب[20] نہوئے اور نہ آسمان پر اونکی[21] پھر جگہ ملی سو بڑا اژدہا نکالا گیا یعنی وہی
پرانا[22] سانپ جو ابلیس اور شیطان کہلاتا ہے اور جو سارے جہان کو دغا دیتا ہے وہ زمین پر گرایا گیا اور اوسکے
فرشتے بھی اوس کے ساتھ گرائے گئے۔ پھر[24] میں نے ایک بڑی آواز کو آسمان سے یہ کہتے سُنا کہ اب نجات
اور قدرت اور ہمارے خدا کی سلطنت آئی اور اوسکے مسیح کا اختیار بھی کیونکہ ہمارے بھائیوں پر تہمت[25] لگانے والا
جو رات دن ہمارے خدا کے آگے اون پر تہمت لگاتا تھا گرایا گیا اور اونھوں نے برّے[26] کے لہو کے سبب
اور اپنی گواہی کی بات کے باعث اوسکو[27] جیت لیا اور اونھوں نے اپنی جانوں کو مرنے تک عزیز[28] نہ جانا
اس واسطے تم اے آسمانوں اور اون پر کے رہنے والو خوشی کرو افسوس اون پر جو خشکی اور
تری کے رہنے والے ہیں۔ اس لئے کہ ابلیس بڑے غصہ سے تم پاس اوترا کہ وہ جانتا ہے کہ اوسکے لئے
تھوڑی مہلت باقی[29] ہے اور جب اوس اژدہے نے دیکھا کہ میں زمین پر گرایا گیا تو اوس نے اوس

---

۸ خانۂ نبوت کے بارہ ائمہ میں سے چار امام یعنی (۱) حضرت امام حسنؑ کو معاویہ نے (۲) حضرت امام حسینؑ کو یزید نے (۳) حضرت امام زین العابدینؑ کو ولید بن عبدالملک نے (۴) امام محمد باقرؑ کو ہشام بن عبدالملک نے قتل کیا ۹ یعنی کفار قریش کی باطنی خباثت اور دین خدا سے عداوت نے اونکو تیار کر رکھا تھا ۱۰ کہ خادمان دین خدا کو ہلاک کریں جیسا کہ بعد بعثت کے ظاہر ہوا ۱۱ حضرت رسولؐ مبعوث کر دیئے گئے ۱۲ تلوار ۱۳ معراج ہوئی ۱۴ نبوت ۱۵ شعب ابوطالب ۱۶ ۳ برس ۶ مہینے اور حدیثوں میں دو اور تین اور چار سال لکھا ہوا ہے اس لئے منافات نہیں ۱۷ خانۂ نبوت میں جو آسمان عزت و شرافت ہے ۱۸ جناب ابوطالب و دیگر بنوہاشم ۱۹ سردار قریش اور اونکے اتباع سے دربارہ حضرت رسولؐ زبانی نزاع ہوئی ۲۰ قریش مغلوب ہوگئے ۲۱ اور بیت الشرف نبوت سے ذلیل ہو کر نکالے گئے ۲۲ قدیم کفار قریش ۲۳ ذلیل کئے گئے ۲۴ جب حضرت ابوطالب نے حضرت رسول اللہؐ کو علانیہ تبلیغ و ترویج دین خدا کی اجازت دیدی

۱ خونی ۲ قبیلہ کفار قریش جن کے افسر حضرت عمر تھے وہ خود بیان کرتے ہیں کہ کنت اشد الناس علی رسول اللہ یعنی حضرت رسول کے فکر قتل اور ایذا رسانی میں بہ نسبت دوسروں کے میں زیادہ سخت تھا (تاریخ الخلفاء حصہ چہارم مجیدی کانپور و ازالۃ الخفاء فارسی ص ۲۲۳ مقصد اول سطر ۲۱) اور بعد حضرت رسولؐ کے اہلبیت کے حق میں سخت تھے (دیکھو قصہ سقیفہ و مراثی شریں) ۳ تینوں خلفا اور معاویہ اور یزید اور عبداللہ بن زبیر اور مروان ۴ عتبہ بن ربیعہ شیبہ بن ربیعہ ابوالبختری بن ہشام

عورت کو جو فرزند نرینہ جنی تھی ستایا[۴۱] اور اوس عورت کو بڑے عقاب کے دو پر دیئے گئے تاکہ وہ اوس سانپ کے سامنے سے بیابان[۴۲] کو اپنے مقام تک اڑ جائے جہاں ایک[۴۳] زمان اور دو زمان اور نیم زمان تک اوسکی پرورش (حفاظت) مقرر کیگئی۔ پھر اوس سانپ نے اپنے منہ[۴۴] سے پانی ندی کے مانند اوس عورت کے پیچھے بہایا تاکہ ایسا ہوئے کہ اوسے ندی بہا لیجائے۔ پر زمین[۴۵] نے اوس عورت کی مدد کی کہ زمین نے اپنا منہ کھولا اور اوس ندی کو جو اژدہے نے اپنے منہ سے بہائی تھی پی لیا اور اژدہا عورت پر غصہ ہوا اور اوسکی باقی اولاد[۴۶] سے جو خدا کے حکم مانتے اور یسوع مسیح کی گواہی[۴۷] رکھتے ہیں لڑنے[۴۸] گیا (انجیل۔ یوحنا کا مکاشفہ باب ۱۲ صفحہ ۲۴۳)

واضح رہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے شاگرد یوحنا کی مندرجہ بالا تقریر حضرت سرور عالم اور اونکی اولاد امجاد کے واقعات سے پوری پوری مطابق ہے جو نہ تو سوا ان حضرات کے کسی دوسرے پر مطابق ہو سکتی ہے اور نہ یوحنا کے بعد سوا ان حضرات کے یہ واقعات کسی دوسرے کے لئے درپیش ہوئے مکاشفہ کی باقی ماندہ تقریر سے جو نیچے لکھی جارہی ہے ہمارے اس بیان کی مزید تائید ہو جائیگی اور یقین ہو جائیگا کہ اس مکاشفہ میں سوا ان حضرات اور انکے دشمنوں کے کوئی دوسرا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۰) ۲۵ حضرت سرور عالم کو ساحر کاذب۔ مجنون کہنے والے ۲۶ شہادت حسین ۲۷ میدان دین خدا کو ۲۸ حضرت رسول لڑائیاں لڑنے پر آمادہ ہو گئے ۱۲ ارحت حسین (یہ واقعات مشہور اور تاریخی ہیں اس لئے صرف اشارہ کافی ہے) ۲۹ کیونکہ حضرت ابوطالب جو سرپرست تھے اونکا انتقال ہو گیا اور حضرت کے پیرو بھی ابھی کم تھے ۱ طرح طرح سے ستایا کوڑا اڈالدیتے تھے راہ پر کانٹا ڈالدیتے تھے نماز کی حالت میں اونٹ کا معدہ اور آنت وغیرہ اوپر ڈالتے تھے یہاں تک کہ شب ہجرت قتل پر آمادہ ہو گئے ۲ غار ثور میں بارادہ ہجرت ۳ جہاں ساڑھے تین دن قیام کیا ۴ پانی ندی کے مانند۔ بنو امیہ اور اونکے اعوان ہیں پھر اوس (فرشتہ) نے مجھ سے کہا کہ وہ پانی جو تو نے دیکھے وہ ۱۵ امتیں اور گروہ اور قومیں اور اہل زبان (عرب) ہیں (مکاشفۂ یوحنا باب ۱۷۔ آیت ۱۵) ۶ باقی اولاد مسیح کی گواہی رکھنے والے۔ خدا کے سچے فرمانبردار اور خلق کے ہادی ائمہ اہلبیت ہیں یوحنا بیان کرتے ہیں کہ میں اوس (فرشتہ) کے پاؤں پر (جو خواب دکھا رہا تھا) اوسے سجدہ کرنے کو گرا اور اوس نے مجھ سے کہا کہ خبردار ایسا نہ کر کہ میں تیرا اور تیرے اون بھائیوں (ائمہ اہلبیت) کا جنکے پاس یسوع مسیح کی گواہی ہے ہم خدمت ہوں (معرفت و عبادت پروردگار اور ہدایت خلق میں) مکاشفہ باب ۱۹ آیت ۱۰ (اے محمد) تیرے بیٹے (داماد اور اونکی اولاد) تیرے باپ دادوں (اسمعیل و ابراہیم علیہم السلام وغیرہ) کے قائم مقام ہونگے اور تو اونھیں تمام زمین کا سردار مقرر کریگا (زبور ۴۵ آیت ۱۶)

۵۵ اور ذوالفقار حیدری نے اس دری میں آگ لگادی

۵۵ طرح طرح سے ایذا رسانی اور قتل و غارت کرنے لگے ۱۲

مقصود نہیں ہوسکتا بقیہ حصہ مکاشفہ کا یہ ہے ۔ اور میں نے ایک حیوان[لہ] کو سمندر[لہ] میں سے نکلتے ہوئے دیکھا اوس کے دس سینگ[لہ] اور سات سر[لہ] تھے اور اوسکے سینگوں پر دس تاج اور اوسکے سروں پر کفر[لہ] کے نام لکھے ہوئے تھے اور جو حیوان میں نے دیکھا اوسکی شکل تیندوے[لہ] کی سی تھی اور پانوں[لہ] ریچھ کے سے اور منہ[لہ] ببر کا سا اور اوس اژدہے[لہ] نے اپنی قدرت[لہ] اور اپنا تخت

لہ عبدالملک اس کا قوی ثبوت آخر میں آئیگا سہ دریائے کفر جس کا پانی مثل ندی کے بہایا گیا یعنی کفار عرب قریش وغیر قریش سو وہ سات سر اور دس سینگ ۔ اٹھارہ بادشاہ بنوامیہ ہیں میں اوس عورت (یعنی ...) اور اوس حیوان (عبدالملک) کا جس پر وہ (عورت) سوار ہے (یعنی مسلط ہے اور وہ حیوان بظاہر اپنے کو اوسکا تابع بتاتا ہے ۔ جیسا کہ مہادیو کے بیان میں صـ۴۳ میں گذرا کہ ظاہر میں مہاتما کے دین میں رہیں گے) اور جس کے سات سر اور دس سینگ ہیں تجھے بھید بتاتا ہوں (مکاشفہ باب ۱۷ آیت ۷) یہی موقع ہے اوس ذہن کا جس میں حکمت ہے وہ ساتوں سر سات پہاڑ ہیں جن پر وہ عورت بیٹھی ہوئی ہے اور وہ سات بادشاہ بھی ہیں (مکاشفہ باب ۱۷ آیت ۹) اور جو حیوان (عبدالملک) پہلے تھا اور اب نہیں وہ آٹھواں ہے اور اون ساتوں میں (مروان) سے پیدا ہوا اور ہلاکت میں پڑیگا اور وہ دس سینگ جو تو نے دیکھے دس بادشاہ ہیں (مکاشفہ باب ۱۷ آیت ۱۱) ان سب کی ایک ہی رائے ہوگی اور وہ اپنی قدرت اور اختیار اوس حیوان کو دینگے وہ برّے سے (اوس کا دین مٹانے کے لئے) لڑینگے اور برّہ (اپنے دین کی حفاظت میں) اون پر غالب آئیگا کیونکہ وہ خداوندوں کا خدا اور بادشاہوں کا بادشاہ ہے اور جو بلائے ہوئے اور برگزیدہ اور وفادار (یعنی شیعہ) اوس (برّہ یعنی حسینؑ) کے ساتھ ہیں وہ بھی (اپنے دین کی حفاظت میں) غالب آئیں گے ۔ پھر اوس (فرشتہ) نے مجھ سے کہا کہ جو پانی تو نے دیکھے جن پر کسبی بیٹھی ہوئی ہے وہ امتیں اور گروہ اور قومیں اور اہل زبان (عرب) ہیں اور جو دس سینگ تو نے دیکھے وہ اور حیوان (عبدالملک اوس کسبی (نبوت) سے عداوت رکھیں گے اور اوسے بیکس اور (خلعت عزت و سلطنت سے) ننگا کردینگے اور اوس کا گوشت کھاجائیں گے (یعنی کمزور کردینگے) اور اوسکو آگ میں جلائیں گے ۔ کیونکہ (اونکا) خدا (شیطان) اون (دسوں) کے دلوں میں یہ ڈالیگا کہ وہ اوسی (حیوان) کی رائے پر چلیں اور جب تک خدا کی باتیں پوری نہ ہولیں وہ متفق الرائے ہوکر اپنی بادشاہت اوس حیوان کو دے دیں گے (یعنی اوسکی روش اور خواہش کو پوری کریں گے) اور وہ عورت جسے تو نے دیکھا وہ بڑا شہر (شہر علم انا مدینۃ العلم) ہے جو زمین کے بادشاہوں پر حکومت کرتا ہے (مکاشفہ باب ۱۷ آیت ۱۲ لغایت ۱۸)

ھہ یعنی صاحب ریاست و حکومت سہ یعنی خدا کی نافرمانی ےہ یعنی بدخلق اور خونریز اور بدمزاج مثل تیندوے کے اپنے مرنے کے وقت اپنے بیٹے ولید کو ہدایت کی کہ تیری بیعت سے جو انکار کرے اوسکو قتل کرنا ۔ اور نیز یعنی تیندوے کا چمڑا پہن لینا (یعنی مثل تیندوے کے درندہ بن جانا (تاریخ الخلفا حال عبدالملک) اور ظاہر ہے کہ جو شخص ولید کو تیندوا بننے کی ہدایت کرے وہ خود کیونکر نہ بنا ہوگا درحالیکہ ایک لاکھ بیس ہزار مسلمانوں کو جنمیں صحابہ بھی تھے گھیر کر قتل کرایا ۱۲ راحت حسین
شہ زخم ڈالنے والے ۱۲

ھہ گندہ جس طرح شیر گندہ دہنی میں مشہور ہے عبدالملک بھی اوسی طرح مشہور ہے یہاں تک کہ اگر مکھی بھی اسکے منہ کے سامنے جاتی تھی تو شدت بدبو سے مرجاتی تھی ۱۲ نہ دلیش لہ قتل و خونریزی و قساوت قلبی ۱۲

اور بڑا اختیار[۱] اوسے دیدیا اور میں نے اوس کے سروں میں سے ایک[۲] پر گویا زخم کاری[۳] لگا ہوا

دیکھا مگر اوس کا زخم کاری اچھا[۴] ہوگیا اور[۵] ساری دنیا تعجب کرتی ہوئی اوس حیوان کے پیچھے پیچھے ہولی

اور چونکہ اوس اژدہے نے اپنا اختیار اوس حیوان کو دے دیا تھا۔ اس لئے اونھوں نے اژدہے

کی پرستش[۶] کی اور اوس حیوان کی بھی یہ کہکر پرستش کی کہ اس حیوان کی مانند کون ہے کون اوس سے

لڑسکتا ہے اور بڑے[۷] بول بولنے اور کفر بکنے کے لئے اُسے ایک منہ دیا گیا اور اوس نے خدا کی نسبت

کفر بکنے کے لئے منہ کھولا کہ اوسکے نام اور اوس کے خیمے یعنی آسمان[۸] کے رہنے والوں کی نسبت کفر بکے

اور اوسے یہ اختیار دیا گیا کہ مقدسوں[۹] سے لڑے اور اون پر غالب آئے اور اوسے ہر قبیلہ اور امت

اور اہل زبان اور قوم پر اختیار دیا گیا اور زمین کے وہ سب رہنے والے جن کے نام اوس برّے[۱۰]

کی کتاب حیات[۱۱] میں لکھے نہیں گئے جو بنائے[۹] عالم کے وقت سے ذبح ہوا ہے۔ اوس حیوان کی

پرستش کرینگے۔ پھر میں نے ایک اور حیوان[۱۰] کو زمین میں سے نکلتے ہوئے دیکھا۔ اوس کے

برّے کے سے دو سینگ[۱۱] تھے اور اژدہے کی طرح[۱۲] بولتا تھا۔ اور یہ پہلے حیوان[۱۳] کا سارا اختیار

اوس کے سامنے کام[۱۴] میں لاتا تھا اور زمین اور اوسکے رہنے والوں سے اوس پہلے حیوان[۱۵] کی پرستش

عـه جاحظ نے کہا کہ عبدالملک قریش کا نیزہ اور تلوار تھا خیالات اور ارادوں میں (عقد الفرید جلد ۳ ذکر حجاج)

عـه یعنی معویہ نے بحیلہ و تدبیر حضرت امام حسنؑ کو زہر دلوا کر سلطنت کو واپس لیا جس پر اوس کے پیرو تعجب کرتے تھے اور

ہوشیاری سمجھے تھے ۱۲ ۸ـه عبدالملک قرآن تلاوت کر رہا تھا کہ خلافت کی خوش خبری اوسکو دیگئی تو قرآن سے کہ یہ دین و ایمان

سے خطاب کرکے کہا کہ ہم اور تم یہ آخری ملاقات ہے (تاریخ الخلفا) احکام خدا بیان کرنے سے لوگوں کو منع کر دیا (تاریخ الخلفا) کہا کہ جو ہم کو خدا سے ڈرنے کا حکم کریگا اوسکو قتل

کرینگے ولید سے کہا کہ میرے بعد تلوار کاندھے پر رکھے رہنا جو مقابل ہو اوس کو قتل کرنا اور جو مقابل نہ ہوگا وہ اپنے درد دل سے خود

ہی مرجائیگا۔ حجاج قصر عبدالملک کے طواف کو قبر رسولؐ کے طواف سے بہتر جانتا تھا حضرت رسولؐ کو گلی ہوئی ہڈیاں کہا کرتا تھا۔

(عقد الفرید جلد ۳) ۱۲ منہ ۹ـه علم پروردگار میں اور حضرت آدمؑ سے لیکر حضرت سرور عالمؐ تک اکثر انبیاء کو اسکی خبر دیگئی

اور وہ روئے ۱۰ـه حجاج بن یوسف ثقفی ۱۱ـه یعنی اسکی قساوت اور خباثت اس کے اگلوں اور پچھلوں کی نسبت

دُہری تھی چنانچہ جس قدر بندگان خدا کو اس نے قتل کیا اور ستایا دوسروں نے نہ کیا اسی وجہ سے گذشتہ بیان میں

دوسروں کو ایک ایک سینگ قرار دیا ہے اور اس کے لئے دو سینگ ۱۲ـه یعنی آوازہ اس کا بہت ہیبتناک تھا۔

۱۳ـه عبدالملک بن مروان ۱۴ـه یعنی سلطنت عبدالملک کے کل اختیارات کو پورا پورا صرف کرتا تھا حالانکہ والی

اور محکوم تھا اسی وجہ سے دس تاجداروں میں اسکو بھی شمار کیا ہے ۱۲ ۱۵ـه عثمان

۱ـه یعنی عثمان بد
۲ـه یعنی مارا گیا اور سلطنت بنوامیہ کے ہاتھ سے نکل گئی ۳ـه یعنی سلطنت پھر بنوامیہ کے ہاتھوں میں آگئی ۴ـه بیہوش ہوگئے
۵ـه اولیاء خدا اور اولاد امجاد حضرت سرور عالمؐ
۶ـه حضرت امام حسینؑ
۷ـه حیات یعنی دین و مذہب کی فہرست میں نہیں ہیں وہ ۱۵ اوسکی پیروی کرینگے اور وجود اگلی ہیں اون کا پیرو حیوان مذکور نہ ہونا واضح ہے

۸ـه حیات ایمان کے معنی میں اور موت کفر و بے دینی کے معنی میں قرآن میں استعمال کیا گیا ہے ۱۲

کراتا تھا جس کا زخم کاری اچھا ہوگیا تھا اور وہ بڑے بڑے نشان[ل] دیکھاتا تھا۔ یہاں تک کہ آدمیوں کے سامنے آسمان سے زمین پر آگ[ک] نازل کردیتا تھا۔ اور زمین کے رہنے والوں کو اون نشانوں[ک] کے سبب سے جن کے اوس حیوان کے سامنے دیکھانے کا اوسکو اختیار دیا گیا تھا اس طرح گمراہ کردیتا تھا کہ زمین کے رہنے والوں سے کہتا تھا کہ جس حیوان کے تلوار لگی تھی اور وہ زندہ ہوگیا اوس کا بُت بناؤ۔ اور اوسے اوس حیوان کے بُت میں روح[ک] پھونکنے کا اختیار دیا گیا تاکہ وہ حیوان کا بُت بولے بھی اور جتنے لوگ اوس حیوان کے بت کی پرستش نہ کریں اونکو قتل[ہ] بھی کرائے۔ اور اوس نے سب[ل] چھوٹوں بڑوں دولتمندوں اور غریبوں آزادوں اور غلاموں کے دہنے ہاتھ یا اون کے ماتھے پر ایک ایک چھاپ کرادیا تاکہ اوس کے سوا جس پر نشان یعنی اوس حیوان کا نام یا اوس کے نام کا عدد ہو۔ اور کوئی[ک] خرید فروخت نہ کرسکے۔ حکمت کا یہ موقعہ ہے جو سمجھ رکھتا ہے وہ اس حیوان کا عدد گن لے کیونکہ وہ آدمی کا عدد ہے اور اوس کا عدد چھ[ک] سو چھیاسٹھ ہے (مکاشفہ یوحنا باب ۱۳ صفحہ ۲۴۴) واضح ہو کہ ہم نے اس مکاشفہ کی شرح بنظر اختصار اور پھر اس خیال سے کہ جو مضامین اس میں بیان کئے گئے ہیں مشہور ہیں۔ تھوڑی لکھی ہے۔ جو صاحب تفصیل کے خواہاں ہوں کتاب تصدیق الاسلام مصنفہ جناب مولوی سید حمزہ علی صاحب رئیس امروہہ کو لاحظہ کریں۔ چونکہ میں نے شرح مکاشفہ میں اون کے بیانات سے مضامین بہت کم لئے ہیں اس لئے میرے اور اون کے بیان میں کسی قدر اختلاف ضرور ہے لیکن واقعات مندرجہ مکاشفہ کو اونھوں نے بہت مفصل لکھا ہے ہاں چند امر لائق بیان ہیں ایک یہ کہ اس مکاشفہ میں جہاں جہاں لفظ حیوان مذکور ہے اوس سے ہر وہ شخص مقصود ہے جس نے انسانی صفات یعنی خداشناسی اور خداترسی چھوڑ کر بہیمیت اور درندگی اختیار کی ہو۔ اسی وجہ سے ایک جگہ ایک شخص مقصود ہے اور دوسری جگہ دوسرا شخص اور تیسری جگہ تیسرا شخص دوسرے یہ کہ اس مکاشفہ کے پہلے ٹکڑے کے ابتدا میں سرخ اژدہے سے خونی اور خونریز قریش کو مراد لیا ہے اور اوس کے لئے سات سر تاجدار یعنی بادشاہ اور دس سینگ غیر تاجدار قرار دیا ہے۔

---

[۵] حجاج صحابہ اور تابعین اور عام لوگوں سے پوچھتا تھا کہ تم مومن ہو یا کافر یعنی عبد الملک کی مخالفت کو سبب کفر سمجھتے ہو یا سبب ایمان پس جو شخص مخالفت کو سبب کفر بتاتا تھا اوس کو رہا کردیتا تھا اور جو سبب ایمان بتاتا تھا اوسکو قتل کرتا تھا (عقد الفرید جلد ۳ ذکر حجاج صفحہ ۲۵۶)

[ل] جو لوگوں کے ہاتھوں اور گردنوں پر لگایا تھا (تاریخ الخلفاء)

[۲] جنگ عبد اللہ بن زبیر میں منجنیق نے کعبہ پر آگ برسائی

[۳] جو لوگوں کے ہاتھوں اور گردنوں پر لگائے گئے تھے

[۴] یعنی اوسکی سلطنت کو زندہ کرے اور اوس کے نام کو بلند کرے ۱۲ راحت حسین

[۶] اہل مدینہ صحابہ اور غیر صحابہ سب کی توہین کی اور سب کو مبتلائے مصائب کیا اونکے ہاتھوں اور گردنوں پر مہر کرایا

[۸] یہ عدد عبد الملک بن مروان بن حکم کا ہے

جناب...

اون سروں سے مقصود وہ لوگ ہیں جو زمانہ کفر قریش میں سن رسیدہ اور معمر تھے اور بادشاہ ہونے والے
تھے اور سینگوں سے مقصود وہ لوگ ہیں جو بادشاہ ہونے والے نہ تھے لیکن حضرت سرور عالم اور
اونکی اولاد امجاد کے سخت دشمن تھے اور دوسرے ٹکڑے کے ابتدا میں ایک شخص کو حیوان سے تعبیر
کیا ہے جس سے عبدالملک ابن مروان مقصود ہے جسکی توضیح عنقریب آئیگی اور اوس کے لئے سات سر
اور دس سینگ تاجدار قرار دیا ہے۔ ان سات سروں سے تو وہی مقصود ہیں جو پہلے مذکور ہوئے
اور دس سینگوں سے وہ دس خلفاء مقصود ہیں جو عبدالملک کے بعد بادشاہ ہوئے اور آسمان عزت
یعنی خانہ نبوت کے ایک تہائی ستاروں یعنی چار اماموں کو قتل کیا تیسرے یہ کہ اس حیوان کے
نام کا عدد چھ سو چھیاسٹھ بتایا ہے اور اوس کے سمجھنے کو سمجھداروں کی سمجھ پر چھوڑا ہے اور
تاریخ کی کتابیں اس امر پر بہتر شاہد ہیں کہ حضرت سرور عالم اور اونکی اولاد امجاد سے کسی غیر
قریش[سہ] اور غیر مسلم بادشاہ نے مستقلاً نہ عداوت کی نہ ستایا نہ قتل کیا اس لئے یقیناً وہی لوگ
مقصود ہونگے جنھوں نے یہ نالائق حرکتیں کیں۔ اس حیوان کے سروں میں سے ۱ معاویہ
نے حضرت امام حسن علیہ السلام کو زہر دلوایا اور خبر شہادت سنکر سجدہ شکر کیا اور ۲ یزید نے حضرت
امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا۔ اور اوسکے سینگوں میں سے ۱ اسکے بیٹے ولید نے حضرت
امام زین العابدین علیہ السلام کو شہید کیا اور ۲ اسکے دوسرے بیٹے سلیمان نے حضرت امام باقر
علیہ السلام کو شہید کیا اور ان حضرات کو ستانے اور ایذا دینے میں اس کے سر اور سینگ اپنے کفر
اور زبانی اسلام کے زمانہ میں سب کے سب شریک رہے۔ دیکھو کتب تواریخ سنی و شیعہ
وکتب احادیث فریقین۔ پس جب یہ معلوم ہو گیا کہ ان حضرات کے دشمن مسلمان ہی بادشاہ تھے
تو اب تم خود تلاش کر لو کہ وہ اٹھارہ بادشاہ کون گذرے ہیں جو اپنے کو مسلمان سمجھتے تھے جنمیں سے
ایک کے نام کا عدد ۶۶۶ چھ سو چھیاسٹھ ہے اور سات بادشاہ اوسکے قبل گذرے ہیں اور دس
اوسکے بعد اور اپنے کفر اور زبانی اسلام دونوں ہی زمانہ میں حضرت سرور عالم اور اونکی اولاد
امجاد کی دل آزاری میں سب کے سب ایک روش پر چلے ہیں اگرچہ اس ظالمانہ حرکت میں بنو عباس
بھی تیمی اور عدوی اور بنو امیہ کے شریک رہے ہیں لیکن چونکہ اس کا سنگ بنیاد پہلے پہل تیمی اور عدوی
سر نے رکھا اور بنو امیہ نے اوس عمارت کو پورا اور مضبوط کیا اس لئے نگاہ پروردگار میں یہی
لوگ زیادہ تر لائق ذکر ٹھہرے اور بنو عباس تابع صرف ہونے کی وجہ سے حکم تبعیت میں رکھے
گئے کیونکہ تابع کا فعل درحقیقت متبوع اور حاکم کا فعل سمجھا جاتا ہے چوتھے یہ کہ وہ حضرات

[سہ] گو بعض یہودی غیر قریشی بھی حضرت سرور عالم سے لڑے تھے لیکن محرک اور اصل منشاء اوس جنگ کا قریش ہی تھے ۱۲ منہ

خوب واقف ہیں جو علم رجال اور علم انساب سے اطلاع رکھتے ہیں کہ دنیا میں بہت سے لوگ ایسے
گذرے ہیں جن کا نام مع اون کے باپ کے نام کے دوسروں میں مشترک پایا جاتا ہے۔ لیکن
تین طبقے تک کے نام کی شرکت یا تو معدوم ہے یا شاذ و نادر اور نام سے شناخت مطلوب ہوتی
ہے۔ پس درحقیقت نام وہی ہے جو پہچنوا دے اور شرکت اور شبہ کو رفع کردے اس واسطے
اس مکاشفہ میں خود حیوان اور اوس کے باپ اور دادا تینوں کے نام کو بمنزلہ ایک نام کے قرار دیکر
اوس کا عدد ۶۶۶ بتایا ہے جسکی تفصیل یہ ہے:-

میزان	حکم	بن	مروان	بن	الملک	عبد
۶۶۶		۵۲	۲۹۷	۵۲	۱۲۱	۷۶

واضح رہے کہ لفظ ابن
جب دو لفظوں کے درمیان میں واقع ہوتا ہے تو اوس کا الف گر جاتا ہے اور گر جانے کے
بعد شمار میں نہیں آتا۔ پانچویں یہ کہ اس مکاشفہ میں لفظ حیوان سولہ مرتبہ مذکور ہوا ہے۔ ان میں سے
ساتویں حیوان سے حجاج بن یوسف ثقفی مقصود ہے اور نویں۔ گیارہویں۔ بارہویں تیرہویں
سے تیسرا یعنی خلیفہ عثمان اور باقی کل حیوانوں سے عبد الملک۔ اور حجاج انھیں دونوں کی
پرستش کرانے میں کوشاں تھا اور جو شخص اطاعت نہ کرتا تھا اوس کو قتل کرتا تھا چنانچہ عثمان کے
متعلق عطار بن سائب بیان کرتے ہیں کہ ہم اور ابو البختری بیٹھے ہوئے تھے اور حجاج خطبہ
پڑھ رہا تھا تو اوس نے اپنے خطبہ میں بیان کیا کہ عثمان مثل حضرت عیسٰے کے ہیں جن کے حق میں
خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ ہم تمہاری روح قبض کرینگے اور اپنے پاس اوٹھالیں گے اور کافروں
کے الزام (غصب مال بیت المال) سے پاک کریں گے اور تمہاری پیروی کرنے والوں کو ہمیشہ
کے لئے کافروں (یعنی تمہارے مخالفوں) پر بڑھا ہوا رکھیں گے"۔ تو ابو البختری نے کہا کہ قسم
ہے مالک کعبہ (یعنی خدا) کی کہ یہ کفر بک گیا (عقد الفرید جلد ۳ ذکر کفر حجاج صفحہ ۲۵۴) اور
عبد الملک کے متعلق ربیع بیان کرتے ہیں کہ حجاج نے ایک مرتبہ لوگوں سے کہا کہ وائے
ہو تم پر یہ بتاؤ کہ تمہارا خلیفہ اور جانشین تمہارے نزدیک زیادہ عزت رکھتا ہے یا تمہارا قاصد
پیغامبر چٹھی رسان (مطلب اوس کا یہ تھا کہ حضرت سرور عالم خداوند عالم کے قاصد اور پیغامبر
ہیں اور عبد الملک خدا کا خلیفہ اور جانشین۔ اس واسطے خدا کے نزدیک عبد الملک حضرت سرور
عالم سے معاذ اللہ افضل ہے) ربیع کہتے ہیں کہ ہم نے اوس کا یہ مطلب سمجھا اور اوس سے کہا
کہ ہم خدا سے عہد کرتے ہیں کہ تیرے پیچھے نماز نہ پڑھیں گے اور اگر کسی کو تجھ سے لڑتا ہوا دیکھینگے
تو اوس کے ساتھ تجھ سے لڑیں گے۔ چنانچہ دیر جماجم[1] میں اوس سے لڑے اور قتل کئے گئے۔

[1] جماجم جمع ہے جمجمہ کی اور جمجمہ لکڑی کے پیالے کو کہتے ہیں جو کوفہ سے سات فرسخ پورب ایک موضع میں بنا کرتا تھا اسی وجہ اوس کو دیر جماجم کہتے ہیں ۱۲ منہ

(عقد الفرید جلد ۳ ذکر کفر حجاج صفحہ ۲۵۵) چھٹیں یہ کہ دو حیوان یعنی عبدالملک اور حجاج کی کج رفتاریوں کے متعلق اس مکاشفہ میں بعض چیزیں خصوصیت سے ذکر کی گئی ہیں۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کچھ مختصر حالتیں ان دونوں کی ذکر کر دی جائیں۔

عبدالملک کے افعال شنیعات اور ناملائم حرکتیں

۱۔ جس وقت اس کو خلافت کی خوش خبری دیگئی اوس وقت قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول تھا خوش خبری سنکر قرآن سے خطاب کرکے کہا کہ یہ میری اور تیری آخری ملاقات ہے (تاریخ الخلفاء حال عبدالملک واخبار الدول حال عبدالملک) ۲۔ اور لوگوں کو حکم دیا کہ کوئی شخص میرے سامنے کلام نہ کرے۔ (تاریخ الخلفاء) ۳۔ اور اسلام میں پہلا شخص ہے جس نے لوگوں کو حکم خدا بیان کرنے سے روکا (تاریخ الخلفاء) ۴۔ یزید نے جب عبداللہ بن زبیر سے جنگ کے لئے فوج بھیجی تو اوس نے کہا کہ اگر تمام اہل زمین اوس کے قتل پر اتفاق کریں تو خدا اون سب کو منہ کے بھل جہنم میں ڈالیگا اور جب خود بادشاہ ہوا تو فوج بھیجکر ابن زبیر کو خود ہی قتل کیا اور خانہ کعبہ کو خراب و برباد کیا (تاریخ الخلفاء واخبار الدول و تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۱۳۶ حال عبدالملک) ابن زبیر کی نعش یہودیوں کے قبرستان میں پھینکدی گئی (تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۱۳۹ بروایت مسلم) اور لوگ اوسکے نماز جنازہ سے روک دیئے گئے آخر اوسکی ماں نے نماز جنازہ پڑھی (کامل بحوالہ بالا) ۵۔ خونریزی پر بہت حریص اور مائل تھا (تاریخ الخلفاء) ۶۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو کئی مرتبہ طوق و زنجیر میں جکڑ کر مدینہ سے شام میں طلب کیا (روضۃ الصفاء وشواہد النبوۃ) ۷۔ حضرت علی علیہ السلام سے اس قدر عداوت رکھتا تھا کہ اون کے نام اور کنیت کا آدمی اپنی فوج میں رہنے دینا پسند نہیں کرتا تھا (تاریخ کامل جلد ۵ صفحہ ۳) ۸۔ اس کے جتنے عامل تھے مثل اسی کے سب ظالم اور جابر تھے (اخبار الدول) ۹۔ اس نے بے حد خونریزی کی اور بہت سے افعال بد کئے (میزان الاعتدال امام ذہبی حال عبدالملک) ۱۰۔ اسلام میں پہلا غادر یہی ہے (تاریخ الخلفاء) غدر کرنا نفاق کی پہچان ہے (بخاری ذکر علامات نفاق) ۱۱۔ مرتے وقت اپنے بیٹے ولید کو وصیت کی کہ جو لوگ تیری بیعت قبول نہ کریں اونکو قتل کرنا اور حجاج کو آزاد رکھنا کیونکہ وہ تیرا قوت بازو ہے۔ اور تیندوے کی کھال پہن لینا یعنی درندہ بنکر رہنا (تاریخ الخلفاء حال عبدالملک) ۱۲۔ حجاج نے اپنے ایک خط میں خلیفہ کو ملائکہ اور انبیاء و مرسلین سے افضل ٹھہرایا تھا مقصود اوس کا یہ تھا کہ تو ان لوگوں سے افضل ہے تو وہ مضمون اسکو بہت پسند آیا اور کہنے لگا کہ اگر کوئی خارجی میرے پاس موجود ہوتا تو میں اپنی فضیلت کے ثبوت

دو حیوانوں کے تشنیعات اور مظالم

سلہ واضح رہے کہ ان خلفاء جور اور انکے عاملوں کے ہاتھوں سے زیادہ تر مسلمان اور اولاد حضرت سرور عالم ہی مارے گئے ہیں ۱۲ الحسینی

یں اسی خط کو پیش کرتا (عقد الفرید جلد ۳ حال حجاج ص۲۵۵ یادگرو مکاشفہ کا مضمون کڑبڑے بول بولنے اور کفر بکنے کے لئے اُسے ایک منہ دیا گیا ہے ۱۳ اسکے صرف ایک مقرب عامل یعنی حجاج نے علاوہ اون لوگوں کے جن کو لڑائیوں میں مارا ایک لاکھ بیس ہزار مسلمانوں کو گھروں میں سے گرفتار کراکر قتل کیا بہتیروں کو زندہ دیواروں میں چنوادیا اور اسکے مرنے کے بعد تیس ہزار مرد اور بیس ہزار عورتیں اسکے قیدخانہ سے نکالے گئے (تاریخ الخلفاء حال عبد الملک) اور عبد الملک اوسکی ان خونریزیوں پر راضی اور خوشنود رہا بلکہ اپنے آخر وقت اپنے بیٹے ولید کو وصیت کی کہ حجاج کو آزاد رکھنا اور اسکے حق میں کسی کی شکایت نہ سننا کیونکہ اسی نے تیرے لئے سلطنت کو مضبوط کیا ہے (تاریخ الخلفاء حال عبد الملک) یادکرو مضمون مکاشفہ کہ اور یہ پہلے حیوان کا سارا اختیار اوس کے سامنے کام میں لاتا تھا۔ یعنی پہلا حیوان اس دوسرے حیوان کے کل مظالم پر راضی تھا بلکہ وہ مظالم اسی کے حکم سے تھے۔

حجاج کے مظالم اور کفریات

۱ عبد الملک نے حجاج سے کہا کہ ہر شخص کو اپنا عیب معلوم ہے تو اپنا عیب بیان کر تو اوس نے جواب دیا کہ میں ضدی اور حسدی اور کینہ ور ہوں۔ تو عبد الملک نے کہا کہ شیطان کے عیوب اس سے بدتر نہیں ہیں (عقد الفرید جلد ۳ ص۲۵۴ حال حجاج) ۲ اس نے لوگوں کو حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ کے قبر مبارک اور منبر کا طواف کرتے ہوئے دیکھا تو کہا کہ یہ سب لکڑیوں اور گلی ہوئی چند ہڈیوں کا طواف کر رہے ہیں (عقد الفرید بہ نشان بالا وحجج الکرامۃ صدیق حسن خان فصل ۱۱ باب قرب قیامت ص۱۹۶ واخبار الدول حال حجاج) ۳ عبد اللہ بن عباس صحابی بیان کرتے ہیں کہ اس نے ایک خط عبد الملک کو لکھا جس میں یہ لکھا تھا کہ خدا کے نزدیک خلیفہ مقرب فرشتوں اور انبیاء اور پیغمبروں سے افضل ہوتا ہے مقصود اس کا یہ تھا کہ عبد الملک حضرت سرور عالم سے افضل ہے ۴ ایک دوسرے خط میں ایک جگہ اوسکو فرشتہ لکھا تھا اور دوسری جگہ نبی اور تیسری جگہ خلیفہ ۵ ایک مرتبہ لوگوں سے کہا کہ واے ہو تم پر یہ نہیں جانتے کہ خلیفہ خدا کے نزدیک رسول سے افضل ہوتا ہے۔ ۶ ایک شخص سے پوچھا کہ تو کس کے دین پر ہے اوس نے جواب دیا کہ دین حضرت ابراہیم علیہ السلام پر۔ پس حکم دیا کہ اس کو قتل کر دو وہ قتل کیا گیا۔ سعید بن جبیر سے جو تابعی مشہور اور فقہاء اہلسنت سے تھے پوچھا کہ تم کافر ہو یا مومن اونھوں نے جواب دیا کہ جب سے ہم خدا پر ایمان لائے کبھی کفر اختیار نہیں کیا پس اس نے اونکو قتل کرا دیا (آخری چاروں نمبر عقد الفرید جلد ۳ ص۲۵۵ تا ۲۵۷ میں ہیں)

ے اس نے ایک لاکھ بیس ہزار مسلمانوں کو اپنے گھر میں قتل کرایا اور اسکے مرنے کے بعد پچاس ہزار قیدی اسکے بے چھت کے قید خانہ سے نکالے گئے (تاریخ الخلفاء حال عبد الملک و تاریخ کامل جلد ۴ صـ ۲۲۳ و روضۃ الصفاء صـ ۶۲۹ و عقد الفرید جلد ۳ صـ ۲۵۴) ۸ ایک مرتبہ مدینہ منورہ سے باہر نکلتے وقت یہ کہتا ہوا نکلا کہ خدا کا شکر ہے کہ ہم اس خبیث شہر (مدینہ منورہ) سے باہر آئے اگر عبد الملک کے خطوط نہ آیا کرتے تو ہم اس شہر کو گدھے کے پیٹ کی طرح ویرانہ بنا دیتے چند لکڑیاں ہیں یا گلی ہوئی ہڈیاں جسے لوگ منبر رسول کہتے ہیں یا قبر رسول (تاریخ کامل جلد ۴ صـ ۱۳۹) یہ کل باتیں صاف بتا رہی ہیں کہ یہ شخص منافق تھا۔ خلیفہ عمر بن عبد العزیز نے بیان کیا کہ اگر دنیا کے کل فرقے اپنے منافقوں کو لائیں اور ہم اون کے مقابل میں حجاج کو لائیں تو ہم بڑھ جائیں گے (عقد الفرید جلد ۳ صـ ۲۵۳ حال حجاج) اور روضۃ الصفاء ۲۲۹ و اخبار الدول و تاریخ کامل جلد ۴ صـ ۲۲۳ حال موت حجاج میں بجائے منافق کے خبیث ہے۔

حجاج کے متعلق لوگوں کے خیالات

۱ اعتبی کہتے ہیں کہ میرے باپ نے بیان کیا کہ حجاج کا کلام خارجیوں کے کلام کی طرح ہے ۲ میمون ابن مہران اسکو حروری[۱] سمجھتے تھے ۳ خلیفہ عمر بن عبد العزیز اسکو منافق جانتے تھے ۴ حسن بصری نے اسکے موت کی خبر سنکر سجدۂ شکر کیا ۵ ابراہیم اسکو مستحق لعنت جانتے تھے ۶ جابر بن عبد اللہ انصاری اسکو لائق سلام نہیں سمجھتے تھے ۷ انس خادم رسول اللہ اور محمد بن سیرین حجاج کے سکہ کے درہموں سے خرید و فروخت نہیں کرتے تھے ۸ اس کے اوس تحریر کی وجہ سے جو ظلم ۳ میں مذکور ہوئی علماء اسکو کافر سمجھتے تھے ۹ امام شعبی سے اجلح نے کہا کہ لوگوں کا خیال ہے کہ حجاج مومن تھا تو اونھوں نے جواب دیا کہ ہاں جبت اور طاغوت (یعنی بتوں) پر ایمان رکھتا تھا اور خدا کے ساتھ کفر ۱۰ امام اعمش اس کو کافر جانتے تھے ۱۱ ابو البختری نے قسم کھا کر کہا کہ یہ کافر ہے (عقد الفرید صـ ۲۵۴ تا ۲۵۵) یاد کرو مضمون مکاشفہ اور اس نے خدا کی نسبت کفر بکنے کے لئے اپنا منہ کھولا کہ اوسکے نام اور اوسکے خیمے یعنی اوسکے آسمان کے رہنے والوں کی نسبت کفر بکے اور اُسے یہ اختیار دیا گیا کہ مقدسوں سے لڑے اور اون پر غالب آوے اور سب فرقوں اور اہل زبان اور سب قوموں پر اُسے اختیار دیا گیا۔

[۱] حروری اسکو کہتے ہیں جو اپنے مخالف کو کافر سمجھے اور اوسکے خون کو جائز جانے ۱۲

انجیل برنباسے بشارتیں

سولہواں مقدمہ

۱؎ فیلبس (حواری) نے پوچھا کہ اے سردار (عیسےٰ) آپ اس کا ٹھیک جواب کیا فرماتے ہیں جو اشعیا نبی نے (اپنی کتاب) میں لکھا ہے کہ خدا ہم لوگوں کا باپ ہے تو اوسکے لئے اولاد کیوں نہیں ہو سکتی۔ تو حضرت یسوع نے جواب دیا کہ انبیاء کی تحریروں میں بہت سی مثالیں ایسی ہیں جن کے الفاظ کو اختیار کرنا ہم لوگوں کو ضرور نہیں ہے بلکہ اونکے معنی کو لینا چاہیئے۔ کیونکہ کل انبیاء جنکی تعداد ایک لاکھ چوالیس ہزار تک پہونچتی ہے۔ سب کے کلمات معما یعنی پہیلی کے طور پر ہیں جن کا معنی ابھی تک تاریکی میں ہے (یعنی معلوم نہ ہو سکا) لیکن کل انبیاء اور پاکوں کے بہار یعنی زینت اور فخر) میرے بعد جلد آنے والے ہیں جو کل انبیاء کی تاریک فرمائشوں پر روشنی ڈالیں گے کیونکہ وہ رسول اللہ ہیں (انجیل برنبا عربی فصل سترہ ۱۷ ذکر عدم ایمان تلامیذ صہ ۲۱ چھاپ مصر مطبوعہ سنہ ۱۹۰۸)

۲؎ کل انبیاء آچکے سوا اون رسول اللہ کے جو میرے بعد جلد آنے والے ہیں کیونکہ خدا اسکو چاہتا ہے کہ ہم اونکے لیئے راہ نکال دیں (انجیل برنبا فصل ۳۶ چھتیس صہ ۵۶) ۳؎ حضرت یسوع نے فرمایا کہ تم لوگوں کے دل بے چین نہ ہوں اور نہ ڈرو۔ کیونکہ میں نے تم کو نہیں پیدا کیا بلکہ خدا ہی نے تم کو پیدا کیا جو تمہاری حمایت کرے گا لیکن خاص میں بس اس لیئے آیا ہوں تا کہ اون رسول اللہ کے لئے راہ کھول دوں جو دنیا کے لئے نجات لانے والے ہیں۔ لیکن اس سے ڈرتے رہو کہ دھوکہ میں نہ پڑ جاؤ کیونکہ کچھ جھوٹے انبیاء آنے والے ہیں جو میرے کلام کو لیں گے اور میری انجیل کو گندہ کرینگے۔ اوس وقت اندراوس (حواری) نے کہا کہ اے اوستاد (رسول اللہ کی) نشانی بتائیے جس سے ہم لوگ اونکو پہچانیں۔ تو یسوع نے فرمایا کہ وہ تم لوگوں کے زمانہ میں نہیں آئیں گے بلکہ تمہارے بعد چند سال گذرنے پر آئیں گے اوس وقت جبکہ میری انجیل مٹ چکی ہوگی اور تیس مومن بھی بنائے جائیں گے۔ اوس وقت خدا دنیا پر رحم کرے گا اور اپنے رسول کو بھیجے گا جن کے سر پر سفید ابر سایہ ڈالے ہوئے رہیگا اونکو خدا کے برگزیدہ بندے پہچانتے ہیں اور اونکو خدا دنیا کے لئے جلد ظاہر کریگا۔ وہ بدکاروں پر بہت قوت کے ساتھ آئیں گے اور بتوں کی عبادت کو دنیا سے مٹائیں گے (پھر کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں کہ) وہ کل انبیاء کے دینوں سے زیادہ روشن دین لیکر آئیں گے اور دنیا میں کج روی کرنے والوں کی ملامت کریں گے (انجیل برنبا فصل ۷۲ بہتر صہ ۱۰۲) ۴؎ حضرت عیسےٰ نے ایک عورت سے فرمایا کہ تم سب سامری ہو اور اس کا سجدہ کرتے ہو جس کو نہیں پہچانتے تو اوس عورت نے جواب دیا کہ ہم لوگ مسیّا کا انتظار کر رہے ہیں

جب وہ آئیں گے تو ہم لوگوں کو تعلیم کرینگے تو حضرت یسوعؑ نے فرمایا کہ اے عورت تو جانتی ہے کہ مسیا ضرور آئیں گے۔ تو عورت نے جواب دیا کہ ہاں اے سردار۔ اوس وقت حضرت یسوعؑ خوش ہوکر کہنے لگے کہ اے عورت ہم کو تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو مومنہ ہے۔ پس تو سمجھ لے کہ مسیا ہی پر ایمان لانے سے خدا کے ہر برگزیدہ بندہ کو نجات حاصل ہوگی اس واسطے لازم ہے کہ مسیا کے آنیکا تو اعتقاد رکھ۔ عورت نے کہا کہ اے سردار کیا تم ہی مسیا ہو تو حضرت یسوعؑ نے جواب دیا کہ ہم بھی نبی۔ برحق ہیں جو اسرائیل کے گھرانے کی طرف بھیجا گیا اور ہمارے سبب سے بھی نجات ہوگی۔ لیکن مسیا جو خدا کے رسول ہیں وہ میرے بعد آئیں گے جن کو خدا نے ساری دنیا کے لیئے بھیجا ہے جن کے لیئے دنیا پیدا کی گئی۔ اور جب وہ آئیں گے اوس وقت ساری دنیا میں خدا کا سجدہ کیا جائیگا اور خدا کی رحمت اونکو گھیرلے گی۔ یہاں تک کہ یوبیل ہر سو برس پر جو سنت (نماز شب) لے کر آیا کرتے ہیں اوس کو مسیا سال بھر ہر جگہ قرار دینگے (انجیل برنابا فصل بیاسی ۸۲ صہ ۱۲۷) ؎۵ کاہنو کے سردار نے حضرت عیسےٰؑ سے پوچھا کہ "اے یسوعؑ بتاؤ کہ کیا تم اپنا وہ اقرار بھول گئے کہ تم نہ خدا ہو نہ خدا کے بیٹا اور نہ مسیا" تو حضرت یسوعؑ نے جواب دیا کہ ہم ہرگز نہیں بھولے ہیں کیونکہ یہ وہ اقرار ہے جسکی شہادت ہم کو قیامت کے دن (خدا کی) کرسی کے سامنے دینی ہے۔ کیونکہ موسےٰؑ کی کتاب میں جو کچھ لکھا ہوا ہے وہ یقیناً صحیح ہے اس لیئے کہ ہمارا خالق اللہ ایک ہے اور ہم اوس کے بندے ہیں اور اون رسول اللہ کی خدمت کی رغبت رکھتے ہیں جن کا نام مسیا ہے (انجیل برنابا فصل ۲۰۶ صہ ۳۰۲) ؎۶ حضرت عیسےٰؑ نے کاہنوں کے سردار سے فرمایا کہ قسم خدا کی حضرت ابراہیمؑ خدا سے اس قدر محبت رکھتے تھے کہ نہ اونھوں نے باطل بتوں کے توڑنے اور پامال کرنے پر اکتفا کیا اور نہ اپنے ماں باپ کو چھوڑ دینے پر بلکہ خدا کی اطاعت میں اپنے بیٹے کو ذبح کرنے پر تیار ہو گئے تو کاہنوں کے سردار نے کہا کہ ہم تم کو قتل کرنا نہیں چاہتے صرف یہ پوچھتے ہیں کہ ابراہیم کا یہ بیٹا کون تھا۔ حضرت یسوعؑ نے جواب دیا کہ ہم سچ کہتے ہیں کہ ابراہیم کے یہ بیٹے وہی اسمعیل ہیں جن کے نسل سے لازم ہے کہ مسیاؑ آئیں جن کے متعلق ابراہیم سے یہ وعدہ کیا گیا ہے کہ زمین کے کل قبیلے اونکی بدولت (کفر سے) پاک ہوں گے۔ یہ سنکر کاہنوں کا رئیس غضبناک ہوا اور چیخنے لگا کہ آؤ اس بدکار (معاذ اللہ عیسےٰؑ) کو سنگسار کریں کیونکہ یہ اسمٰعیلی ہے اور حضرت موسےٰؑ اور خدا کے دین کی توہین کر رہا ہے (انجیل برنابا فصل ۲۰۸ دو سو آٹھ صہ ۳۰۴) ؎۷ برنابا نے فصل ۵۲ میں حضرت عیسےٰؑ کی اوس فرمائش کو لکھا ہے جس میں اونھوں نے قیامت کی ہولناکی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۰) ؎۵ گویا بہ درست بھیجو سامری نے یہودیوں میں رواج دیا تھا ؎۵ یہ بیان بھی اس امر کا بتارہا ہے کہ توریت میں بھی حضرت سرور عالم کے متعلق پیشنگوئی تھی اور یہودی اوسکو جانتے تھے ۱۲ ؎۶ انجیل برنابا کی یہ عبارت توریت کتاب پیدائش باب ۱۷ آیت ۲۰ سے بہت ملتی جلتی ہے چنانچہ اوسکی عبارت ہے "اسماعیل کے حق میں میں نے تیری (دعا) سنی دیکھ میں اوسے برومند کرونگا اور اوسے بہت بڑھاؤنگا اور اوس سے بارہ سردار پیدا ہونگے اور میں اوسے بڑی قوم بناؤں گا" اس عبارت توریت سے صاف بشارت معلوم ہوتی ہے ...

کو بیان کیا ہے اور فصل ۵۳ میں قیامت کی پندرہ علامتوں کو بیان کیا ہے۔ پھر فصل ۵۴ میں ذیل کے مضامین کو تحریر کیا ہے۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ جب یہ علامتیں گذر جائیں گی تو دنیا پر تاریکی چھا جائیگی جو چالیس برس تک رہیگی اور سوا ذات پروردگار وحدہ لاشریک کے جسکے لئے مجد و اکرام اوسکی ہے کوئی زندہ باقی نہ رہے گا۔ جب چالیس سال گذر جائیں گے تو خداوندعالم اپنے اوس رسول کو زندہ کرے گا جو مثل آفتاب کے طلوع کرینگے لیکن اونکے چہرہ کی نورانیت ایک ہزار آفتاب کی روشنی کے برابر ہوگی پس وہ بیٹھیں گے اور کلام نہ کریں گے کیونکہ وہ متحیر ہوں گے اور خداوندعالم چاروں مقرب فرشتوں کو اون کے پاس کھڑا کر دیگا تاکہ حضرت رسول اللہ سے باتیں کریں۔ پس جب آپکو خوش پائیں گے تو آپ کے چاروں طرف حفاظت کے لئے کھڑے ہو جائیں گے۔ اس کے بعد خداوندعالم باقی کل فرشتوں کو زندہ کرے گا جو مثل شہد کی مکھیوں کے گروہ گروہ آئیں گے اور رسول اللہ کو گھیر لیں گے۔ پھر خداوندعالم کل انبیاء کو زندہ کریگا جو سب کے سب حضرت آدمؑ کے ساتھ آئیں گے اور رسول اللہ کے ہاتھوں کو چومیں گے اور اونکی حمایت میں داخل ہو جائیں گے۔ پھر کل اصفیاء کو زندہ کریگا جو پکارتے ہونگے کہ ہم کو یاد رکھنا اے محمدؐ پس اونکی آواز سنکر رسول اللہؐ کی رحمت جوش میں آئیگی اور اونکی نجات کے لئے جو کچھ کرنا ضروری ہے اوسمیں ڈرتے ڈرتے غور کرینگے۔ اس کے بعد خداوندعالم کل مخلوق کو زندہ کرے گا اور وہ اپنی پہلی شکل وصورت میں ہوں گے اور ہر ایک کے لئے علاوہ پہلی حالت کے گویائی کی قوت ہوگی (اسکے بعد کی تقریر کو بخوف طوالت چھوڑتے ہیں) فصل ۵۵ میں حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ چاہیں گے کہ مومنوں کی نجات کے لئے کل انبیاء کو جمع کر کے بارگاہ پروردگار میں دعا کے لئے لیجائیں پس کل انبیاء ڈر کی وجہ سے عذر کرینگے اور قسم خدا کی وہاں ہم بھی نہ جائیں گے کیونکہ ہم جانتے ہیں جو کچھ جانتے ہیں۔ جب خدا یہ حال دیکھے گا تو اپنے رسولؐ کو یاد کریگا کیونکہ اوس نے انھیں کی محبت میں سب چیز کو پیدا کیا ہے پس رسول اللہؐ کا خوف جاتا رہیگا اور ہیبت اور عزت کے ساتھ عرش کی طرف بڑھیں گے اور فرشتے خوش الحانی کے ساتھ یہ پڑھنا شروع کرینگے تبارکت اسمائک القدوس یا اللہ الٰھنا یعنی اے میرے پروردگار تیرا مقدس نام بابرکت ہے۔ ہم سچ کہتے ہیں کہ اوس دن شیاطین اور وہ لوگ جو شیطان کے ساتھ ملعون قرار پائے ہیں اس قدر روئیں گے کہ ایک ایک شخص کی آنکھوں سے نہر اردنؑ کے پانی سے زیادہ آنسو جاری ہوگا اور باوجود اسکے یہ سب درحمت خدا کو نہ دیکھیں گے۔ اور خداوندعالم اپنے رسولؐ سے فرمائیگا کہ مرحبا اے میرے امین بندے مانگ جو کچھ مانگنا ہو کل چیزیں تجھکو دیجائیں گی پس رسول اللہ جواب دینگے کہ اے پروردگار

ھ بلحاظ جلالت خداوندی مالک الملوک کے ۱۲

ء یہ نہر طبریہ سے بارہ میل دور واقع ہے اور طبریہ بیت المقدس سے تین دن کی مسافت پر ہے (مراصد الاطلاع) ۱۲

تو نے مجھ کو پیدا کیا تھا تو یہ فرمایا تھا کہ تو میری محبت میں دنیا اور بہشت اور فرشتوں اور آدمیوں کو پیدا کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ میرے ساتھ تیری تمجید کریں۔ میں تیرا بندہ ہوں اس لئے التجا کرتا ہوں اے میرے رحیم و عادل پروردگار کہ اپنے بندوں کے حق میں اپنے وعدہ کو پورا کر۔ پس خداوند عالم اوس طرح جواب دیگا جیسے کوئی دوست اپنے دوست کا خوش طبعی کے ساتھ جواب دیتا ہے اور کہے گا کہ اے میرے دوست محمد میرے اس وعدہ پر تیرے پاس کچھ گواہ ہیں پس رسول اللہ ادب کے ساتھ جواب دیں گے کہ ہاں اے پروردگار میرے۔ پس جبرئیل بحکم رب جلیل حاضر ہوکر عرض کرینگے کہ اے سید آپ کے گواہ کون لوگ ہیں پس حضرت سرور عالم جواب دیں گے کہ وہ لوگ آدم اور ابراہیم اور اسمٰعیل اور موسےٰ اور داؤد اور یسوع بن مریم ہیں (اس کے بعد ان لوگوں کی شہادت کو ذکر کرکے لکھتے ہیں کہ) ان شہادتوں کے بعد خداوند عالم ارشاد فرمائیگا کہ اس وقت جو کچھ میں نے کیا صرف اس واسطے کیا کہ ہر شخص سمجھ جائے کہ میں تم سے کس قدر محبت رکھتا ہوں۔ اس کے بعد اپنے رسول کو ایک کتاب دیگا جس میں کل برگزیدہ بندوں کے نام ہوں گے۔ اسی سبب سے کل مخلوق خدا کا سجدہ کریگی اور کہیگی کہ پروردگار صرف تیرے لئے عظمت اور بزرگی ہے کیونکہ تو نے اپنے رسول کی بدولت ہم لوگوں پر بخشش کی (انجیل برنابا فصل ۵۵ ص ۸۰ چھاپہ مصر مطبوعہ ۱۹۰۸ء)

سترہواں مقدمہ — حضرت سرور عالمؐ کی مدح و توصیف میں عیسائی پادریوں اور مورخوں کی تحریریں

ابتدائے بعثت — حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ نے بعثت کے بعد تبلیغی خدمت آہستہ آہستہ شروع کی اور بقول فاضل محقق مسٹر ٹامس کارلائل صاحب کے "آپکو اپنے عقائد کے پھیلانے میں استقلال کے ساتھ کوشش جاری رکھنے کی وہی معمولی شے ہمت و جرأت دلاتی تھی جو اس قسم کے لوگوں کو اس قسم کی حالت میں ہمیشہ ہمت دلاتی[ل] ہے۔"

واقعۂ انذار — تین برس تبلیغ سے تھوڑی کامیابی ہونے کے بعد اوس محبت اور شفقت کے تقاضا سے جو آپکو اپنی قوم اور خصوصاً اپنے اہل خاندان سے تھی بقول اڈورڈ گبن صاحب کے "یہ مصمم ارادہ کرکے کہ ادنھیں ربانی روشنی سے مستفید کریں[ع] اپنے خاندان کے لوگوں کو جو شمار میں کم و بیش چالیس تھے۔ جن میں آپ کے چچا جناب ابوطالب اور جناب حمزہ اور عباس اور ابولہب بھی داخل تھے۔ دعوت کی تقریب سے جمع کیا اور کھانے پینے سے فراغت کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے اولاد عبدالمطلب میں تمہارے دنیا اور آخرت کی بھلائی لیکر آیا ہوں اور خدا کا مجھکو حکم ہے کہ تم کو اوسکی طرف بلاؤں

[ل] اعجاز التنزیل صفحہ ۵۴ بحوالہ کتاب ہیروز اینڈ ہیروز ورشپ لکچر دوم ۱۲
[ع] اعجاز التنزیل صفحہ ۵۴ ۱۲

پس تم میں کون ایسا ہے جو اس بوجھ کے اوٹھانے میں میرا شریک رہے اور بعوض اسکے میرا بھائی اور جانشین اور میرا نائب رہے تم میں۔ کسی نے جواب نہ دیا اور سب اوٹھ کھڑے ہو گئے۔ اسی طرح تین روز حضرت نے دعوت کی اور ہر روز تبلیغ کی اور سب چپ رہے لیکن ایک نو عمر سبزہ آغاز لڑکا (علی علیہ السلام) بقول گبن صاحب کے "اس حیرت اور شک اور حقارت آمیز خاموشی کی برداشت نہ کر سکا اور بولا کہ یا رسول اللہ اگرچہ میں اس مجمع میں سب سے کم عمر ہوں مگر اس مشکل خدمت کو میں بجا لاؤں گا" گبن صاحب پھر لکھتے ہیں کہ (علیؑ نے) ایک نوجوان ہیرو کی سی ہمت و جرأت کے ساتھ آپ کے خیالات کی صداقت کا اعتراف کیا۔ یہ سن کر آپ نے بکمال شفقت اوس نوجوان بہادر کی گردن پر ہاتھ رکھکر فرمایا کہ یہ میرا بھائی اور میرا وصی اور میرا خلیفہ ہے تم لوگوں میں پس اسکی باتوں کو سنو اور اسکی فرمانبرداری کرو۔ مسٹر کارلائل صاحب لکھتے ہیں کہ "اگرچہ یہ مجمع جسمیں علیؑ کا باپ ابوطالب بھی تھا محمدؐ کا دشمن نہ تھا مگر تاہم سب لوگوں کو ایک ادھیڑ عمر کے ان پڑھ آدمی اور ایک سولہ برس کے لڑکے کا یہ فیصلہ کرنا کہ وہ دونوں ملکر تمام دنیا کے خیالات کے برخلاف کوشش کریں گے ایک مضحکہ کی بات معلوم ہوئی اور پورا مجمع قہقہہ لگا کر منتشر ہو گیا مگر ثابت ہو گیا کہ یہ ایک ہنسی کے لائق بات نہ تھی بلکہ بہت ٹھیک اور درست تھی"

حضرت علیؑ کی مدح و توصیف

"یہ نوجوان علیؑ ایسا شخص تھا کہ ضرور ہے کہ ہر ایک شخص اوس کو پسند ہی کرے اور اس امر سے جو اوپر بیان کیا گیا ہے اور نیز دوسری باتوں سے جو ہمیشہ اوس کے بعد اوس سے ظہور میں آئیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ صاحب اخلاق فاضلہ اور محبت سے بھرپور اور ایسا بہادر شخص تھا کہ جسکی آگ جیسی تیز و تند جرأت کے سامنے کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی تھی۔ اس شخص کی طبیعت میں کچھ عجیب طور کی جوانمردی تھی۔ شیر کی طرح بہادر تھا مگر باوجود اس کے مزاج میں ایسی نرمی اور رحم اور سچائی اور محبت تھی جیسی کہ ایک کرسچن نائٹ (عیسائی فدائی) جوانمرد کے شایاں ہے" آکلی صاحب لکھتے ہیں کہ "چوتھا خلیفہ (علیؑ) بلحاظ اپنی ہمت و جرأت اور طبیعت و خصلت اور پاکدامنی و عفت اور فہم و فراست کے نہایت عظیم المرتبت لوگوں میں سے تھا جو امت اسلامیہ میں کبھی پیدا ہوا تھا"

اعلانی تبلیغ

ہر حال جب حضرت سرور عالمؐ نے ملاحظہ کیا کہ آپ کے خاندان والے کچھ اثر نہیں لیتے تو حرم کعبہ میں تشریف لا کر اوس پتھر پر کھڑے ہوئے جس کو آپ کے جد امجد حضرت اسمٰعیلؑ نے نصب کیا تھا اور آواز بلند فرمایا کہ اے گروہ قریش و قبائل عرب میں تم کو خدا کی توحید اور اپنی رسالت کی طرف بلاتا ہوں۔ پس اسکو

اور شرک اور بت پرستی چھوڑ دو تاکہ عرب اور عجم دونوں کے بادشاہ ہو جاؤ اور آخرت کی بادشاہت
بھی تمہاری ہی ہووے۔ یہ سنکر کفار ہنسنے اور کہنے لگے کہ محمد کو (معاذ اللہ) جنون ہو گیا ہے
اور آپکی توہین اور استہزا کرنے لگے اور بت پرستی سے باز نہ آئے۔ اوس وقت بقول مسٹر
باسورتھ سمتھ صاحب کے آپ کو واجب طور سے غیظ آگیا اور حقارۃً مشرک کے ذلیل لقب سے
مخاطب کرنا اور اون کے دین کو سراسر گمراہی و ضلالت بتانا شروع کیا[۵۱] جس سے قریش کو طیش
آگیا اور جناب ابوطالب کے پاس آئے اور اون سے کہا کہ اپنے بھتیجے سے کہیئے کہ ان باتوں کو
چھوڑ دیں یا اونکو اور ہم کو بحالِ خود چھوڑ کر کنارے ہو جایئے تاکہ یا ہم لوگ مٹ جائیں یا وہی فنا
ہو جائیں۔ یہ سنکر جناب ابوطالب نے بقول مسٹر باسورتھ سمتھ صاحب کے حضرت
سرورِ عالمؐ سے کہا کہ اپنی اور میری جان کو ہلاکت سے بچایئے اور اتنا بوجھ مجھ پر نہ ڈالیئے
جو میری طاقت سے زیادہ ہو۔ آپ نے فرمایا کہ اے چچا اگر یہ لوگ اس غرض سے کہ میں
اس امر عظیم کی بجا آوری چھوڑ دوں (بفرض محال) آفتاب و ماہتاب کو (جو اون کے معبود و مسجود
ہیں) میرے داہنے اور بائیں ہاتھ پر لا رکھیں تو بھی میں اسکو ہرگز ترک نہ کروں گا تاوقتیکہ خدا
اپنے دین کو سب ادیان پر غالب کردے یا میں ہی اس کوشش میں ہلاک ہو جاؤں[۵۲] مسٹر
کارلائل صاحب لکھتے ہیں کہ بلاشبہ آپ خاموش نہیں رہ سکتے تھے کیونکہ جس امر حق کا
آپ اعلان فرماتے تھے اوس میں وہی فطری قوت تھی جو سورج اور چاند یا قدرت کے اور مصنوعات
میں ہے اور خدائے قادر مطلق کی مرضی کے بغیر سورج اور چاند اور تمام قریش بلکہ تمام انسان
اور دوسرے موجوداتِ عالم آپکو خاموش نہیں کر سکتے تھے کیونکہ اس کے سوا آپ کچھ کر ہی نہیں
سکتے تھے۔ کہتے ہیں کہ محمدؐ یہ سنکر بے اختیار رو پڑے اس لیئے بے اختیار رو پڑے کہ چچا کیسی دلسوزی
سے کہتا ہے۔ اور میں نے جو کام اختیار کیا ہے وہ کیسا سخت اور مشکل ہے[۵۳] مسٹر باسورتھ سمتھ
صاحب لکھتے ہیں کہ یہ کلام اور یہ چلن ایک جھوٹے مدعی رسالت کا نہیں ہو سکتا تھا مسٹر
باسورتھ پھر لکھتے ہیں کہ پس ہم محمدؐ کو ہرگز یہ خیال نہیں کر سکتے کہ وہ صرف ایک شعبدہ باز اور
تہی باطن شخص تھا اور نہ ہم اوسکو ایک حقیر جاہ طلب اور دیدہ و دانستہ منصوبے گانٹھنے والا کہہ سکتے
ہیں۔ جو سخت و کرخت پیغام اوس نے دنیا کو دیا۔ بہر حال وہ ایک سچا اور حقیقی پیغام تھا۔ اور
اگرچہ وہ ایک غیر مرتب کلام تھا مگر اوس کا مخرج وہی ہستی تھی جسکی تھاہ کسی نے بھی نہیں پائی۔
اس شخص کے نہ اقوال ہی جھوٹے تھے نہ اعمال ہی۔ اور نہ خالی از صداقت یا کسی کی نقل و تقلید

[۵۱] اعجاز التنزیل صفحہ ۸ بحوالہ کتاب محمد اینڈ محمڈن ازم ۱۲

[۵۲] اعجاز التنزیل صفحہ ۹ بحوالہ کتاب محمد اینڈ محمڈن ازم ۱۲

[۵۳] اعجاز التنزیل صفحہ ۹ بحوالہ کتاب ہیروز اینڈ ہیروز ورشپ لکچر دوم ۱۲

[۵۴] اعجاز التنزیل صفحہ ۵ بحوالہ کتاب محمد اینڈ محمڈن ازم لکچر دوم ۱۲

تھے ۔حیات ابدی کا ایک نورانی وجود تھا جو قدرت کے وسیع سینہ میں سے دنیاکے منور
کرنے کو نکلا تھا اور بے شبہ اوس کے لئے امر ربانی یوں ہی تھا لہ

عرب کی اخلاقی پستی اور حضرت سرور عالم کی بےنظیر تعلیم

آنریبل سر ولیم میور صاحب جو فضل و کمال اور تائید مذاہب عیسوی میں مشہور ہیں لکھتے
ہیں کہ ایک زمانہ نامعلوم سے مکہ اور تمام جزیرہ نماے عرب کی روحانی حالت بالکل بے حس و
حرکت ہوگئی تھی ۔ اور اگرچہ شریعت موسوی اور دین مسیحی اور فلسفۂ یونان کا کچھ اثر عرب پر ہوا
تھا مگر وہ ایسا ناپائدار اور خفیف تھا جیسے کسی جھیل کے پانی کی سطح پر کبھی کبھی کوئی لہر آجاتی ہے
مگر پانی کے نیچے کہیں ذرا سی بھی حرکت نہیں معلوم ہوتی ۔ الغرض عرب کے لوگ توہمات اور کفر و ضلالت
اور بے رحمی و بداعمالی کے دریا میں غرق تھے ۔ چنانچہ یہ عام رسم تھی کہ بڑا بیٹا اپنے باپ کی بیبیوں
کو جو اور جائداد کی مانند میراث میں آتیں بیاہ لیتا تھا ۔ اون کے غرور اور افلاس سے دختر کشی
کی رسم بھی اونمیں اوسی طرح جاری ہوگئی تھی جس طرح فی زماننا ہندؤوں میں جاری ہے اونکا مذہب
حد کے درجہ کی بت پرستی تھا اور اونکا ایمان ایک مسبب الاسباب مالک علے الاطلاق پر نہ تھا
بلکہ غیرمرئی ارواح کے توہم باطل کی ہیبت کا سا اونکا ایمان تھا اونھیں کی رضامندی مناتے تھے
اور اونھیں کی ناراضی سے احتراز کرتے تھے ۔ قیامت اور جزا و سزا جو فعل یا ترک کا باعث
ہو اونکی اونھیں خبر نہ تھی ۔ ہجرت سے تیرہ برس پہلے تو مکہ ایسی ذلیل حالت میں بے جان پڑا
تھا مگر اون تیرہ برسوں نے کیا ہی اثر عظیم پیدا کیا کہ سیکڑوں آدمیوں کی جماعت نے بت پرستی
چھوڑ کر خداے واحد کی پرستش اختیار کی اور اپنے اعتقاد کے موافق وحی الہی کی ہدایت کے مطیع
و منقاد ہوگئے ۔ اوسی قادر مطلق سے بکثرت و بشدت دعا مانگتے اوسی کی رحمت پر مغفرت کی امید
رکھتے اور حسنات و خیرات اور پاکدامنی اور انصاف کرنے میں بڑی کوشش کرتے تھے ۔ اب اونھیں
شب و روز اوسی قادر مطلق کی قدرت کا خیال تھا ۔ اور یہ کہ وہی رزاق ہمارے اونے حوائج کا بھی
خبرگیراں ہے ۔ ہر ایک قدرتی اور طبعی عطیہ میں ۔ ہر ایک امر متعلقہ زندگانی میں اور اپنے خلوت و
وجلوت کے ہر ایک حادثہ و تغیر میں اوسی کے ید قدرت کو دیکھتے تھے اور اس سے بڑھکر ص
اس نئی روحانی حالت کو جس میں خوشحال اور حمد گناں رہتے تھے خدا کے فضل خاص و رحمت با اختصاص
کی علامت سمجھتے تھے اور اپنے کوربا طن اہل شہر کے کفر کو خدا کے تقدیر کئے ہوئے خذلان کی نشانی

لہ اعجاز التنزیل صہ ۵۹ بحوالہ کتاب ہیروز اینڈ ہیروز ورشپ لکچر دوم صہ ۴۳ ۱۲

جانتے تھے محمدؐ کو جو اونکی ساری امیدوں کے ماخذ تھے اپنا حیات تازہ بخشنے والا جانتے تھے اور اونکی ایسی کامل طور پر اطاعت کرتے تھے جو اونکے رتبۂ عالی کے لائق تھی۔ ایسے تھوڑے ہی زمانہ میں کہ اس عجیب تاثیر سے دو حصوں میں منقسم ہو گیا تھا جو بلحاظ قبیلہ و قوم ایک دوسرے کے درپے مخالفت و ہلاکت تھے مسلمانوں نے مصیبتوں کو تحمل اور شکیبائی سے برداشت کیا اور گو ایسا کرنا اونکی ایک مصلحت تھی مگر تو بھی ایسی عالی ہمتی کی بردباری سے وہ تعریف کے مستحق ہیں۔ ایک سو مرد اور عورتوں نے اپنا گھر بار چھوڑا لیکن ایمان عزیز سے منہ نہ موڑا اور جب تک یہ طوفان مصیبت فرو ہوئے حبش کو ہجرت کر گئے۔ پھر اس تعداد سے بھی زیادہ آدمی کہ اوسمیں نبیؐ بھی شامل تھے اپنے عزیز شہر اور مقدس کعبہ کو جو اونکی نظر میں تمام روئے زمین پر سب سے زیادہ مقدس تھا چھوڑ کر مدینہ کو ہجرت کر آئے اور یہاں بھی اوسی جادو بھری تاثیر نے دو یا تین برس کے عرصہ میں ان لوگوں کے واسطے ایک برادری جو نبیؐ اور مسلمانوں کی حمایت میں جان دینے کو مستعد ہو گئے تیار کر دی [لہ] ریورنیڈ جی - ایم - راڈویل صاحب لکھتے ہیں کہ عرب کے سیدھے سادے خانہ بدوش بدّو ایسے بدل گئے جیسے کسی نے سحر کر دیا ہو [عہ] مسٹر موصوف پھر لکھتے ہیں کہ بت پرستی کے مٹانے - جنات اور مادیات کے شرک کی عوض اللہ کی عبادت قائم کرنے - اطفال کشی کی رسم کو نیست و نابود کرنے - بہت سے توہمات کو دور کرنے اور ازواج کی تعداد گھٹا کر اوسکی ایک حد معین کرنے میں قرآن بے شک عربوں کے لئے برکت اور قدوم حق تھا اور حیات روحانی ابتدائے دین مسیحی سے اوس وقت تک کبھی ایسی برانگیختہ نہ ہوئی تھی جیسی کہ چند اوامر و احکام اسلام کی تعلیم سے ہوئی [سے] فاضل محقق گاڈفری ہگنس صاحب لکھتے ہیں کہ عیسائی اس بات کو یاد رکھیں تو اچھا ہو کہ محمدؐ کے مسائل نے وہ درجہ نشۂ دینی اوس کے پیروؤں میں پیدا کیا جس کو عیسیٰؑ کے ابتدائی پیروں میں تلاش کرنا بے فائدہ ہے - اور اوس کا مذہب اوس تیزی کے ساتھ پھیلا جسکی نظیر دین عیسوی میں نہیں چنانچہ نصف صدی سے کم میں اسلام بہت سی عالیشان اور سرسبز سلطنتوں پر غالب آگیا - جب عیسیٰؑ کو سولی پر لے گئے تو اوس کے پیرو بھاگ گئے اور اپنے مقتدا کو موت کے پنجہ میں چھوڑ کر چلدیئے - اگر بالفرض اوسکی حفاظت کرنے کی اونکو ممانعت تھی تو اوسکی تشفی کے لئے تو موجود رہتے اور صبر سے اوس کے اور اپنے ایذا رسانوں کو دھمکاتے - برعکس اوس کے محمدؐ کے پیروؤں اپنے مظلوم پیغمبر کے گرد و پیش رہے اور اوسکے بچاؤ میں اپنی جانیں خطرہ میں ڈال کر کل دشمنوں پر اوسکو غالب کر دیا [ہے] مسٹر ہاسورتھ سمتھ صاحب

عہ باستثناء اصحاب ثلثہ و دیگر ہم خیال اون کے ۱۲ احسین

لہ اعجاز التنزیل صفحہ ۳۲ بحوالہ کتاب لائف آف محمد جلد ۲ صفحہ ۲۶۹ - ۱۲ منہ

عہ اعجاز التنزیل صفحہ ۳۴ بحوالہ ترجمہ قرآن ترجمہ راڈویل صاحب ۱۲ منہ

سے اعجاز التنزیل صفحہ ۳۴ بحوالہ ترجمہ قرآن از راڈویل صاحب ۱۲

سے اعجاز التنزیل صفحہ ۳۴ بحوالہ ترجمہ قرآن از راڈویل صاحب ۱۲

ہے صفحہ ۱۵ اعجاز بحوالہ کتاب اپالوجی فرام محمد وغیرہ - ۲۳ - ۱۲ منہ

لکھتے ہیں کہ عرب کی زمین پر دو ہزار برس پہلے ایک ایسے شخص (موسیٰؑ) کو جو جنگل میں اپنے
باپ کی بکریاں چرا رہا تھا - یہ سادہ مگر چونکا دینے والا پیغام آیا تھا - میں وہ ہوں جو میں ہوں
سن اے اسرائیل ہمارا مالک خدا ایک خدا ہے پس جا اور میں تیری زبان کے ساتھ ہونگا
اور سکھاؤنگا تجھے جو تجھکو کہنا چاہیئے - ان الفاظ کو سنکر یہ برگزیدہ قوم (بنی اسرائیل) افریقہ سے
ایشیا میں چلی آئی - غلام آزاد ہو گئے اور ایک خاندان ایک قوم بن گیا - اوسی عرب کی زمین
پر اب پھر وہی آواز ایک دوسرے بکری چرانے والے (محمدؐ) کو آئی اور ایسے اثر کے
ساتھ آئی جو پہلی آواز سے کچھ کم عجیب یا عام طور پر دنیا کو فائدہ پہونچانے میں اوس سے
ہرگز کم نہ تھی یعنی اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ یہ رسالت قبول کیگئی
اور خدا کے پیغام کا اعلان کیا گیا اور ایک ہی صدی کے اندر اس آواز کی گونج عدنؑ سے
انطاکیہ تک اور دہلی سے سمرقند تک پھیل گئی اور اس تمام ملک نے اسکی حقیت کو مان لیا ۱ه
مسٹر باسورتھ سمتھ صاحب لکھتے ہیں کہ محمدؐ کے اصول مذہب بر باوجودیکہ چاروں طرف
سے نہایت سخت اندیشوں اور مزاحمتوں کی بوچھار ہوتی تھی صرف اپنے اخلاقی ذریعوں اور
اپنی ذاتی قوت سے اپنا راستہ صاف کرتے جاتے تھے ۲ه انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا
کے فاضل مولفین لکھتے ہیں کہ جو ہر طرح کی ذلت اور تکلیف اوس (محمدؐ) نے بارہ برس تک جھیلی
اور نہایت جوانمردی سے ہر قسم کی دولت اور سرداری کے قبول کرنے سے انکار کر دیا جس کا
حاصل ہونا اس شرط پر موقوف تھا کہ وہ اپنی کوشش سے باز آئے اور نیز اوس سادگی مزاج
اور طرز معیشت کا خیال کر کے جو اخیر وقت تک اوسکی ذات میں ویسی ہی رہی ہم پریڈو والٹیر
اور مراکش کی رائیں قبول نہیں کر سکتے - بلکہ اتنی بات کہنے میں - مہلر - کاسین - کارلائل -
ارونگ اور دیگر مصنفین سے متفق ہیں کہ عام طور پر محمدؐ کی صداقت کو مانیں اور اس بات کو قبول
کریں کہ اوس کو اپنے آپ پر بھروسہ تھا اور وہ اپنی رسالت کو سچا سمجھتا تھا ۳ه بغرض
تبلیغ و ہدایت بنی ثقیف حضرت کے سفر طائف کے متعلق سر ولیم میور صاحب لکھتے ہیں
کہ محمدؐ کے اس طائف کے سفر میں ایک نہایت اعلے جوانمردانہ حالت پائی جاتی ہے ایک یکہ و
تنہا شخص جسکو اوسکی قوم کے لوگوں نے بالکل چھوڑ دیا تھا اور نہایت حقارت کی نظر سے دیکھتے
تھے خدا کے نام پر دلیرانہ آگے بڑھا جس طرح یونس نینوا کو گئے تھے - اور اوس (محمدؐ) نے ایک
بت پرست شہر کو آگاہ کیا کہ توبہ کریں اور اوسکی رسالت کی تائید کریں - اس سے ایک نہایت

قوی روشنی اس امر پر پڑتی ہے کہ اوس کو اپنے کام کے من اللہ ہونے کا کس شدت کے ساتھ یقین تھا۔ سر ولیم پھر لکھتے ہیں کہ پیغمبر اسلام اس طرح سے دشمنوں کے نرغہ میں گھرے ہوئے تھے اور فتح مبین کے منتظر تھے اور ظاہرا بے یار و مددگار تھے اور اونکے اصحاب کا چھوٹا سا گروہ گویا شیر کے منہ میں تھا۔ تاہم اونکو اوس قادر مطلق پر بھروسہ تھا جس کا رسول وہ اپنی تئیں سمجھتے تھے اور اون کے پائے ثبات میں ایک سر مو لغزش نہ ہوئی تھی۔ غرض اس عالم مصیبت و تنہائی میں وہ ایسے عالی رتبہ و جلیل الشان معلوم ہوتے تھے کہ کتب سماویہ میں اونکا عدیل و نظیر کوئی نہیں دکھائی دیتا سوا حضرت الیاس کے ۲؎

واقعہ ہجرت سمت مدینہ

حضرت سرور عالم نے ہر طرح کی زحمتیں اصلاح قوم میں گوارا کیں لیکن جب وہ سیدھے نہ ہوئے اور آمادہ قتل ہو گئے تو شب کے وقت بحکم پروردگار حضرت نے مدینہ کیطرف ہجرت اختیار کی گبن صاحب لکھتے ہیں کہ اگرچہ قاتل دروازہ پر نگہبانی کر رہے تھے مگر وہ دھوکھے میں آکر علیؑ کو محمدؐ سمجھے ہوئے تھے جو رسول کے بستر پر اوسی کی سبز چادر اوڑھے ہوئے سو رہا تھا۔ اس نوجوان ہیرو کے اس اعلےٰ درجہ کے کام سے ثابت ہو گیا کہ اوس کے دل میں اپنے چچا زاد بھائی کی کس درجہ قدر و منزلت ہے اور خود اوس کے چند اشعار جو ابتک مشہور ہیں اوس قوی یقین کی جو اوسکو اپنے مذہب پر تھا اور نیز اوس فکر و تردد کی جو اوسکو اپنے چچا زاد بھائی کے بارے میں تھا ایک دلچسپ تصویریں ہیں قریش لوگوں نے محمدؐ کی تلاش میں مکہ کی تمام نواح چھان ڈالی اور اوس غار پر بھی پہونچے جسمیں وہ اور اوس کا ساتھی چھپے ہوئے تھے مگر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ مکڑی کے جالے اور کبوتر کے گھونسلے نے جو خدا نے کافروں کو دھوکھا دینے کے لئے پیدا کر دیا اونکو یقین دلایا کہ اوس جگہ کوئی نہیں ہے اور نہ کوئی وہاں آیا ہے۔ ابوبکر نے خوف سے کانپ کر کہا کہ ہم تو صرف ۳؎ دو ہی ہیں مگر محمدؐ نے کہا نہیں ہمارے ساتھ ایک تیسرا بھی ہے اور وہ خود خداوند تعالےٰ ہے ۴؎۔

حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ نے غار ثور میں تین دن قیام کیا چوتھی شب کو وہاں سے سمت مدینہ روانہ ہوئے تاآنکہ مدینہ میں داخل ہو گئے۔ اہل مدینہ نے بہت عزت و احترام سے آپکا خیر مقدم کیا اور آپ کے قدوم کو باعث برکت سمجھا اور دل و جان سے آپ کے ہر امر میں معین و مددگار رہے مسجد کی تعمیر ہوئی اور عبادت و دین خدا کی ترویج کا سلسلہ بے خوف و ہراس جاری ہو گیا اور گلدستہ کی ذکر باذان مومنوں کے دل و دماغ کو

۱؎ اعجاز التنزیل صد۷۶ بحوالہ کتاب لائف آف محمدؐ ۱۲

۲؎ اعجاز التنزیل صد۸۲ بحوالہ حاشیہ بالا ۱۲

۳؎ حضرت علیؑ کا نرغہ اعداء میں تن تنہا بے ہراس سونا اور یار غار کا حضرت رسولؐ کی معیت میں اون کفار کے خوف سے کانپنا جو اونکے غار میں ہونے سے لاعلم تھے صاحبان فہم و انصاف کے غور کی چیز ہے ۱۲ راحت حسین

۴؎ اعجاز صد بحوالہ کتاب تاریخ گبن صاحب ۱۲

تازگی بخشنے لگی ۔ نامور فاضل عیسائی مسٹر چیمبر صاحب لکھتے ہیں کہ موذن کی
آواز جو سادہ مگر نہایت متین و دلکش ہوتی ہے اگرچہ شہروں کی دن کی ڈوند بکار میں بھی مسجد
کی بلندی سے دلچسپ اور خوش آیند معلوم ہوتی ہے۔ لیکن رات کے سناٹے میں اوس کا اثر اور
بھی عجیب طور سے شاعرانہ معلوم ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ بہت سے اہل یورپ بھی پیغمبرؐ کو اس امر
پر مبارکباد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اوس نے انسان کی آواز کو موسائیوں کی تریہی اور
عیسائیوں کے گرجا کے گھنٹے پر ترجیح دی لہ سر ولیم میور صاحب تبلیغ حضرت مسیحؑ اور
تبلیغ حضرت سرورؐ عالم میں باہم مقابلہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جس زمانہ تک مقابلہ ممکن ہے
اوسمیں تکلیفات کے برداشت کرنے اور دنیاوی لالچوں کے قبول نہ کرنے میں دونوں (یعنی
حضرت مسیح اور حضرت سرور عالمؐ) برابر ہیں لیکن محمدؐ کے تیرہ برس کے موعظہ نے بمقابلہ کل زمانہ زندگی
مسیح کے ایک ایسا انقلاب پیدا کیا جو ظاہر بین لوگوں کی نظر میں بہت بڑا معلوم ہوتا ہے عہ
صاحب موصوف پھر لکھتے ہیں کہ چونکہ محمدؐ کو اپنی رسالت کا نہایت قوی اور مضبوط اعتقاد
تھا اسلئے اوسکی طرف سے اس دین اسلام کے موعظہ میں بڑی قوت اور شدت ظاہر ہوتی تھی
اور چونکہ فصاحت میں بھی اوسکو کمال تھا لہذا اوس کا کلام عربی زبان میں نہایت خالص اور بیحد
موثر تھا۔ اوسکے ملکۂ زبان آوری نے روحانی حقیقتوں کو عالم تصویر بنادیا۔ اور اوسکے نہایت
روشن اور زندہ خیالات نے قیامت و روز جزاء اور نعمات بہشت و عذاب جہنم کو سامعین
کے نہایت قریب بلکہ پیش نظر کر دکھایا۔ معمولی گفتگو میں تو اوس کا کلام آہستہ مفصل اور قوی
تھا مگر وعظ کے وقت آنکھیں سرخ اور آواز بھاری اور بلند ہو جاتی تھی اور تمام جسم ایک ایسی حالت
جوش وخروش میں ہو جاتا تھا گویا کہ وہ لوگوں کو کسی غنیم کے آنیکی خبر دیتا ہے جو دوسرے روز
یا اوسی رات کو اون پر آپڑے گا سہ راڈویل صاحب لکھتے ہیں کہ آپ کے کلام میں نہایت
اعلے درجہ کی عمیق سچائی ہے جو ایسے الفاظ میں بیان کی گئی ہے جو باوجود اختصار کے قوی
اور کثیر الدلالت اور ملہمانہ حکمت سے بھرے ہوئے ہیں عہ یہی وجہ ہے کہ آپ کے دین کو
بقول سیل صاحب کے دنیا میں وہ قبولیت حاصل ہوئی جسکی مثل ونظیر نہیں ہے اور اوسکو
نہ صرف اون قوموں نے قبول کیا جن پر مسلمانوں نے کبھی فوج کشی نہ کی تھی بلکہ اون لوگوں نے بھی
قبول کیا جنھوں نے اہل عرب کو اوسکے فتوحات سے محروم اور اونکی سلطنت بلکہ اون کے خلیفوں کا
خاتمہ کر دیا ھہ ایک طرف حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ کا پڑھا لکھا نہ ہونا اور

لہ اعجاز التنزیل صد۲ بحوالہ کتاب انسائیکلوپیڈیا ۱۲

عہ اعجاز التنزیل صفحہ ۱۰۴ بحوالہ کتاب لائف آف محمدؐ جلد دوم صفحہ ۲۶۱ ۱۲

سہ اعجاز التنزیل صفحہ ۱۰۶ بحوالہ کتاب لائف آف محمدؐ جلد چہارم باب ۳ صفحہ ۳۱۶ ۱۲

عہ اعجاز التنزیل صفحہ ۱۱۳ بحوالہ دیباچہ ترجمہ قرآن مترجمہ راڈویل صاحب ۱۲

ھہ اعجاز التنزیل صفحہ ۱۱۲ بحوالہ دیباچہ ترجمہ قرآن مترجمہ سیل صاحب ۱۲

پھر ایسی قوم میں پیدا ہونا اور نشوونما پانا جو عرصہ دراز سے بے علمی اور جہالت اور ضلالت اور
فسق و بدکاری اور قمار بازی اور شراب خواری اور بت پرستی اور چوری اور ڈکیتی غرض ہر
طرح کی برائیوں کے دریا میں ڈوبی ہوئی تھی اور دوسری طرف عرب جیسی سرکش اور مغرور قوم
جن میں سے ہر قبیلہ کا سردار بجائے خود گویا ایک فرعون تھا جو اپنے سوا کسی کی کچھ بھی حقیقت نہ
سمجھتا تھا اور کسی ناصح کی بات کو ماننا اور اوسکے آگے سر جھکانا ایک محال امر تھا اور حالیکہ قتل
و خونریزی اون کے نزدیک ویسی ہی تھی جیسے مکھی اور مچھر کا مار دینا پس باوجود ان باتوں
کے حضرت سرور عالم کا علم و حکمت اور کل صفات کاملہ سے آراستہ اور مملو ہونا اور ایسی سرکش قوم
کا عرصہ قلیل میں زیر اطاعت رسول اللہ ہو جانا غیر مسلمانوں کو حیرت زدہ اور مبہوت کیے ہوئے
ہے۔ چنانچہ صاحبان انسائیکلو پیڈیا اس امر کو بہت تعجب سے لکھ رہے ہیں کہ
ایک قابل حیرت قلیل مدت میں عرب جیسی وحشی اور برائی اور ضلالت میں ڈوبی ہوئی قوم کی حالت
کو بالکلیہ منقلب کر دے [۵۱] اور مہلر صاحب جو ایک محقق عیسائی مورخ ہیں منکرین فضیلت
حضرت رسول ؐ سے خطاب کر کے لکھتے ہیں کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک مذہبی شعلہ جو اگرچہ ایک بیابان
سے اوٹھا تھا مگر جس نے اس قدر قابل حیرت قلیل مدت میں تمام ایشیا میں آگ بھڑکا دی وہ
ایسے دل میں سے نکلا ہو جس میں اوسکی کچھ بھی گرمی موجود نہ ہو [۵۲] مسٹر طامس کارلائل
صاحب جو محقق اور مشاہیر فضلاء یورپ سے ہیں معاندین حضرت رسول ؐ کی رد میں لکھتے
ہیں کہ یہ ژرف نگاہ شخص جو جنگلی ملک میں پیدا ہوا تھا دل میں کھب جانے والی اپنی سیاہ آنکھوں
(یعنی گہری ڈوبنے والی)
اور شگفتہ اور با اخلاق اور پر غور طبیعت کے ساتھ بجائے جاہ طلبی کے کچھ اور ہی خیالات
رکھتا تھا۔ وہ ایک ذی سکینہ اور غیر معمولی طاقتوں والی روح تھا۔ اور اون لوگوں میں سے تھا
جو سوائے راست باز ہونے کے اور کچھ ہو ہی نہیں سکتے اور جس کو خود قدرت نے سچا اور راستباز
پیدا کیا تھا جب کہ اور لوگ مقررہ عقیدوں اور روایتوں پر چلتے اور اونھیں پر قائم و قانع
تھے۔ یہ شخص اون عقائد و روایات کے حجاب میں نہ رہ سکتا تھا۔ اور اپنی روح اور حقائق اشیاء
کے معلوم کرنے میں اوروں سے مستثنےٰ تھا اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے۔ ہستی مطلق کا
(یعنی ذات پروردگار)
سر عظیم مع اپنے جلال و جمال کے اوس پر کھل گیا تھا۔ اور پرانی روایتیں اوس حقیقت پر
جسکے بیان میں ناطقہ عاجز ہے اور جس نے اپنی تئیں "میں یہاں ہوں"[۵۳] سے تعبیر کیا پردہ نہ ڈال
سکیں۔ ایسا صدق (حضرت رسول ؐ) جس کا ہم نے کوئی اور بہتر لفظ نہ ملنے کی وجہ سے صدق نام

[۵۱] اعجاز التنزیل صہ ۱۱۲ بحوالہ کتاب انسائیکلو پیڈیا یا برٹانیکا ۱۲

[۵۲] اعجاز التنزیل صہ ۱۲۳ بحوالہ کتاب انسائیکلو پیڈیا مضمون روحی محمد اور اوس کا مذہب" ۱۲

[۵۳] اوس خطاب کی طرف اشارہ ہے جو حضرت موسےٰ کی طرف وادی ایمن میں ہوا تھا ۱۲

رکھا ہے فی الحقیقت منجملہ آثار الہی ہے۔ ایسے شخص (حضرت رسولؐ) کا کلام ایک آواز ہے جو بلا واسطہ فطرت الہیہ کے قلب سے نکلتی ہے۔ جسے انسان سنتے ہیں اور جسکے سننے میں اور چیزوں کی بہ نسبت زیادہ توجہ چاہیئے۔ کیونکہ اوسکے مقابلہ میں اور جو کچھ ہے ہیچ ہے۔ شروع ہی سے اوس (محمدؐ) کے دل میں حج کے موقعوں اور نیز روزمرہ کے اِدھر اُدھر چلنے پھرنے میں طرح طرح کے ہزاروں خیالات پیدا ہوتے تھے۔ مثلاً یہ کہ میں کیا ہوں؟ یہ اتھاہ چیز جس کو لوگ دنیا کہتے ہیں اور جسمیں میں موجود ہوں کیا ہے؟ زندگی کیا ہے؟ موت کیا ہے؟ مجھے کس بات کا یقین کرنا چاہیئے؟ اور کیا کرنا چاہیئے؟ جن (خیالات) کا جبل حرا اور کوہ سینا کے بڑے بڑے پتھروں کے ڈھیروں اور سخت سنسان رتیلے بیابانوں نے کچھ جواب نہ دیا۔ اور سر پر چپ چاپ چکر کھانے والے آسمان نے بھی مع اپنی نیلگوں روشنی والے ستاروں کے کچھ نہ بتایا۔ مگر بتایا تو صرف اوسی کی روح نے اور خدا کے الہام نے جو اوسمیں تھا۔ حضرت سرورِ عالمؐ نے اپنی نقاد طبیعت اور نورانی طینت اور الہامی قوت سے ان کل مسائل کو بہت آسانی سے حل کیا اور اپنے پیرووں کو اس طرح تعلیم کیا کہ بقول مسٹر سر ولیم میور صاحب کے خدا کی وحدانیت اور غیر محدود کمالات اور ایک خاص اور ہر ایک جگہ احاطہ کی ہوئی قدرت کا مسئلہ آنحضرتؐ کے معتقدوں کے دلوں اور جانوں میں ایسا ہی زندہ اصول ہو گیا جیسے کہ خاص آپ کے دل میں تھا۔ حضرت سرورِ عالم صلوات اللہ علیہ و آلہٖ تمام دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے آپکی تبلیغ و ہدایت نہ کسی خاص قوم و قبیلہ سے تعلق رکھتی تھی۔ نہ کسی مخصوص ملک یا شہر و قریہ سے آپکی تبلیغ کو قبول نہ کرنا اور اوس سے فائدہ نہ اوٹھانا اگر عیب ہے تو قبول نہ کرنے والوں میں ہے اوس زمانہ کی عام تاریکی کی وجہ سے اگرچہ دنیا کی ہر فرد آپکی ہدایت کی طرف کم و بیش محتاج تھی لیکن بقول پروفیسر مارس صاحب کے عیسائیان روم کو کوئی چیز اوس ضلالت و غوایت کے خندق سے جس میں وہ گر پڑے تھے نہیں نکال سکتی تھی بجز اوس آواز کے جو سرزمین عرب میں غار حرا سے آئی جس کلمۃ اللہ سے یونانی انکار کرتے جاتے تھے (عیسیٰؑ) کو اوسی آواز نے دنیا میں بلند کیا اور ایسے عملی پیرایہ میں بلند کیا کہ جس سے بہتر ممکن نہ تھا۔ فاضل محقق گاڈ فری ہیگنس صاحب لکھتے ہیں کہ جب بہت سے طول و طویل اور عسیر الفہم عیسائی مذہبوں پر خیال کیا جاتا ہے تو شاید ایک فلاسفر دین اسلام کی خوبی اور سادگی اور بے تکلفی اور سریع الفہم ہونے پر آہ کر کے پچھتائے کہ میرا مذہب ایسا کیوں نہ ہوا کہ میں ایمان لاتا ایک اللہ پر اور اوس کے رسول محمدؐ پر یا یوں کہو کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتا یا یہ کہ میں ایمان لاتا ہوں اللہ پر اور اُن

لہ اعجاز التنزیل صفحہ ۱۲۵ بحوالہ کتاب ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ لکچر دوم ۱۲

لہ اعجاز التنزیل صفحہ ۱۲۷ بحوالہ کتاب لائف آف محمد ۱۲

ع عیسائیان روم کو ۱۲

لہ تنقید الکلام مصنفہ مسٹر سید امیر علی بحوالہ التاریخ فلسفہ قرآن مصنفہ جناب مارس صاحب ۱۲

مسائل پر جو خدا تعالےٰ کے بارے میں محمدؐ نے تعلیم فرمائے ؎

اٹھارہواں مقدمہ قرآن مقدس اور دین اسلام کی مدح و توصیف میں

عیسائی پادریوں اور مورخوں کی تحریریں

جارج سیل صاحب لکھتے ہیں کہ یہ بات علے العموم مسلم ہے کہ قرآن قریش کی زبان میں جو جملہ اقوام عرب میں شریف ترین و مہذب ترین قوم ہے۔ انتہا کی لطیف اور پاکیزہ زبان میں لکھا گیا ہے لیکن اور زبانوں کی بھی کسی قدر آمیزش ہے گو وہ آمیزش بہت ہی قلیل ہے۔ وہ (قرآن) لاکلام عربی زبان کا نمونہ ہے اور زیادہ پکے عقیدہ کے لوگوں کا یہ قول ہے اور نیز کتاب (قرآن) سے بھی ثابت ہے کہ کوئی انسان اس کا مثل نہیں لکھ سکتا (گو بعض فرقوں؎ کی مخالف رائے ہے) اور اسی واسطے اوسے لازوال معجزہ قرار دیا ہے جو مردہ کے زندہ کرنے سے بڑھکر ہے اور تمام دنیا کو اپنے ربانی الاصل ہونے کا ثبوت دینے کے لئے اکیلا کافی ہے۔ اور خود محمدؐ نے بھی اپنی رسالت کے ثبوت کے لئے اسی معجزہ کی طرف رجوع کیا تھا اور بڑے بڑے فصحاے عرب کو (جہاں کہ اوس زمانہ میں اس قسم کے ہزارہا آدمی موجود تھے جن کا محض یہ شغل اور حوصلہ تھا کہ طرز تحریر اور عبارت آرائی کی لطافت میں لائق و فائق ہو جائیں) علانیہ کہلا بھیجا تھا کہ اس کے مقابل کی ایک سورہ ہی بنا دو۔ اس بات کے اظہار کے واسطے کہ اس کتاب کی خوبی تحریر کی اون ذی لیاقت لوگوں نے فی الواقع تعریف و توصیف کی تھی جن کا اس کام میں مبصّر ہونا مسلّم ہے منجملہ بے شمار مثالوں کے ایک مثال کو بیان کرتا ہوں۔ لُبَید بن ربیعہ عامری جو محمدؐ کے زمانہ میں سب سے بڑے زبان آور دں میں سے تھا اوس کا ایک قصیدہ؎ خانہ کعبہ کے دروازہ پر چسپاں تھا (یہ رتبہ نہایت اعلےٰ تصنیف کے لئے مخصوص تھا) اور کسی شاعر کو اوس کے مقابل میں کسی اپنی تصنیف کے پیش کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ لیکن جب کہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد قرآن کے دوسرے سورہٗ (بقرہ) کی آیتیں اوسکے مقابلہ میں لگائی گئیں تو خود لبید (جو اوس زمانہ میں مشرکین میں سے تھا) شروع کی آیت پڑھکر تحیر میں غوطہ زن ہوا اور فی الفور مذہب اسلام قبول کیا اور بیان کیا کہ ایسے الفاظ صرف نبی ہی کی زبان سے برآمد ہو سکتے ہیں۔ پھر لکھتے ہیں کہ قرآن کا طرز تحریر عموماً خوشنما اور رواں ہے بالخصوص اوس جگہ کہ جہاں وہ پیغمبرانہ وضع اور توریتی جملوں کو نقل کرتا ہے۔ وہ مختصر اور بعض مقامات میں مبہم ہے اور ایشیائی ڈھنگ کے موافق پُرحیرت صنعتوں سے مرصع اور روشن اور پُرمعنی جملوں سے مزین ہے۔ اور

(حاشیہ)

؎ اعجاز التنزیل صفحہ ۱۳۶ بحوالہ کتاب ایپالوجی فرام محمد ۱۲

؎ قرآن فصاحت و بلاغت میں معجزہ ہے گو کہ ان پر بھی چلا ہے فرقوں کی لکھنا مناسب تھا ۱۲ منہ

؎ یہ وہی قصیدہ ہے جو سبعہ معلقہ کے سات قصائد میں کا چوتھا ہے ۱۲

اکثر جگہ اور علے الخصوص اوس مقام پر جہاں کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اوصاف کا بیان ہے نہایت
عالی مرتبہ اور رفیع الشان ہے ۱؎ لبشپ ڈگلٹن صاحب جو ایک عالم و فاضل شخص تھے لکھتے
ہیں کہ ہم کو ازروے فطرت کے خود بخود یہ توقع ہوتی ہے کہ الہامی زبان کو سلیس اور لطیف اور عمدہ اور
پُراثر ہونا چاہئے اور عام کلام کی قوت اور تاثیر سے بھی اوس کا متجاوز ہونا ضرور ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے
یہاں کوئی چیز ایسی نہیں ہو سکتی جس میں کسی قسم کا نقص ہو ۲؎
مسٹر طامس کارلائل صاحب لکھتے ہیں کہ میرے نزدیک قرآن میں سچائی

قرآن میں خوبیاں

کا جوہر اس کے تمام معنی میں موجود ہے جس نے اوس کو وحشی عربوں کی نظر میں
بیش بہا کر دیا تھا۔ سب سے اخیر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب یعنی قرآن ؟ سب سے اول اور سب سے
اخیر جو عمدگیاں ہیں وہ اپنے میں رکھتا ہے۔ اور ہر قسم کے اوصاف کا بانی ہے بلکہ دراصل ہر قسم کے
وصف کی بنا صرف اوسی سے ہو سکتی ہے ۳؎ مسٹر گاڈ فری ہیگنس صاحب جو علم و فضل اور
انصاف پسندی میں عالی رتبہ شخص ہیں لکھتے ہیں کہ مسیح کی انجیل کی طرح قرآن غریب آدمی کا دوست
اور غمخوار ہے۔ بڑے آدمیوں کی ناانصافی کی ہر جگہ مذمت کرتا ہے۔ وہ آدمیوں کی باعتبار مدارج
یعنی مالداری کے
کے توقیر نہیں کرتا۔ یہ بات اوسکے مصنف کی (خواہ وہ عرب کے نامی پیغمبر محمد صلعم ہوں یا اون کے خلیفہ
عثمان) لازوال نیکنامی کا باعث ہے کہ اوس میں ایسا ایک بھی حکم نہیں بتلایا جا سکتا ہے جس میں
پولٹیکل خوشامد و رواداری کی طرف ذرا سا بھی میل ہو (جیسا کہ ویسٹ منسٹر ریویو میں منصفانہ رائے
دی گئی ہے) اگر خودمختار و جابر ایشیائی فرمانرواؤں کو اونکے ارادہ سے کوئی چیز کبھی روک
سکتی ہو تو وہ غالباً قرآن کی ایک بے تکلف آیت کسی ذی جرأت واعظ کی زبانی ہو گی ۴؎ مسٹر
جان ڈیون پورٹ صاحب جو ایک بڑے عالم اور غیر متعصب شخص ہیں لکھتے ہیں کہ منجملہ اون
بہت سی اعلے درجہ کی خوبیوں کے جو قرآن کے لئے واجب طور پر باعث فخر و ناز ہو سکتی ہیں۔ دو

۱؎ اعجاز التنزیل صفحہ ۱۶۴ بحوالہ دیباچہ ترجمہ قرآن مترجمہ سیل صاحب ۱۲

۲؎ اعجاز التنزیل صفحہ ۱۶۵ بحوالہ کتاب ڈگلٹن صاحب ۱۲

۳؎ اعجاز التنزیل صفحہ ۱۶۵ بحوالہ کتاب ہیروز اینڈ ہیروز ورشپ لکچر دوم ۱۲

۴؎ اعجاز التنزیل صفحہ ۱۶۵ بحوالہ کتاب اپالوجی فرام محمد ۱۲

ع؎ قرآن مجید کا مصنف حضرت سرور عالم کو قرار دینا تو اس وجہ سے ہے کہ یہ تحریر ایک عیسائی شخص کی ہے جو اس کے الہامی
کتاب ہونے کا معتقد نہیں ہے گو اس لحاظ سے حضرت صلعم کو مصنف قرار دینا بالکل بے محل نہیں ہے کہ دنیا میں سب سے پہلے
اسکی عبارت حضرت ہی کی زبان مبارک پر جاری ہوئی اور حضرت صلعم نے قلمبند کیا۔ لیکن خلیفہ عثمان کو
اس کا مصنف قرار دینا بالکل بے وجہ اور صاحب موصوف کی غفلت کی دلیل ہے ۱۲ راحت حسین

خوبیاں بیّن ہیں۔ اول[۱] تو اوس کا وہ مودبانہ اور ہیبت و رعب سے بھرا ہوا طرز بیان جو ہر ایک (یعنی روشن کھلی ہوئی) مقام پر جہاں خدا تعالےٰ کا ذکر یا اوسکی ذات کی طرف اشارہ ہے اختیار کیا گیا ہے اور جس میں خداوند عالم کو اون جذبوں اور اخلاقی نقصوں سے منسوب نہیں کیا جو انسان میں پائے جاتے ہیں۔ دوسرے[۲] اوس کا اون تمام خیالات و الفاظ اور قصوں سے مبرّا ہونا جو فحش اور خلاف اخلاق اور نامہذب ہوں۔ حالانکہ نہایت افسوس کی بات ہے کہ یہ عیوب توریت وغیرہ کتب مقدسہ یہود میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ فی الحقیقت قرآن ان سخت عیوب سے ایسا مبرّا ہے کہ اوسمیں خفیف سے خفیف ترمیم کی بھی ضرورت نہیں۔ اور اول سے آخر تک پڑھ جاؤ تو اوسمیں کوئی بھی ایسا لفظ نہ پاؤ گے جو پڑھنے والے کے چہرے پر شرم و حیا کے آثار پیدا کرے۔ قرآن میں ذات باری کی تعریف نہایت مشرح اور صاف ہے اور جو مذہب اوس نے اپنی ان خوبیوں کے ساتھ قائم کیا ہے وہ وحدانیت الٰہی کا نہایت پختہ اور شدید یقین ہے۔ اور بجائے اسکے کہ اللہ تعالےٰ کو فلسفیانہ طور پر صرف ایسا مسبب الاسباب مان لیا جائے جو اس عالم کو مقررہ قوانین پر چلا کر خود ایسی شان و عظمت کے ساتھ الگ ہے کہ اس تک کوئی شے نہیں پہونچ سکتی۔ قرآن کے رو سے وہ ہر وقت حاضر و ناظر ہے اور اوسکی قدرت کاملہ ہمیشہ اس عالم میں عامل اور متصرف ہے۔ علاوہ ازیں اسلام ایسا مذہب ہے جسکے اصول میں کوئی امر متنازع فیہ نہیں اور چونکہ اوسمیں کوئی ایسا معمّہ نہیں ہے جو سمجھ میں نہ آئے اور زبردستی قبول کرنا پڑے اس لئے وہ لوگوں کے خیالات کو ایک سیدھی سادی اور ایسی پرستش پر قائم رکھتا ہے جو تغیّر پذیر نہیں ہے حالانکہ تیز و تُند اور اندھا دھند جوش مذہبی نے پیروانِ اسلام کو اکثر اوقات آپے سے باہر کر دیا ہے اور سب سے اخیر بات یہ ہے کہ مذہب اسلام ایسا مذہب ہے کہ جس سے ولیوں۔ شہیدوں اور تبرکات اور تصویروں کی پرستش اور ناقابل فہم باتیں اور حکیمانہ باریکیاں اور راہبوں کا تجرد و تہذیب نفس بالکل خارج کر دی گئی ہے۔ چنانچہ اسلام میں ایسے ثبوت موجود ہیں جن پر خیال کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اوس کے بانی نے ماہیت اشیاء اور اوس زمانہ کی قوموں کی حالت اور نیز اس امر پر کہ مسائل مذہبی عقل سے کیونکر مطابق ہو سکتے ہیں۔ ایک دیرینہ اور عمیق غور کے بعد اپنے مذہب کی بنا ڈالی ہے۔ اور اس وجہ سے یہ کچھ محل تعجب نہیں ہے کہ اسلامی طور کی پرستش اہل کعبہ کی بُت پرستی اور صابئین کی پرستش اجرام فلکی اور زردشتیوں کی آتش پرستی پر غالب آگئی[۱]

مسٹر دوش صاحب لکھتے ہیں کہ اون تبدیلات[۳] مضامین میں جو مثل برق (بجلی) کے تیز اور طرار ہیں اہم

---

[۱] اعجاز التنزیل صفحہ ۱۷ بحوالہ کتاب اپالوجی فار دی محمد اینڈ قرآن ۱۲ منہ

[۳] یعنی قرآن مجید میں جو ایک مطلب متعدد مقامات میں مختلف تعبیروں اور رنگارنگ عبارتوں سے ادا کیا گیا ہے ۱۲ راحت حسین

کتاب (قرآن) میں ایک نہایت بڑی خوبصورتی پائی جاتی ہے۔ اور گوئٹے (ایک مشہور ترین جرمن فاضل ہے) کا یہ قول بجا ہے کہ جس قدر ہم اوسکے قریب پہونچتے ہیں یعنی اوس پر زیادہ غور کرتے ہیں وہ ہمیشہ دور کھنچتی جاتی ہے یعنی زیادہ اعلےٰ معلوم ہوتی ہے۔ وہ بتدریج فریفتہ کرتی ہے پھر متعجب کرتی ہے اور آخر کار فرحت آمیز تحیر میں ڈال دیتی ہے لہ

قرآن کی برکت

دوش صاحب پھر لکھتے ہیں کہ ہم دفعۃً از راہ ترجیح اس عجیب کتاب کی ماہیت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جسکی اعانت سے عربوں نے سکندر اعظم کے جہان سے بڑا جہان اور رومۃ الکبرے کی سلطنت سے وسیع تر سلطنت فتح کر لی اور جس قدر زمانہ کہ سلطنت روم کو اپنی فتوحات کے حاصل کرنے میں درکار ہوا تھا اوس کا دسواں حصہ بھی اونکو نہ لگا۔ ایسی کتاب جسکی اعانت سے جملہ بنی سام میں یہی لوگ بحیثیت سلاطین یورپ میں آئے تھے جہاں کہ اہل فنیشیا (شام وفلسطین) تاجروں کی حیثیت سے اور یہود پناہ گیروں یا قیدیوں کی طرح پر آئے تھے۔ یہی لوگ (عرب) مع اون پناہ گیروں کے یورپ کو انسانیت کی روشنی دکھانے کے لئے آئے تھے۔ یہی لوگ (عرب) جبکہ تاریکی چھا رہی تھی یونان کی مردہ عقل اور علم کو زندہ کرنے اور اہل مغرب اور اہل مشرق کو فلسفہ۔ طب۔ ہیئت اور نظم لکھنے کا خوشنما اور دلچسپ فن سیکھانے اور علوم جدیدہ کی بنا ڈالنے اور ہم لوگوں کو غرناطہ (گرنیڈا) کی تباہی کے دن پر ہمیشہ کے لئے رُلانے کو آئے تھے ؎۲

راڈویل صاحب لکھتے ہیں کہ محمدؐ کی زندگی کا مدعا توحید الہی کا اعلان کرنا تھا اور وہ بے شک اسمیں کامیاب ہوگیا جس قدر کہ نہایت صحیح تاریخی واقعات پر نظر کرنے سے ہم کو محمدؐ کی سیرت سے اصلی واقفیت ہوتی ہے اوسی قدر مراکشی۔ پریڈو اور دیگر مصنفین کی سخت کلامی اور بد زبانی ہم پر غلط ثابت ہوتی ہے۔ اور یہ کہنا حقیقۃ الامر کے زیادہ تر قریب ہوگا کہ وہ بے شک ایک اعلےٰ درجہ کا شخص تھا اگرچہ کچھ نقص بھی رکھتا تھا اور ایک سچا واعظ تھا اگرچہ غلطی میں پڑا ہوا تھا۔ مگر اسکی بہت سی غلطیوں اور نقصوں کی وجہ اوسکے زمانہ کی حالت تھی اور ضرور ہے کہ جس مذہب کا وہ اصل بانی تھا اوسمیں سچائی اور نکوئی کے اصول بھی ہوں ورنہ یہ معمہ حل ہونا مشکل ہے کہ اوسکی تعلیم کا اثر جس کو بے شبہ اوسکے پیرؤوں کے فتحمند ہتھیاروں نے بہت تیز کر دیا اوس وقت تک کہ تقریباً تیرہ صدیاں گزر چکی ہیں ہمارے زمانہ کے پندرہ کروڑ آدمیوں میں جو کل دنیا کے چھٹے حصہ سے زیادہ ہیں کس طرح قائم رہا یہ بھی مان لینا ضرور ہے کہ قرآن نے جس طور پر خدا کی ذات کی تعریف بلحاظ اوسکی وحدانیت اور تمام جہان کا پروردگار اور عالم الغیب اور قادر مطلق

لہ اعجاز التنزیل صہ ۱۸۱ بحوالہ رسالہ کوارٹرلی ریویو جلد ۱۲۷ عدد ۲۵۴ لندن سنہ ۱۸۵۹ء ۱۲ منہ

؎۲ اعجاز التنزیل صہ ۱۸۱ بحوالہ گزشتہ ۱۲

؎۳ و ؎۲ (؟) ایسے تعصب آمیز جملے بھی جنکی رد خود انہی کا کلام بالا اور آیندہ خصوصاً ؎۳ کر رہا ہے کیونکہ اعلےٰ درجہ کا شخص ناقص اور سچا شخص غلطی پر نہیں ہو سکتا ۱۲ راحت حسین

ہونے کے بیان کی ہے اوسکے لئے وہ نہایت اعلے درجہ کی تعریف کا مستحق ہے اور یہ بھی مان لینا واجب ہے کہ قرآن کو صرف خدائے واحد پر نہایت پُرجوش اور گہرا یقین ہے۔ اور گو کہ اوسمیں [a] متوہمانہ خیالات اور [b] کہانیاں بھی ہیں اور [c] طفلانہ آداب و رسوم مذہبی کی بھی تعلیم کرتا ہے اور [d] ظلم وجور اور غلامی و تعدد ازواج کی بھی اجازت دیتا ہے۔ مگر باوجود [e] ان باتوں کے اوسمیں ایک نہایت اعلے درجہ کی عمیق سچائی ہے جو ایسے الفاظ میں بیان کی گئی ہے جو باوجود اختصار کے قوی اور کثیر الدلالۃ اور ملہمانہ حکمت سے بھرے ہوئے ہیں لہ

اسلام کی خوبیاں

ایم دی سینٹ ہیلر صاحب جو فرانس کے مشہور و معروف فاضل ہیں لکھتے ہیں کہ اسلام میں کوئی بات مشتبہ یا قدرت کی باتوں سے بڑھکر بطور اعجوبہ کے نہیں ہے۔ مذہب اسلام خود اس بات کے مخالف ہے کہ وہ کسی پردہ میں پوشیدہ کیا جائے۔ اور اگر اب تک اوسمیں چند شبہات موجود ہیں تو اوس کا الزام مذہب اسلام پر نہیں ہے کیونکہ وہ ابتدا سے ایسا صاف اور سچا ہے جتنا کہ ہونا ممکن ہے [2] جرمنی مورخ مسٹر دوش صاحب لکھتے ہیں کہ شادی و غم عشق و محبت۔ ہمت و شجاعت کے وہ عظیم الشان اظہارات جنکی کچھ خفیف سی صدائیں اب ہمارے کان میں آتی ہیں محمدؐ کے زمانہ میں پوری پوری آواز رکھتے تھے اور محمدؐ کو سب سے زیادہ فصیح و بلیغ لوگوں سے صرف برابری ہی کرنی نہیں پڑی تھی بلکہ اون پر فوق لیجانا پڑا تھا۔ اور اپنے کلام کی فصاحت و بلاغت کو اپنے دعوائے رسالت کی دلیل گردا ننا پڑا تھا۔ محمدؐ کے پہلے کے شعرا نے عاشقانہ اشعار بہت کہے تھے چنانچہ عنترہ نے جس کے عشق کا حال ایک بہت مشہور داستان میں لکھا ہے۔ اور امرؤ القیس نے جس کو محمدؐ نے پیشوائے شعرائے عرب گمراہ رہنمائے اہل جہنم بتایا ہے نہایت عالی اور آبدار مضامین عشقیہ نظم کئے [f] اور شراب و کباب اور معشوقان ماہوش و سیمیں تن کی تعریف میں فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دیئے۔ مگر محمدؐ نے عاشقانہ مضامین نظم

---

[f] خداوند حکیم ارشاد فرماتا ہے کہ وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنبَغِي لَهُ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُّبِينٌ (سورۂ یٰسین پ ۲۳ آیت ۶۹) یعنی میں نے نہ تو رسول کو شعر کہنا تعلیم کیا نہ شعر کہنا اون کے لئے مناسب ہے۔ دنیا میں جیسے جیسے علوم کی ترقی ہورہی ہے قرآن مقدس کی الہامیت اور سردار اسلام حضرت رسول اللہؐ کی حقانیت کا ثبوت ظاہر ہوتا جاتا ہے۔ ہمکو اس بات کی بہت خوشی ہے کہ خداوند حکیم نے حضرت سرور عالمؐ کو شعر و سخن سے روکا ورنہ آج بعوض اس اقرار حقانیت کے جو دوش صاحب وغیرہ کر رہے ہیں حضرت سرور عالمؐ شاعروں کے زمرہ میں داخل کر دیئے جاتے اور قرآن ایک فصیح شاعر کی تصنیف قرار دیدیا جاتا اور جو وقعت و عزت قرآن و صاحب قرآن یعنی حضرت رسولؐ کی آج غیروں کی نگاہوں میں ہے ہرگز نہ ہوتی ۱۲ راحت حسین

[a] ان چاروں تعصب آمیز نمبروں کی رد اکثر عیسائی علماء کی گذشتہ اور آیندہ تحریر دلیل اور خود بھی

[b] راڈویل کا گذشتہ کلام "قرآن سے اعلیٰ سچائی اور نکوئی کے اصول ہوں" اور آیندہ [e] کررہا ہے کیونکہ سچا اور ملہمانہ حکمت آمیز کلام اور نکوئی کے اصول بجز ظلم و جور خام خیال نہیں ہوسکتے ۱۲ راحت حسین

[1] اعجاز ص ۱۸۲ بحوالہ ترجمہ قرآن مترجمہ راڈویل

[2] اعجاز ص ۱۴۶ بحوالہ

نہیں گئے نہ کوئی عاشقانہ غزل کہی۔ نہ اس دنیاے فانی کے رنج و راحت نہ عرب کی شمشیر آبدار و شتر بے مہار۔ نہ عرب کے رشک و حسد اور خواہش انتقام نہ کسی قوم و قبیلہ کے آبار و اجداد کی شجاعت و جوانمردی نظم کی۔ نہ کوئی ایسا مضمون بیان کیا جس سے معلوم ہو کہ اوس کے نزدیک وجود بشر کی کوئی حقیقت ہی نہیں اور انسان کے لئے مطلقاً فنا ہو جانا ہی ہے۔ الغرض اوس نے لوگوں کو شعر و سخن نہیں سیکھایا بلکہ اسلام سیکھایا اور یہ کیونکر سیکھایا کہ زمین و آسمان شق کر کے جنت و نار کو مجسم کر کے دیکھا دیا[له]

اسلام کی نفاست اور عام مقبولیت و غلبہ مسٹر کینن ٹیلر صاحب جو یورپ کے مشہور فضلار میں مذہبی علمار کی حیثیت سے اعلےٰ عہدہ پر فائز تھے بیان کرتے ہیں کہ ہم کو یہ اقرار کرنا چاہئے کہ اسلام دنیا کے ایک بڑے حصہ پر بطور ایک واعظ مذہب کے بہ نسبت مذہب عیسوی کے زیادہ تر کامیاب ہے۔ نہ صرف بت پرستی سے اسلام پر ایمان لانے والے بہ نسبت عیسائی مذہب پر ایمان لانے والوں کے زیادہ تر ہیں بلکہ مذہب عیسائی بعض ملکوں میں درحقیقت اسلام کے سامنے سے ہٹتا جاتا ہے اور مسلمان قوموں کو معتقد بنانے کی کوششیں ظاہرا بالکل ناکامیاب ہوتی ہیں۔ اور صرف یہی نہیں کہ ہم اپنا وہاں قدم نہیں جما سکتے ہیں بلکہ ہم اپنے آپ کو بچانے میں بھی ناکامیاب ہوتے ہیں۔ مذہب اسلام اس وقت مراکو سے جاوا تک اور زنجبار سے چین تک پھیلا ہوا ہے۔ اور وسط افریقہ میں بے حد تیزی سے پھیلتا جاتا ہے۔ وہ سلسلہ وار بحر روم سے خط استوا تک پھیلا ہوا ہے۔ اور بڑی تیزی سے جنوب کی طرف بڑھتا جاتا ہے۔ ہندوستان میں یوروپین شائستگی[عه] جو ہندو مذہب کو دور کر رہی ہے وہ اسلام کے لئے ایک رستہ تیار کر رہی ہے۔ ساڑھے پچیس کروڑ میں سے پانچ کروڑ آدمی ہندوستان میں اس وقت مسلمان ہیں اور افریقہ میں آدھے سے زیادہ۔ مذہب عیسوی اپنی گرفت میں خوب مضبوط نہیں ہے[عه]۔ اور ہندوستان اور افریقہ میں اسلام کے سامنے سے ہٹتا جاتا ہے اور جمیکا میں حبشی جو کہ صرف نام کے عیسائی ہیں اوبی ایزم[سه] کو قبول کرتے جاتے ہیں۔ اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ افریقہ کی ایک قوم جو کہ ایک دفعہ اسلام قبول کر لیتی ہے پھر کبھی بت پرستی اختیار نہیں کرتی اور نہ عیسائی مذہب کو قبول کرتی ہے[ھه]

اسلام کے نفیس اصول اور پاکیزہ تعلیم مسٹر ٹیلر موصوف پھر لکھتے ہیں کہ اسلام نے تہذیب پھیلانے میں مذہب عیسائی سے بہت زیادہ کوشش کی ہے۔ میں اقرار

له اعجاز التنزیل صفحہ ۱۶۳ بحوالہ رسالہ کوارٹرلی ریویو جلد ۱۲۷ نمبر ۲۵۴ لندن ۱۸۶۹ء ۱۲

عه شائستگی کی جگہ پر لفظ تدبیر ہونا واقع کے مطابق ہوگا ۱۲ منہ

عه سبب اس کا مذہب کی خامی ہے ۱۲

سه بھوت پریت اور خیالی چیزوں کی پرستش کو اوبی ایزم کہتے ہیں ۱۲

ھه اعجاز التنزیل صفحہ ۱۹۲ بحوالہ مضمون جہاں سینٹ جیمس گزٹ لندن ۱۸۸۶ء جو افریقہ میں مسیحی چرچ کانگرس کے سامنے پڑھا گیا تھا ۱۲ منہ

کرتا ہوں کہ میں مشنریوں کے بیانات سے کسی قدر بدگمان ہوں ۔ لیکن انگریزی عہدہ داروں یا اور سیاحوں کے جو پادری نہیں ہیں مثل ٹن پوپ ہنیسی ۔ گیلٹن ۔ پال گریو ۔ ٹامسن ۔ ریڈ کے عملی نتایج کے بیانات کو ملاحظہ کرو جب کہ اوس کو یعنی اسلام کو ایک حبشی قوم قبول کرتی ہے تو بت پرستی ۔ جنات پرستی ۔ مخلوق پرستی یعنی جاندار اور غیر جاندار چیزوں کی پرستش ۔ مردم خواری ۔ انسانی قربانی ۔ اطفال کشی ۔ جادوگری فوراً دور ہو جاتی ہے ۔ باشندے کپڑے پہننے لگتے ہیں ۔ نجاست کی جگہ صفائی ہو جاتی ہے ۔ اور وہ ذاتی شرف اور سلف ریسپکٹ حاصل کر لیتے ہیں ۔ مہمان نوازی ایک مذہبی فرض ہو جاتا ہے ۔ اور شراب خواری بہت کم رہ جاتی ہے ۔ اور جوا متروک ہو جاتا ہے ۔ بے حیائی کے ناچ اور عورت مرد کے ناجائز میل جول بند ہو جاتے ہیں ۔ عورتوں کی پاک دامنی نیک خصلت خیال کی جاتی ہے ۔ محنت کاہلی کی جگہ حاصل کر لیتی ہے ۔ ذاتی اختیار کی جگہ کو قانون دخل کر لیتا ہے ۔ انتظام اور پرہیزگاری پھیل جاتی ہے ۔ خاندانی خصومتیں اور جانوروں اور غلاموں پر بے رحمی کا امتناع ہو جاتا ہے ۔ انسانیت اور مہربانی اور یگانگی کا خیال سیکھا یا جاتا ہے ۔ کثرت ازدواج اور بندہ گری ٹھیک طور سے ترتیب دی جاتی ہے اور اونکی برائیاں کم کی جاتی ہیں ۔ کل دنیا میں اسلام سب سے زیادہ قومی گروہ شراب نہ پینے والوں کا ہے ۔ اور بمقابلہ اوسکے یورپ کی ترقی سے گویا شراب خواری اور گنہگاری کا پھیلاؤ اور اوس جگہ کی قوم کا تنزل مراد ہے ۔ حالانکہ اسلام کسی کم درجہ کی تہذیب نہیں پھیلاتا ۔ جس میں پڑھنے اور لکھنے کا علم ۔ عمدہ لباس پہنا ۔ ذاتی صفائی ۔ راست گوئی اور سلف ریسپکٹ (شرف ذاتی) شامل ہیں اوسکے برائی سے روکنے اور تہذیب پھیلانے کے اثر بے حد عجیب ہیں ؎ مسٹر ارکہارٹ صاحب لکھتے ہیں کہ اصول شرع اسلام میں سے ہر ایک اصل کو دیکھیے تو فی نفسہ اوسکی عمدہ اور موثر ہے کہ شارع اسلام کے شرف و فضیلت کو قیامت تک کافی ہے اور اون سب اصول کے مجموعہ سے ایک ایسا انتظام سیاست قائم ہو گیا ہے جسکی قوت و متانت کے سامنے دوسرے سب انتظامات سیاست ہیچ ہیں ۔ ایک شخص ؏ کی حین حیات اور وہ بھی ایسا شخص جو ایک جاہل ۔ وحشی ۔ تنگ مایہ ۔ و کم ظرف قوم (عرب) کے قابو میں تھا وہ شرع اون ممالک میں شایع ہو گئی جو سلطنت قاہرہ روم کبیر سے کہیں عظیم و وسیع تھیں جب تک اس شرع میں اوسکی اصلی کیفیت باقی رہی اوس وقت تک کوئی چیز اوس کا مقابلہ نہ کر سکی ؎ مسٹر چیمبر صاحب لکھتے ہیں کہ مذہب اسلام کا وہ حصہ بھی جس سے اوس کے بانی کی طبیعت صاف صاف معلوم ہوتی ہے نہایت کامل اور غایت درجہ کا موثر ہے ۔ اس سے ہماری مراد

؎ اعجاز التنزیل صفحہ ۱۹۶ بحوالہ مضمون مذکورہ بالا ۱۲ منہ

؏ یعنی حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ و آلہ ۱۲

؎ اعجاز التنزیل صفحہ ۲۱۱

اوسکی اخلاقی نصیحتیں ہیں - یہ نصیحتیں کسی ایک یا دو یا تین سوروں میں مجتمع نہیں ہیں بلکہ اسلام کی عالی شان عمارت (قرآن مجید) میں سلسلۃ الذہب کی مانند ملی جُلی ہیں - ناانصافی - جھوٹ غرور انتقام - غیبت - استہزاء - لمع - فضول خرچی - حرام کاری - خیانت اور بدگمانی کی سخت مذمت کی گئی ہے اور اونکو قبیح اور بے دینی بتایا ہے - اور بمقابلہ اون کے خیر اندیشی - فیض رسانی پاکدامنی - حیا - بردباری - صبر - تحمل - کفایت شعاری - سچائی - راستبازی - عالی ہمتی - صلح پسندی - حق رسی - اور سب پر بالا توکل بر خدا اور انقیاد امر الٰہی کو سچی ایمانداری کی اصل و بنیاد اور مومن صادق کا اصلی نشان قرار دیا ہے [1] سر ولیم میور صاحب لکھتے ہیں کہ مذہب اسلام اس بات پر فخر کر سکتا ہے کہ اوسمیں پرہیزگاری کا ایک ایسا درجہ موجود ہے جو کسی دوسرے مذہب میں نہیں ہے [2] مسٹر گاڈفری ہیگنس صاحب لکھتے ہیں کہ مورخوں نے بیان کیا ہے کہ محمدؐ کے زمانہ سے پیشتر اہل عرب شراب خواری اور قمار بازی کے نہایت عادی تھے مگر اون (محمدؐ) کے دو حکموں کی وجہ سے شراب و قمار بازی کا رواج قطعاً موقوف ہوگیا - گو کہ اونکو ذریعہ شہوت رانی اپنے رفقا کا الزام لگایا گیا ہے جیساکہ اوپر مذکور ہوا - تقویٰ اور پرہیزگاری برائے نام ہی نہیں معلوم ہوتی بلکہ مے نوشی اور قمار بازی ایسے کبیرہ جرم قرار دیئے گئے ہیں جو معافی کے لائق نہیں اور جنکی بیخکنی ایک دم سے کر دی گئی - اون کے پیرؤوں کی کل شہوات نفسانی اور تعصب اور عادات کی بندش کر دی گئی ہے - ضرور ہے کہ سب کو ترک کریں - ورنہ اون کے تابع نہیں ہو سکتے - گبن درست کہتا ہے کہ جس عیش وعشرت سے دل للچائے اوسکی تکلیف دہندہ قیدون کو بلاشبہ رندوں اور منافقوں نے اوٹھا دیا ہے - مگر اوس واضع قانون (محمدؐ) پر جس نے کہ اوس کو بنایا یقیناً انصاف کی رو سے اس بات کی تہمت نہیں ہو سکتی کہ اوس نے اپنے مریدوں کو اونکی شہوات نفسانی کی اجازت دینے سے فریب دیا - فی الحقیقت میرے نزدیک فرنگستان کی کیا ہی خوش قسمتی ہوتی اگر بموجب حکم الٰہی دین عیسوی میں بھی انکی ممانعت ہو جاتی - کچھ آگے چلکر پھر لکھا ہے کہ "میری رائے ناقص اور خیالات محدود کے بموجب اگر شراب اور قمار بازی وغیرہ کی ممانعت انجیلوں میں پائی جاتی تو انسان کچھ کم خوش نہ ہوتی اور اگر حضرت عیسےٰؑ اپنے علم غیب سے جو بزعم لوگوں کے اونکو حاصل تھا اور جس کا محمدؐ کو دعوے نہ تھا منشی چیزوں کی ممانعت کر دیتے بجز اون صورتوں کے جنہیں وہ دوا کے طور پر ضروری ہوں تو اس سے کچھ برائی زیادہ نہ ہو جاتی [3] مسٹر گبن صاحب لکھتے ہیں کہ اوس (محمدؐ) نے مسلمانوں میں نیکی اور محبت کی ایک روح

[1] اعجاز التنزیل صفحہ ٢١٢ بحوالہ کتاب السائیکلوپیڈیا ١٢

[2] اعجاز التنزیل صفحہ ٢١٣ بحوالہ کتاب لائف آف محمدؐ ١٢

[3] اعجاز التنزیل صفحہ ٢١٣ بحوالہ کتاب اپالوجی فار محمدؐ ١٢

پھونک دی - آپس میں بھلائی کرنے کی ہدایت کی اور اپنے احکام اور نصیحتوں سے انتقام کی خواہش اور بیوہ عورتوں اور یتیموں پر ظلم وستم ہونے کو روک دیا - تو میں جو کہ اعتقاد میں مخالف تھیں فرماں برداری میں متفق ہوگئیں [۵۱] مسٹر باسورتھ سمتھ صاحب لکھتے ہیں کہ اگر کسی مذہب کی سچائی پرکھنے کے لیئے اس امر کو معیار قرار دیا جائے کہ اوس نے اوس زمانہ کی حالت کے موافق عورتوں سے کیا رعایت کی اور غربا و مساکین اور مظلوم لوگوں کے لیئے کیا کیا تو محمدؐ کا مذہب بے شک اس آزمائش کی برداشت کرسکتا ہے [۵۲]

اسلام میں فیاضی کی تعلیم

مسٹر اڈورڈ گبن صاحب لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کی خیرات جانوروں تک کے حق میں ہوتی ہے اور قرآن میں محتاج اور مسکین کی اعانت کرنے کی بکرر تاکید ہوئی ہے اور حکم ناگزیر کے طور پر واجب قرار دی گئی ہے شاید محمدؐ ہی ایسے صاحب شریعت ہیں جنھوں نے خیرات کا ٹھیک ٹھیک اندازہ کیا ہو - اسکی مقدار معین مال کی نوعیت اور مقدار پر بدلتی ہے - مثلاً زر نقد - غلہ - مویشی - پھل - اور اسباب تجارت - مگر جب تک کہ مسلمان اپنے مال کا دسواں حصہ نہ دے اوس نے شریعت کی تکمیل نہیں کی درحقیقت فیاضی عدالت کی بنیاد ہے اور جن لوگوں کی اعانت ہم کو لازم ہے اونکو ضرر پہونچانا ممنوع ہے کوئی نبی عالم لاہوت اور برزخ کی پوشیدہ باتیں اور بھید بیان کرے مگر احسانیات کے احکام ہیں اوسکو ہمارے ہی دل کے احکام بیان کرنے ہونگے [۵۳] مسٹر ابراہام ریس صاحب لکھتے ہیں کہ خیرات دینے میں اکثار (زیادتی) اور اوسکی رغبت دلانے میں مسلمانوں کے مذہب سے زیادہ سرگرم کوئی مذہب نہیں ہے - قرآن نے قبول دعا کے لئے خیرات کرنے کو واجب قرار دیا ہے [۵۴] مسٹر موصوف پھر لکھتے ہیں کہ خیرات کو اہل اسلام بہت ہی ثواب کا کام سمجھتے ہیں اور بہت سے مسلمان خیرات دینے کی شہرت میں ضرب المثل ہیں بالتخصیص حسنؑ بن علیؑ جو محمدؐ کے نواسے تھے - روایت ہے کہ اونھوں نے اپنی حیات میں تین مرتبہ اپنا مال محتاجوں کو نصفا نصف بانٹ دیا اور دو مرتبہ تو جو کچھ تھا سب دیدیا - اور عوام مسلمین نیکیاں کرنے کے ایسے عادی ہورہے ہیں کہ حیوانات تک سے وہ نیکی کرتے ہیں [۵۵]

اسلام کے احسانات عام اہل دنیا پر

مسٹر جان ڈیون پورٹ لکھتے ہیں کہ اس امر میں بھی کچھ شبہ نہیں ہوسکتا کہ جن لوگوں نے مذہب اسلام اور مذہب عیسائی کی خوبیوں کو بمقابلہ ایک دوسرے کے بہ تحقیق کیا ہے اور ان پر غور کی ہے اونہیں سے

[۵۱] اعجاز صفحہ ۲۱۶ بحوالہ کتاب تاریخ گبن ۱۲ منہ

[۵۲] اعجاز صفحہ ۲۹۶ بحوالہ کتاب محمد اینڈ محمدن ازم ۱۲ منہ

[۵۳] اعجاز تنزیل صفحہ ۲۹۸ بحوالہ تاریخ گبن جلد ۶ باب ۵۰ ۱۲ منہ

[۵۴] اعجاز صفحہ ۳۰۰ بحوالہ کتاب انسائیکلو پیڈیا بذیل لفظ آلمز ۱۲ منہ

[۵۵] اعجاز صفحہ ۳۰۰ بحوالہ بالا ۱۲ منہ

بہت ہی کم ایسے ہیں جو اس تحقیقات میں اکثر اوقات متردد اور صرف اس بات کے تسلیم کرنے پر
مجبور ہوئے ہوں کہ مذہب اسلام کے احکام بہت ہی عمدہ اور مفید مقاصد ہیں بلکہ اس بات کا
اعتقاد کرنے پر بھی مجبور ہوئے ہیں کہ آخر کار مذہب اسلام سے انسان کو فائدہ کثیر پہونچیگا
مسٹر موصوف پھر لکھتے ہیں کہ ہر ایک طرح کی شہادت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جن
شخصوں نے فلسفہ اور علوم و فنون کو سب سے پہلے زندہ کیا جو قدیم اور زمانہ حال کے علم
ادب کے درمیان بطور ایک سلسلہ کے بیان کئے گئے ہیں بلاشبہ وہ ایشیا کے مسلمان اور اندلس
کے مور یعنی اہل بربر تھے جو خلفاء عباسیہ اور بنی امیہ کے عہد میں وہاں رہتے تھے۔ علم جو اندلس
ایشیا سے یورپ میں آیا تھا اوس کا وہاں دوبارہ رواج مذہب اسلام کی دانشمندی سے ہوا
یہ بات معروف و مشہور ہے کہ اہل عرب میں چھ سو برس کے قریب سے علوم و فنون جاری تھے
اور یورپ میں جہالت اور وحشیانہ پن پھیلا ہوا تھا۔ اور علم ادب قریباً نیست و نابود ہو گیا تھا
علاوہ اسکے یہ بات بھی تسلیم کرنی چاہئے کہ تمام علوم طبعیات۔ ہیئت۔ فلسفہ۔ ریاضی جو دسویں
صدی میں یورپ میں جاری تھے ابتدائً عرب کے علماء سے حاصل ہوئے تھے اور خصوصاً اندلس
کے مسلمان یورپ کے فلسفہ کے موجد خیال کئے جاتے ہیں۔ مسٹر موصوف پھر لکھتے ہیں کہ یورپ
مذہب اسلام کا اور بھی زیادہ ممنون ہے کیونکہ اگر اون جھگڑوں سے جو سلطان صلاح الدین
کے وقت میں بیت المقدس کی لڑائی میں ہوئے جس کو فریقین جہاد کہتے تھے قطع نظر کی جائے تو
بالتخصیص مسلمانوں کے سبب سے فیوڈل انتظام کی سختیاں اور امیروں کی خود مختاری یورپ سے
موقوف ہو گئی جسکے باقی ماندہ اثروں پر ہمارے ملک یورپ کی آزادی کی نہایت بڑی اور عالیشان
عمارت کی بنیاد قائم ہوئی۔ اہل یورپ کو یہ بات بھی یاد دلانی چاہئے کہ محمدؐ کے پیرؤوں کے (جو
قدیم اور زمانہ حال کے علم ادب کے درمیان بطور سلسلہ کے ذریعہ ہیں) اس لحاظ سے بھی ممنون
ہیں کہ مغربی تاریکی کی مدت دراز میں یونانی حکماء کی بہت ہی کتابیں فنون اور علوم ریاضی اور طب
وغیرہ کے بعض نہایت بڑے بڑے شعبوں کی اونھیں کی کوششوں سے شائع ہوئیں۔ [1]
مسٹر چیمبر صاحب لکھتے ہیں کہ ہم اس بات پر غور نہیں کر سکتے ہیں کہ اسلام نے تمام انسان
کی بھلائی کے لئے کیا کیا۔ لیکن اگر نہایت ٹھیک کہا جائے تو یورپ میں علوم و فنون
کی ترقی اوسی (اسلام) کا حصہ تھا۔ مسلمان علی العموم نویں صدی سے تیرہویں صدی تک
وحشی یورپ کے لئے روشن ضمیر معلم کہے جا سکتے ہیں۔ خاندان عباسیہ کے خلفاء کے نہایت

[1] اعجاز تنزیل صفحہ ۲۱۴ تا ۲۱۸ بحوالہ کتاب اپالوجی فارڈی محمد اینڈ قرآن ۱۲ منہ

عمدہ زمانہ سے یونانی خیالات اور یونانی تہذیب کا از سر نو سر سبز ہونا شمار کیا جا سکتا ہے۔ قدیم علم ادب ہمیشہ کے واسطے بغیر کسی علاج کے مفقود ہو جاتا اگر مسلمانوں کے مدرسوں میں اوس کو پناہ نہ ملتی۔ عربی فلسفہ۔ قدرتی چیزوں کی تاریخ۔ جغرافیہ۔ تاریخ عام۔ صرف۔ نحو۔ علم کلام۔ اور فن شاعری کی (جسکی تعلیم پرانے اوستاد دیتے تھے) بہت سی کتابیں پیدا ہوگئیں جنمیں سے اکثر اوس وقت تک جاری رہینگی اور تعلیم دیجائینگی جب تک نسلیں تعلیم پانے کے واسطے پیدا ہوتی رہینگی ۱؎ ایک یوروپین مضمون نگار نے لکھا ہے کہ اسلام نے اطفال کشی کا انسداد کر دیا جو اوس زمانہ میں قرب جوار کے ملکوں میں جاری تھی۔ گو عیسائی مذہب نے بھی اوس کو روکا مگر اسلام کے برابر اوس کو کامیابی نہیں ہوئی۔ اسلام نے غلامی کو موقوف کر دیا جو اوس ملک کی پرانی جاہلیت کی رسم تھی۔ اسلام نے ملکی حقوق کو برابر کر دیا اور صرف اونھیں لوگوں کے حق میں انصاف نہیں کیا جو اوس مذہب کے معتقد تھے بلکہ اون لوگوں کے ساتھ بھی برابر انصاف کیا جن کو اوس کے ہتھیاروں نے فتح کیا تھا۔ اسلام نے اوس محصول کو جو سلطنت کو دیا جاتا تھا گھٹا کر صرف دسواں حصہ کر دیا۔ اسلام نے تجارت کو تمام محصولات اور مزاحمتوں سے آزاد کر دیا۔ اسلام نے مذہب کے معتقدوں کو اس بات سے کہ اپنے مذہبی سرگروہ کو یا مذہبی کام کے لئے جبراً روپیہ دیں اور تمام لوگوں کو اس بات سے کہ غالب مذہب اسلام کو ہر ایک قسم کا مذہبی چندہ دیں بالکل بری کر دیا۔ اسلام نے فرقہ فتحمند کے تمام حقوق مفتوحہ لوگوں میں سے اون شخصوں کو دے دیئے جو اوس کے یعنی مفتوحہ مذہب کے پابند تھے اور اونکو ہر ایک قسم کی پناہ دی۔ اسلام نے مال کی حفاظت کی سود لینے کو اور خون کا بدلہ بغیر حکم عدالت کے لینے کو موقوف کر دیا۔ صفائی اور پرہیزگاری کی حفاظت کی۔ اور ان باتوں کی صرف ہدایت ہی نہیں کی بلکہ اونکو پیدا کیا اور قائم کر دیا۔ حرام کاری کو موقوف کر دیا۔ غریبوں کو خیرات دینے اور ہر ایک شخص کی تعظیم کرنے کی ہدایت کی اس مضمون نگار نے پھر لکھا ہے کہ جو نتیجے اسلام سے ہوئے وہ اس قدر وسیع اور دقیق اور مستحکم ہیں کہ اونکی تکمیل کر لینا تو درکنار ہم یقین نہیں کر سکتے کہ وہ انسان کے خیال میں بھی آسکیں ۲؎

انیسواں مقدمہ (حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ کے مختصر حالات اسلامی کتابوں سے)

آپ کے نور کی پیدائش

ابن بابویہ علیہ الرحمہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت

۱؎ اعجاز ۳۱۹ بحوالہ کتاب انسائیکلوپیڈیا ۱۲ منہ

۲؎ اعجاز التنزیل ۳۲۰ ۱۲ منہ

کرتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ خداوند عالم نے آسمان و زمین اور عرش و کرسی اور لوح و قلم اور بہشت و دوزخ کو پیدا کرنے سے چار لاکھ چوبیس ہزار سال پہلے نورِ مقدس حضرت سرورِ عالم صلوات اللہ علیہ و آلہ کو پیدا کیا اور اوس نور سے بارہ حجاب پیدا کئے ۱ حجابِ قدرت ۲ حجابِ عظمت ۳ حجابِ منت ۴ حجابِ رحمت ۵ حجابِ سعادت ۶ حجابِ کرامت ۷ حجابِ منزلت ۸ حجابِ ہدایت ۹ حجابِ نبوت ۱۰ حجابِ رفعت ۱۱ حجابِ ہیبت ۱۲ حجابِ شفاعت۔ پھر اس نور کو ہر حجاب میں یکے بعد دیگرے کچھ مدت تک رکھا اور یہ نور اون حجابوں میں تسبیحِ پروردگار میں مشغول رہا۔ حجابِ قدرت میں بارہ ہزار سال رکھا اور تسبیح اوسکی سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی تھی۔ اور حجابِ عظمت میں گیارہ ہزار سال اور تسبیح اوسکی سُبْحَانَ عَالِمِ السِّرِّ تھی۔ اور حجابِ منت میں دس ہزار سال اور تسبیح اوسکی سُبْحَانَ مَنْ ھُوَ قَائِمٌ لَا یَلْھُوْ تھی اور حجابِ رحمت میں نو ہزار سال اور تسبیح اوسکی سُبْحَانَ الرَّفِیْعِ الْاَعْلٰی تھی۔ اور حجابِ سعادت میں آٹھ ہزار سال اور تسبیح اوسکی سُبْحَانَ مَنْ ھُوَ دَائِمٌ لَا یَسْھُوْ تھی۔ اور حجابِ کرامت میں سات ہزار سال اور تسبیح اوسکی سُبْحَانَ مَنْ ھُوَ غَنِیٌّ لَا یَفْتَقِرُ تھی۔ اور حجابِ منزلت میں چھ ہزار سال اور تسبیح اوسکی سُبْحَانَ الْعَلِیْمِ الْکَرِیْمِ تھی۔ اور حجابِ ہدایت میں پانچ ہزار سال اور تسبیح اوسکی سُبْحَانَ ذِی الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ تھی۔ اور حجابِ نبوت میں چار ہزار سال اور تسبیح اوسکی سُبْحَانَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ تھی۔ اور حجابِ رفعت میں تین ہزار سال اور تسبیح اوسکی سُبْحَانَ ذِی الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ تھی۔ اور حجابِ ہیبت میں دو ہزار سال اور تسبیح اوسکی سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ تھی۔ اور حجابِ شفاعت میں ایک ہزار سال اور تسبیح اوسکی سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ تھی۔ پھر آپ کے اسم مبارک کو لوح پر ظاہر فرمایا وہاں چار ہزار سال تک چمکتا رہا۔ پھر عرش پر ظاہر کیا اور ساقِ عرش پر لکھدیا وہاں سات ہزار سال چمکتا رہا۔ اسی طرح حالاتِ رفعت و جلالت میں پھرتا ہوا صلبِ حضرت آدم میں پہونچا پھر یکے بعد دیگرے صلبِ حضرت نوح میں پہونچا پھر اصلابِ طاہرہ میں یکے بعد دیگرے منتقل ہوتا ہوا صلبِ حضرت عبد اللہ میں پہونچا اور صلب سے باہر آکر اس دنیا کو روشن کیا (حیات القلوب جلد ۲ باب ۱ فصل ۲ باختصار)

آپ کا نور آپ کے آباءِ کرام کی پیشانیوں میں

شیخ ابوالحسن بکری نے کتاب انوار تاریخ ولادت سید ابرار میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نور حضرت سرورِ عالم صلوات اللہ علیہ و آلہ انبیاء و اوصیاء کی مبارک پیشانیوں میں یکے بعد دیگرے حضرت آدم علیہ السّلام سے منتقل ہوتا ہوا حضرت

کی مبارک پیشانی تک پہونچا اور نورانیت اوسکی اس حد پر تھی کہ حضرت ہاشم جب مسجد الحرام
میں داخل ہوتے تھے تو خانہ کعبہ اوس نور سے روشن ہو جاتا تھا اور آپ کے چہرۂ انور
سے آسمان کی طرف نور بلند ہوتا تھا۔ جب جناب ہاشم پیدا ہوئے تو آپ کے سر پر دو گیسو
تھے مثل گیسو ہائے حضرت اسمعیل علیہ السلام کے اور اون دونوں گیسوؤں سے آسمان کی طرف
نور بلند تھا جس سے اہل مکہ تعجب کرنے لگے اور اطراف کے رہنے والے مکہ میں اوس کو دیکھنے
کے لئے آئے اور کاہنوں میں ہیجان پیدا ہوا (کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس نورانیت کا
ایک نبی پیدا ہونے والا ہے) اور بتوں نے فضیلت حضرت سرور عالم پر شہادت دی اور
حضرت ہاشم جس پتھر اور ڈھیلے کی طرف سے گذرتے تھے وہ بقدرت خدا حضرت ہاشم کو اس
امر کی خوشخبری دیتے تھے کہ بہت جلد آپکی نسل سے ایک فرزند پیدا ہوگا جو خدا کے نزدیک
بزرگ ترین خلق اور شریف ترین اہل عالم ہوگا۔ وہ کون حضرت محمد مصطفٰے صلوات اللہ علیہ
آلہ۔ حضرت ہاشم نے جناب سلمٰہ سے عقد کیا جو مدینہ منورہ کی رہنے والی اور قبیلہ بنی نجار سے تھیں
اور نجابت اور عفت اور کمال اور حُسن وجمال میں مشہور تھیں اور آپ کے اہل قبیلہ بھی کرم و بخشش
اور مہمان نوازی اور پاک دامنی میں شہرۂ آفاق تھے۔ جب آپ کے پاک رحم میں حضرت عبدالمطلب
کا حمل قرار پایا تو نور محمدی پیشانی جناب سلمٰے کیطرف منتقل ہوا اور اہل یثرب اس بزرگ اور گرانقدر
بخشش پر اون کو مبارکباد کہنے لگے اور اونکا حُسن وجمال اور چہرہ کی رونق اور تازگی اوس
نورِ مبارک کی برکت سے بڑھ گئی۔ اور مدینہ منورہ کی عورتیں انکے حسن وجمال کی زیارت کو آتی تھیں
اور نورانیت کے مشاہدہ سے متحیر ہوتی تھیں۔ جناب سلمٰی جس پتھر اور ڈھیلے کے پاس سے گذرتی
تھیں وہ انکی تعظیم کرتے اور سلام کرتے اور مبارکباد کہتے تھے۔ اور بار بار اپنے داہنی جانب سے
آواز سُنا کرتی تھیں جس میں کوئی آپ پر اَلسَّلَامُ عَلَیْكِ یَا خَیْرَ الْبَشَرِ کہکر سلام کرتا ہے۔
ایک شب یہ آواز سُنی کہ اے سلمٰی بشارت ہو تم کو کہ بہترین اہل دنیا تم سے پیدا ہونے والا
ہے۔ جب آپکو دردزہ شروع ہوا تو ایک آواز سُنی کہ اے سلمٰی اپنے اور غیروں کے درمیان پردہ
ڈال دو تاکہ کوئی اس بچے کو نہ دیکھے۔ پس آپ نے دروازہ بند کرلیا اور پردہ ڈال دیا پھر دیکھا
کہ نور کا ایک پردہ ان کے سامنے زمین سے آسمان تک پڑا ہوا ہے تاکہ شیاطین اون تک پہونچ
نسکیں۔ حضرت عبد المطلب پیدا ہوئے اور نور محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ آپکی پیشانی پر
چمکنے لگا اور آپ پیدا ہوتے ہی ہنسنے لگے۔ سلمٰے نے آپ کو چھپایا ایک مہینہ تک کوئی آپکی

پیدائش سے آگاہ نہ ہوا۔ اور دوسرے مہینے چلنے لگے۔ سات برس کی عمر میں آپ کامل اور
قوی اور شہر ور جوان کے مثل ہو گئے اور آپ کے نورانیت کی یہ حالت تھی کہ جب آپ مدینہ
سے اپنے چچا مطلب کے ساتھ مکہ جانے لگے تو دشمنوں سے حفاظت کی غرض سے مطلب نے
آپ ہی کے مشورہ سے آپ کے چہرہ پر تین تہ کپڑا لٹکایا لیکن نورانیت میں کمی نہ ہوئی اور اوس
کپڑے سے چھن کر نورانیت اوسیطرح ظاہر ہوتی تھی جیسے بغیر پردہ کے ظاہر ہوتی تھی [له]

آپ کے آبار کرام کی عظمت و قدر و منزلت (بطریق شیعہ) علمار امامیہ کا اس بات پر اجماع[عه] ہے کہ حضرت سرور عالمؐ کے والد ماجد اور والدہ ماجدہ اور کل دادا اور دادیاں دین صحیح پر تھے۔ اور آپ کا نور مبارک نہ کسی مشرک
کے صلب میں داخل ہوا نہ کسی مشرکہ کے رحم میں۔ متواتر[عه] حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سرور عالمؐ
صلوات اللہ علیہ و آلہ کے باپ دادا سب کے سب انبیار[عه] اور اوصیار اور دین خدا کے حامل تھے
اور حضرت اسمٰعیل علےٰ نبینا و علیہ السلام کے فرزند جو حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ و آلہ کے اجداد
کرام تھے وہ حضرت ابراہیم علےٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوصیار اور مرجع خلائق تھے اور
ملت ابراہیمی اون کے درمیان میں باقی تھی اور شریعت حضرت موسٰےؑ و عیسٰےؑ منسوخ نہ ہوئی تھی
اور یہ لوگ اوسکے محافظ تھے اور ایک دوسرے کو وصیت کرتے اور تبرکات انبیار کو سپرد کرتے
آتے تھے۔ جناب عبد المطلب تک یہی سلسلہ جاری رہا اور جناب عبد المطلب نے حضرت
ابوطالب یعنی حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے والد ماجد کو اپنا وصی بنایا اور انبیار کی امانتیں
اون کے سپرد کیں اور جناب ابوطالب نے اون امانتوں کو حضرت سرور عالمؐ کو بعثت[لله] کے
بعد سپرد کیا۔ حضرت عبد المطلب کی فضیلت میں بھی بہت سی حدیثیں حضرت سرور عالمؐ سے نقل کی
گئی ہیں۔ اور بسند معتبر حضرت امیر المومنینؑ سے منقول ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ قسم خدا کی نہ میرے والد
ماجد نے بتوں کی عبادت کی نہ میرے جد عبد المطلب نے نہ اونکے پدر بزرگوار ہاشم نے نہ اونکے والد بزرگوار
عبد مناف[عه] نے بلکہ یہ کل حضرات خانہ کعبہ کی طرف نماز پڑھتے تھے اور دین حضرت ابراہیم

[له] فاضل طریحی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حدیث میں آیا ہے کہ جناب ابوطالب حضرت رسول اللہ کی رسالت
اور دین اسلام پر ایمان لائے اور جو وصیتیں انبیار کی اون کے پاس امانت تھیں اونکو حضرت سرور عالمؐ کے
سپرد کیا اور اوسی دن انتقال فرمایا (مجمع البحرین لغت حج آخر بیان معانی لغت مذکور) ۱۲

حیات القلوب جلد ۲ باب ۱ فصل ۲ باختصار ۱۲ منہ

[عه] یعنی علمار شیعہ کا کسی دینی بات پر اتفاق جسمیں امام علیہ السلام کی رائے بھی شریک ہو ۱۲ منہ

[عه] متواتر اوسکو کہتے ہیں جس کے بیان کرنے والے اس حد تک پہونچ جائیں جن کے بیان سے یقین حاصل ہو جائے اور متواتر خبر کو دنیا کے کل عقلار حجت سمجھتے اور بے عذر قبول کر لیتے ہیں ۱۲ منہ

[عه] حضرت امام محمد باقر کلام پروردگار وتقلبک فی الساجدین کی تفسیر میں ...

علےٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ و السلام پر تھے [۱]

بطریق سُنی امام اہلسنت علامہ جلال الدین عبدالرحمن سیوطی نے نو کتابیں صرف اس امر کے بیان میں لکھی ہیں کہ حضرت سرورِ عالمؐ کے آبارِ کرام ذکور و اناث سب کے سب مومن اور دین صحیح پر تھے۔ چنانچہ اُن رسالوں میں سے بعض کے مضامین ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔ علامہ سیوطی مسالک الحنفار [۲] میں لکھتے ہیں کہ حضرت سرورِ عالمؐ کے ہاں باپ کا مشرک ہونا ثابت نہیں ہے بلکہ وہ مسلمان اور دین حضرت ابراہیم علیہ السلام پر تھے۔ مثل زید بن عمرو اور ورقہ بن نوفل وغیرہ کے اور علمار میں سے ایک جماعت [۳] نے اس کلام کو اختیار کیا ہے ادنیں سے ایک امام فخر الدین رازی ہیں جو اپنی کتاب اسرار التنزیل میں لکھتے ہیں کہ کہا گیا ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہ تھا بلکہ چچا تھا اور دلیل اسکی چند چیزیں ہیں ایک یہ کہ انبیار علیہم السلام کے باپ دادا کفار نہ تھے اور ثبوت اس کا یہ ہے کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے اَلَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ وَ تَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ (پ ۱۹ سورہ شعرا آیت ۲۱۹) کہا گیا ہے کہ معنی اس کا یہ ہے کہ خداوند عالم حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ کے نور کو ایک سجدہ کرنے والے کے صلب سے دوسرے سجدہ کرنے والے کے صلب کی طرف منتقل کرتا رہا۔ اور اس بنا پر یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ کے باپ ماں دادا دادی سب کے سب مسلمان تھے۔ اور اس وقت اس امر کا یقین کرنا واجب ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے باپ بُت پرست نہ تھے۔ اور آزر جو بُت پرست تھا وہ اون کا چچا تھا۔ اس کے علاوہ حضرت سرورِ عالمؐ کے آبارِ کرام کے مسلمان ہونے پر خود حضرت کی فرمائش دلیل ہے جو آپ نے ارشاد فرمایا کہ خداوند عالم ہم کو پاکوں کے صُلب سے پاکوں کے رحم کی طرف برابر منتقل کرتا رہا۔ اور مشرکوں کو

---

[۳] جن میں سے امام قرطبی اور محب طبری اور امام غزالی اور علامہ صلاح الدین اور علامہ زرقانی اور حافظ عبدالعزیز پرہاری اور محمد بن فضل اللہ اور امام ابونعیم اور سید علی ہمدانی اور امام بیہقی اور سبط ابن جوزی اور احمد ذہبی اور امام موصلی اور علی اجہوری اور تلسانی اور امام شعرانی اور امام سبکی اور امام سیحیمی اور سید محمد رسول برزنجی اور سلیمان رومی اور صاحب طبقات ابن سعد اور محمد بن اسحاق واقدی اور فخر الدین رازی اور امام ثعلبی اور بغوی اور فاضل نیشاپوری اور قسطلانی اور شاہ عبدالحق دہلوی وغیرہ ہیں (فتح الغالب فی رد شرح المطالب صـ۳) ۱۲ منہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۶) تفسیر برہان میں بذیل آیت تقلبک فی الساجدین جو سورہ شعرار میں ہے متعدد حدیثیں اس مضمون کی ائمہ معصومین سے نقل کی ہیں کہ حضرت سرورِ عالمؐ نے ارشاد فرمایا کہ خداوند عالم میرے نور کو پاک صلبوں سے پاک رحموں میں منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ اس دنیا میں پیدا کیا اور میرا اور علیؑ کا نور ایک ہی ہے ۱۲

[۱] حیات القلوب جلد ۲ باب ۱ فصل ۲ باختصار

[۲] مسالک الحنفا خلاصہ مسلک ثانی صـ۱ چھاپہ دکن ۱۲ منہ

خدا نے نجس فرمایا ہے۔ اس لئے یہ اقرار واجب ہے کہ حضرتؐ کے آباء و اجداد میں سے کوئی بھی مشرک نہ تھا علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ یہ کلام امام رازی کا ہے جنکی امامت اور جلالت قدر سمجھنے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ امام اہلسنت اور بدعتی فرقوں کی رد پر کمربستہ اور دین اشاعرہ کے ناصر اور مددگار اور چھٹیں صدی میں مجدد دین و مذہب تھے۔ علامہ سیوطی اس کے بعد لکھتے ہیں کہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ و آلہ کے باپ ماں دادا دادی حضرت آدمؑ سے لیکر حضرت عبداللہ تک سب کے سب اپنے اپنے زمانہ میں بہترین خلق اور افضل ترین اولاد آدمؑ تھے کوئی اون سے بہتر نہ تھا۔ اگر کوئی دوسرا جو مشرک ہو ان سے بہتر مان لیا جائے تو دو خرابیاں لازم آئیں گی۔ ایک[1] یہ کہ مشرک مسلم سے بہتر ہو اور یہ امر باجماع باطل ہے۔ دوسرے[2] یہ کہ صحیح حدیثوں کی مخالفت لازم آئیگی اس لئے یقیناً لازم ہوا کہ انمیں کوئی مشرک نہ ہوتا کہ یہ لوگ اپنے اپنے زمانہ میں بہترین اہل دنیا قرار پائیں" (بقدر حاجت مختصراً) شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے شرح مشکوۃ فارسی میں لکھا ہے کہ حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ و آلہ کے آباء کرام حضرت آدم سے حضرت عبداللہؑ تک سب کے سب کفر و شرک کی گندگی سے پاک و پاکیزہ تھے۔ اور علماء متاخرین نے اسکی دلیلوں کو تحریر کیا ہے اور یہ وہ علم ہے جس سے خداوند عالم نے انکو مخصوص کیا ہے اور اون کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرتؐ کے کل آباء و اجداد دین اسلام پر تھے۔ پھر لکھتے ہیں کہ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ خداوند عالم اس نور پاک کو تاریک اور پلید جگہ (یعنی کافروں کے صلب اور رحم) میں رکھے اور آخرت میں اون کافر آباء و اجداد پر عذاب کر کے حضرت سرورؐ عالم کو رسوا کرے[3]

بیان ایمان حضرت ابوطالب علیہ السلام

یہ حدیث تواتر کے حد کو پہونچی ہوئی ہے کہ حضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ اَنَا وَ عَلِیٌّ مِنْ نُوْرٍ وَّاحِدٍ یعنی میں اور علی ایک نور سے ہوں۔ ایک حصہ اوس کا حضرت عبداللہ کے صلب میں اور ایک حصہ حضرت ابوطالب کے صلب میں قرار دیا گیا۔ پس جس طرح نور محمدی کا تاریک اور پلید صلب اور رحم میں قرار پانا صحیح نہ تھا اور حضرت رسولؐ کے ماں باپ پر عذاب کر کے حضرتؐ کی توہین کرنا خدا پر جائز نہ تھا اوسی طرح حضرت امیرؑ کے نور کو بھی تاریک اور پلید صلب اور رحم میں رکھنا اور انکے ماں باپ پر جو حضرت رسولؐ کے ہمدرد اور غمخوار و جان نثار و پرستار چچا تھے عذاب کر کے ان دونوں حضرات کو دردمند اور رنجیدہ اور رسوا کرنا خدا پر جائز نہ تھا کیونکہ یہ نور بھی نور محمدی کا ایک ٹکڑا ہے

عہ حضرت عبداللہ کے با معرفت اور صاحب علم اور خداشناس اور دین صحیح پر ہونے کو بہادیو نے بھی بیان کیا ہے دیکھو شروع بیان بہادیو کا ۱۲ راحت حسین

[3] فتح الغالب فی رد شرح المطالب دیباچہ ۱۲ منہ

اور اوس مقدس ہستی کا نور ہے جو رسولؐ کا نفس اور وصی اور خدا کا ولی اور برگزیدہ اور مقرب
بندہ ہے۔ علاوہ اس کے باعتراف اکثر علماء اہلسنت کے حضرت ابوطالب بھی مثل اپنے والد
ماجد حضرت عبدالمطلب اور اپنے بھائی حضرت عبداللہ کے مومن اور دین صحیح پر تھے۔ اور اس بارہ میں
متعدد مستقل کتابیں وہ لکھ چکے ہیں جیسے اسنی المطالب وغیرہ ملا معین کاشفی معارج النبوۃ میں
لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابوطالب نے حضرت سرورؐ عالم کو ایک میدان میں دیکھا کہ نماز میں مشغول
ہیں اور اون کے فرزند دلبند حضرت علی علیہ السلام نگرانی کر رہے ہیں۔ اور بروایت محمد بن اسحاق
دونوں صاحب نماز پڑھ رہے تھے۔ نماز سے فراغت کے بعد حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ
وآلہ سے پوچھا کہ اے بھتیجے تم یہ کیا کر رہے تھے آپ نے جواب دیا کہ اے چچا خدا نے ہم کو
مبعوث برسالت کیا ہے۔ یہ اوسکی عبادت ہے جو ہم کر رہے تھے اور آپکو بھی اس دین کیطرف
بلاتے ہیں اور اس عبادت کی طرف ترغیب کرتے ہیں۔ حضرت ابوطالب نے جواب دیا کہ اے
فرزند تم سچ کہتے ہو لیکن ہم اپنے باپ عبدالمطلب اور اپنے اجداد کے دین کو نہیں چھوڑ سکتے
تم جس کام کے لئے بھیجے گئے ہو اوس کو دل کھول کر انجام دو ہم کسی دشمن کو تم پر ظلم نہ کرنے دینگے
گو یہ روایت شیعوں کے عقیدہ کے مخالف ہے کیونکہ ادیان سابقہ میں نماز کا حکم قرآن سے
ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کلام کو خدا نے نقل کیا ہے رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ
مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ یعنی پروردگار
میں نے اپنی بعض ذریت کو غیر آباد زمین میں تیرے محترم مکان کے پاس چھوڑا ہے تاکہ (اسمیں)
نمازیں پڑھا کریں۔ اور رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ یعنی مجھکو اور میری بعض
ذریت کو (جو نماز گذار ہیں بروز قیامت) نماز گذاروں میں قرار دینا (سورہ ابراہیم پ ۱۳) اور حضرت
عیسےٰ علیہ السلام کا کلام نقل کیا ہے اَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَا دُمْتُ حَیًّا یعنی خدا نے ہم کو نماز
پڑھنے اور زکوۃ دینے کا حکم دیا ہے جب تک ہم زندہ رہیں (سورہ مریم پ ۱۶) اور روایت حضرت علیؑ
سے جو اوپر ذکر کی گئی آپ کے باپ دادا کا بھی نماز پڑھنا ثابت ہے۔ پس ایسی حالت میں یہ پوچھنا
بے معنی ہے کہ تم کیا کر رہے تھے۔ مگر یہ کہ یہ کہا جائے کہ شائد ادیان سابقہ میں نماز کی صورت
جداگانہ تھی اسلامی نماز کو اپنی نماز کے مخالف پاکر سوال کیا ہو بہر حال اس روایت سے ہم کو صرف
اس امر کو دیکھانا مقصود ہے کہ حضرت ابوطالبؑ بھی اپنے باپ حضرت عبدالمطلب اور اپنے اجداد
کرام کے دین پر تھے اور حضرت سرور عالم کے دعواے رسالت کی تصدیق کی اور کفار کو ظلم کرنے

۵۷ رکن ۳ باب ۱ فصل ۴ بیان تبلیغ واقعہ ۳ باختصار ۱۲

سے رد کرنے کا وعدہ کیا۔ اور اوپر علامہ سیوطی کی تحریر میں بصراحت گزر چکا کہ یہ لوگ موحد اور دین حضرت ابراہیمؑ پر تھے۔ حضرت سرور عالمؐ نے ارشاد فرمایا کہ ہم اپنے چچا ابوطالب کے لئے خدا سے ہر بھلائی کے امیدوار ہیں۔ اور حضرت علیؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ قسم خدا کی اگر میرے پدر بزرگوار کل اہل دنیا کی شفاعت کریں تو خدا سب کو بخشدیگا۔ کیا میرے باپ جہنم میں جا سکتے ہیں۔ حالانکہ ہم بہشت و دوزخ کے تقسیم کرنے والے ہیں۔ قسم خدا کی قیامت کے دن میرے باپ کا نور پنجتن اور باقی ائمہ کے نور کے سوا باقی کل خلائق کے نوروں پر غالب رہیگا۔ حضرت صادقؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ جناب ابوطالب انبیاء اور صدیقین اور شہداء و صالحین کے رفیق ہوں گے۔ حضرت رضاؑ فرماتے ہیں کہ اگر تم ابوطالب کے ایمان کا اقرار نہ کروگے تو جہنم میں جاؤگے (کنز الفوائد صـ۸۰ و شرح ابن ابی الحدید جلد۲ صـ۱۶۹) اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جناب ابوطالب کو بت پرست اور مشرک کہنے کا سبب دو ہی ہو سکتا ہے۔ ایک وہ کینہ اور بغض و عداوت جو کہنے والوں کے دلوں میں حضرت علیؑ کیطرف سے قرار پکڑے ہوئے ہے اور دوسرے اپنے بڑوں کے عیوب پر خاک ڈالنے کی فکر واضح ہو کہ جس طرح کسی بوجھ کو ایک قوی ہیکل آدمی نہیں اوٹھا سکتا اور چند آدمی ملکر اوٹھا لیتے ہیں اوسی طرح واقعات اور اخبارات اگرچہ عقل کو لگتے ہوئے ہوں لیکن ہر شخص کے لئے ہر واقعہ یا ہر خبر جدا جدا کبھی یقین نہیں دلاتی لیکن چند واقعے یا چند خبریں ملکر یقین دلا دیتی ہے اس لئے ذیل کی چند باتیں جدا جدا اگرچہ ممکن ہے کہ بعض وسواسی یا مغشوش طبیعتوں کو اپنے مضمون یا دعوائے مدعی کا یقین نہ دلائیں لیکن سب کے مضمون کو اکٹھا پیش نظر رکھنے والے اس امر میں ہرگز شک نہیں کر سکتے کہ جناب ابوطالب نے نہ تو بت کا کبھی سجدہ کیا نہ ایک لمحہ کے لئے کبھی مشرک ہوئے بلکہ بعثت رسول اللہؐ تک مسلمان اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین صحیح پر رہے اور بعد دعوت حضرت سرور عالمؐ کے آپکی رسالت کے معتقد ہوئے ہیں۔ یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ کفار نہ تو خدا کے دوست ہیں نہ خدا کی بارگاہ میں اون کے لئے کوئی عزت اور حرمت ہے بلکہ قرآن مجید میں کفار سے بیزاری اور اون سے دوستی کی ممانعت۔ اور اون کے قتل وغیرہ کے احکام کی آیتیں بہت سی بصراحت موجود ہیں۔ پس اگر حضرت ابوطالب کافر اور مشرک ہوتے تو یہ بھی نظر خدا میں اوسیطرح مبغوض ہوتے جیسے ابولہب وغیرہ دوسرے کفار تھے۔ اور ان کے لئے بھی وہی احکام ہوتے جو دوسرے کفار کے لئے ہیں۔ حالانکہ امام احمد بن حسین حنفی موصلی مشہور بہ ابن وحشی اور ائمہ مالکیہ میں سے

علی جہوری نے فتاوی میں اور تلمسانی نے شرح شفاء قاضی عیاض میں لکھا ہے کہ مَنْ اَبْغَضَ اَبَا طَالِبٍ فَھُوَ کَافِرٌ یعنی جو شخص جناب ابوطالب سے عداوت کرے وہ کافر ہے [۱] اور یہی فتوا ابوطاہر کا بھی ہے [۲] اور خداوند عالم جناب ابوطالب اور بنوہاشم کی جو اون کے ہمراہ تھے قرآن مجید میں تعریف کر رہا ہے چنانچہ ارشاد فرماتا ہے کہ وَاِنْ یَّرَوْا کُلَّ اٰیَۃٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِھَا حَتّٰۤی اِذَا جَآءُوْكَ یُجَادِلُوْنَكَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ یعنی کفار جب قرآن کی آیتوں کو یا خدا کی نشانیوں کو (جو ثبوت رسالت ہیں) دیکھتے ہیں تو اوس پر ایمان نہیں لاتے اور جب تمہارے پاس آتے ہیں تو تم سے مخاصمت کرتے ہیں۔ کفار کہتے ہیں کہ یہ (یعنی قرآن) اگلوں کی بیہودہ باتیں ہیں وَھُمْ یَنْھَوْنَ عَنْہُ وَیَنْاَوْنَ عَنْہُ یعنی ابوطالب اور دوسرے بنوہاشم کفار قریش کو رسول پر ظلم کرنے سے روکتے ہیں اور اون کفار کو رسول سے دور کرتے ہیں وَاِنْ یُّھْلِکُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَھُمْ وَمَا یَشْعُرُوْنَ یعنی کفار قرآن کی تکذیب کر کے اپنے آپ ہی کو ہلاک کرتے ہیں اور کچھ سمجھتے نہیں ہیں (اس تکذیب سے رسول کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے) **ابن عباس** کہتے ہیں کہ کلام پروردگار وھم ینھون عنہ وینأون عنہ جناب ابوطالب کے حق میں نازل ہوا ہے۔ کیونکہ ابوطالب کفار قریش کو حضرتؐ پر ظلم کرنے سے روکتے تھے اور حضرتؐ کے فرائض مذہبی میں مزاحمت کرنے سے دور رکھتے تھے [۳] **اور** حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ آپ کے انتقال پر بہت روئے اور کئی دن تک آپ کے لئے استغفار کرتے رہے اور اس قدر غمزدہ ہوئے کہ کئی دن تک دولت سرائے سے باہر تشریف نہ لائے [۴] اور ظاہر ہے کہ کافر جیسے دشمن خدا کے لئے حضرت رسول صلے اللہ علیہ وآلہ ایسا ہرگز نہیں کرسکتے تھے [۲] حضرت ابوطالب نے اپنے دونوں صاحب زادوں یعنی حضرت جعفر طیار اور حضرت علی علیہما السلام کو حکم دیا کہ اپنے چچازاد بھائی یعنی حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ کا ساتھ پکڑو اور اون کے ساتھ نماز پڑھو کیونکہ اونھوں نے تم کو بھلائی ہی کیطرف بلایا ہے [۵] اور ظاہر ہے کہ جو شخص شرک اور بت پرستی کو پسند کرتا ہو اور اسلام کی طرف میلان

---

[۳] عمدہ ابن بطریق ص۲۱ بحوالہ تفسیر ثعلبی بروایت مقاتل و قاسم ابن مخیفرہ و عطار بن دینار و ابن عباس وارجح المطالب ص۲۳۲ ذکر جناب ابوطالب بحوالہ کتاب مصنف عبدالرزاق۔ واضح رہے کہ صاحب ارجح نے حدیث ابن عباس کا ترجمہ کرتے میں غلطی کی ہے کیونکہ جناب ابوطالب کا حضرت رسول اللہ صلعم کو تبلیغ سے روکن

[۱] فتح الغالب ص۱۹ بحوالہ شرح اسنی المطالب ص۱۰۸ ۱۲

[۲] فتح الغالب ص۱۹ بحوالہ اسنی المطالب ص۱۰۹ ۱۲

[۴] ارجح ص۲۳۳ بحوالہ تذکرہ خواص الامۃ و ابوداؤد و نسائی و ابن خزیمہ وغیرہ باد نے فرق ۱۲

[۵] ارجح المطالب ص۲۳۳ ذکر ابوطالب بحوالہ ابن عساکر و مدارج النبوۃ ص۱۳ جلد۲ بحیثیت رکن ۲ باب ۱ فصل ۴ ذکر وفات جعفر ۳ وغیرہ علامہ ابن بطریق رہ ص۲۱۳ ۱۲

نہ رکھتا ہو اور اسلام کی خوبیوں کو خوبی نہ سمجھتا ہو۔ وہ جہاں خود اختیار نہ کرے گا وہاں اپنی عزیز اولاد کو بھی اوسکی ہدایت نہ کرے گا۔ بلکہ روکیگا۔

۳۔ حضرت سرورِ عالم کی مدح و ثنا ء میں بہت سے اشعار نظم کئے منجملہ اون اشعار کے ایک شعر یہ ہے ؎ وَشَقَّ لَهٗ مِنْ اِسْمِهٖ لِيُجِلَّهٗ + فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَهٰذَا مُحَمَّدٌ + یعنی حضرت رسولؐ کا نام اپنے نام سے خدا نے نکالا ہے تاکہ اونکی بزرگی کو ظاہر کرے پس صاحبِ عرش یعنی خدا محمود ہے اور یہ محمدؐ ہیں [۱] اور چند شعر یہ ہیں ؎

اِذَا اجْتَمَعَتْ يَوْمًا قُرَيْشٌ لِمَفْخَرٍ + فَعَبْدُ مَنَافٍ سِرُّهَا وَصَمِيْمُهَا +

وَاِنْ حُصِّلَتْ اَنْسَابُ عَبْدِ مَنَافِهَا + فَفِيْ هَاشِمٍ اَشْرَافُهَا وَقَدِيْمُهَا +

وَاِنْ فَخَرَتْ يَوْمًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا + هُوَ الْمُصْطَفٰى مِنْ سِرِّهَا وَكَرِيْمُهَا +

اگر خاندانی فخر کے لیئے قریش کسی دن اکٹھا ہوں تو عبد مناف اونمیں پاکیزہ تر اور خالص تر ٹھہرینگے اور اگر اولاد عبد مناف جمع ہوں تو شرافت اور بزرگی اولاد ہاشم میں ثابت ہوگی۔ اور اگر بنو ہاشم کسی دن جمع ہوں تو محمدؐ اونمیں برگزیدہ اور پاکیزہ تر اور بزرگ تر ثابت ہوں گے [۲] اور چند شعر یہ ہیں ؎ حَلِيْمًا رَشِيْدًا حَازِمًا غَيْرَ طَائِشٍ + يُوَالِيْ اِلٰهَ الْخَلْقِ لَيْسَ بِمَاحِلٍ

وَاَيَّدَهٗ رَبُّ الْعِبَادِ بِنَصْرِهٖ + وَاَظْهَرَ دِيْنًا حَقُّهٗ غَيْرُ بَاطِلٍ

اَلَمْ يَعْلَمُوْا اَنَّ ابْنَنَا لَا مُكَذَّبٌ + لَدَيْنَا وَلَا يُعْبَأُ بِقَوْلِ الْاَبَاطِلِ

وَاَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ + ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِلْاَرَامِلِ

یعنی حضرت رسولؐ بردبار اور سمجھدار اور تجربہ کار ہیں اور ناسمجھ نہیں ہیں۔ پروردگار عالم کو دوست رکھتے ہیں اور جھوٹے نہیں ہیں۔ پروردگار عالم نے اونکی مدد کی ہے۔ اور اونھوں نے دین حق کو ظاہر کیا جو باطل نہیں ہے کیا قریش کو معلوم نہیں ہے کہ ہمارا فرزند ہم لوگوں کے نزدیک جھوٹا

[۱] شرح ابن ابی الحدید جلد ۲ جزء ۱۴ صفحہ ۱۶۹ و تاریخ اسلام بحوالہ اسنی المطالب صفحہ ۳۵ ۱۲

[۲] تاریخ اسلام ماسٹر سید ذاکر حسین صاحب صفحہ ۲۱ ذکر ابوطالب بحوالہ اسنی المطالب صفحہ ۳ ۱۲

(بقیہ حاشیہ گزشتہ) ثابت نہیں ہے بلکہ اوسکی اجازت اور اوسمیں مدد دینا ثابت ہے۔ جیسا کہ معارج النبوۃ سے ابھی عبارت نقل کی گئی کہ "اے فرزند تم جس دین کو لائے ہو اوس کو دل کھولکر انجام دو" حضرت سرورِ عالم کی نصرت و حمایت کو خداوند عالم نے مدح و تعریف کے مقام میں ذکر کیا ہے اور جناب ابوطالب کا فرائض مذہبی کی اجازت دینا بداہت ثابت ہے اس لئے ینأون عنہ کا ترجمہ منع تبلیغ کے ساتھ کرنا صریح غلطی ہے اور سبب اس کا واقعہ سے بے خبری ہے اور ذوق صحیح کی مخالفت ۱۲ راحت حسین

نہیں ہے اور نہ جھوٹی باتوں کی طرف توجہ کرتا ہے۔ وہ صاحب حسن وجمال ہے اور اوسکی عزت و منزلت کے واسطہ سے طلب بارش کی جاتی ہے اور یتیموں کا فریاد رس ہے اور مساکین کا جائے پناہ ہے تحیٰے ابن حسن کہتے ہیں کہ آخری شعر میں اخبار بغیب کیا ہے جو جناب ابو طالبؑ کا معجزہ ہے (عمدہ ابن بطریق صـ ۲۱۴ وشرح ابن ابی الحدید جلد ۲ صـ ۱۶۸) ۔ آپ نے حضرت سرور عالمؐ کے دین کے بہترین ادیان ہونے کا اقرار کیا اور حضرت کی رسالت کی تصدیق کی۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎ وَلَقَدْ عَلِمْتُ بِاَنَّ دِیْنَ مُحَمَّدٍ + مِنْ خَیْرِ اَدْیَانِ الْبَرِیَّۃِ دِیْنًا +

لَوْلَا الْمَلَامَۃُ اَوْحِذَارُ مَسَبَّۃٍ + لَوَجَدْتَنِیْ سَمْحًا بِذَاکَ مُبِیْنًا +

وَدَعَوْتَنِیْ وَعَلِمْتُ اَنَّکَ نَاصِحِیْ + وَلَقَدْ صَدَقْتَ وَکُنْتَ فِیْہِ اَمِیْنًا +

(تاریخ خمیس - ابو الفداء - روضۃ الاحباب صـ ۱۰۱ جلد ۱ ذکر وقائع سال دہم - ومعارج النبوۃ رکن ۲ باب ۳ ذکر وقائع سال ہشتم صـ ۴۹ چھاپہ بمبئی وارجح المطالب باب ۳ صـ ۲۳۳ ذکر ابو طالب و شرح ابن ابی الحدید جلد ۲ چھاپہ ایران صـ ۱۶۳ ذکر اجلاب قریش بر حضرت رسولؐ وعمدہ علامہ ابن بطریق رہ صـ ۲۱۴ وترجمہ اسنے المطالب صـ ۳۶)

ہم اس بات کو جانتے ہیں کہ محمدؐ کا دین دنیا کے کل دینوں سے بہتر ہے۔ اگر ملامت اور بُرا کہنے کا خوف نہ ہوتا تو ہم اس کو کھلم کھلا قبول کر لیتے۔ تم نے ہم کو دعوت دی اور ہم جانتے ہیں کہ تم ہماری بھلائی کے لئے کہتے ہو اور تم سچ کہتے ہو اور امین ہو۔ پھر دوسروں سے خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ اَلَمْ تَعْلَمُوْا اَنَّا وَجَدْنَا مُحَمَّدًا + نَبِیًّا کَمُوْسٰی خُطَّ ذَالِکَ فِی الْکُتُبِ (تاریخ اسلام ماسٹر ذاکر حسین صاحب صـ ۶۰ ذکر جناب ابو طالب بحوالہ اسنے المطالب صـ ۳۵ ومواہب لدنیہ وکنز الفوائد کراجکی رہ صـ ۷۹ وشرح ابن ابی الحدید جلد ۲ جزء ۱۴ صـ ۱۶۷) کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ ہم نے محمدؐ کو مثل حضرت موسےٰ کے نبی پایا ہے اور انکی نبوت کی خبر کتب آسمانی میں لکھی ہوئی ہے۔ پھر اقرار وحدانیت میں آپ نے یہ اشعار فرمائے ؎

مَلِیْکُ النَّاسِ لَیْسَ لَہٗ شَرِیْکٌ + ھُوَ الْوَھَّابُ وَالْمُبْدِیْ الْمُعِیْدُ

پھر فرماتے ہیں ؎ یَا شَاھِدَ اللّٰہِ عَلَیَّ فَاشْھَدِ + اٰمَنْتُ بِالْوَاحِدِ رَبِّ اَحْمَدِ + مَنْ ضَلَّ فِی الدِّیْنِ فَاِنِّیْ مُھْتَدِ یعنی اے خدا کے گواہو میرے اس کلام پر گواہ رہو کہ میں خدائے یکتا پر جو احمد کا پروردگار ہے ایمان لا چکا ہوں۔ دین میں جو کوئی بھی گمراہ ہو میں تو ہدایت پر ہوں (کنز الفوائد کراجکی رہ صـ ۷۹) اسکے علاوہ علامہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغۃ جلد ۲ جزء ۱۴ صـ ۱۶۷ تا ۱۶۹ میں بہت سے اشعار جناب ابو طالب کے نقل کئے ہیں جن سے آپ کا اقرار و اعتقاد

۵ فی اول الکتب
۱۲ مواہب لدنیہ

بر نبوت حضرت سرور عالمؐ صاف صاف معلوم ہوتا ہے۔ سب کو لکھنا باعث طوالت ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ لوگوں نے کہا ہے کہ ان اشعار کا مضمون تواتر کی حد تک پہونچ گیا ہے۔ جیسے حاتم کی سخاوت اور نوشیرواں کی عدالت۔ جس سے آپ کے ایمان لانے کا یقین حاصل ہوتا ہے۔ یہ اشعار صاف صاف بتا رہے ہیں کہ جناب ابوطالب نے حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ و آلہ کی نبوت کی تصدیق کی اور اس کے دل سے معتقد تھے۔ اور قبل اس کے معارج سے ملا معین کا کلام نقل کیا گیا کہ حضرت ابوطالب قبل بعثت رسول اللہ اپنے پدر بزرگوار حضرت عبدالمطلب اور اون کے آباء کرام کے دین پر تھے اور یہ عبارت روضۃ الاحباب جلد ۱ واقعہ سال دہم صہ ۹۹ میں بھی موجود ہے۔ اور علامہ سیوطی وغیرہ کی صریح تحریر بھی گذر چکی کہ حضرت عبدالمطلب وغیرہ دین حضرت ابراہیم علیہ السلام پر تھے جس سے نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت ابوطالب قبل بعثت حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ و آلہ کے دین حضرت ابراہیم علیہ السلام پر تھے اور بعد بعثت کے آپکی نبوت کا اقرار اور تصدیق کی اور دل سے معتقد ہوئے اور اگر کوئی ان کے اقرار ظاہری سے انکار کرے تو جواب یہ ہے کہ بقول ابن ابی الحدید کے تصدیق باطنی حد تواتر تک پہونچی ہوئی ہے جو قابل انکار نہیں ہے۔ اور علامہ قاضی عضدالدین مواقف میں اور علامہ سید شریف جرجانی اوسکی شرح میں ایمان کا معنی یہ لکھتے ہیں کہ ھو عندنا یعنی اتباع الشیخ ابی الحسن (الاشعری) وعلیہ اکثر الائمۃ کالقاضی والاستاذ ووافقھم علی ذالک الصالحی وابن الراوندی من المعتزلۃ التصدیق للرسول فیما علم مجیئہ بہ ضرورۃ۔ انتھی بقدر الحاجۃ یعنی ایمان کا معنی ہم (اشاعرہ) یعنی اتباع ابوالحسن اشعری کے نزدیک تصدیق کرنا ہے حضرت رسولؐ کی اوس چیز (یعنی دین کے بارے) میں جسکے ساتھ اون کا مبعوث ہونا بداہت معلوم ہے اور اسی کو اکثر ائمہ نے مثل قاضی (ابوبکر باقلانی) اور اوستاد (ابواسحاق اسفرائنی وغیرہ) کے اختیار کیا ہے۔ اور معتزلہ میں سے صالحی اور ابن راوندی نے انکی موافقت کی ہے لہ اس کے بعد بیان کیا ہے کہ ایمان قلبی چیز ہے جس سے اقرار زبان اور دوسرے اعضاء کے عمل کو کوئی تعلق نہیں ہے اور اس پر متعدد دلیلیں قرآن مجید و حدیث سے ذکر کی ہیں اور صاحب اسنے المطالب صہ ۳ میں لکھتے ہیں کہ امام ابوالحسن اشعری اور امام ابومنصور ماتریدی کا یہی مذہب ہے۔ اور سالمی نے کتاب تمہید میں امام ابوحنیفہ سے روایت نقل کی ہے ان الموحد اذا لم یظھر منہ الا قرار ولم یعلم کیفیۃ الاقرار اواظھر الکفر تقیۃ فھو مومن عند اللہ تعالی وکافر عند الناس یعنی موحد سے اقرار اگر ظاہر نہ ہو یا یہ معلوم نہ ہو کہ کیونکر اقرار کیا ہے یا تقیہ کی وجہ سے کفر ظاہر کرے تو وہ خدا کے

حاشیہ: لہ مواقف مطبوعہ ۔۔۔ صہ ۵۹۳ چھاپہ ۔۔۔ ۱۲ منہ

حاشیہ: لہ یعنی وہ آیتیں جنمیں آمنوا کے بعد عملوا الصالحات مذکور ہے ۱۲ منہ

نزدیک مومن ہے۔ اور لوگوں کے نزدیک کافر۔ اور سید احمد دحلان کہتے ہیں الاسلام علانیۃ والایمان فی القلب۔ یعنی ظاہری اقرار کو اسلام کہتے ہیں اور قلبی اعتقاد کو ایمان (فتح الغالب بحوالہ اسنے المطالب ص۳۰) رہا یہ امر کہ جناب ابوطالب نے ظاہر بظاہر زبان سے اقرار کیوں نہ کیا **تو اس کا جواب** یہ ہے کہ حضرت سرور عالمؐ کی حفاظت دشمنوں کے خطرہ سے اسی میں منحصر تھی کہ صاف صاف حضرتؐ کی پیروی نہ کریں تاکہ کفار پر اپنا اثر بھی قائم رہے اور بحیلۂ امداد و حمایتِ قوم و قبیلہ و پاسِ قرابت حضرتؐ کی حفاظت بھی کرتے رہیں۔ اگر صاف صاف پیرو ہو جاتے تو کفار جیسے حضرتؐ کے دشمن تھے ان کے بھی دشمن ہو جاتے اور ان کے مقابلہ کو کھڑے ہو جاتے اوس وقت یا تو حضرتؐ کی حمایت دشوار ہو جاتی یا امکان سے باہر اور محال [1] ابن ابی الحدید یہی جواب لکھتے ہیں۔ اور جب اس کا وقت گذر گیا یعنی آپ کے احتضار کا وقت آیا تو اوس وقت زبان سے بھی اقرار کر لیا۔ چنانچہ محمد بن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ ابن عباسؓ نے کہا کہ جب ابوطالب کی موت کا وقت نزدیک پہونچا تو میرے باپ عباس نے دیکھا کہ وہ اپنے لبوں کو حرکت دے رہے ہیں تو اونھوں نے اونکی طرف جھک کر کان لگایا اور حضرت رسول اللہؐ سے کہا کہ اے بھتیجے قسم خدا کی میرے بھائی نے وہ کلمہ یعنی (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) کہا جس کو کہنے کو تم نے اون سے کہا تھا (ارجح المطالب ص۲۳۳ باب تیسرا ذکر ابوطالب بحوالہ انسان العیون حلبی، و مدارج النبوۃ محدث دہلوی و معارج النبوۃ رکن ۳ باب ۳ فصل ۲ واقعات سال دہم ص۵۵ و روضۃ الاحباب جلد ۱ واقعہ سال دہم ص۱۰ ذکر فائدہ ثانیہ) رہی اونکی یہ فرمائش کہ اگر ملامت اور برا کہنے کا خوف نہ ہوتا تو ہم کھلم کھلا کلمہ پڑھ لیتے۔ تو اسمیں بھی حضرت رسولؐ کی حفاظت ملحوظ تھی کفار کے طعن سے چنانچہ صاحب روضۃ الاحباب و مناہج النبوۃ لکھتے ہیں کہ جناب ابوطالب نے کہا کہ اے بھتیجے ہم جانتے ہیں کہ تم ہمارے بھی خواہ ہو قسم خدا کی اگر ہم کو اس کا خوف نہ ہوتا کہ (کفار) تم کو اس بات پر ملامت کریں اور طعنہ دیں کہ تمہارے چچا موت سے ڈر کر ایمان لائے تو ہم اس کلمہ کو کہکر تمہاری آنکھوں کو روشن کر دیتے (روضۃ الاحباب جلد ۱ ذکر واقعہ سال دہم ص۹۹ و منہاج رکن ۳ باب ۳ فصل ۲ ص۵۴) حضرت ابوطالب علیہ السلام کا ظاہر بظاہر ایمان نہ لانا ویسا ہی تھا جیسا کہ خود حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ و آلہ نے سات سال اور چند ماہ تک دنیا سے (ینابیع المودۃ باب ۱۲ ص۱۹۹) چھپکر نمازیں پڑھیں اور علانیہ دعوت نہ کرکے جیسا کہ کتب تواریخ و احادیث میں بصراحت مذکور ہے اسی کو تقیہ کہتے ہیں جس پر اسکے منکر حضرات بھی عمل کرتے ہیں اگرچہ زبان سے انکار کرتے ہیں۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی

[1] علامہ ابن ابی الحدید میں یہ حدیث بہت سی سندوں سے منقول ہوئی ہے۔ بعض روایتیں ابن عباس سے ہیں اور بعض ابوبکر سے (شرح نہج البلاغہ جلد ۳ ص۱۴۶ جز ۱۴)

بطریق شیعہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے منقول ہے کہ خدائے عالم نے حضرت سرور عالم پر وحی کی کہ میں نے دو طرح کے شیعوں (یعنی تابعین) سے تمہاری تائید کی ایک وہ شیعے جنھوں نے پوشیدہ تمہاری مدد کی جن کے سردار اور اون سے افضل ابوطالب ہیں اور دوسرے وہ شیعے جنھوں نے علانیہ مدد کی جن کے سردار اور اون سے افضل علی بن ابیطالب ہیں (جواہر تفسیر ص۱۴۹ ذکر فضائل علی)

شخص خود ایمان لانا پسند نہ کرے اور اوس کو اچھا نہ سمجھتا ہو اور دوسروں کو اوسکی ہدایت کرے۔ حالانکہ جناب ابوطالب نے علاوہ اسکے کہ اپنے دونوں فرزندوں یعنی علیؑ و جعفر کو حضرت رسولؐ کے اتباع و پیروی کا حکم دیا اور ساتھ نماز پڑھنے کی فرمائش کی۔ اور اپنے بھائی حمزہ کے ایمان لانے کی خبر سُن کر خوش ہوئے اور اون پر اس خوشی کا اظہار اس طرح کیا ؎

فَصَبْرًا اَبَا یَعْلیٰ عَلٰی دِیْنِ اَحْمَدٍ + وَکُنْ مُظْہِرًا لِلدِّیْنِ وُفِّقْتَ صَابِرًا
وَحُطْ مَنْ اَتٰی بِالدِّیْنِ مِنْ عِنْدِ رَبِّہٖ + بِصِدْقٍ وَحَقٍّ لَا تَکُنْ حَمْزُ کَافِرًا
فَقَدْ سَرَّنِیْ اِذْ قُلْتَ اِنَّکَ مُؤْمِنٌ + فَکُنْ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ فِی اللّٰہِ نَاصِرًا
وَنَادِ قُرَیْشًا بِالَّذِیْ قَدْ اَتَیْتَہٗ + جِہَارًا وَقُلْ مَا کَانَ اَحْمَدُ سَاحِرًا

یعنی اے ابویعلےٰ احمدؐ کے دین پر صبر کے ساتھ قائم رہنا اور اس دین کو ظاہر کرنا خدا تم کو صبر کی توفیق دے۔ خدا کے پاس سے دین لانے والے (محمدؐ) کے پاس برابر آمد و رفت رکھنا سچائی اور صدق دل سے اور کافر نہ ہو جانا۔ ہم کو خوشی ہوئی تمہارے اس کلام سے کہ تم مومن ہو۔ پس خدا کی خوشی کے لئے رسول اللہؐ کی مدد کرتے رہنا اور جس دین کو تم نے اختیار کیا ہے اوسکی پکار کر قریش کو خبر کر دو اور کہدو کہ احمد جادوگر نہیں ہے (کنز الفوائد کراجکی علیہ الرحمۃ صفحہ ۷۹ و شرح ابن ابی الحدید جلد ۲ صفحہ ۱۶۷ جزء ۱۴) اور کفار قریش کو بھی اسکی ہدایت کی۔ چنانچہ ملا معین لکھتے ہیں کہ جب جناب ابوطالب بیمار ہوئے تو قریش اونکی عیادت کو آئے تو جناب ابوطالب نے اون کا احترام کیا۔ اور پند و نصیحت وغیرہ کے بعد فرمایا کہ ہم تم لوگوں کو وصیت کرتے ہیں کہ محمدؐ کی پیروی کرو اور اونکی مدد کرو کیونکہ وہ قریش کے امین اور عرب کے دوست ہیں۔ اور ایسی چیز (دین) لائے ہیں کہ دل نے اوسکو قبول کیا اور زبان نے اوسکی تصدیق کی ہم دیکھ رہے ہیں اوس جلد آنے والے زمانہ کو جس میں وہ (حضرت رسولؐ) عرب و عجم سب کے مالک اور صاحب حکومت ہو جائینگے اور اشراف اونکی پیروی کرینگے اور اس سے سعادتمندی حاصل کرینگے (معارج النبوۃ رکن ۲ باب ۳ فصل ۲ ذکر واقعات سال دہم صفحہ ۵) اس فرمائش میں جناب ابوطالب نے اپنے ایمان اور اقرار کیطرف بھی واضح اشارہ کر دیا کیونکہ صاف فرما دیا کہ دل نے اوس کو قبول کیا اور زبان نے اوسکی تصدیق کی۔

علامہ جاحظ بصری جیسے سخت متعصب شخص نے غالباً اسی مطلب کو لکھا ہے وہ لکھتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے منبر پر ارشاد فرمایا کہ ہم لوگ اہلبیت حضرت سرور عالمؐ ہیں ہم لوگوں پر کسی دوسرے کا قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ یعنی کوئی دوسرا شخص ہم لوگوں کے برابر نہیں سمجھا جا سکتا۔ علامہ جاحظ

ت علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ اہل بصرہ کل کے کل حضرت علیؑ کے دشمن [illegible] (نہج البلاغہ جلد [illegible]) ۱۲

اسکے بعد لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے صحیح فرمایا۔ کیونکہ ایسی قوم کے برابر کوئی کیونکر سمجھا جاسکتا ہے جس سے حضرت رسول اللہؐ ہوں اور دو پاکیزہ ترہستیاں علیؑ و فاطمہؑ ہوں اور دو سبط حسنؑ و حسینؑ ہوں اور دو شہید ایک اسد اللہ حمزہؓ اور دوسرے ذوالجناحین جعفرؓ ہوں اور سید الوادی اور مطعم الطیر عبد المطلب اور ساقی حجاج عباسؓ ہوں۔ اور حضرت رسول اللہؐ کی حمایت کرنے والے اور اون کے معین و مددگار اور اون سے شدید محبت رکھنے والے اور اون کے پرستار[1] اور مربی اور اونکی نبوت کا اقرار اور اونکی رسالت کا اعتقاد کرنے والے اور اون کے فضائل میں بہت سے اشعار نظم کرنے والے شیخ قریش ابوطالب ہوں (ینابیع المودۃ باب ۵۲ صفحہ ۱۲۵ بحوالہ رسالہ جاحظ بصری جو علماء محققین اور بزرگان متقدمین سے تھے) ۔[2] خداوند جلیل و حکیم علی الاطلاق نے نور محمدیؐ کو لوث کفر و شرک سے حضرت عبد المطلب علیہ السلام تک محفوظ رکھا۔ اور صلب حضرت عبد المطلب تک نور محمدیؐ اور نور علویؑ ایک تھا جو ان کے بعد دو حصوں پر منقسم ہوا۔ اور عزت و حرمت و منزلت و وقار کے لحاظ سے سوا فرق مرتبۂ رسالت و مرتبہ وصایت کے نور نبی اور نور وصی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ پس جس وجہ سے بھی خداوند عالم نے نور محمدیؐ کو لوث کفر و شرک سے محفوظ رکھا بعینہ وہی وجہ نور علویؑ میں بھی موجود ہے۔ خواہ وہ وجہ وہی ہو جس کو شاہ عبد الحق صاحب محدث دہلوی تحریر کرتے ہیں کہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ خداوند عالم اس پاک نور کو تاریک اور پلید جگہ (یعنی صلب کافر اور رحم کافرہ) میں رکھے اور آخرت میں حضرتؐ کے آباء و اجداد پر عذاب کرکے حضرت کو مفتضح اور رسوا کرے۔ یا یہ وجہ ہو کہ معزز اور محترم کو گندہ اور پلید مقام میں جگہ دینا ظلم ہے اور خداوند عزیز پر ظلم قبیح ہے۔ اور خود فرماتا ہے اَنَّ اللّٰہَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِیْدِ (سورہ آل عمران آیت ۱۸۱ پ ۴) یعنی خدا یقیناً اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ یا یہ وجہ ہو کہ معزز اور محترم کو پلید جگہ میں رکھکر اوسکی توہین کرنا ہے اور خود خداوند رحیم ارشاد فرماتا ہے کہ مَنِ اسْتَذَلَّ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنَ فَقَدْ بَارَزَنِیْ بِالْمُحَارَبَۃِ (لئالی الاخبار باب ۹ لؤلؤ یکم ذکر منزلت مومن صفحہ ۳۷۳ چھاپہ ایران) یعنی جس نے بندۂ مومن کو ذلیل سمجھا وہ ہم سے جنگ کے لئے نکلا پس جبکہ وہ مومن کو ذلت کی نگاہ سے دیکھنے کو مبغوض رکھتا ہے تو امیر المومنین علیؑ اور سید المومنین نبیؐ کی توہین کو کیونکر پسند کرسکتا ہے۔ یا یہ وجہ ہو کہ محترم ہستی کو ذلیل جگہ میں رکھنا اوسکی اذیت کا سبب ہے اور خود ارشاد فرماتا ہے اَلَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ لَہُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (سورہ توبہ آیت ۶۲) یعنی جو لوگ رسول اللہؐ کو اذیت کرتے ہیں اون کے لئے عذاب دردناک ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جس فعل پر عذاب دردناک کا وعدہ کیا ہے اوس کا

[1] علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ ایک قوم نے کہا ہے (حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ و آلہ نے) جو یہ ارشاد فرمایا ہے کہ میں اور یتیم کا پرورش کنندہ ان دونوں انگلیوں (یعنی انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی) کے ساتھ ساتھ بہشت میں ہوں گے اس فرمائش میں یتیم پرور سے مراد جناب ابوطالب ہیں (جنہوں نے حضرت سرور عالمؐ کی پرورش کی تھی) ۱۲

[2] فتح الغائب ردّ شرح المطالب صفحہ ۲ دیباچہ ۱۲

خود مرتکب نہیں ہو سکتا کیونکہ خود ارشاد فرماتا ہے لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (سورہ صف آیت ۳ پ ۲۸) یعنی ایسی بات کیوں کہتے ہو جس پر خود عمل نہیں کرتے۔ خدا کے نزدیک یہ بہت زیادہ غضبناکی کا سبب ہے کہ ایسی بات کہو جس پر عمل نہ کرو۔ یا یہ وجہ ہو کہ محترم اور عزیز ہستی کو پلید جگہ میں رکھکر اون لوگوں کی نگاہوں میں اوس کو سبک اور خفیف اور بے اثر و بے وقار کرنا ہے جن پر آئندہ اوس کو ریاست اور حکومت کرنے کو تجویز کیا ہو کیونکہ یہ بے وقری خود خداوند عالم کے اغراض کے فوت ہونے کا سبب ہے اور ایسے فعل کا مرتکب ہونا جو اپنے ہی اغراض کے فوت ہونے اور مٹ جانیکا باعث ہو کسی عاقل انسان کے لئے شایاں نہیں ہے چہ جائیکہ خداوند حکیم علی الاطلاق کے لئے ایسی حرکت تو دیوانوں سے بھی سرزد نہیں ہوتی۔ اسکی مثال بلا تشبیہ یہ ہے کہ کوئی بادشاہ اپنے ولیعہد کو بوسیدہ اور ذلیل فرش پر دور اور آخر صف میں جگہ دے اور کنجڑے قصائی۔ دھوبی نائی جولاہے۔ دھنئے۔ ڈوم۔ چمار کو زرنگار اور مرصع کرسیوں پر اپنے پہلو میں۔ اس نازیبا حرکت میں ولیعہد پر ظلم بھی ہے اور اوسکی اذیت بھی اور توہین اور بے عزتی بھی اور اوس کے فرمان و احکام کی بے وقری بھی۔ حالانکہ کل اسی کو بادشاہ کے کل رعایا پر حکمرانی اور بادشاہت کرنا ہے اور نظم سلطنت کو چلانا ہے پس اگر اسکے ساتھ اس قسم کا برتاؤ کیا جائیگا تو اوسکی ریاست اور حکومت میں ضعف اور کمزوری کا باعث ہوگا اور نظم سلطنت میں خلل پڑنے کا سبب اور یہ امور بادشاہ کے اون اغراض کے فوت ہونے کے باعث ہیں جو اوسکو اوسکی ولیعہدی سے مطلوب ہیں۔ یا یہ وجہ ہو کہ اس مقدس نور کے ایک حصہ کو خدا نے مہبط وحی تجویز کیا تھا اور دوسرے حصہ کو حامل و رفیق ثقل اکبر یعنی قرآن مجید۔ توضیح اسکی یہ ہے کہ فرمائش حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ ہے کہ کُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلٰى فِطْرَةِ الْاِسْلَامِ حَتّٰى يَكُوْنَ اَبَوَاهُ هُمَا اللَّذَانِ يُهَوِّدَانِهٖ وَيُنَصِّرَانِهٖ وَيُمَجِّسَانِهٖ یعنی ہر بچہ دین اسلام پر پیدا ہوتا ہے اور ماں باپ اوسکو یہودی اور نصرانی اور مجوسی بنا دیتے ہیں۔ اور چونکہ بچے دین اسلام پر پیدا ہوتے ہیں اور مسلمان کا فریضہ خدا کا ذکر اور اوسکی عبادت اور اوسکے مقدس کلام کی تلاوت کرنا ہے۔ اور یہ چیزیں محترم ہیں کیونکہ خداوند جلیل سے تعلق رکھتی ہیں اس لئے اوس نے پسند نہ کیا کہ جس منہ اور زبان پر یہ مقدس کلمات اگرچہ آئندہ بعید زمانہ میں یعنی بعد بلوغ جاری ہونے والے ہیں وہ منہ اور زبان آج رحم میں نجس غذا یعنی خون حیض سے مس ہو۔ اس لئے اوس مقدس ہستی نے نہیں

ل فرمایا اور بیان تفسیر آیہ فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا (سورہ ۳۰ روم آیت ۳۰ پارہ ۲۱) و جامع صغیر سیوطی امام اہلسنت حرف کاف کل مولود ... کل مہر ۹۳ چھاپہ مصر ۱۲ منہ

کے معدہ میں غذا پہونچانے کا راستہ مُنہ کو قرار نہ دیا بلکہ ناف میں نالی لگا دی جس سے زمانۂ حمل میں اوسکی غذا اوس کے معدہ میں پہونچا کرتی ہے[۵۱]۔ پس جب کہ اپنے ذکر اور قران مقدس کی حرمت اور عزت کے خیال سے اوس پاک و منزّہ نے گندگی سے ہر مسلمان کے منہ کی حفاظت کی تو نور محمدیؐ اور نور علویؑ احق و اولےٰ تھا کہ کفر کی پلیدی سے (جو خون کی گندگی و نجاست سے بدرجہا بدتر ہے) اوسکی حفاظت کرتا۔ جیساکہ کیا کیونکہ نور محمدیؐ بر خود قران مقدس کو نازل کرنے والا تھا اور حضرت جبرئیلؑ و اسرافیلؑ جیسے مقرب فرشتے انکی خدمت میں ہزاروں مرتبہ آنے والے اور ان کے پاس بیٹھنے والے تھے اور نور علویؑ کو حامل قران مقدس اور اوس کا رفیق ابدی اور مجاور سرمدی قرار دینے والا تھا عَلِیٌّ مَعَ الْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ مَعَ عَلِیٍّ وَلَنْ یَفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ (ینابیع المودة صـ۴۴ باب ۲۰ بحوالہ جمع الفوائد و اوسط و صغیر طبرانی و فرائد السمطین حموینی و کنز العمال جلد ۶ ذکر فضائل علیؑ صـ۱۵۳ نمبر حدیث ۲۵۳۰) اور ملٰئکہ مقربین مثل حضرت جبرئیلؑ وغیرہ کے ان کے ہم نشین ہونے والے اور شب ہجرت[۵۲] ان کے سرہانے اور پائنتی بیٹھکر انکی حفاظت کرنے والے اور اسلامی لڑائیوں میں انکے معین و مددگار اور بازو سنبھالنے والے اور اصحاب کساء میں داخل ہوکر اس برگزیدہ جماعت کی ایک فرد بننے کا شرف حاصل کرنے والے اور انکے در مطہرؐ کے خادم[۵۳] اور انکے بچوں کے گہوارہ جنبان اور انکی زوجہ مطہرہ معصومہ کی آسیہ شائی[۵۴] کرنے والے تھے یا یہ وجہ ہو کہ یہ نور مقدس رسولؐ کا بھائی[۵۵] اور مثل سر کے اور انکی دختر نیک کا شوہر ہونے والا تھا۔ باقرار فریقین حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ و آلہ کا نور کسی کافر کے صلب اور کسی کافرہ کے رحم میں ایک لمحہ کے لئے بھی نہ رہا اور جناب فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کے باپ رسول خداؐ تھے اور ماں سردار زنان جنت اور خود سردار زنان دو جہان تھیں۔ پس اگر حضرت امیرؑ کا نور کسی کافر کے صلب یا کسی کافرہ کے رحم میں ایک لمحہ کے لئے بھی قرار پکڑا ہوتا تو حضرت علیؑ جناب فاطمہؑ کے ہمسر ہرگز نہیں ہوسکتے تھے حالانکہ خود حضرت سرور عالم ارشاد فرما چکے ہیں کہ اگر علیؑ نہ ہوتے تو دنیا میں فاطمہؑ کا ہمسر کوئی نہ ہوتا[۵۶]۔ جس سے معلوم ہوا کہ اگر جناب سیدہؑ کے ہمسر تھے تو حضرت علیؑ ہی تھے

---

[۵۴] وسیلۃ النجاۃ مولوی مبین صاحب فرنگی محلی فصل فضائل حضرت فاطمہؑ صـ۲۰۷ بحوالہ الصواعق محرقہ ۱۲ [۵۵] وسیلہ بحوالہ بالا ۱۲ منہ

[۵۶] حضرت سرور عالم نے ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ تم میرے بھائی ہو دنیا اور آخرۃ میں (ینابیع المودة باب ۹ صـ۷۴ بحوالہ مشکوٰۃ و ترمذی) اور فرمایا کہ علیؑ مثل میرے سر کے ہیں میرے بدن سے (ینابیع المودة باب ۷ صـ۴۴ بحوالہ ابن مغازلی و موفق بن احمد) اور ظاہر ہے کہ کافر کا بچہ رسولؐ کے سر کے برابر نہیں ہو سکتا

۱۲ منہ

[۵۱] ایسی بہت لطیف نصیحت اون لوگوں کے لئے ہے جو باختیار خود بالغ اور مکلف ہونے کے بعد اپنے پاک منہ اور زبان کو نجس اور حرام یعنی تاڑی شراب وغیرہ اور مال غصبی اور کفار کی ترچیزوں سے آلودہ کرتے ہیں ۱۲ منہ

[۵۲] وسیلۃ النجاۃ در فصل فضائل علی علیہ السلام بحوالہ احیاء العلوم غزالی امام اہل سنت

[۵۳] وسیلۃ النجاۃ صـ۸۳ بحوالہ مدارج النبوۃ مصنفہ شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی و ینابیع المودة صـ۹۵ بحوالہ حافظ زرندی ۱۲

چنانچہ خود حضرت سرورِ عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ نے تصریح فرمادی۔ جناب عباس یعنی حضرت سرورِ عالمؐ کے چچا بیان کرتے ہیں کہ حضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے چچا میں آپکو خوش خبری دیتا ہوں اس امر کی کہ خداوند عالم نے سردار اوصیاء علی ابن ابیطالبؑ سے میری تائید کی لیس اوس کو میری پارۂ جگر کا ہمسر بنایا (ینابیع المودۃ باب ۵۵ ذکر فضائل خدیجہؑ و فاطمہؑ صفحہ ۱۴۷ بحوالہ مودۃ القربےٰ)

اہلبیت حضرت سرورِ عالمؐ کی ہمسری کے لئے صرف اسلام اور ذاتی شرافت و فضیلت کافی نہیں ہے بلکہ حسب میں رفعت اور نسب میں طہارت و عزت و شرافت اور ذاتی کمالات ہر قسم کی بزرگی ضروری ہے۔ اگر محض اسلام اور فضیلت رتبتی کافی ہوتی تو خلیفہ اول اور خلیفہ دوم کی خواستگاری کو جن کو اہلسنت حضرت علی علیہ السلام سے افضل جانتے ہیں حضرت سرورِ عالمؐ رد نہ فرماتے حالانکہ حضرتؐ نے رد فرمایا اور بُری طرح رد فرمایا کیونکہ حضرتؐ کے خادم انس بن مالک (جو حضرت علیؑ کے مخالف اور خلفاء ثلثہ کے ہوا خواہوں میں سے تھے) بیان کرتے ہیں کہ ابوبکر اور عمر نے خواستگاری کی تو حضرتؐ نے مُنہ پھیر لیا اور فرمایا کہ حکم خدا کا انتظار ہے۔ اور حضرت علیؑ نے خواستگاری کی تو (فوراً) قبول کرلیا (ینابیع المودۃ باب ۵۵ ذکر فضائل خدیجہؑ و فاطمہؑ صفحہ ۱۴۵ بحوالہ السنن ابوداؤد جو صحاح میں داخل ہے) اور روایت کنز العمال میں یوں ہے کہ خطب ابوبکر و عمر فاطمہ الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ فابی رسول اللہ یعنی ابوبکر اور عمر نے حضرت رسولؐ سے خطبہ کیا تو حضرتؐ نے انکار کردیا اور حضرت علیؑ نے خطبہ کیا تو منظور فرمالیا (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۲ نمبر حدیث ۷۰۰۰) یا یہ وجہ ہو کہ خداوند عالم ان دونوں انوار مقدسہ کو دین اسلام و سرمایہ شرافت و عزت انسانی کا مروج قرار دینے والا تھا۔ اس واسطے لوث شرک و کفر سے محفوظ رکھا تاکہ اونکی فاسد و بواس اور بُرے آثار سے متاثر نہ ہو جائیں۔ توضیح اسکی یہ ہے کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (سورہ توبہ آیت ۳۳ پ ۱۰) یعنی اوہی ذات مقدس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اوس دین حق کو کل باطل دینوں پر غالب کردیں اگرچہ مشرکین اس کو پسند نہ کرتے ہوں۔ اس آیت میں ھدی سے مقصود جس کا معنی مجسم ہدایت ہے۔ حضرت علی علیہ السلام ہیں جس طرح آیت فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًی میں بھی حضرت ہی مراد ہیں (تفسیر مرآۃ الانوار مصنفہ آغا عبداللطیف گازرونی علیہ الرحمۃ) اور جس طرح آیت وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الْهُدٰی (سورہ نساء آیت ۱۱۵ پ ۵) یعنی جو لوگ کہ مخالفت کریں حضرت

پس جب آئے تمہارے پاس میری ہدایت پس جو شخص پیروی کریگا میری ہدایت کی اوس پر (معنی مجسم) نہ تو خوف ہوگا نہ وہ ڈریگا (سورہ بقرہ آیت ۳۸ پ ۱) ۱۲ منہ

رسولخداؐ کی بعد اسکے کہ اون پر ہدایت ظاہر ہوجائے۔ میں بھی حضرتؑ ہی مراد ہیں (ارجح المطالب
صـ ۸۵ بحوالہ ابن مردویہ) اور اسلامی لڑائیاں اور علوم دینیہ کی تعلیم وغیرہ اس پر بہتر شاہد ہیں
کہ ان آیتوں میں ھُدیٰ سے مقصود حضرت علیؑ ہی ہوسکتے ہیں کیونکہ دین اسلام انھیں کی
کوششوں اور جسمانی و نفسانی جہادوں اور سخت ترین مشقتوں سے رواج پایا اور آپ ہی نے
اوسکے جسدِ بے جان میں روح پھونکی۔ **اور یہ بات** لائق انکار نہیں ہے کہ دنیا کی ہر چیز اپنے
مجاور یعنی ہمسایہ سے اچھا یا بُرا اثر لیتی ہے۔ اچھے سے اچھا بُرے سے بُرا۔ خواہ ان دونوں
میں نسبت قرب مکان کی ہو یا ایک ظرف ہو اور دوسرا مظروف یا کوئی دوسری نسبت ہو۔ گرمی سردی
بو باس۔ اخلاق وغیرہ ہر طرح کا اثر ہمسایہ کی چیز ڈال دیتی ہے۔ بُرے عقیدے اور فاسد
اخلاق کے لوگوں کی ہمسایگی کچھ نہیں تو مذہبی حرارت اور صحیح عقیدہ و ایمان کو ضعیف اور سست
کردیتی ہے۔ اور اچھے اخلاق کو کھونٹا اور بُرے اخلاق میں بالیدگی پیدا کردیتی ہے۔ اور
دنائت اور پستی کیطرف کھینچ لے جاتی ہے۔ کم سے کم اراذل و اوباش اور کفار و مشرکین سے محبت
و اُنس ہی دل میں پیدا کردیتی ہے اور فساد دین و دنیا کا سبب ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے شرع
میں ہدایت کی گئی ہے کہ بُرا ہمسایہ اختیار نہ کیا جائے شاعر کہتا ہے کہ ؎

اے برادر میگریز از یار بد ⁂ یار بد بدتر بود از مار بد
مار بد تنہا ترا بر جان زند ⁂ یار بد بر جان و بر ایمان زند

یہی وجہ تھی کہ اکثر صحابہ جو تائید و ترویج دین اسلام کے لئے جہادوں میں جاتے تھے
حضرت رسولؐ کو دشمنوں کے نرغہ میں چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوتے تھے جو بعوض رواج
و تقویت کے دینِ اسلام کی کمزوری کا سبب ہوتا تھا۔ اور اکثر صحابہ کفار و مشرکین سے
باطنی محبت رکھتے تھے (دیکھو صحیح بخاری ذکر جنگ بدر اور کتاب الاستتابہ باب جار فی المتاولین)
حضرت ابوبکر کو جب کہ بارادہ ہجرتِ حبشہ نکلے تھے ابن دغنہ راہ سے واپس لایا اور یہ چلے بھی
آئے اور اوس نے کفار قریش سے انکی سفارش کردی (بخاری قصہ ہجرت) اوس کا سبب
سوا اسی باطنی محبت کے اور کیا تھا۔ جنگ احد سے عثمان اپنے ایک یہودی دوست کے
پاس بھاگ گئے تھے (تاریخ کامل ذکر جنگ احد و تاریخ طبری جلد ۳ صـ ۲۱ و تاریخ مدارج النبوۃ ذکر
جنگ احد) اور طلحہ و زبیر نصارے اور شام کے یہودیوں سے خط و کتابت کیا کرتے تھے
(در منثور سیوطی) اوس کا سبب بھی یہی سستی عقیدہ اور فساد اخلاق تھا کہ مسلمان ہونے کا دعوے

کرتے ہوئے یہودی اور نصرانی کے پاس جاکر پناہ لی اور اون سے محبت رکھتے تھے پس اگر نور حضرت علی علیہ السلام کا ظرف صلب کافر اور رحم کافرہ قرار پایا ہوتا اور کافر اور کافرہ کی آغوش میں پرورش پائے ہوتے تو وہ بھی اسی طرح عقیدہ کے ضعیف اور ایمان کے ناقص اور قلب کے بودے اور کفار سے مانوس ہوتے اور اَشِدَّآءُ عَلَی الکُفَّار کے مصداق رہتا اور حضرت رسولؐ کی صحبت کے فیض سے محروم رہتے جیسے دوسرے صحابہ رہے۔ اور انھیں بداخلاقیوں میں مبتلا ہوتے جنھیں دوسرے مبتلا تھے۔ اور دین اسلام بعوض رواج اور غلبہ پانے کے فنا ہوجاتا اور آج دنیا کفر سے مملو ہوتی۔ اور خدا کی غرض مٹ جاتی۔ یہ حضرت ابوطالب علیہ السلام کی ایمانی ہی طاقت تھی کہ اون کے فرزند دلبند نے خلاف عادت و فطرتِ مولود بعد ولادتِ باسعادت خانہ کعبہ میں تین دن تک آنکھیں نہیں کھولیں تاکہ پہلی نگاہ بتونکی نامسعود اور نامبارک صورتوں پر نہ پڑے اور بت شکنی کے وقت کوئی یہ طعن نہ کرسکے کہ اے علی کل تم نے انھیں کی پہلی زیارت کی تھی اور آج اس بے دردی سے توڑ رہے ہو۔ آنکھیں کھولیں تو آغوش نبی میں اور زیارت کی تو اپنے بھائی اور شفیق اور برگزیدہ خدا کی۔ اور یہ حضرت ابوطالب کی ایمانی ہی طاقت تھی کہ کسی معرکہ میں آپ کے فرزند کا قدم نہ ڈگا۔ شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں کہ علیؑ کا قدم اس طرح جما رہتا تھا جیسے سیسے کی دیوار ان کے سوا کسی میں اتنی طاقت نہ تھی اور نہ کلیجے میں اتنی تاب تھی کہ کفار قریش کے سامنے دلیرانہ کھڑا ہوکر سورۂ برائت کو بے جھجک پڑھ سنائے۔ یہی وجہ تھی کہ خدا نے فرمادیا کہ اے رسول یا تم لے جاؤ یا وہ لے جائے جو تم میں سے ہے (یعنی علیؑ جسکے دل و دماغ تک کفر کی بو یا اس نہیں پہونچی ہے اور نہ ہمسایگی کفر سے اثر لیا ہے اور نہ آغوش کفر میں پلا ہے) (ارجح المطالب ص۹۳ بحوالہ مسند احمد و نسائی) یا یہ وجہ ہو کہ خداوند عالم نے حضرت علیؑ کو آیت مباہلہ میں نفس رسولؐ قرار دیا ہے۔ اور حضرت سرورِ عالم ارشاد فرماتے ہیں کہ اے علی جس نے تم کو قتل کیا اوس نے مجھکو قتل کیا جس نے تم کو غضبناک کیا اوس نے مجھکو غضبناک کیا جس نے تم کو برا کہا اوس نے مجھکو برا کہا کیونکہ تم میری جان کے برابر ہو تمہاری روح میری روح سے ہے۔ تمہاری طینت میری طینت سے ہے۔ خداوند تبارک و تعالےٰ نے مجھکو اور تم کو اپنے نور سے پیدا کیا اور مجھکو اور تم کو چن لیا۔ مجھ کو نبوت کے لئے اختیار کیا اور تم کو امامت کے لئے۔ جس نے تمہاری امامت سے انکار کیا اوس نے میری نبوت سے انکار کیا (ینابیع المودۃ باب ص۴۱ بحوالہ مسند[1] امام احمد بن حنبل بروایت عبداللہ بن حنظب۔ یہ روایت طویل اور بہت سے مفید مطالب پر مشتمل ہے ہم نے وسط سے بقدر حاجت نقل کیا ہے) اس

[1] شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ میرے والد نے بیان کیا کہ میرے نزدیک امام احمد کی مسند صحاح ستہ میں داخل ہے (عجالہ نافعہ شاہ صاحب ص۸) ۱۲ منہ

آیت اور روایت سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ حضرت علیؑ نفس رسولؐ تھے دوسرے یہ
کہ دونوں بزرگونکی روح اور طینت ایک تھی تیسرے یہ کہ ان دونوں بزرگوں کو خدانے اپنے برگزیدہ
نور سے پیدا کیا۔ چوتھے یہ کہ حضرت علی کی تکلیف بعینہ حضرت رسولؐ کی تکلیف ہے پس ایسی صورت
میں نفس رسولؐ کے نور کو صلب کافر اور رحم کافرہ میں رکھنے سے وہی شناعت[1] لازم آتی ہے جو شناعت
نور رسول اللہ کو ایسی جگہ رکھنے سے لازم آتی ہے۔ خواہ وہ شناعت ظلم ہو یا توہین یا اذیت
یا رسوائی وغیرہ۔ علاوہ اسکے یہ لازم آتا ہے کہ خداوند عالم اپنے عزیز اور برگزیدہ نور کو پلید
مقام میں جگہ دے جو اوسکے لئے قبیح ہے۔ واضح ہو کہ ان آٹھ وجہوں میں سے پہلی وجہ شاہ
عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے لکھی ہے اور سات وجہیں ہم نے اضافہ کی ہیں۔ قبل بعثت حضرت
سرورؐ عالم کے جناب ابوطالب اور اون کے آباء و اجداد عورت و مرد اور جناب فاطمہ بنت اسد
کے دین حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور بعد بعثت کے دین حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ و آلہٖ پر
ہونے کی عقلی اور نقلی دلیلیں علاوہ مذکورہ دلیلوں کے کتب اسلامیہ میں بہت ہیں لیکن جنکی آنکھوں
پر تعصب اور عداوتِ امیرالمومنین کا پردہ پڑا ہوا ہے اوسکے لئے ہزار دلیلیں بھی کافی نہیں ہیں
اور منصف مزاج کے لئے اسی قدر بہت ہے جو لکھ دی گئی۔ جناب فاطمہ بنت اسد کے حضرت
سرورؐ عالم کے مبعوث ہونے سے پہلے مومنہ اور دین حضرت ابراہیمؑ پر ہونے کے لئے خود اونہیں کا
کلام کافی ہے۔ یزید بن قعنب نے بیان کیا کہ جب علیؑ کی ولادت کا زمانہ قریب ہوا تو فاطمہ بنت اسد
خانہ کعبہ کے پاس آئیں اور کہا کہ خدایا میں تیرے کل رسولوں اور کل کتابوں پر ایمان لاچکی ہوں
اور اپنے جد ابراہیم خلیل کے کلام کی تصدیق کر چکی ہوں (کشف الیقین بحث ۲ علامہ حلی علیہ الرحمہ بحوالہ
کتاب بشائر المصطفےٰ و علل الشرائع صدوق علیہ الرحمہ باب ۱۱۶) اب ہم اس بحث کو فرمائش حضرت
سرورؐ عالم اور عالم کامل و فاضل اجل مولوی محمد مبین صاحب حنفی فرنگی محلی کی تحریر پر ختم کرتے ہیں
حضرت سرور عالم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب خدانے مجھے رسول بنایا تو میں نے بنوامیہ کے پاس جا کر کہا
کہ میں خدا کا رسول ہوں اونھوں نے کہا کہ تم جھوٹے ہو رسول نہیں ہو پھر بنوہاشم سے کہا کہ میں خدا
کا رسول ہوں تو علی بن ابیطالب مجھ پر ایمان لائے دل سے اور علانیہ اور حمایت کی میری
ابوطالب نے علانیہ اور ایمان لائے دل سے پوشیدہ پس جبرئیل نے بنوہاشم میں اپنا جھنڈا گاڑا
اور ابلیس نے بنوامیہ میں اپنا جھنڈا پس ہمارے دشمن اور اون کے پیرو ہمارے شیعوں کے
قیامت تک دشمن رہیں گے (تفسیر برہان بذیل تفسیر سورہ والشمس صفحہ ۱۱۹۴ جلد ۲) اور مولوی مبین صاحب

[1] شناعت یعنی برائی

لکھتے ہیں کہ وہ شخص جو سعادت مند ہو اور شرک کی چھوت اور بدبختی کے میل اور نجاست کی لودگی سے پاک ہو اور ابتدا سے انتہا تک سوا طہارت کے کوئی دوسری حالت اوس پر نہ گذری ہو سوائے حضرت علی بن ابیطالب علیہ السلام کے صحابہ میں کوئی دوسرا ایسا نہ تھا (وسیلۃ النجاۃ باب اول ذکر شمائل وغیرہ صہ ۶۹)

سلسلہ آباء کرام حضرت سرور عالم و حضرت امیر المومنین علیہما الصلوۃ والسلام

حضرت سرورعالمیان رسول خدا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آبائہ الطاہرین و ابنائہ المعصومین بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن لوے بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن ادبن ادر بن یسع بن ہمیسع بن سلامان بن نبت بن حمل بن قیدار بن اسمعیل بن ابراہیم خلیل بن تارخ بن ناخور بن شروغ بن ارغو بن فالغ بن عابرہ بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح بن ملک بن متوشلخ بن اخنوخ بن یارد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم ابوالبشر علیہم السلام (حیات القلوب جلد ۲ فصل ۱ باب ۱ صہ ۲) حضرت عبدالمطلب کے فرزندوں میں سے حضرت سرورعالم کے والد ماجد حضرت عبداللہ کی طرف نور نبوت منتقل ہوا اور حضرت امیرالمومنین کے والد ماجد حضرت ابوطالب کیطرف نور امامت۔ حضرت عبداللہ اور حضرت ابوطالب ایک ماں اور ایک باپ سے تھے۔ اور حضرت عبدالمطلب کی دوسری اولاد دوسری بیبیوں سے۔

مولانا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ متواتر حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ و آلہ کے کل اجداد انبیاء اور اوصیاء اور حامل دین خدا تھے اور اولاد حضرت اسمعیل جو حضرت سرورعالم کے اجداد تھے وہ حضرت ابراہیمؑ کے اوصیاء تھے اور مکہ کی بادشاہت اور خانہ کعبہ کی تعمیر اور حجابت انھیں لوگوں کے متعلق تھی اور مرجع خلائق اور تابع دین حضرت ابراہیم تھے۔ اور حضرت موسیٰؑ اور عیسیٰؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی شریعت انکے درمیان میں منسوخ نہیں ہوئی تھی اور یہ لوگ ان شریعتوں کے محافظ تھے اور ایک سے دوسرے تک یہ شریعت بوصیت منتقل ہوتی رہی اور انبیاء کے آثار اور امانتیں ایک دوسرے کو سپرد کرتا رہا یہاں تک کہ نوبت حضرت عبدالمطلب علیہ السلام تک پہونچی۔ انھوں نے انبیاء سابقین کی امانتیں حضرت ابوطالب علیہ السلام کے سپرد کیں اور انھوں نے حضرت سرورعالم کو سپرد کیں

(حیات القلوب جلد۲ باب۱ فصل ۳ ص۱۶)

حضرت عبدالمطلب کے بعض معجزات میرے خیال میں مسلمانوں میں زیادہ فرد یں ایسی ہیں جو حضرت عبدالمطلبؑ کے حالات اور جلالت قدر سے ناواقف ہیں۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعض حالتیں اونکی بطور نمونہ کے لکھدی جائیں مولانا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ جب ابرہہ ابن صباح بادشاہ حبشہ خانہ کعبہ کو خراب کرنے کی غرض سے مکہ میں پہونچا تو اہل مکہ کا مال لوٹ لیا جس میں حضرت عبدالمطلب کے اونٹ بھی داخل تھے۔ آپ اوسکے پاس تشریف لے گئے اور اوس سے فرمایا کہ تیری فوج نے میرے اونٹ گرفتار کر لئے ہیں اونکو واپس کردے۔ رہا خانہ کعبہ تو وہ جس کا گھر ہے یعنی خداوند عالم وہ خود اوسکی حفاظت کرے گا۔ ابرہہ آپ کے حُسن وجمال اور ہیبت اور وقار سے متحیر ہوا اور کہا کہ آپ کے لئے سزاوار ہے کہ اپنی قوم میں سردار اور بزرگ رہیں اور آپ کو اپنے تخت پر بٹھلایا اور اپنے سفید ہاتھی کو جس کا نام محمود تھا اور جسکی وجہ سے وہ دوسرے سلاطین پر فخر کرتا تھا نہایت وجیہ نفیس لباس اور زیورات سے آراستہ کرا کر آپ کے سامنے منگایا جب وہ ہاتھی سامنے گیا تو حضرت عبدالمطلب کے لئے سجدہ کیا حالانکہ اپنے بادشاہ کے لئے کبھی سجدہ نہ کیا تھا اور عربی فصیح زبان میں حضرت عبدالمطلب پر اس طرح سلام کیا کہ "آپ پر سلام ہو اے نور بہترین خلائق اور اے صاحب خانہ کعبہ و زمزم اور اے جد سردار پیغمبران اور سلام ہو اوس نور پر جو آپ کے صلب میں ہے۔ اے عبدالمطلب آپ ہی کے لئے عزت اور شرافت ہے آپ کبھی ذلیل اور مغلوب ہوں گے۔ یہ سُنکر ابرہہ ڈرا اور گمان کیا کہ یہ جادو ہے اور ہاتھی کو واپس کیا۔ اور حضرت عبدالمطلب کے اونٹوں کو چھوڑ دیا جب آپ اوسکے پاس سے واپس ہوئے تو اوس ہاتھی کے پاس تشریف لے گئے اور اوسکو محمود کہکر پکارا اوس نے اپنے سر کو حرکت دی۔ آپ نے پوچھا کہ تو جانتا ہے کہ تجھکو کیوں لائے ہیں اوس نے سر کو حرکت دیکر جواب دیا کہ نہیں فرمایا کہ تجھکو اس واسطے لائے ہیں کہ تو خانہ پروردگار کو خراب کرے کیا تو ایسا کرے گا اوس نے سر کو حرکت دیکر جواب دیا کہ نہیں پس آپ اپنے دولت سرا کو تشریف لے گئے۔ دوسرے دن ابرہہ اپنی فوج کے ساتھ خانہ کعبہ کیطرف خراب کرنے کے ارادہ سے روانہ ہوا اور ہاتھی کو حرم میں داخل کرنا چاہا لیکن وہ داخل نہ ہوا اور جب یہ سب اوس پر جبر کرتے تھے تو وہ سو رہتا تھا۔ حضرت عبدالمطلب نے حکم دیا کہ میرے فرزند کو بلاؤ۔ لوگ عباس کو بلا لائے فرمایا میں اس کو

نہیں چاہتا۔ اسی طرح ایک ایک کرکے اون کے کل فرزندوں کولائے اور آپ فرماتے رہتے کہ اس کو نہیں چاہتا جب حضرت سرورِ عالم کے والد ماجد حضرت عبداللہ کو لائے تو آپ نے اون سے فرمایا کہ اے فرزند کوہ ابوقبیس پر جاؤ اور دریا کی طرف نگاہ کرو جو چیز آتی ہوئی دیکھائی دے آکر ہم کو خبر دو۔ چنانچہ وہ تشریف لے گئے دیکھا کہ ابابیل کی جھُنڈ مثل سیلاب کے اس قدر آرہی ہے جس سے زمین تاریک ہو رہی ہے یہ جھُنڈ آکر کوہ ابوقبیس پر ٹھہری پھر وہاں سے اُڑکر پہلے خانہ کعبہ کا سات مرتبہ طواف کیا پھر صفا و مروہ کے درمیان میں سات مرتبہ سعی کیا پس حضرت عبداللہ فوراً واپس آئے اور حضرت عبدالمطلب علیہ السلام کو ان واقعات سے آگاہ کیا آپ نے فرمایا کہ اے فرزند دیکھو کہ اسکے بعد یہ طیور کیا کرتے ہیں اور مجھ کو خبر دو۔ پس حضرت عبداللہ نے خبر دیا کہ ابابیل کل کی کل لشکر حبشہ کیطرف روانہ ہوئیں پس حضرت عبدالمطلب نے اہل مکہ سے فرمایا کہ تم لوگ لشکرگاہ کیطرف جاؤ اور اپنا اپنا مال اوٹھا لاؤ۔ جب اہل مکہ گئے تو دیکھا کہ لشکر حبشہ سب کے سب مر کر خشک لکڑی کی طرح اکڑ گئے ہیں کیونکہ ان ابابیلوں میں سے ہر ایک نے تین تین کنکریاں ایک چونچ میں اور دو دو دونوں چنگلوں میں اٹھالیں اور ہر ابابیل نے لشکر میں سے تین تین سپاہیوں پر سنگریزے گرا کر مار ڈالا تھا (حیات القلوب جلد ۲ باب ۱ فصل ۴ صفحہ ۱۸ و ۱۹ باختصار) علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ جو کرامتیں (معجزات) خداوند عالم نے جناب عبدالمطلب کو دیئے تھے سوا نبی مرسل کے کسی دوسرے کو نہیں دیا اور جو کلام اونھوں نے صاحب فیل یعنی ابرہہ سے کیا تھا اوسمیں عجیب غریب دلیلیں اور عظیم الشان کرامتیں ہیں۔ جیسے ابرہہ کو خدا کے عذاب کی دھمکی دینا اور خدا کا اوس دھمکی کو اس طرح پورا کر دینا کہ ہاتھی کو خانہ کعبہ گرانے سے روک دیا اور اوس پر اور اوسکی فوج پر ابابیل سے پتھر برسوا کر ہلاک کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ سب سوکھی گھاس کی طرح ہوگئے۔ اور اون کے اونٹ کے سینہ اور قدموں کے نیچے زمین میں پانی کے چشمے جاری کر دیئے (شرح نہج البلاغہ جلد ۲)

بیسواں مقدمہ | (ذکر عصمت انبیاء و اوصیاء عموماً)

خداوند عالم حدیث قدسی[۱] میں ارشاد فرماتا ہے:۔ کُنْتُ کَنْزاً[۲] مَخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِکَیْ اُعْرَفَ یعنی میں ایک خزانہ

---

[۲] کنز اوس مال کو کہتے ہیں جو کسی مہم کے لئے ذخیرہ کیا جائے لیکن اسمیں وسعت دیکر ہر اوس چیز پر بولنے لگے جو کسی سخت وقت میں کام آئے اور اسی بنا پر یہاں پر کنز سے مقصود ذخیرہ آخرت ہے مقصود پروردگار

[حاشیہ] یہ کلام اس امر کا روشن ثبوت ہے کہ یا تو خداوند نے مثل آپکی اولاد امجاد کے آپکو بھی ایسی قوت دی تھی کہ جب چاہتے غیب کا علم حاصل کر لیتے یا یہ کہ آپ پر بھی وحی ہوا کرتی تھی ۱۲ منہ

[۱] سراج السعادۃ مصنفہ ملا احمد نراقی اوستاد شیخ مرتضیٰ انصاری صاحب رسائل علیہما الرحمہ والرضوان صفحہ ۵ ذکر علم و تعلیم و تعلم ۱۲

پوشیدہ تھا پس مجھے یہ بات پسند آئی کہ پہچانا جاؤں پس میں نے دنیا کو پیدا کیا تا کہ پہچانا جاؤں اور قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (سورہ ذاریات آیت ۵۶ پارہ ۲۷) یعنی میں نے جن اور انسان کو صرف اس لئے پیدا کیا تا کہ میری عبادت کریں۔ اور اس آیت میں عبادت کی تفسیر معرفت اور اطاعت و فرماں برداری دونوں سے کی گئی ہے۔ حاصل یہ کہ خدا کو اپنی معرفت اور اطاعت و فرماں برداری محبوب اور پسند ہے (وجہ محبوبیت آیندہ کسی مناسب مقام میں انشاء اللہ تعالےٰ بیان کی جائیگی) اور قواعد و احکامِ معرفت و اطاعت و عبادت کے مجموعہ کا نام دین و مذہب ہے۔ اور بندوں تک اس پسندیدہ مجموعہ کو پہونچانے اور تعلیم کرنے کے لئے اور جن لوگوں کو اپنے اور اون کے درمیان میں ذریعہ اور واسطہ قرار دیا اونھیں کو انبیاء اور اونکے جانشینوں کو اوصیا کہتے ہیں اور چونکہ اولاد آدم میں خواہش پرستی اور مادہ تجاذب و تکالب اور تفویت حقوق اور ارتکاب مظالم کا بھی ہے اس لئے بغرض رفع نزاع و درستی نظم عالم اوسکو اون بندوں پر حاکم مقرر کرنے کی بھی ضرورت ہوئی جو صاحب قوت جابرہ ہو پس خدا اور اوسکے بندوں کے درمیان میں نظم کی اصلاح و تعلیم قواعد و احکام دو ضرورتوں کو پورا کرنے والوں کی ضرورت ہوئی اور یہ دونوں ضرورتیں چاہتی ہیں کہ ان کو پورا کرنے والے خود دوسرے معلم اور ناظم و مدبر کے محتاج نہ ہوں ورنہ وہ بھی مثل اپنی رعایا کے نبی اور وصی نہ ہو سکیں گے۔ اور خدا کی غرض پوری نہ ہوگی اور اوس کا پسندیدہ دین رواج نہ پائیگا۔ اس واسطے خداوند عالم نے ان دونوں حاجتوں کو پورا کرنے کے لئے اون نفیس لوگوں کو تجویز کیا جو قواعد و احکام مذہب سے آگاہ ہوں اور ابتداء عمر سے آخر عمر تک بھول چوک اور گناہ و خطا وغیرہ کل ایسے عیوب سے پاک تھے جو ان دونوں حاجتوں کے پورا ہونے میں خلل کا باعث ہو سکتے ہیں تا کہ ان کا وقار اور ان کے کلام کا اعتبار انکی ترویج میں معین اور موثر ہو اور انھیں لوگوں کو حجت خدا کہتے ہیں۔ ہمارے پیغمبر اور اونکے بارہ اوصیاء کرام اور اکثر آباء عظام کو خداوند عالم نے یہ دونوں ریاستیں عطا فرمائی تھیں۔ اور خطا و گناہ سے انکی پاکی ان کے اختیار سے باہر نہ تھی بلکہ انکی اختیاری چیز تھی جس طرح عام انسان کا فضلۂ انسان نہ کھانا او نکا اختیاری امر ہے۔ انکی مثال ہر خطا و گناہ صغیرہ و کبیرہ کی نسبت ویسی ہی ہے جیسی عام انسان کی نسبت فضلہ نہ کھانے کی طرف

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) یہ ہے کہ میں یعنی میری معرفت و اطاعت باعث سعادت و ذخیرہ آخرت تھی پس میں نے لوگوں کو پیدا کیا تا کہ یہ سعادت حاصل کریں اور اس ذخیرہ سے فائدہ اوٹھائیں ۱۲ منہ

اور عام بے احتیاط انسان کی نسبت عام گناہوں کی طرف ویسی ہی ہے جیسی بعض جوگیوں کی نسبت بول و براز کھانے کی طرف۔ یعنی جس طرح عام انسان فضلہ نہیں کھاتے باختیار اور اس کا کبھی خیال بھی نہیں پیدا ہوتا۔ اوسیطرح یہ انوار مقدسہ کوئی گناہ نہیں کرتے باختیار اور اون گناہوں کیطرف اونکا خیال بھی نہیں جاتا۔ اور جس طرح بعض جوگی بول و براز کھاتے ہیں باختیار۔ اوسیطرح عام انسان گناہ کرتے ہیں باختیار۔ غرض یہ کہ کل گناہوں کو چھوڑنا غیر اختیاری امر نہیں ہے تاکہ ان گناہوں سے اُن لوگوں کو محفوظ رکھنے کے لئے خدا کو خاص توجہ کرنے اور قدرت کاملہ کو صرف کرنے کی ضرورت پڑے رہی آیت تطہیر تو اوسکے متعلق گفتگو اکیسویں مقدمہ میں کیجائیگی انشاء اللہ تعالے۔ **اور علاوہ اسکے** کہ ان لوگوں کا خطاء کار اور گناہگار نہ ہونا کتب اخبار و احادیث متواترہ فریقین سے ثابت ہے اس امر پر عقلی و نقلی دونوں طرح کی دلیلیں بھی بکثرت موجود ہیں کہ ان لوگوں کا ہر قسم کے خطاء و گناہ سے پاک ہونا ضروری ہے۔ چند دلیلیں جو منصف مزاج کے لئے کافی ہوسکیں ذکر کی جاتی ہیں۔

عقلی دلیلیں — **پہلی دلیل** انبیاء اور اوصیاء اس واسطے تجویز کئے گئے کہ خطاکار بندوں کے اخلاق کی اصلاح کریں تاکہ دنیا کا انتظام خراب نہ ہو اور فتنہ و فساد اور قتل نفوس وغیرہ سے بنی آدم محفوظ رہیں پس اگر مصلح خود بھی خطاکار ہونے تو دنیا کا انتظام بگڑ جاتا اور خدا کی غرض حاصل نہ ہوتی اس واسطے ضرور ہوا کہ دنیا کے مدبر اور مصلح و منتظم خطاکاری سے محفوظ ہوں **دوسری دلیل** خدا نے ان لوگوں کو اس واسطے بھیجا کہ اوسکے محبوب اور پسندیدہ دین کے قواعد و احکام لوگوں کو تعلیم کریں پس اگر وہ جھوٹے اور دروغگو ہوتے یا قواعد و احکام کو بھول سکتے۔ یا غلطی اور اشتباہ سے یا جانکر قواعد و احکام کو بدل کر یا کمی یا زیادتی کر کے بیان کرتے تو لوگوں کی نگاہوں میں اونکی وقعت باقی نہ رہتی اور لوگ اون سے نفرت کرنے لگتے۔ اور دین خدا کو اون سے نہ لیتے اور دین خدا رواج نہ پاتا۔ اس واسطے ضرور ہوا کہ اپنے دین محبوب کا مروج ایسے لوگوں کو تجویز کرے جو ابتداء عمر سے آخر عمر تک بھول چوک دھوکہ اشتباہ اور گناہان صغیرہ و کبیرہ و نیز کل نقائص و عیوب سے پاک و مبرا ہوں تاکہ خود اپنی غرض کی تفویت کا الزام اوس پر لازم نہ آئے جو ہر عاقل کے لئے قبیح ہے اور حکیم علے الاطلاق کے لئے قبیح تر۔ اور ابتداء عمر کی قید اس واسطے بڑھائی گئی کہ عام طور سے دیکھا جا رہا ہے کہ جو لوگ کچھ دن بے اعتباری کے کاموں میں مبتلا ہوتے ہیں اون کا وقار اور اعتبار جاتا رہتا ہے اور پھر اون کا ہر فعل اور قول مشکوک رہتا ہے اور اوسکی صحت اور سچائی پر اطمینان نہیں ہوتا پس اگر ایسا نبی مبعوث

ہوتا جس سے لوگ نبی ہونے سے پہلے عیب ناک فعل دیکھ چکے ہوتے تو نبی ہونے کے بعد بھی لوگ اوسکی طرف سے غیر مطمئن ہوتے اور اوسکے قول اور فعل کی صحت اور سچائی میں دغدغہ رہتا اور اوسکی پیروی نہ کرنے والوں پر خدا کی حجت تمام نہ ہوتی اور اوس کا دین رواج نہ پاتا اور غرض اوسکی حاصل نہ ہوتی

تیسری دلیل خداوند عالم نے آیت أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ (سورہ نساء آیت ۵۹ پ ۵) (پیروی کرو خدا کی اور پیروی کرو رسول کی اور صاحبانِ حکومت کی جو تم میں سے ہیں) میں اپنے عام بندوں کو حکم دیا ہے کہ انبیاء و اوصیاء کی اطاعت و فرماں برداری کریں اور آیت لَا تُطِيعُوا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ (سورہ شعراء آیت ۱۵۱ پ ۱۹) میں خطاکاروں کی فرمانبرداری سے منع کر رہا ہے (پیروی نہ کرو حد سے گزر جانیوالوں کی) پس اگر خدا خود خطاکار اور گناہگار انبیاء اور اوصیاء تجویز کرتا ۔ تو ایک خرابی یہ لازم آتی کہ رسول ہونے کی حیثیت سے انکی فرماں برداری کا حکم دے اور خطاکار ہونے کی حیثیت سے انکی فرماں برداری سے منع کرے ۔ اور یہ محال ہے کہ ایک ہی شخص کی فرماں برداری واجب بھی ہو اور حرام بھی ۔ اور یہ محال اس وجہ سے لازم آتا ہے کہ اوس نے خطاکار نبی تجویز کیا اور جسکی وجہ سے محال لازم آتا ہو وہ خود ہی محال اور ناجائز ہے۔ اسواسطے خدا کیلئے خطاکار نبی تجویز کرنا محال و ناجائز ہے۔ دوسری خرابی یہ لازم آتی کہ اگر ایسے خطاکار انبیاء کی پیروی کیجائے تو لَا تُطِيعُوا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ میں جو ممانعت ہے اوسکی مخالفت استحقاق سزا و عذاب کا سبب ہوگی اور اگر اونکی مخالفت کی جائے تو آیت أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ میں جو حکم ہے اوسکی مخالفت سبب عذاب ہوگی

چوتھی دلیل خطاکار انبیاء اگر کوئی جھوٹا حکم بندوں تک پہونچاتے تو دو حال سے خالی نہ تھا یا خداوند عالم اوس حکم کے بارے میں اس جھوٹے نبی کی تصدیق کرتا یا اوسکو جھٹلاتا اگر تصدیق کرتا تو علاوہ اسکے کہ جھوٹے کی تصدیق کرنا خدا پر جائز نہیں ہے اور آیت لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ (آل عمران آیت ۶۱ پارہ ۳) میں وہ خود جھوٹوں پر لعنت کر رہا ہے اور اون سے بیزاری ظاہر کر رہا ہے ۔ لازم آتا کہ اپنے دین محبوب اور اپنی مرضی کے مخالف حکم کی خود ترویج کرے ۔ اور یہ امر عام عقلاء کے لئے جائز نہیں ہے چہ جائیکہ حکیم علی الاطلاق کے لئے جو کل عیوب اور نقائص سے منزہ اور پاک ہے ۔ اور اگر اوس نبی کو جھٹلاتا تو لازم آتا کہ نبی کے کلام کو بے اعتبار اور بے وقعت قرار دے کر اپنے دین کی اشاعت اور ترویج کو روک دے جس کے لئے انبیاء اور اوصیاء کو بھیجا اور اپنی معرفت و اطاعت میں خود رکاوٹ پیدا کرے جسکے لئے دنیا کو پیدا کیا جس کو قرآن مجید اور حدیث قدسی میں بیان کیا ہے جو اوپر ذکر کی گئی ۔ اور اگر وہ صحیح حکم بیان کرتے جب بھی دین خدا رواج نہ پاتا ۔ کیونکہ فرض یہ ہے کہ بندوں کو معلوم ہو چکا ہے کہ یہ نبی جھوٹا

بول سکتا ہے اور لوگوں کے دلوں سے اوسکی وقعت جاچکی ہے پس خدا کی حجت بندوں پر تمام نہ ہوتی اور اپنے نافرمانوں پر عذاب نہ کر سکتا۔ اور نہ فرمانبرداروں کے مقابلہ میں نافرمانوں کو اجر و ثواب نہ دینے میں کوئی معقول عذر پیش کر سکتا خصوصاً اوس وقت جب کہ وہ کسی مخالف دین و مذہب امر کو اپنی جہالت اور نادانی سے جائز اور بے عیب یا راجح اور دینی اور مذہبی چیز سمجھکر بنظر ثواب بجالاتے۔ جیسے ایام جاہلیت میں بہت سے ناجائز اور فاسد طریقے نکاح کے مروج تھے یا اس غرض سے زنا کرنا کہ بندگان خدا کی تعداد بڑھے جو خدا کو مرغوب ہے۔

پانچویں دلیل خطاکار انبیاء سے اگر کوئی گناہ صادر ہوتا تو عام بندوں پر واجب ہوتا کہ اونکی ملامت اور سزا کریں کیونکہ امر بمعروف اور نہی از منکر کی ہدایت خود خدا کر رہا ہے فرماتا ہے وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (سورہ آل عمران آیت ۱۰۴) یعنی چاہیئے کہ تم میں سے ایک جماعت ایسی ہو جو لوگوں کو کار خیر کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کام سے روکے اور انھیں لوگوں کے لئے رستگاری ہے، اور نبی کی ملامت اور سزا اونکی اذیت کا سبب ہے اور اونکو اذیت دینا حرام ہے کیونکہ اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے اور قرآن میں بھی خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (سورہ توبہ آیت ۶۱) یعنی جو لوگ خدا کے رسول کو تکلیف پہونچاتے ہیں اون کے لئے سخت عذاب مہیا کیا گیا ہے۔ پس ایک آیت انکی سزا کو تجویز کرتی ہے اور دوسری آیت سزا کو حرام ٹھہراتی ہے اور یہ محال ہے کہ ایک ہی شخص کی سزا جائز بھی ہو اور حرام بھی اور یہ محال اس وجہ سے لازم آتا ہے کہ خدا کے لئے خطاکار نبی کو مبعوث کرنا تجویز کیا گیا۔ اور جس وجہ سے محال لازم آتا ہو وہ خود ہی محال ہے اور وہ وجہ یہ تجویز کرنا ہے کہ خطاکار نبی یا وصی نبی کو مبعوث کرنا جائز ہے۔ اس واسطے یہ تجویز ہی محال اور غلط ہے

چھٹیں دلیل۔ اگر وہ لوگ گناہ کے مرتکب ہوتے تو چاہیئے تھا کہ معاذ اللہ جہنمی ہوتے اور بہشت میں نہ جاتے کیونکہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ (سورہ سجدہ آیت ۲۰ پ ۲۱)

یعنی فاسقوں کی جگہ جہنم ہے (اور چاہیئے تھا کہ ان کی گواہی قبول نہ کی جاتی۔ کیونکہ گناہ سبب فسق ہے اور فاسق کے حق میں خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا (سورہ حجرات آیت ۶ پارہ ۲۶) یعنی فاسق اگر تمہارے

پاس کوئی خبر لائے تو بغیر تحقیق کئے ہوئے اوسکے کلام کو نہ مانو اور اس امر پر مسلمانوں کا اجماع بھی ہے کہ فاسق کی گواہی مقبول نہیں ہے پس ایسی صورت میں انبیاء واوصیاء اپنی عام رعایا سے بھی بدتر ٹھہرتے ہیں کیونکہ عام رعایا میں سے جو لوگ عادل ہیں اونکی گواہی شرعاً اور عقلاً اور عرفاً مقبول سمجھی جاتی ہے۔ حالانکہ انبیاء اور اوصیاء عام رعایا سے شرعاً بہتر قرار دیئے گئے ہیں۔ کیونکہ خداوند عالم نے قیامت کے دن کے لئے اوصیاء کو امت کے اعمال پر گواہ قرار دیا ہے اور انبیاء کو اوصیاء کے اعمال پر چنانچہ ارشاد فرماتا ہے لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (سورہ بقرہ آیت ۱۴۳ پ ۲) یعنی چاہیے کہ تم لوگ لوگوں کے اعمال پر گواہ بنو اور رسول تمہارے اعمال پر گواہ بنیں۔ اور عقلاء کی عقلیں بھی اسی کو صحیح سمجھتی ہیں **ساتویں دلیل** اگر یہ لوگ گناہوں میں مبتلا ہوتے تو اپنی گناہگار رعایا سے بھی درجہ میں پست تر ٹھہرتے کیونکہ عام رعایا سے مرتبہ ان کا بہت بلند ہے۔ اور خدا نے ان کو بنی آدم کا سردار بنایا ہے اور اپنے دین کا حامی اور مروج اور محافظ اور روئے زمین پر اپنا خلیفہ قرار دیا ہے اور یہ امر ظاہر ہے کہ جاہل اور قلیل المعرفۃ شخص کا گناہ کرنا اوس قدر بدنما اور مبغوض اور مستبعد نہیں ہے جتنا بامعرفت شخص کا مبتلا ہونا پس بامعرفت شخص کا مبتلا ہونا اس امر پر قرینہ ہوگا کہ اس کا باطن جاہل اور قلیل المعرفۃ کے باطن سے بھی زیادہ خبیث ہے۔ اور یہ اپنے پروردگار کے مقابل میں اوس سے بھی زیادہ جری ہے۔ اس لئے یہ جاہل رعایا سے زیادہ پست ہوگا **اور علاوہ اسکے** کہ جلیل القدر وعظیم المرتبت اور سردار قوم کا اپنی رعایا سے پست اور ذلیل ہو کر رہنا خود بھی بے حد برا ہے۔ دو خرابیاں دوسری بھی پیدا ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ ذلیل اور پست شخص اپنے سے بہتر کا سردار نہیں ہو سکتا اس لئے بجائے اسکے کہ ایسے انبیاء رئیس و سردار بنیں ان کو پست ترین رعایا میں داخل ہو کر رہنا چاہئے اور یہ نہایت درجہ قبیح ہے کہ علم و معرفت کے لحاظ سے جو بہترین خلق ہو وہ بدترین خلق میں داخل ہو کر زندگی بسر کرے جس کو دنیا کا کوئی عاقل گوارا نہیں کر سکتا۔ دوسرے یہ کہ ایسا نبی چاہئے کہ بہ نسبت عام رعایا بہت زیادہ ملامت دنیا اور عذاب آخرت کا مستحق ہو کیونکہ خداوند عالم ازواج نبی کے متعلق ارشاد فرماتا ہے کہ مَن يَأْتِ مِنكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُضَاعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ (سورہ احزاب آیت ۳۰ پ ۲۲) یعنی تم میں سے جو عورت ایسا گناہ کریگی جسکی بدی کھلی ہوئی ہے تو اوس پر

دوہرا عذاب کیا جائیگا۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ دوہرا عذاب اس وجہ سے ہے کہ نبی کی زوجہ ہونے کی وجہ سے مرتبہ ان کا بلند اور معرفت انکی زیادہ ہے۔ اس توجیہ سے یہ معلوم ہوا کہ ہر بلند مرتبہ شخص کی معصیت اوس پر دوہرا عذاب ہونے کا سبب ہے۔ اسی بنا پر زید بن علیؑ نے فرمایا کہ ہم اپنے (یعنی اولاد حضرت رسول میں سے) نیکو کاروں کے لئے دوہرے ثواب کے امیدوار ہیں اور اپنے گناہ گاروں پر دوہرا عذاب ہونے سے ڈرتے ہیں (مجمع البیان بذیل آیت مذکور) اور اسی بنا پر حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب اوس عالم پر ہوگا جو اپنے علم سے فائدہ نہ اوٹھائے یعنی اوس پر عمل نہ کرے اور حضرت امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب بداعمال عالم پر ہوگا۔ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ قبل اسکے کہ عالم کا ایک گناہ بخشا جائے جاہل کے ستر گناہ بخشے جائیں گے اور حضرت سرور عالم ان سب کا سبب ارشاد فرماتے ہیں کہ بہ نسبت جاہل کے عالم پر حجت بہت اچھی طرح سے تمام ہوچکی ہے (یہ کل حدیثیں لئالی الاخبار ص ۱۹۱ تا ۱۹۲ میں مذکور ہیں) پس جبکہ زوجیت نبی کی وجہ سے گناہگار ازواجِ نبی پر دوہرا عذاب ہو اور علم و معرفت کی وجہ سے عام اہل علم شدید عذاب کے مستحق ہوں اور جاہل اون سے بہتر رہیں تو گناہگار نبی کو بدرجہ اولےٰ دوہرے عذاب بلکہ اوس سے بھی زیادہ اور سخت ترین عذاب کا مستحق ہونا چاہئے۔ اور یہ کل قباحتیں اس وجہ سے لازم آئینگی کہ انبیاء کو جائز الخطا تجویز کیا جائے۔ اور پھر خدا پر بھی بہت بڑا یہ الزام لازم آئے گا کہ اوس نے ایسے بدترین خلق کو اپنی بہتر مخلوقات کا سردار بنا دیا جس کو عقلا ہرگز تجویز نہیں کرسکتے چہ جائیکہ عادل حقیقی اور حکیم علے الاطلاق **آٹھویں دلیل** خداوند عالم اپنے بندوں سے اس قدر محبت رکھتا ہے کہ اپنے نافرمان بلکہ سرکش اور متمرد بندوں سے بھی اپنی نعمتوں کو نہیں روکتا اسی محبت کا تقاضا تھا کہ اوس نے گناہگار بندوں کے حق میں بددعا کرنے سے حضرت ابراہیم علےٰ نبینا وعلیہ السلام کو روکا اور فرمایا کہ میرے بندوں کے حق میں بددعا نہ کرو اگر تمہاری دعا سے مار ہی ڈالنا چاہتے تو پیدا کیوں کرتے (تفسیر صافی بحوالہ مجمع البیان وغیرہ بذیل آیۃ کَذٰلِکَ نُرِیۡٓ اِبۡرٰهِیۡمَ مَلَكُوۡتَ السَّمٰوٰتِ سورہ انعام آیت ۷۶ پارہ ۷) اسی محبت کا اقتضاء تھا کہ اوس نے انبیاء اور اوصیاء کو اپنے بندوں کے لئے رحمت اور ہادی اور پیشوا بنایا تاکہ وہ انکو دنیا میں راہ ہدایت دکھائیں اور انسانی اخلاق سکھائیں اور خلعت عزت و شرافت سے آراستہ کریں۔

اور آخرت میں بہشت کی طرف جانے کے وقت انکی پیشوائی کریں اور راہ نمائیں۔ چنانچہ خود بھی ارشاد فرماتا ہے یَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ (سورہ حدید آیت ۱۲ پ ۲۷) یعنی جس دن دیکھو گے مومن مرد اور مومنہ عورتونکو کہ اون کے امام اونکے آگے آگے اور پہلوؤں میں چلیں گے اور اون سے کہا جائیگا کہ آج کے دن تم کو بشارت ہو بہشت میں جانے کی حضرت امام جعفر صادقؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ مومنوں کے پیشوا اونکے آگے آگے اور اون کے پہلوؤں میں چلیں گے اور بہشت میں اونکی جگہوں پر اونکو پہونچا دینگے (تفسیر برہان بذیل آیت مذکورہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۸۵) اور يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ (سورہ بنی اسرائیل آیت ۷۱ پ ۱۵) بروایت قتادہ ابن عباس کہتے ہیں کہ قیامت کے دن خداوند عالم ائمہ ہدیٰ ومصابیح الدجیٰ واعلام التقیٰ امیر المومنین اور حسن اور حسین علیہم السلام کو بلائیگا اور حکم دیگا کہ اپنے شیعوں کو لیکر پل صراط سے گذر جاؤ اور بغیر حساب وکتاب کے داخل بہشت ہو جاؤ۔ اور ائمہ فسق کو بلائیگا اور حکم دیگا کہ اپنے ماننے والوں کو ساتھ لیکر بغیر حساب وکتاب کے دوزخ میں چلے جاؤ (تفسیر برہان بذیل آیہ مذکورہ جلد ا صفحہ ۶۱۱) اور امام اہلسنت دارمی اپنی سند سے نقل کرتے ہیں کہ حبہ بن جوین نے بیان کیا کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ ہر شخص کے لئے اوس کے اعمال ہونگے اور قیامت کے روز وہ اسکے ساتھ ہوگا جس کو دنیا میں دوست رکھتا تھا (ینابیع المودۃ صفحہ ۴۰۲ باب ۹۱ بحوالہ سنن دارمی) **پس اگر** خداوند عالم گنہگار انبیاء اور اوصیاء کو پیشوائی خلق کے لئے بھیجتا تو کئی خرابیاں لازم آتیں ایک یہ کہ یہ لوگ چونکہ خود گنہگار ہوتے اپنے ماننے والوں کو بھی گناہ کرنے کی اجازت دینے کم سے کم اسلئے کہ خود اون کا گناہ ڈھکا رہے اور اونکو برے راستہ پر چلاتے اور بجائے رحمت ہونے کے نقمت اور عذاب بنتے اور بجائے ہادی بننے کے گمراہ کن ہوتے۔ دوسرےؔ یہ کہ خدا اپنے بندوں کو عزیز صورت اور انسانی لباس میں دیکھنا چاہتا ہے لیکن بندے ایسے گنہگاروں کی ہدایت سے ذلیل صورت اور شیطان سیرت اور حیوانی لباس میں ہو جاتے۔ تیسرےؔ خدا کا ایسوں کو پیشوا بنانا اوسکی وسیع رحمت اور کامل محبت کے بالکل مخالف ہوتا۔ چوتھےؔ یہ کہ اپنی غرض کو خود مٹانے اور برباد کرنے کا قبح اوسکی بے عیب اور منزہ ذات پر لازم آتا۔ پانچویںؔ یہ کہ بندے اونکے بعوض اسکے کہ اوسکی خواہش کے مطابق بہشت میں جائیں جسکی وہ آیت یسعیٰ نورہم میں بشارت دینا چاہتا ہے سب کے سب اپنے برے پیشوا کے ساتھ جہنم میں چلے جاتے کیونکہ ہر شخص اپنے پیشوا کے ساتھ جائیگا جہاں وہ جائیں چھٹے

یہ کہ چونکہ وہ ذات مقدس فیاض مطلق ہے ارشاد فرماتا ہے کہ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ (سورہ ابراہیم آیت ۷، پ ۱۳) یعنی اگر میری فرمانبرداری کرو گے تو تم پر اپنی نعمتیں زیادہ کروں گا اور اگر نافرمانی کرو گے تو سخت عذاب میں مبتلا کروں گا پس اگر گناہگار انبیاء و اوصیاء بھیجتا تو لازم آتا کہ بندے نافرمان ہو کر بعوض استحقاق نعمت کثیر کے مستحق عذاب شدید ہو جائیں **نویں دلیل** اگر خداوند عالم گناہگاروں کو انبیاء اور اوصیاء تجویز کرتا تو گناہ کی وجہ سے وہ عذاب اور لعنت اور ملامت کے مستحق ہوتے کیونکہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَتَعَدَّ حُدُوْدَہٗ یُدْخِلْہُ نَارًا خَالِدًا فِیْھَا وَلَہٗ عَذَابٌ مُّھِیْنٌ (سورہ نساء آیت ۱۴ پ ۴) یعنی خدا اور رسول کی جو مخالفت کریگا اور خدا کے مقرر کردہ حد سے گذر یگا اوسکو خدا جہنم میں داخل کرے گا جسمیں وہ ہمیشہ رہیگا اور اوسکے لئے بہت برا عذاب ہے۔ پھر فرماتا ہے اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ (سورہ ہود آیت ۱۸ پارہ ۱۲) یعنی آگاہ ہو جاؤ کہ ظالموں پر خدا کی لعنت ہے۔ اور ظالم ہر وہ شخص ہے جو گناہ کرتا ہو۔ اور یہ امر دین اسلام کے قطعی اصول کے مطابق مان لیا گیا ہے اور مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ انبیاء اور اوصیاء ایسے لوگ نہیں ہو سکتے جو عذاب اور لعنت اور ملامت کے مستحق ہوں۔

دسویں دلیل اگر انبیاء اور اوصیاء گناہگار ہوتے تو چاہیئے تھا کہ گروہ شیطان میں داخل ہو جاتے اور خسران و نقصان میں پڑ جاتے۔ کیونکہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔ اِسْتَحْوَذَ عَلَیْھِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسٰھُمْ ذِکْرَ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ (سورہ مجادلہ آیت ۱۹ پ ۲۸) یعنی شیطان ان پر غالب آگیا ہے پس خدا کی یاد کو ان کے دلوں اور زبانوں سے بھلا دیا ہے۔ یہ لوگ شیطان کے گروہ سے ہیں آگاہ ہو جاؤ کہ شیطان کا گروہ گھاٹے اور نقصان میں ہے اور یہ امر دین اسلام کے مسلمات سے ہے کہ انبیاء اور اوصیاء شیطان کے تابع اور اوس کے گروہ سے نہیں ہو سکتے۔

نقلی دلیلیں ۔۔۔ آیتیں **پہلی آیت**۔ خداوند عالم حضرت ابراہیم علےٰ نبینا و علیہ السلام سے خطاب کر کے ارشاد فرماتا ہے کہ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ (سورہ بقرہ آیہ ۱۲۴ پارہ ۱) یعنی (اے ابراہیم میں تم کو لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں حضرت ابراہیم نے عرض کیا کہ میری ذریت میں سے بھی کچھ لوگ پیشوا ہوں گے۔ ارشاد ہوا کہ میرا یہ منصب اون لوگوں کو نہ مل سکیگا جو ظالم ہونگے

علمائے شیعہ میں سے صدوق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مراد پروردگار اس آیت میں یہ ہے
کہ امامت کے لائق وہ شخص نہیں ہے جو کسی زمانہ میں بت پوج چکا ہو اور ایک لمحہ کے لئے بھی مشرک
رہ چکا ہو اگرچہ اوسکے بعد مسلمان ہو چکا ہو۔ اور کسی چیز کو بے موقع واقع کرنے کا نام ظلم ہے اور
شرک ظلم کی بہت بڑی فرد ہے۔ چنانچہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ
عَظِيْمٌ یعنی یقیناً شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ اور جس طرح بت پوجنے والا امامت اور دینی پیشوائی
کے لائق نہیں ہے۔ اسی طرح وہ شخص بھی اسکے لائق نہیں ہے جو کسی زمانہ کبیرہ یا صغیرہ یعنی
بڑے یا چھوٹے گناہ میں مبتلا ہو چکا ہو اگرچہ اوسکے بعد توبہ کر چکا ہو۔ اور اسی طرح وہ شخص بھی
اسکے لائق نہیں ہے جس نے مستحق حد پر حد جاری نہ کی ہو۔ پس اس بیان سے معلوم ہوا کہ معصوم
کے سوا کوئی دوسرا شخص امام اور دینی پیشوا نہیں ہو سکتا اور معصوم کی عصمت معلوم کرنے کا طریقہ
صرف ایک ہے۔ وہ یہ کہ خداوند عالم اپنے نبی کی زبان سے خبر دیدے کیونکہ عصمت پوشیدہ
چیز ہے۔ ایسی کھلی ہوئی چیز نہیں ہے جو مثل سیاہی اور سفیدی وغیرہ کے دیکھی جا سکے۔ اسلئے
بغیر علام الغیوب کے آگاہ کئے ہوئے عصمت معلوم نہیں ہو سکتی (تفسیر برہان جلد ا صفحہ ۹۵ بذیل
آیت مذکورہ) عبد اللہ بن مسعود صحابی بیان کرتے ہیں کہ حضرت سرور عالم نے ارشاد فرمایا کہ لا
ینال عہدی الظالمین سے مراد پروردگار یہ ہے کہ جس نے بت کا سجدہ کیا ہے اوس کو میں
کبھی پیشوا نہ بناؤں گا اور نہ اوسکو پیشوا بنانا صحیح ہے (بحار الانوار جلد ۷ باب عصمت ائمہ علیہم السلام
صفحہ ۳۱۷ بقدر حاجت) **اور علمائے اہلسنت** میں سے قاضی بیضاوی اپنی تفسیر میں
لکھتے ہیں کہ یہ آیت اس امر پر دلیل ہے کہ انبیاء اپنے مبعوث ہونے سے پہلے بھی گناہان کبیرہ سے
معصوم تھے اور اس امر پر دلیل ہے کہ فاسق امامت یعنی دینی پیشوائی کے لائق نہیں ہے (تفسیر
بیضاوی صفحہ ۶۸ چھاپہ بمبئی بذیل آیت مذکورہ) اور فاضل نیشاپوری لکھتے ہیں کہ یہ آیت اس امر پر دلیل
ہے کہ حضرت رسول اللہ کل گناہوں سے معصوم تھے کیونکہ اگر اون سے گناہ صادر ہوتا تو ہم لوگوں پر
اونکی پیروی واجب ہوتی اور اس سے لازم آتا کہ ایک ہی فعل ممنوع بھی ہو اور اوس کا حکم بھی ہو
اور یہ محال ہے۔ پھر آگے چل کر لکھتے ہیں کہ خدا نے اپنے کلام لا ینال عہدی الظالمین سے
اس امر کو صاف صاف بیان کر دیا ہے کہ اس منصب جلیل کو ظالم نہیں پا سکتا (تفسیر غرائب القرآن
جلد ا صفحہ ۴۷ بذیل آیت مذکورہ) اور امام اہلسنت فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر میں اس آیت کی
تفسیر میں لکھا ہے کہ عہد سے اگر عہد نبوت مقصود ہے تو آیت اس امر پر صاف دلیل ہے کہ انبیاء

گناہگار نہیں ہوسکتے اور اگر عہد امامت مقصود ہے جب بھی مطلب حاصل ہے۔ کیونکہ ہر نبی چاہیے کہ امام ہو جسکی اقتدا کیجائے پس آیت ہر صورت میں اس امر پر دلیل ہے کہ انبیاء گناہگار نہیں ہوسکتے (تفسیر رازی جلد ا صفحہ بذیل آیت مذکورہ)

دوسری آیت ۔ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ (سورہ ہود آیت ۱۱۳ پ ۱۲) یعنی ان ظالموں سے محبت اور اونکی بہی خواہی اور فرماں برداری نہ کرو جو کسی زمانہ میں ظلم کرچکے ہیں ورنہ جہنم میں چلے جاؤ گے ۔ رکون کے معنی محبت اور بہی خواہی اور فرماں برداری کے ہیں (تفسیر علیؒ بن ابراہیمؒ) اور ظاہر ہے کہ انبیاء اور اوصیاء کی جس طرح اتباع اور پیروی لازم ہے اوسی طرح اون سے محبت اور اونکی بہی خواہی بھی لازم ہے بلکہ فرمانبرداری کو یہ دونوں لازم ہیں اور اوسکے ساتھ ساتھ ہیں پس اگر انبیاء اور اوصیاء گناہگار ہوتے تو اونکی اطاعت و فرماں برداری حرام ہوتی کیونکہ یہ جہنم میں جانے کا سبب ہے ۔ حالانکہ بغیر اونکی اطاعت کے نہ کوئی اطاعت خدا کرسکیگا نہ خدا کی معرفت حاصل ہوگی نہ دین خدا رواج پائیگا اس لئے ضروری ہوا کہ وہ لوگ معصوم ہوں تاکہ خدا کی غرض حاصل ہو۔ **علمائے اہلسنت میں سے علامہ نیشاپوری** اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ رکون سے مقصود محبت اور پیروی کرنا ہے اور غرض پروردگار یہ ہے کہ ظالموں کے کسی ظلم پر راضی نہ ہو اور اون کے طریقہ (دین و مذہب اور بدعتوں) کو دوسروں کے سامنے زینت نہ دو اور اچھا نہ بتاؤ اور ان امور میں اون کے شریک ہو پھر آگے چلکر لکھتے ہیں کہ اہل تحقیق نے کہا ہے کہ رکون کے معنی میلان خفیف کے ہیں پس یہ آیت بتاتی ہے کہ جس ظالم سے ذرا سا ظلم بھی صادر ہوا ہے جب اوسکی طرف ذرا سا مائل ہونا سبب عذاب ہے تو خود ظلم کا مرتکب ہونا بدرجہ اولے سبب عذاب ہوگا (غرائب القرآن جلد ۲ صفحہ ۳۳۳ بذیل آیت مذکورہ) **اور قاضی بیضاوی** اس مضمون کو لکھکر لکھتے ہیں کہ عدالت اور استقامت کو چھوڑکر افراط اور تفریط کو اختیار کرنا (یعنی باطل اور غیر حقدار پیشوا کو اختیار کرنا اور بڑھانا اور برحق پیشوا کو چھوڑنا اور اوسکی حق تلفی کرنا) اپنے نفس پر ظلم بھی کرنا ہے اور غیر پر بھی (یعنی غیر حقدار کو اختیار کرنے میں اپنے اوپر ظلم کرنا ہے اور برحق کو چھوڑنے میں اوس برحق پیشوا پر (تفسیر بیضاوی صفحہ ۳۹۸ بذیل آیت مذکورہ)

تیسری آیت خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۣ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ (سورہ یونس آیت ۳۵ پارہ ۱۱)

یعنی جو شخص حق کیطرف ہدایت کرتا ہے وہ اس امر کا زیادہ حقدار ہے کہ اوسکی پیروی کی جائے یا وہ شخص جو خود ہی ہدایت یافتہ نہیں ہے اور اوس کا محتاج ہے علمائے شیعہ میں سے علی بن ابراہیم علیہ الرحمہ اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ حق کیطرف ہدایت کرنے والے حضرت رسولخدا اور انکے بعد اون کے اہلبیت ہیں اور راہ حق سے ہٹے ہوئے اور ہدایت کے محتاج اون کے مخالفین ہیں خواہ قریشی ہوں یا غیر (تفسیر برہان جلد اول صفحہ ۴۵۸ بذیل آیت مذکورہ) - اس آیت میں خداوندعالم نے محتاج ہدایت شخص کی پیروی سے منع کیا ہے پس اگر انبیاء اور اوصیاء گناہگار ہوتے تو اونکی پیروی ممنوع ہوتی کیونکہ وہ خود گمراہ اور محتاج ہدایت ہوتے - اور وہی خرابیاں لازم آتیں جو اوپر ذکر کیگئیں - اس لئے ضرور ہوا کہ خداوندعالم معصوم کو انبیاء اور اوصیاء بنائے تاکہ اوسکی غرض فوت نہ ہو۔

حدیثیں بطریق شیعہ **پہلی حدیث** حضرت امیر المومنین علی بن ابیطالب علیہما السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ خداوندعالم نے اُولُوا الاَمر (ائمہ برحق) کی اطاعت اور فرماں برداری کا حکم اس وجہ سے دیا ہے کہ وہ گناہوں سے پاک اور معصوم ہیں اور گناہ کرنے کا حکم نہیں دیتے - **دوسری حدیث** حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ سفیفہ (یعنی بدکار) متقی اور پرہیزگار کا پیشوا نہیں ہوسکتا - **تیسری حدیث** حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ پیغمبر اور اونکے اوصیاء گناہ نہیں کرتے کیونکہ وہ مطہر اور معصوم ہیں - **چوتھی حدیث** حضرت امام رضا علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ خداوندعالم ایسے شخص کی فرماں برداری واجب نہیں کرتا جو لوگوں کو بہکائے اور گمراہ کرے - اور خدا اور اوسکے واجبات کے ساتھ کفران کرے اور شیطان کی اطاعت اور خدا کی نافرمانی کرے (حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۱۸ و ۱۹ باب ۱ فصل ۳ ذکر عصمت انبیاء و ائمہ)

اور بطریق اہلسنت **پہلی حدیث** فاضل نیشاپوری آیہ مبارکہ وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ - (سورہ اعراف آیت ۱۸۱ پ ۹) (میری مخلوقات میں ایک جماعت ہے جو دین حق کیطرف لوگوں کو ہدایت کرتی ہے اور اوسیکے ساتھ حکم کرتی ہے) کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ربیع نے بیان کیا کہ حضرت سرورعالم جب اس آیت کی تلاوت فرماتے تھے تو ارشاد فرماتے تھے کہ یہ اُمت (نبی اور اون کے اوصیاء) جو اس آیت میں مقصود ہیں اور دین حق کیطرف ہدایت کرتے ہیں تم لوگوں کے لئے ہیں اور تم سے پہلے جو لوگ گذر گئے اون لوگوں کو بھی ایسی ہی امت دی گئی تھی جو دین حق کیطرف ہدایت کرتی تھی (غرائب القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۹۴) - اور ظاہر ہے کہ ایسے احکام کی

تعلیم دینے والے انبیاء و اوصیاء جو دین حق کے مخالف ہوں دین حق کی طرف ہدایت کرنے والے نہیں کہے جا سکتے خواہ ان مخالف اور باطل احکام کو بھول کر تعلیم کریں یا جانکر بطور جرأت اور معصیت کے پس یہ حدیث صاف بتا رہی ہے کہ جو انبیاء اور اوصیاء بھیجے گئے وہ باطل کی ترویج کرنے والے نہ تھے اور ایسے فعل سے محفوظ تھے) **دوسری حدیث** فاضل مذکور اسی آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ جبائی نے بیان کیا کہ اس امت سے مقصود علماء ہیں اور وہ لوگ جو دین خدا کیطرف لوگوں کو ہدایت کریں ہر زمانہ میں (خواہ وہ عالم ہوں جنمیں انبیاء و اوصیاء بھی داخل ہیں۔ یا صرف انبیاء اور اوصیاء جو بدرجہ اولے ہادی بحق کہے جانے اور مصداق آیت مذکورہ ہونے کے مستحق ہیں (غرائب القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۹۴ چھاپہ ایران) یہ حدیث اس امر کو بتا رہی ہے کہ ہر زمانہ میں ایسے ہادی کی ضرورت ہے جو دین حق کیطرف ہدایت کر سکتا ہو۔

تیسری حدیث فاضل مذکور آیۂ مبارکہ وَاَدْخَلْنٰهُ فِیْ رَحْمَتِنَا اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ (سورہ انبیاء آیت ۷۵ پ ۱۷) کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ مقاتل نے بیان کیا کہ اس آیت میں رحمت سے (اور ہم نے لوط کو اپنی رحمت میں داخل کیا کیونکہ وہ نیکوکاروں سے تھے) مقصود نبوت ہے اور غرض پروردگار کی یہ ہے کہ چونکہ لوط صلحاء اور نیکوکاروں میں سے تھے اس لئے میں نے انکو نبی بنایا تاکہ فرائض نبوت کو پوری طرح انجام دیں (غرائب القرآن جلد ۳ صفحہ ۱۶ آخر چھاپہ ایران) یہ حدیث اس امر کو بتا رہی ہے کہ اگر حضرت لوط نیکوکار نہ ہوتے تو نبی نہ بنائے جاتے جس سے یہ معلوم ہوا کہ بدکار اور گنہگار میں نبی بننے یا وصی بننے کی قابلیت نہیں ہے۔

پس ان تینوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ حق کے ساتھ اور دین حق کیطرف ہدایت کرنے والے یعنی نیکوکار انبیاء اور اوصیاء ہر زمانہ میں پیدا کئے گئے تاکہ خدا کی حجت اہل دنیا پر تمام ہو جائے اور غیر صالح اور بدکار منصب نبوت و وصایت کا نہ تو مستحق ہے اور نہ پا سکتا ہے۔

عصمت کے بارے میں عام مسلمانوں کے عقائد | شیعوں کا عقیدہ

علامہ حلیؒ باب حادی عشر میں۔ اور علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ شرح اربعین میں تحریر فرماتے ہیں کہ علماء امامیہ کا مذہب یہ ہے کہ انبیاء اور اوصیاء اور ائمہ اہلبیت حضرت سرور عالمؐ سے ابتداء عمر سے آخر عمر تک کسی قسم کا گناہ صادر نہیں ہو سکتا نہ صغیرہ نہ کبیرہ نہ جان کر نہ بھولے سے اور نہ تاویل میں خطاء کی وجہ سے اور نہ خدا اون پر بھول چوک کو مسلط کرتا ہے نہ شیطان۔ لیکن صرف صدوق علیہ الرحمہ اور اون کے اوستاد حسن بن ولید اسکے قائل ہو گئے ہیں کہ سواء تبلیغ رسالت و احکام خدا کے دوسری حالتوں

ہیں جیسے نماز میں یا دوسری عبادتوں میں خدا کسی مصلحت سے اون پر بھول چوک کو مسلط کر سکتا ہے جس کو اسہار کہتے ہیں لیکن سہو جو شیطان کیطرف سے ہوتا ہے وہ ان کے حق میں جائز نہیں ہے (لیکن ان دونوں بزرگوں کا یہ کلام متروک ہے اور ہمارے علماء کے نزدیک لائق توجہ نہیں ہے کیونکہ اصولِ مذہب شیعہ کے مخالف ہے) (شرح اربعین ص۳۵ فصل اول بیان عصمت انبیاء) اور مولانائے موصوف اپنے رسالہ اعتقادیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ضرور ہے کہ ہم لوگ حضرت سرورِ عالم اور ائمہ اہلبیت اور کل انبیاء اور کل فرشتوں کے حق میں اس امر کا اعتقاد کریں کہ یہ لوگ ابتدائے عمر سے آخر عمر تک چھوٹے اور بڑے کل گناہوں سے پاک اور معصوم تھے۔ (رسالہ اعتقادیہ ص۱۷ چھاپہ لکھنؤ) **اہلسنت کا عقیدہ** علامہ قاضی عضد الدین مواقف میں اور علامہ سید شریف جرجانی اوسکی شرح میں لکھتے ہیں کہ کل ملت اور مذہب والوں کا اس امر پر اجماع (یعنی اتفاق) ہے کہ انبیاء معصوم ہیں جان کر جھوٹ نہیں بول سکتے۔ اور بہت سے ائمہ اعلام اور اوستاد ابو اسحاق کہتے ہیں کہ بھول کر بھی جھوٹ نہیں بول سکتے۔ رہے جھوٹ کے علاوہ دوسرے گناہ تو کفر سے اون کے معصوم ہونے پر امت محمدی کا اجماع ہے۔ خواہ نبی ہونے سے پہلے ہو یا اوسکے بعد۔ لیکن خوارج میں سے ازارقہ اسکو جائز جانتے ہیں۔ اور کل محققین اور ائمہ یہ کہتے ہیں کہ انبیاء جان کر گناہ کبیرہ نہیں کر سکتے لیکن بھول کر گناہ کبیرہ میں مبتلا ہونے کو اکثر نے جائز سمجھا ہے لیکن ہم لوگ اس کو بھی جائز نہیں جانتے۔ اور گناہ صغیرہ میں مبتلا ہونے کو اکثر لوگ جائز جانتے ہیں۔ لیکن ابو علی جبائی اس کو بھی جائز نہیں جانتے۔ لیکن ایسے گناہ صغیرہ جو سبب رذالت ہیں جیسے ایک لقمہ کھانا چرا لینا تو ایسے صغیرہ میں انبیاء ہرگز مبتلا نہیں ہو سکتے نہ جان کر نہ بھولے سے (خلاصہ شرح مواقف موقف ۶ مرصد اول مقصد ۵ بیان عصمت انبیاء ص۵۶۷ چھاپہ استنبول) **اور امام فرقہ حنفیہ ابو حنیفہ صاحب فقہ اکبر** میں اور ملا علی قاری حنفی اوسکی شرح میں لکھتے ہیں کہ کل انبیاء اور رسل خواہ مشہور ہوں یا غیر مشہور پاک اور معصوم ہیں کل گناہان کبیرہ اور صغیرہ اور کفر اور کل برائیوں سے اور بعض انبیاء سے جو بعض لغزشیں ہو گئی ہیں تو یہ لغزش بلحاظ اون کے اعلےٰ مرتبہ اور رفعت منزلت کے خطا سمجھی گئی ہے جو اون سے نسیاناً[1] ہو گئی تھی یا رخصت سمجھکر کیا تھا۔ جیسے حضرت آدمؑ

---

[1] اکثر علمائے اہلسنت جو نسیاناً اور سہواً بعض گناہ صغیرہ کے انبیاء سے صادر ہونے کے قائل

نے ایک خاص درخت سے کھانے کو ممنوع سمجھکر اوس سے نہ کھایا بلکہ اوسی قسم کے دوسرے درخت سے کھایا اور یہ ایک غفلت تھی جو اون سے صادر ہوئی - اور یہ مذہب ہمارے اکثر علمار کا ہے - لیکن ایک جماعت صوفیوں کی اور ایک گروہ متکلموں کا اون سے سہواً اور نسیاناً اور غفلۃً بھی گناہ صادر ہونے کو جائز نہیں جانتا (شرح فقہ اکبر بحث تنزیہ انبیاء صہ ۵۴ چھاپہ مصر) ویسے تو علامہ حلی علیہ الرحمہ والرضوان نے عصمت انبیاء و اوصیار پر الفین میں ایک ہزار اڑتیس دلیلیں عقلی اور نقلی تحریر فرمائی ہیں لیکن ہم نے مذکورۂ بالا دلیلوں کے لکھنے کے بعد اوس کو دیکھا اور اوس سے کوئی دلیل اس کتاب میں نہ لی اور دیباچہ کو زیادہ طول دینا مناسب نہ سمجھا - بایں ہمہ ہم امید کرتے ہیں کہ جس قدر دلیلیں عصمت انبیاء و اوصیار پر ہم نے ذکر کردی ہیں یہ منصف مزاج شخص کے لئے اطمینان بخش ہونگی - **نتیجہ کلام** ہم آئندہ لکھیں گے انشاء اللہ تعالے اگر لفظی دلیلوں کی دلالتیں زیادہ تر ظنی ہوتی ہیں خواہ وہ قرآن کی آیت ہو یا حدیث یا کوئی دوسری چیز اور حکم عقل جو دلیل عصمت ہے قطعی اور یقینی ہوتا ہے اور گمان یقین کا مقابلہ نہیں کرسکتا - پس اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ چونکہ انبیاء اور اوصیار کی عصمت قطعی اور یقینی دلیلوں سے ثابت ہے اس لئے اگر قرآن یا حدیث وغیرہ میں انکی عصمت کے خلاف کوئی مضمون پایا جائے تو ضرور ہے کہ اوسکی تاویل اور توجیہ کرکے عقلی دلیل اور عقلی حکم کے مطابق کیا جائے - جیسے حضرت آدم کے حق میں لفظ عصےٰ اور غوی یا اس کا مثل اور وہم معنی قرآن اور بعض حدیثوں میں مذکور ہے - ان دونوں کے معنی لغت میں متعدد لکھے ہوئے ہیں - جیسے عصےٰ کے معنی ایک[۱] فرمانبرداری سے نکل جانا ہے - دوسرے[۲] حکم کی مخالفت کرنا - تیسرے[۳] عناد کرنا - اسی طرح غوی کے معنی ایک[۱] گمراہ ہونا ہے - دوسرے[۲] محروم رہنا - تیسرے[۳] ہلاک ہونا - چوتھے[۴] جہالت میں منہمک ہونا -

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ہیں - یہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ عصمت سے اصل مقصود پروردگار انکا اعتبار اور وقار ہے - تاکہ اون کے مذہبی بیانوں پر اونکی امت کو اعتبار ہو اور غلط بیانی کا احتمال جو شک کا سبب ہوتا ہے اور حجت خدا کو ناقص اور کمزور کردیتا ہے پیدا نہ ہوسکے - اس لئے جس طرح جان کر غلط بیان کلام کو بے اعتبار کرتا ہے اوسیطرح وہ غلط بیان بھی جس کا سبب سہو اور نسیان ہے - پس جب کہ بے اعتباری میں دونوں شریک ہیں تو جس طرح عمداً غلطی ناجائز ہے اوسیطرح سہواً غلطی کو بھی ناجائز ہونا چاہئے جیسا کہ ہمارے علمار کرام کا مذہب اور مسلک ہے ۱۲ راحت حسین

پس چونکہ انبیاء کی عصمت عقلی اور نقلی دلیلوں سے یقینی طور پر ثابت ہو چکی ہے۔ اس لئے اگر ان مذکورہ معانی میں سے کوئی معنی عصمت کے ساتھ جمع ہو سکیگا تو وہی اختیار کیا جائیگا ورنہ ان الفاظ کی ایسی تاویل اور توجیہ کی جائیگی جو عصمت سے منافات نہ رکھتی ہو۔ اور اگر کسی طرح حکم عقلی اور دلیل عقلی کے مطابق نہ ہوسکے تو اوس آیت یا حدیث کے معنی اور مطلب کو بشرط صحت سند حدیث ائمہ علیہم السلام پر محول کرکے اس وقت حکم عقل ہی کو اختیار کرینگے

۲۱
اکیسواں مقدمہ

ذکر عصمت حضرت رسولخدا و ائمہ ہدیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام خصوصاً

جو دلیلیں انبیاء اور اوصیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے کی اوپر ذکر کی گئیں اون کے علاوہ حضرت سرور عالم اور اونکی اولاد امجاد میں سے بارہوں ائمہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عصمت کے متعلق قران اور حدیث میں خاص کرکے آیتیں اور حدیثیں مذکور ہیں جن کو ہم چاہتے ہیں کہ مختصر طور پر تبرکاً ذکر کردیں۔

حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ کے متعلق خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے طٰہٰ مَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰى (سورہ طہ آیت ۱ پ۱۶) بسند موثق حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ بڑھے ہوئے اور جسم مبارک وزنی ہوا تو آپ ایک پاؤں پر کھڑے ہوکر نماز نافلہ پڑھتے تھے تاکہ تکلیف بڑھ جائے (اس لئے کہ آپ ہی کی فرمائش ہے کہ اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ اَحْمَزُهَا[۱] یعنی اعمال میں سب سے زیادہ فضیلت اوس عمل کے لئے ہے جس سے نفس کو زیادہ تکلیف پہونچے) تو خداوند عالم نے اس آیت کو نازل فرماکر ارشاد فرمایا کہ اے طاہر اور طیب اور ہادی خلق تم پر قران اس لئے نازل نہیں کیا ہے تاکہ اس قدر تکلیف اوٹھاؤ اس حکم کے بعد حضرت دونوں پانوں پر کھڑے ہونے لگے (حیات القلوب جلد ۲ باب ذکر اخلاق حضرت سرور عالم ص ۱۱۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طہ کے معنی پاک اور پاکیزہ اور ہادی خلق کے ہیں اور ہر قسم کی برائی سے حضرت سرور عالم اس طرح پاک و پاکیزہ تھے کہ خداوند عالم نے طہ آپ کا نام رکھ دیا تھا چنانچہ بسند معتبر حضرت امام جعفر صادق ؑ سے منقول ہے۔ آپ نے

[۱] مجمع البحرین ذکر لغت حمز بروایت ابن عباس ۱۲

ارشاد فرمایا کہ حضرت سرور عالمؐ کے قرآن میں دس نام ہیں ۔ محمدؐ ۔ احمدؐ ۔ عبداللہؐ ۔ طٰہٰؐ ۔ یاسینؐ ۔ نونؐ ۔ مزملؐ ۔ مدثرؐ ۔ رسولؐ ۔ ذکرؐ (حیات القلوب جلد ۲ باب ۶ فصل ۱ ذکر اسماء مبارکہ حضرت رسول محمد ص ۱۰۱) اور علمائے اہلسنت میں سے فاضل نیشاپوری اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ طٰہٰ کے معنی میں مفسروں نے کئی چیزیں بیان کی ہیں منجملہ اون کے ایک معنی طاہر من الذنوب و ہادی الی علام الغیوب ہے ۔ یعنی گناہوں سے پاک اور خدا کی طرف ہدایت کرنے والے اور دوسرا کلام سعید بن جبیر کا ہے وہ کہتے ہیں کہ خداوند عالم نے اس سورہ کی ابتداء حضرت سرور عالمؐ کے نام طیب اور طاہر اور ہادی سے کی ہے (غرائب القرآن جلد ۲ ص ۵۱۹ سورہ طٰہٰ پ ۱۶) سعید بن جبیر کے بیان سے بھی معلوم ہوا کہ آپکا ایک نام طٰہٰ بھی ہے جس کا معنی دونوں مفسروں کے بیان کے مطابق طیب اور طاہر اور ہادی ہے

اور اہلبیت حضرت سرور عالمؐ کے متعلق ارشاد فرماتا ہے اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا (سورہ احزاب آیت ۳۳ پ ۲۲) یعنی خدا یہی چاہتا ہے اے اہل بیت رسول کہ تم سے ہر قسم کے گناہ[۱] کو دور رکھے اور ہر طرح کی برائیوں سے تم کو پاک رکھے جو حق پاک رکھنے کا ہے ۔ فاضل نیشاپوری لکھتے ہیں کہ اہلبیت میں حضرت رسول اللہ اور فاطمہؑ اور حسنؑ اور حسینؑ باتفاق فریقین داخل ہیں اور حضرت علیؑ بھی بنا بر قول صحیح کے (غرائب القرآن جلد ۳) اور امام اہلسنت ابن حجر بھی لکھتے ہیں کہ یہ آیت علیؑ اور فاطمہؑ اور حسنؑ اور حسینؑ علیہم السلام کے حق میں نازل ہوئی (صواعق محرقہ باب ۱۱ فصل ۱ ص ۸۵ ذکر آیت) بحکم ہلیس ابن حجر کے بیان کے مطابق حضرت علیؑ اس آیت میں یقیناً داخل ہیں ۔ اور صحاح ستہ وغیرہ کی ۲۸ حدیثیں[۲] اس باب میں نص صریح ہیں جنمیں اس آیت کا شان نزول بیان کیا گیا ہے ۔ یعنی حضرت

---

[۱] فاضل نیشاپوری لکھتے ہیں کہ خداوند عالم نے رجس سے گناہوں کو مراد لیا ہے ۔ اور طہر سے تقویٰ کو ۔ اور تقویٰ ہر برائی سے اجتناب اور پرہیز کو چاہتا ہے ۔ اسی لئے ہم نے رجس کا ترجمہ گناہ سے کیا ہے اور طہر کا ترجمہ ہر برائی سے پاکی کے ساتھ ۱۲ منہ

[۲] ان حدیثوں کو مندرجہ ذیل لوگوں نے لکھا ہے مسلم نے عائشہ سے ۲ حاکم نے عائشہ و ام سلمہ و سعد بن ابی وقاص و واثلہ بن اسقع سے ۳ ترمذی نے اپنی سنن میں عمر بن ابو سلمہ و ام سلمہ و معقل بن یسار و ابو الحمراء و انس سے ۴ بیہقی نے ام سلمہ و واثلہ سے ۵ طبرانی نے ام سلمہ و واثلہ سے ۶ ابن جریر نے ام سلمہ و واثلہ سے ۷ ابن منذر نے ام سلمہ و واثلہ سے ۸ احمد حنبل نے انس و واثلہ سے ۹ ابن ابی شیبہ نے واثلہ و انس سے ۱۰ ابن سعد نے حسن بن علیؑ سے ۱۱ حافظ زرندی نے

سرورِ عالم کا اپنے اہلبیت کو چادر اوڑھا کر پاک کھنے کی دعا کرنا کیونکہ اوسمیں حضرت سرورِ عالم نے حضرت علیؑ کو بھی داخل کیا تھا فاضل نیشاپوری لکھتے ہیں کہ گمان غالب یہ ہے کہ اس آیت میں حضرت سرورِ عالم کی بیبیاں بھی داخل ہیں ۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ خداوند عالم قادر مطلق ہے اوس کے ارادوں کے پورا ہونے میں کوئی روک اور مزاحم نہیں اوس کا ارادہ اور مراد دونوں ساتھ ساتھ موجود ہوتے ہیں ۔ اور حضرت سرورِ عالم مستجاب الدعوۃ تھے پس حضرتؐ نے دعا کی اور خدا نے اہلبیتؑ کے حق میں اپنے ارادے کو پورا کر دیا ۔ اور طہارت باطنی ایسی چیز ہے جو پانچوں حواس ظاہری سے دریافت نہیں ہو سکتی ۔ اسکے سمجھنے کی صرف ایک راہ ہے وہ یہ کہ خداوند عالم عصمت کو بیان کرے اور ازواج کے حق میں یہ بات اب تک ثابت نہیں ہوئی بلکہ بعوض اسکے اہلسنت کی پیش نظر بیبیاں یعنی جناب عائشہ اور حفصہ کی قرآن میں مذمت اور اون پر عتاب پایا جاتا ہے ۔ باقی رہے رفتار و گفتار اور حرکات و سکنات ۔ تو اگر اونکا قول و فعل خدا و رسولؐ کے حکم و مرضی کے مطابق پایا جاتا تو وہ اونکی عصمت کا پتہ دیتا اور یہ یقینی بات ہے کہ انکا کلام اور فعل دونوں ہی خدا و رسولؐ کے حکم اور مرضی کے خلاف واقع ہوئے جیسے حضرت سرورِ عالم کے راز کو افشا کر کے حضرت کو آزردہ کرنا جس پر خدا نے سورہ تحریم پ۲۸ میں ان دونوں بیبیوں کی مذمت اور سخت عتاب کیا ہے اور جنگ جمل میں خلیفہ برحق اور نفسِ رسولؐ اور زوجِ بتول سے حضرت رسولؐ کے منع کرنے کے بعد بھی جنگ کرنا حالانکہ حضرت فرما چکے تھے کہ علیؑ سے جنگ کرنا خدا سے جنگ کرنا ہے (ینابیع المودۃ ص۴۶ باب ۷ بحوالہ مناقب) اور فرما چکے تھے کہ جو میرے اہلبیت کے بارے میں مجھکو اذیت دے اوس پر خدا کی لعنت ہے اور جو شخص میرے اہلبیت پر ظلم کرے یا اون سے لڑے یا ظلم اور جنگ میں مدد دے یا اونکو بُرا کہے بہشت اوس پر حرام ہے اور جو اون سے عداوت کرے وہ جہنم میں جائیگا (صواعق محرقہ باب تحذیر از بغض و سب اہلبیت ص۱۴۳ چھاپہ مصر) اور فرما چکے تھے کہ ہم اہلبیت پر جو تلوار اوٹھائے وہ مسلمان نہیں ہے (جامع صغیر سیوطی حرف میم لفظ من ص۱۶۹ جلد ۲ بحوالہ مالک و صحیح بخاری و صحیح مسلم و نسائی و ابن ماجہ) پس باوجود اتنی تاکیدوں اور ممانعتوں کے جو شخص گناہ کبیرہ بلکہ ظلم عظیم کا مرتکب ہو وہ اہلبیت میں داخل ہونے کا کیونکر مستحق ہو سکتا ہے اور کیونکر اوسکی عصمت مانی جا سکتی ہے ۔ عصمت تو درکنار

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ام سلمہ سے ۱۲ قاضی عیاض نے ام سلمہ سے (ینابیع المودۃ باب ۳۳ ص۲۸۷ ذکر آیت تطہیر) ۱۲ منہ

ایسے شخص کی عدالت بلکہ اسلام ہی محل کلام ہو جائیگا۔ غالباً اسی وجہ سے امام اہلسنت ابن حجر
کی جیسے متعصب شخص یہ لکھنے پر مجبور ہوئے ہیں کہ معتقد یہی ہے کہ آیت تطہیر میں اہلبیت نفسی ہی
داخل ہیں اور کیونکر نہ لکھتے درحالیکہ علاوہ از کتاب مظالم کے متعدد حدیثیں اسی مضمون کی منقول ہیں
کہ جناب ام سلمہ نے بھی جو خدا و رسول صلعم کی مطیع و فرمانبردار تھیں اہلبیت کے ساتھ کلی میں داخل
ہونے کی خواہش کی لیکن حضرت نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا انجام بھی بخیر ہے لیکن تم کنارے رہو
(ینابیع المودۃ باب ۳۳ ص ۱۰۷ و ۱۰۸ بحوالہ سنن ترمذی) اگر خدا کے نزدیک بیبیاں بھی اہلبیت عصمت و
طہارت میں داخل ہوتیں تو حضرت رسول نے جہاں علیؑ و فاطمہؑ اور حسن و حسین علیہم السلام
کو کلی میں داخل کیا تھا۔ بیبیوں کو بھی داخل کر لیتے اور خدا کی مرضی کے خلاف نہ کرتے لیکن
اس وقت باوجود خواہش کرنے کے جناب ام سلمہ جیسی فرماں بردار بی بی کو بھی داخل نہ کیا اور مباہلہ
کے وقت کسی بی بی کو۔ حالانکہ آیت مباہلہ میں لفظ نساء جمع اور عام ہے جس سے معلوم ہوتا ہے
کہ یہ لوگ خدا کے نزدیک آیت تطہیر میں داخل نہ تھیں کیونکہ بعض گناہگار تھیں اور بعض نہ تو عصمت کی
حد میں تھیں اور نہ اتنی قدر و منزلت رکھتی تھیں کہ مباہلہ جیسے مہم اور بزرگ امور کے لیے اور سامنے
کھڑی کی جاتیں۔ خدا اور رسولؐ کی صحیح اور خالص اور سچی اطاعت و فرماں برداری کی کسوٹی
پر سوا اہلبیت حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ و علیہم اجمعین کے امت محمدی میں سے کوئی دوسرا نہ تھا
اور خدا اور رسولؐ نے کسی دوسرے کی عصمت پر شہادت نہ دی۔ چنانچہ علامہ جاحظ لکھتے ہیں کہ
اولاد علی علیہم السلام کے بارے میں مختصر کلام یہ ہے کہ یہ لوگ کل بنی آدمؑ کے نزدیک بغیر جبر و
قہر کے بزرگ اور محترم ہیں اور کل ایمان والے انکی بزرگی اور جلالت قدر کا یقین رکھتے ہیں کیونکہ
ان لوگوں کی اصل اور نسب بزرگ ہے اور کمالات انکے بڑے ہیں اور خصلتیں انکی عجیب و
غریب ہیں اور طینت انکی پاک ہے اور بزرگیاں انکی روشن ہیں اور وقار ان کا پائدار ہے
اور اصل انکی کامل ہے اور شاخیں انکی باقی ہیں اور جڑ انکی ثابت اور برقرار ہے اور ڈالیاں
انکی بڑھنے والی ہیں۔ اسی وجہ سے ان لوگوں نے اپنی بزرگی اور جلالت قدر پر اکتفا نہ کی اور
شدید تکلیفوں اور دشوار محنتوں اور با مشقت عبادتوں اور کامل نفسانی جہادوں میں مشغول ہوئے
(ینابیع المودۃ باب ۵۲ ص ۱۲۸ بحوالہ رسالہ جاحظ) اور امام اہلسنت ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ آیت
اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ فاطمہ اور علی علیہما السلام کی نسل میں برکت
دی گئی ہے اور ان سے بہت سے پاک نفوس پیدا ہوں گے اور خداوند عالم انکی نسل کو حکمت (علم

کی کنجیاں اور رحمت کی کان قرار دے گا کیونکہ حضرت سرور عالمؐ نے (دعا کر کے) فاطمہؑ اور
اونکی ذریت کو شیطان رجیم سے بچایا ہے (صواعق محرقہ باب ۱۱ فصل ا ذکر آیت ۱۲ صفحہ ۹۶) پھر
آگے چل کر لکھتے ہیں کہ نسل علیؑ و فاطمہؑ میں حضرت رسولؐ کے دعا کی برکت ظاہر ہو گئی[۱] کچھ
پاکیزہ نفوس (انکی نسل میں) گذر گئے (یعنی دس امام علیہم السلام) اور بعض باقی ہیں (یعنی حضرت
آخرالزمان علیہ السلام) (صواعق بحوالہ بالا صفحہ ۹۷) اور آیت تطہیر کی شرح میں لکھتے ہیں کہ ایک
قوم (اہلسنت) کا عقیدہ یہ ہے کہ ہر زمانہ میں ایک قطب[۲] اہلبیت رسولؐ ہی سے ہوا کرتا
ہے (صواعق بحوالہ بالا ذکر آیت ا صفحہ ۸۶) اور شاہد اس پر یہ ہے کہ حضرت سرور عالم صلوات اللہ
علیہ وآلہ نے ارشاد فرمایا کہ ستارے امان ہیں اہل آسمان کے لئے اور میرے اہلبیت
امان ہیں اہل زمین کے لئے۔ اگر میرے اہلبیتؑ باقی نہ رہیں تو اہل زمین پر وہ عذاب
نازل ہونے لگیں جن کا خدا نے وعدہ کیا ہے (ینابیع المودۃ باب ۳ صفحہ ۱۴ بحوالہ احمد حنبل بروایت
انس بن مالک) احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ حضرت رسولؐ کی وجہ سے خدا نے زمین کو ثابت
اور برقرار رکھا کیونکہ اوس نے زمین کے دوام اور بقا، کو حضرت رسولؐ کی ذریت اور اہلبیتؑ کے
دوام اور بقا، پر موقوف رکھا ہے (ینابیع بہ نشان بالا) پھر حضرت ارشاد فرماتے ہیں کہ
اے علیؑ لکھ لو کہ تمہاری اولاد کی وجہ سے جو مثل تمہارے امام ہوں گے خداوند عالم میری امت
پر باران رحمت نازل کرتا ہے اور اونھیں کی وجہ سے اونکی دعائیں مقبول ہوتی ہیں اور اونھیں
کی وجہ سے اون پر سے بلائیں دفع کرتا ہے اور اونھیں کی وجہ سے آسمان سے اون پر رحمت

۱؎ حضرت سرور عالمؐ کے خادم انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ حضرت نے علیؑ و فاطمہؑ کے حق میں دعا کی کہ یہ شادی خدا تم لوگوں
کو مبارک کرے اور تمہاری نسل میں برکت دے اور تمہاری کوششوں کو سعید کرے اور تم لوگوں سے بہت سے پاک
نفوس پیدا کرے۔ اسکے بعد انس کہتے ہیں کہ خدا نے اُن لوگوں کی نسل میں بہت سے پاک نفوس پیدا کر دیئے (ینابیع المودۃ
باب ۵۵ ذکر فضائل فاطمہ صفحہ ۱۴۴ بحوالہ الجواہر العقدین و صفحہ ۱۴۶ بحوالہ کتاب ابو الحسن علی بن شاذان) ۱۲ منہ

۲؎ قُطب کا حقیقی معنی چکی کا میخ ہے جسکے گرد چکی گھومتی ہے اور مجازاً سردار قوم کو قطب کہتے ہیں جسکے
حکم پر اوس قوم کے کل امور کی چکی چلتی ہے (اقرب الموارد ذکر لغت قطب) اور اصطلاح (اہلسنت)
میں قطب اوس ولی خدا کو کہتے ہیں جسکے قبضۂ قدرت میں دنیا کا باطنی انتظام ہو اور خدا نے اوسکے سپرد
کر دیا ہو (غیاث) ۱۲ منہ

نازل ہوتی ہے پہلے اونمیں سے حسنؑ ہیں اور دوسرے حسینؑ اور باقی ائمہ حسینؑ کی اولاد سے ہیں (ینابیع المودۃ باب ۳ ص ۱۷ بحوالہ حموینی) عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ حضرت سرور عالم نے ارشاد فرمایا کہ خداوند عالم نے مجھ میں اور میرے اہلبیتؑ میں فضیلت اور شرافت اور سخاوت اور شجاعت اور علم و حلم جمع کر دیا ہے ہم لوگوں کے لئے آخرت ہے تم لوگوں کے لئے دنیا (ینابیع ص ۲۱۱)

حاصل کلام یہاں تک کے مضامین سے چند باتیں معلوم ہوئیں ۱ آیت تطہیر میں صرف حضرت رسولؐ اور اونکی ذریت طاہرہ میں سے حضرت فاطمہ زہراء اور بارہوں ائمہ علیہم الصلوٰۃ والسلام داخل ہیں ۲ اس آیت میں حضرت سرور عالمؐ کی بیبیاں داخل نہیں ہیں ۳ اہلبیت علیہم السلام برگزیدۂ خدا اور جلیل القدر و عظیم الشان اور اوسکے سچے فرماں بردار تھے اور ہیں وَمَا یَشَاؤُنَ اِلَّا اَنۡ یَّشَاءَ اللّٰہُ یعنی بغیر خدا کی مرضی اور ارادہ کے نہ کوئی کام کرنا چاہتے ہیں نہ کوئی بات بولنا چاہتے ۔ ۴ یہی لوگ زمین پر قطب اور اہل زمین کی بقا کا سبب ہیں ۵ یہ لوگ علم و حکمت کی کنجیاں اور رحمت کی کان اور باعث نزول رحمت و دفع بلاء ہیں۔ اب ہم **آیت تطہیر کی تفسیر** کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ **تفسیر شیعہ** ملا محسن فیض رہ بحوالہ کتاب اکمال صدوق علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین علیؑ نے خلافت عثمان کے زمانہ میں مہاجرین و انصار کی ایک جماعت سے یہ سوال کیا کہ تم لوگ یہ جانتے ہو کہ خداوند عالم نے جب آیہ کریمہ اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا نازل فرمایا تو حضرت سرور عالمؐ نے مجھکو اور فاطمہ اور میرے دونوں فرزند حسنؑ و حسینؑ کو جمع کیا اور کملی اوڑھائی اور بارگاہ رب العزت میں عرض کیا کہ پروردگارا یہی میرے اہلبیت اور میرے گوشت کے ٹکڑے ہیں جو چیز انکو تکلیف دیتی ہے وہ مجھکو تکلیف دیتی ہے اور جو چیز ان کو رنجیدہ کرتی ہے وہ مجھکو رنجیدہ کرتی ہے پس ان سے رجس کو دور رکھنا اور انکو بدی سے پاک رکھنا جو حق پاک رکھنے کا ہے۔ پس ام سلمہ نے کہا کہ "اور میں یا رسول اللہ" فرمایا تمہارا انجام بخیر ہے لیکن یہ آیت صرف میرے اور میرے بھائی علیؑ اور میری بیٹی اور میرے دونوں فرزند اور دیگر فرزند حسینؑ کی نو اولادوں کے حق میں نازل ہوئی ہے انمیں کوئی دوسرا شریک نہیں ہے"۔ پس کل مہاجرین و انصار نے جواب دیا کہ بے شک ہم لوگ گواہی دیتے ہیں کہ ہم لوگوں سے ام سلمہ نے اس حدیث کو بیان کیا تھا اور ہم لوگوں نے

حضرت سرورِ عالم سے پوچھا تو اونھوں نے بھی وہی فرمایا جو ام سلمہ نے بیان کیا تھا (تفسیر معانی سورہ احزاب شروع پارہ ۲۲ ص ۴۳۳ چھاپہ ایران ذکر آیت تطہیر) محدث علامہ آقا سید ہاشم بحرینی علیہ الرحمہ والرضوان بحوالہ صدوق علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ آیت انما یرید اللہ الخ کے نازل ہونے کے بعد میں حضرت سرورِ عالم کی خدمت میں جناب ام سلمہ کے دولت سرا میں گیا تو حضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ یہ آیت تمہارے حق میں اور میرے دونوں فرزند (حسنؑ و حسینؑ) کے حق میں اور تمہاری اولاد میں سے جو ائمہ ہونگے اون کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ آپ کے بعد کتنے امام ہونگے فرمایا کہ تم اے علیؑ [1] اور تمہارے دونوں فرزند حسنؑ و حسینؑ اور حسینؑ کے بعد اون کے بیٹے علیؑ پھر اون کے بیٹے محمدؑ پھر اون کے بیٹے جعفرؑ پھر اونکے بیٹے موسےٰؑ پھر اون کے بیٹے علیؑ پھر اون کے بیٹے محمدؑ پھر اون کے بیٹے علیؑ پھر اونکے بیٹے حسنؑ پھر اون کے بیٹے حجت۔ اسی طرح ان لوگوں کے نام ساق عرش پر لکھے ہوئے ہیں پس میں نے اپنے پروردگار سے دریافت کیا تو ارشاد فرمایا کہ اے محمدؐ یہ ائمہ ہیں جو تمہارے بعد امام ہونگے یہ لوگ مطہر اور معصوم ہیں اور دشمن ان کے ملعون (تفسیر برہان جلد ۲ سورہ احزاب شروع پارہ ۲۲ ذکر آیت تطہیر ص ۸۴۴ چھاپہ ایران) علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ بحوالہ معانی الاخبار تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سید سجاد علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ہم اہلبیت میں سے امام معصوم ہی ہوتا ہے اور چونکہ عصمت ظاہر میں کوئی مخلوق نہیں ہے جو پہچانی جا سکے اس لئے ضرور ہے کہ معصوم کو خدا اور رسولؐ پہچنوائیں (بحار الانوار جلد ۷ باب عصمت ائمہ ص ۳۱۵ بقدر حاجت) مجلسی علیہ الرحمہ بحوالہ کتاب اکمال و عیون اخبار الرضاؑ پھر تحریر فرماتے ہیں کہ ابن عباس نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہؐ سے سُنا آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں اور علیؑ اور حسنؑ اور حسینؑ اور حسینؑ کی نو اولاد۔ پس مطہر اور معصوم ہیں (بحار الانوار جلد ۷ باب عصمت ائمہ

---

[1] اگرچہ یہ آیت حضرت سرورِ عالم اور حضرت سیدہ صلوات اللہ علیہما کو بھی شامل ہے لیکن اس حدیث کا سیاق بتا رہا ہے کہ چونکہ حضرت کی غرض صرف ائمہؑ کی طہارت اور امامت کو بیان کرنا مقصود تھا اس لئے صرف اونھیں حضرات کو ذکر فرمایا اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ خود حضرت سرور اور حضرت سیدہ اس میں داخل نہ ہوں کیونکہ ایک کے لئے بغیر حصر کے کسی امر کا ثبوت دوسرے سے نفی کا مقتضی نہیں ہوتا ۱۲ منہ

ص۳۱۷ چھاپہ ایران)

تفسیر اہلسنت امام اہلسنت فخر الدین رازی[1] لکھتے ہیں کہ خداوند عالم نے اہلبیتؑ کو پانچ چیزوں میں حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ کے برابر قرار دیا ہے اون پانچ میں سے ایک طہارت ہے چنانچہ حضرت سرور عالم کے لئے فرمایا ہے طٰہٰ یعنی اے طاہر مَا اَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَىٰ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَن يَخْشَىٰ اور حضرتؐ کے اہلبیت کے لئے فرمایا ہے اِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا[2]۔ شریف سمہودی کہتے ہیں کہ خداوند عالم نے اہلبیت کو بہت ہی چیزوں میں حضرت سرور عالم کے برابر قرار دیا ہے۔ جن میں سے رازی صاحب نے پانچ کو ذکر کیا ہے (ینابیع المودة باب ۵ ذکر تطہیر اہلبیت ص۳۵ چھاپہ بمبئی بحوالہ جواہر العقدین) شریف سمہودی کہتے ہیں کہ کلمہ انما جو حصر کے لئے ہے اس امر کو بتا رہا ہے کہ ارادہ پروردگار منحصر ہے انکی تطہیر میں اور اسکے بعد مفعول مطلق (یعنی لفظ تطہیرا) جو تاکید کے لئے ہے اس امر کو بتا رہا ہے کہ طہارت ان لوگوں کی کامل ہے اور اعلےٰ درجہ تک پہونچی ہوئی ہے (ینابیع المودة باب ۴۳ ص۸۹ ذکر آیت تطہیر) امام اہلسنت ابن حجر مکی باوجود اپنے کمال تعصب کے لکھ رہے ہیں کہ یہ آیت یعنی آیت تطہیر اہلبیت حضرت سرور عالم کے فضائل کا آخر چشمہ ہے کیونکہ یہ اونکی گراں قدر اور قیمتی اور شریف بزرگیوں پر مشتمل ہے اور خداوند عالم نے اس آیت میں اونکی شان کے ظاہر کرنے میں پوری توجہ کی ہے اس طرح سے کہ آیت کی ابتداء کلمہ انما سے کی ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اوس نے اپنے ارادہ کو ان کے امور میں منحصر کردیا ہے اور چاہتا ہے کہ رجس یعنی گناہ کو یا ایسی چیزوں میں شک کو ان سے دور رکھے جن چیزوں پر ایمان لانا واجب ہے اور کل برے اخلاق اور بری حالتوں سے ان کو پاک رکھے۔ جہنم کا حرام ہونا اور توبہ کی توفیق اور نیک اعمال کو ہمیشہ کرتے رہنا اسی تطہیر کا اثر ہے

---

[1] فخر الدین رازی نہایت درجہ متعصب تھے فضائل اہلبیتؑ کے اخفار اور مذہب شیعہ کی رد میں بدیہیات سے بھی منکر ہو جایا کرتے تھے سیوطی نے اس بات کو انکی جلالت قدر اور کمال تسنن کی دلیل قرار دی (دیکھو ذکر آبا حضرت رسولؐ نویں مقدمہ میں) ۱۲ منہ

[2] ان دونوں آیتوں کا معنی قبل اسکے ذکر کیا جاچکا ہے وہاں ملاحظہ کریں ۱۲ منہ

پھر کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں کہ اس آیت کو جو خدا نے ذکر تطہیر پر ختم کیا ہے اوس سے
طہارت میں مبالغہ کو ظاہر کرنا مقصود ہے اور اس امر کو بیان کرنا مقصود ہے کہ یہ لوگ طہارت
اور پاکی میں اعلےٰ درجہ تک پہونچے ہوئے ہیں پھر جو اوس کے مفعول مطلق یعنی تطہیراً
پر تنوین (یعنی دو زبر) ہے وہ تعظیم اور تکثیر اور اعجاب کا ہے (یعنی طہارت کی بڑائی اور
زیادتی اور حیرت انگیز ہونے کو ظاہر کرتی ہے) یہ تنوین اس امر کو بتاتی ہے کہ یہ طہارت
کوئی معمولی طہارت نہیں ہے۔ اور بعض روایتوں میں جو یہ مذکور ہے کہ اوس تخلی میں حضرت
جبرئیلؑ اور میکائیلؑ بھی داخل ہوئے تو یہ فعل اہلبیتؑ کے بلندیِ مرتبہ کی طرف اشارہ
کرنے کے لئے تھا۔ اور باوجود اسکے کہ انکی تطہیر کو خداوند عالم خود ہی چاہتا تھا۔ حضرتؐ
نے دوبارہ تطہیر کی دعا کر کے اسکی تاکید کر دی (یعنی اس امر کو ظاہر کر دیا کہ تطہیر یقیناً ہوئی
کیونکہ ایک تو خود خدا کا ارادہ قطعی تھا اوس پر حضرتؐ کی مقبول دعا بھی اوس سے مل گئی) اور
حضرتؐ نے ایک اضافہ یہ کیا کہ خدا سے خواہش کی کہ ان پر رحمت اور برکت نازل فرما۔
دوسرا اضافہ یہ کیا کہ اسکے بعد فرمایا کہ جو ان سے جنگ کریگا اوس سے میں جنگ کروں گا اور
تیسرا اضافہ یہ کیا کہ فرمایا کہ جس نے انکو اذیت دی اوس نے مجھکو اذیت دی اور جس نے مجھکو
اذیت دی اوس نے خدا کو اذیت دی پس انکو اپنے نفس کے برابر بتایا (صواعق محرقہ باب ۱۱ فصل ۱
آیت یکم صفحہ ۸۶ و ۸۷) عبداللہ بن عباس صحابی بیان کرتے ہیں کہ حضرت سرور عالمؐ نے ارشاد
فرمایا کہ خداوند عالم نے قبیلوں کو خاندانوں پر تقسیم کیا پس مجھکو بہترین خاندان میں قرار دیا۔
چنانچہ ارشاد فرماتا ہے اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ
تَطْهِيرًا پس میں اور میرے اہلبیتؑ گناہوں سے پاک ہیں (ینابیع المودۃ باب ۲ ذکر شرف
آبا رسولؐ صفحہ ۱۳ آخر حدیث ابن عباس بحوالہ شرح کبریت احمر منقول از حکیم ترمذی و طبرانی و
بیہقی و حافظ ابو نعیم) ہشام بن حسان کہتے ہیں کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے خطبہ میں
ارشاد فرمایا کہ ہم لوگ عترت رسولؐ ہیں جو اون سے قریب تر ہیں اور ہم لوگ اون کے اہلبیتؑ
ہیں جو پاک ہیں (ینابیع المودۃ باب ۳ ذکر دوام دنیا بدوام اہلبیت صفحہ ۱۸ بحوالہ مناقب) ابو الطفیل
عامر بن واثلہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت سرور عالمؐ نے ارشاد
فرمایا کہ اے علیؑ تم میرے وصی ہو تم سے جنگ مجھ سے جنگ ہے تم سے صلح مجھ سے صلح ہے
تم خود امام ہو اور اون گیارہ اماموں کے باپ ہو جو مطہر اور معصوم ہوں گے (ینابیع المودۃ باب ۱۶

ذکر قاسم جنت و نار صٹ بحوالہ مناقب وسط روایت) جابر بن عبد اللہ انصاری بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت سرور عالم کے ساتھ مدینہ کے بعض باغوں میں چل رہے تھے اور علیؑ کا ہاتھ حضرت رسولؐ کے ہاتھ میں تھا پس ہم لوگ ایک درخت خرما کے پاس پہونچے پس وہ بول اٹھا کہ یہ محمدؐ سردار انبیاء ہیں اور یہ علیؑ سردار اوصیاء اور ائمہ طاہرینؑ کے باپ ہیں عہ (ینا بیع المودۃ باب ۶۴ ذکر نخل صیحانی صلا بحوالہ فرائد السمطین حموینی) اصبغ بن نباتہ بیان کرتے ہیں کہ ابن عباس نے کہا کہ میں نے حضرت سرور عالم سے سُنا آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں اور علیؑ اور حسنؑ اور حسینؑ اور حسینؑ کی نو اولادیں مطہر اور معصوم ہیں (ینا بیع المودۃ باب ۴۶ ص ۲۱۴ بحوالہ کتاب مودۃ القربےٰ) بروایت ابن عباس نعثل یہودی کے جواب میں اور بروایت جابر بن عبد اللہ انصاری جنادہ بن جندل یہودی کے جواب میں حضرت سرور عالم نے بارہوں ائمہ علیہم السلام کی تفصیل نام بنام ارشاد فرمائی ہے یہ دونوں حدیثیں بڑی بڑی ہیں۔ ان دونوں کے آخر میں دونوں یہودیوں نے حضرت سرور عالم سے سوال کیا ہے کہ آپ کے وصی کون لوگ ہیں نام بنام ارشاد فرمائیں تو حضرتؐ نے فرمایا کہ پہلے علیؑ اون کے بعد حسنؑ پھر حسینؑ پھر اون کے بیٹے علیؑ پھر اون کے بیٹے محمدؑ پھر اون کے بیٹے جعفرؑ پھر اونکے بیٹے موسےٰؑ پھر اون کے بیٹے علیؑ پھر اون کے بیٹے محمدؑ پھر اون کے بیٹے علیؑ پھر اون کے بیٹے حسنؑ پھر اون کے بیٹے حجت جو دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دینگے (ینا بیع المودۃ باب ۷۶ ذکر ائمہ اثنا عشر ص ۳۶۹ و ۳۷۰ بحوالہ فرائد السمطین بروایت ابن عباس و بحوالہ مناقب بروایت جابر بن عبد اللہ) **نتیجہ کلام** اس آیت تطہیر اور فریقین کی تفسیروں اور حدیثوں سے تین باتیں معلوم ہوئیں **ایک** حضرت سرور عالم اور اون کے اہلبیتؑ کا کل گناہان صغیرہ و کبیرہ و شرک و کفر اور شک اور شبہ اور خطاء اور سہو و نسیان اور بُرے اخلاق اور بُرے حالات خلاصہ یہ کہ ہر عیب سے عمداً اور سہواً ہر حالت میں پاک اور معصوم ہونا **دوسرے** یہ کہ

عہ (حدیث مذکور کا باقی ماندہ حصہ) پھر ہم لوگ دوسرے درخت کے پاس پہونچے تو وہ بول اوٹھا کہ یہ مہدی اور یہ ہادی ہیں پھر تیسرے درخت کے پاس پہونچے تو وہ بول اوٹھا کہ یہ محمد رسول اللہ اور یہ علی سیف اللہ ہیں پس حضرت سرور عالم نے فرمایا کہ اے علیؑ ان کا نام صیحانی رکھو اوس دن سے وہ درخت صیحانی مشہور ہوئے (کیونکہ صیحہ کا معنی پکارنا ہے) ۱۲ منہ

اہلبیتؑ سے مقصود حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ اور حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ اور اونکی نو اولادیں ہیں جو ملل اسلامیہ اور امت محمدیہ کے پیشوا اور امام ہیں جن کے ناموں کی تفصیل حضرت سرورِ عالم نے نعثل اور جنادہ کے جواب میں ارشاد فرمائی ہے۔ **تیسرے** یہ کہ حضرت سرورِ عالمؐ کے برحق خلیفہ اور وصی یہی بارہوں انوار مقدسہ ہیں کوئی نہ مانے یہ دوسری بات ہے نہ ماننے والوں نے تو خدا اور رسولؐ کو بھی نہ مانا۔ **اہلبیت عصمت وطہارت** یعنی حضرت فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا اور بارہوں ائمہ ہدے صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کے فضائل اور مکارم اور اونکی امامت ووصایت کے متعلق حدیثیں جس قدر کتب اہلسنت صحاح ستہ اور غیر صحاح میں مذکور ہیں اگر سب جمع کی جائیں[1] تو ایک ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے۔ اس مختصر دیباچہ کو زیادہ طول دینا مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ دیباچہ میں اونکا احصار کرنا مقصود نہیں ہوتا۔ اب ہم تین مہم اور نہایت ضروری باتوں کو یہیں پر طے کردینا لازم سمجھتے ہیں۔ **ایک** مقدار زمانہ عصمت اور اوس کا معنی **دوسرے** یہ کہ عصمت اختیاری چیز ہے اضطراری اور جبری نہیں ہے۔ **تیسرے** آیت تطہیر کا صحیح معنی جس کو دوسرے حضرات کی عبارتیں ادا نہیں کرتیں۔

۱ مقدار زمانۂ عصمت اور اوس کا معنی

مقدار زمانہ عصمت میں درمیان فرقہائے اسلام کے اختلاف ہے۔ **شیعوں کا عقیدہ** مولانا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ علماء امامیہ نے اس امر پر اجماع[2] کیا ہے کہ انبیاء اور اوصیاء اور ائمہ علیہم الصلوٰۃ والسلام معصوم ہیں کل گناہان کبیرہ اور صغیرہ سے اون سے کسی قسم کا گناہ صادر نہیں ہوتا نہ جانکر نہ بھولے سے نہ تاویل[3] سے

---

[1] علماء اہلسنت میں سے اکثر صاحبوں نے ان حدیثوں کو جمع کیا ہے جنمیں سے چند کتابوں کے نام لکھے جاتے ہیں۔ ۱ ینابیع المودۃ ۲ صواعق محرقہ ۳ فصل الخطاب ۴ فرائد السمطین ۵ ذخائر العقبےٰ ۶ مودۃ القربےٰ ۷ جواہر العقدین ۸ درمنظوم ۹ درمکنون ۱۰ شواہد النبوۃ ۱۱ وسیلۃ النجات ۱۲ ارجح المطالب وغیرہ یہ وہ کتابیں ہیں جو یا تو پوری کتاب اسی موضوع میں لکھی گئی ہے یا بہت کافی مقدار فضائل پر مشتمل ہے ۱۲ منہ

[2] اجماع دینی امر پر علماء کرام کے ایسے اتفاق کو کہتے ہیں جسمیں امام آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رائے شریک ہو ۱۲

[3] تاویل نام ہے کسی کلام کو اوسکے ظاہری معنی سے دوسرے معنی کی طرف پھیرنے کا۔ اور یہاں پر مقصود یہ ہے کہ انبیاء و اوصیاء و ائمہ کے لئے یہ نہیں ہوسکتا کہ خدا اور رسولؐ کے مبہم کلام کو اوسکے ظاہری معنی سے ایسے معنی کیطرف پھیریں جو خدا اور رسولؐ کی مرضی اور مراد کے مخالف اور حق کے منافی ہو ۱۲

maablib.com

ایسی خطار کی وجہ سے نہ خدا اونکو بھول چوک میں مبتلا کرتا ہے نہ شیطان نہ پیغمبر ہونے سے پہلے اسمیں مبتلا ہوئے نہ اوسکے بعد نہ بچپن میں نہ بلوغ کے بعد اور اس عقیدہ میں ہمارے علمار میں سے کوئی مخالف نہیں ہے بجز ابن بابویہ یعنی شیخ صدوق اور اون کے اوستاد حسن بن ولید علیہما الرحمہ کے ان دونوں صاحبوں کا خیال یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ تبلیغ رسالت اور بیان احکام شرعیہ کے علاوہ دوسرے امور میں کسی مصلحت سے خداوند عالم ان لوگوں کو سہو میں مبتلا کر دے۔ اور تواتر[۱] اور اجماع سے یہ معلوم ہے کہ ان لوگوں کا معصوم ہونا ائمہ علیہم السلام کا مذہب ہے بلکہ انکی عصمت ضروریات[۲] مذہب شیعہ سے ہے اور اس پر بہت سی عقلی اور نقلی دلیلیں قائم ہیں (حیات القلوب جلد ۱ باب ۱ فصل ۳ ذکر عصمت ص ۱۷) اور اہلسنت کے عقائد اسمیں مختلف ہیں۔ چنانچہ قاضی عضد الدین مواقف میں اور سید شریف جرجانی اوسکی شرح میں لکھتے ہیں کہ کل مذہب اور ملت والوں کا اس امر پر اجماع[۳] ہے کہ جس امر میں انبیار کی سچائی پر معجزات جو قطعی دلیل ہیں موجود ہوں جیسے دعوائے رسالت اور وہ احکام جن کو خدا کی طرف سے خلائق تک وہ پہونچاتے ہیں اون میں وہ جاکر جھوٹ نہیں بول سکتے اس بارے میں وہ معصوم ہیں لیکن اسمیں اختلاف ہے

---

[۱] تواتر کا معنی یہ ہے کہ کسی امر کو اتنے لوگ بیان کریں جن کے بیان سے اوس امر کا یقین حاصل ہوجائے ۱۲ منہ

[۲] ضروری مذہب یا ضروری دین اوس چیز کو کہتے ہیں جو اوس مذہب اور دین میں مان لی گئی ہو اور مسلمات سے ہوگئی ہو کہ بغیر کسی مذہبی اور دینی دلیل کے اوس کو نہ ماننے والا اوس دین و مذہب سے خارج سمجھا جاتا ہے اور اگر کوئی مجتہد کسی ایسی شرعی دلیل کی وجہ سے اوسکو نہیں مانتا جو اوسکے نزدیک معتبر ہے اگرچہ دوسرے علمار مذہب اوس دلیل کو بے اعتبار سمجھتے ہوں تو ایسا شخص خاص اوس مسئلہ میں خاطی اور غلطی پر سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ مذہبی مسئلوں میں رائے زنی کرنے کا حق خدا کی طرف سے اوسکو حاصل ہے اور اوسکی غلطی معفو ہے اور وہ خدا کے نزدیک معذور ہے۔ کیونکہ غلطی اختیاری چیز نہیں ہے اور غیر مجتہد کی صحیح رائے بھی شرعاً معتبر نہیں ہے کیونکہ شرعاً اوسکو رائے زنی کا حق حاصل نہیں ہے۔ اور یہ عقلی امر ہے۔ اور دنیا کے کل عقلار کا دستور العمل یہی ہے کہ جس کو لائق سمجھکر اپنے امور میں مداخلت کرنے کا حق دیتے ہیں اوس کے کل تصرفات جائز سمجھے جاتے ہیں اور غلطیاں قابل چشم پوشی اور جس کو تصرف کا حق نہیں دیتے اوس کے صحیح تصرفات بھی قبول نہیں کیے جاتے ۱۲ منہ

[۳] اہلسنت کے نزدیک اجماع امت کے اکثر افراد کے اتفاق کو کہتے ہیں ان کے نزدیک امام زمانہ کے رائے کی شرکت معتبر نہیں ہے ۱۲ منہ

کہ ان چیزوں میں بھول کر جھوٹھ بول سکتے ہیں یا نہیں تو اوستاد ابو اسحاق (اسفرائنی) اور بہت
سے ائمہ یعنی علماء اعلام نے اس کو بھی جائز نہیں سمجھا ہے لیکن قاضی ابوبکر باقلانی نے بھول کر
جھوٹھ بولنے کو اون کے لئے جائز سمجھا ہے۔ رہے جھوٹھ کے علاوہ دوسرے گناہ
جیسے کفر وغیرہ۔ پس امت محمدیہ نے اس پر اجماع کیا ہے کہ انبیاء کفر سے معصوم ہیں نبوت سے
پہلے بھی اور اوس کے بعد بھی اور اس میں کوئی مخالف نہیں ہے سوا ایک جماعت خوارج کے
جن کو ازارقہ کہتے ہیں وہ اس کو جائز جانتے ہیں اور کفر کے علاوہ گناہ کبیرہ کے متعلق کل
محققین اور ائمہ کا عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء جان کر اس میں بھی مبتلا نہیں ہو سکتے اور اس میں کوئی
مخالف نہیں ہے سوا حشویہ کے وہ جان کر گناہ کبیرہ میں مبتلا ہونے کو انبیاء کے لئے جائز جانتے ہیں
ہاں بھول کر مبتلا ہونے کو اکثر علماء نے جائز کہا ہے لیکن ہم لوگوں کے نزدیک یہ بھی جائز نہیں
ہے لیکن گناہ صغیرہ جان کر پس اس کو کل علماء نے جائز سمجھا ہے بجز ابو علی جبائی کے وہ کہتے ہیں کہ
جان کر مبتلا نہیں ہو سکتے ہاں بھول کر ایسے گناہ صغیرہ میں مبتلا ہو سکتے ہیں جو عام نگاہوں میں
پست اور ذلیل نہ ہو جیسے ایک لقمہ کھانا چورالینا اور ہمارے اکثر علماء یعنی اشاعرہ اور اکثر
معتزلہ کا عقیدہ بھی یہی ہے (خلاصہ شرح مواقف موقف ۶ مرصد اول مقصد ۵ بیان عصمت
انبیاء صفحہ ۵۶۷ چھاپہ استنبول) لیکن ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ ان لوگوں کا گناہ صغیرہ میں
بھولے سے مبتلا ہونا بھی جائز نہیں ہے۔ کیونکہ عصمت کی بہترین دلیل یہ ہے کہ ان سے ایسا
کوئی فعل صادر نہ ہونا چاہیئے جو لوگوں کے ان سے نفرت کا سبب ہو ورنہ انکی بعثت سے جو مقصود
ہے یعنی ان کے قول و فعل کا اعتبار تاکہ خدا کی حجت خلق پر تمام ہو اور دین اسلام رواج پائے
وہ حاصل نہ ہوگا۔ اگر فرض کیا جائے کہ کوئی پیغمبر بھول کر نماز چھوڑ دے یا روزہ نہ رکھے یا
شراب پی لے تو ظاہر ہے ان باتوں کو دیکھنے والوں کے نزدیک اوس کے قول و فعل کا کوئی
اعتبار باقی نہ رہے گا اور کوئی دیندار اوس کو لائق پیروی نہ سمجھیگا اور اسلامی امور معطل ہو جائینگے
اور مٹ کر رہیں گے اور اسلام بے سردار اور مسلمان بے سر کی فوج بن جائیں گے (حیات القلوب

۵ ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ شروع جزء ۷ جلد ا صفحہ ۳۶۷ تا ۳۷۰ میں عصمت انبیاء کے
متعلق مفصل تحریر لکھی ہے اگر کسی کو اہلسنت کے خیالات معلوم کرنا مقصود ہو تو اوس کو دیکھے اور اگر شیعوں کے
خیالات معلوم کرنا مقصود ہو تو بحار الانوار مجلسی رہ کی ۵ جلد دیکھے جسمیں حالات حضرت سرور عالم لکھے ہیں ۱۲ منہ

(جلد ا باب ا فصل ۳ ص ۱۹ توضیح بعض مطالب)

فائدہ اگرچہ غیر معصوم کی پیشوائی کے ماننے والوں نے اپنی مصلحتوں پر نظر رکھتے ہوئے عصمت کو صرف انبیاء کے ساتھ خاص کر دیا ہے اور اس بحث میں اوصیاء کی حالت سے کوئی گفتگو نہیں کی ہے۔ لیکن عصمت کے ضروری ہونے کی دلیلیں چونکہ انبیاء اور اوصیاء اور ائمہ اثنا عشر علیہم السلام سب سے عالم ہیں۔ کیونکہ ہر ہادی میں اس صفت کا ہونا لازم ہے۔ اس لئے چاہے وہ لوگ اوصیاء کا ذکر درمیان میں نہ آنے دیں لیکن ضرورت عصمت اس بحث کو اوصیاء وائمہ کرام سے بھی عام رکھیگی اور بحث اون لوگوں کو بھی شامل رہیگی۔

عصمت کے معنی وہ علماء جو معصوم کو گناہ کرنے پر قادر سمجھتے ہیں اونھوں نے عصمت کے چند معنی بیان کئے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ عصمت نفسانی ملکہ[۱] ہے جسکی وجہ سے معصوم سے گناہ سادر نہیں ہوتا اور بعض کہتے ہیں کہ عصمت خداوند عالم کا بندوں کے ساتھ لطف[۲] ہے۔ جسکی وجہ سے بندوں میں گناہ کرنے اور فرماں برداری کے چھوڑنے کا خیال ہی نہیں پیدا ہوتا اور چار چیزوں کے حاصل ہونے پر یہ لطف حاصل ہوتا ہے ایک نفسانی ملکہ جو بدکاری کو روکے دوسرے گناہ کی برائی اور اطاعت کی بھلائی کا علم۔ تیسرے بذریعہ وحی اور الہام کے خدا کی طرف سے تاکید۔ چوتھے خدا کا مکروہات کے مرتکب ہونے اور اولے کو چھوڑنے پر سزا دینا جس سے وہ شخص سمجھے کہ جب مکروہ میں مبتلا ہونے اور اولے کو چھوڑنے پر عذاب اور سختی ہو رہی ہے۔ تو واجب اور حرام کے بارے میں وہ کب چشم پوشی کریگا۔ جس شخص میں یہ چار چیزیں جمع ہو جاتی ہیں وہی معصوم ہوتا ہے لیکن علامہ مجلسی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ تحقیق یہ ہے کہ آدمی قوت عقل اور پوری ذہانت اور سمجھ اور قابلیت اور کثرت عبادت اور نفسانی ریاضت اور خدا کی ہدایتوں

---

[۱] ملکہ اوس طاقت اور قدرت کو کہتے ہیں جسکی وجہ سے انسان خواہشات نفسانی سے اپنے نفس کو بہت آسانی سے روک سکے اور اون خواہشوں کو چھوڑنا جبر نہ ہونے [۲] لطف اوسکو کہتے ہیں جو اطاعت اور فرمانبرداری سے نزدیک اور نافرمانی سے دور کردے اور جبر کی حد تک نہ پہونچے۔ جیسے خداوند عالم کا بندوں کو عبادتوں کے انجام دینے پر قدرت دینا اور سمجھدار بنانا اور اچھا برا راستہ بتانا اور اطاعت اور فرمانبرداری کے اسباب فراہم کر دینا۔ جیسے وضو اور غسل کے لئے پانی اور تیمم کے لئے مٹی پیدا کر دینا وغیرہ (مجمع البحرین لغت ملک ولطف بادنے تصرف) ۱۲ منہ

اور توفیقوں کی وجہ سے ایسے مرتبہ پر پہونچ جاتا ہے کہ خدا ہمیشہ اوس کے پیش نظر رہتا ہے (معصوم دعاے شب جمعہ میں فرماتے ہیں کہ اللھم اجعلنی اخشاک کانی اراک یعنی پروردگارا میرے دل میں اپنا خوف اتنا ڈال دے کہ میری حالت اس حد پر پہونچ جائے کہ گویا میں تجھکو دیکھ رہا ہوں) اور اپنے ارادوں اور خواہشوں سے بالکل خالی ہوجاتا ہے اور ما یشاؤن الا ان یشاء اللہ (نہیں چاہتے جب تک خدا نہ چاہے) کے درجہ تک پہونچ جاتا ہے اور بی یسمع وبی یبصر وبی یمشی (مجھ سے سنتا ہے۔ مجھ سے دیکھتا ہے۔ مجھ سے چلتا ہے) کا مصداق بن جاتا ہے۔ بس جب اس حالت تک پہونچ جاتا ہے تو اطاعت کو چھوڑنا اور معصیت میں مبتلا ہونا اوس کے لئے محال ہوجاتا ہے لیکن قدرت اور اختیار کے باقی رہتے ہوئے **مثل اوس شخص کے** جس سے بادشاہ بے حد محبت رکھتا ہو اور اوس پر احسان اور بھلائی بھی کرتا رہتا ہو اور وہ شخص بادشاہ کے انتہاے زور اور قدرت اور طاقت اور قہر وغضب کو بھی جانتا ہو اور اپنے ساتھ محبت اور احسان وبھلائی کو بھی دیکھتا ہو اور خود بھی بادشاہ سے بہت زیادہ محبت رکھتا ہو **پس** تین وجہوں سے ایسے شخص سے اوس بادشاہ کے حکم اور مرضی کی مخالفت محال ہوگی ۱۔ خود اوسکی شدید محبت بادشاہ کے ساتھ کیونکہ محبوب کی مخالفت کوئی نہیں کرتا ۲۔ شرم اور حیا، کیونکہ حیادار شخص محسن کی مخالفت کو اوس کے پیٹھ پیچھے گوارا نہیں کرتا تو سامنے کب گوارا کرے گا اور خدا ہر وقت سامنے ہی ہے ۳۔ خوف کیونکہ اتنی خصوصیتوں کے ہوتے ہوئے باوجود اوسکی قدرت اور سطوت کے اگر اوسکی مرضی کے خلاف کرے گا تو یقیناً انتہاے عذاب میں مبتلا ہوگا اور اس عزت ومنزلت سے گرادیا جائیگا۔ اس لئے ایسے شخص سے ارتکاب معصیت محال ہے لیکن نہ اس طرح کہ جبر لازم آئے بلکہ یہ پرہیز اختیاری ہوگا (حیات القلوب جلد ۳ باب ۱ فصل ۲)

۲۔ عصمت اختیاری ہے جبری نہیں ۔ جو لوگ عصمت کے قائل ہیں اونمیں اختلاف اس میں ہے کہ آیا معصوم مجبور ہیں یعنی گناہ کرنے پر قادر نہیں ہیں یا گناہ کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔ کچھ لوگ اونکو مجبور سمجھتے ہیں اور زیادہ علماء اونکو قادر سمجھتے ہیں اور حق یہی ہے کہ عصمت سے گناہ کرنے کی قدرت اون سے برطرف نہیں ہوتی ورنہ گناہ نہ کرنے پر نہ تو وہ کسی تعریف کے مستحق ہوں گے اور نہ ثواب پائیں گے۔ اور نہ معصوم ہونا اون کے لئے کمال ہوگا اور نہ اون میں اوس سے کوئی فضیلت حاصل ہوگی۔ بلکہ درحقیقت جبری عصمت عصمت ہی

نہ ہوگی کیونکہ مجبور کرکے ہر فاسق گناہ سے روکا جاسکتا ہے اور اطاعت کرائی جاسکتی ہے۔ اور نہ حلال وحرام وغیرہ کی تکلیف اون پر باقی رہیگی کیونکہ ظاہر ہے کہ مجبور شخص کو کسی امر کا حکم دینا یا کسی چیز سے منع کرنا غلط ہے اس لئے کہ اوس کا ہر فعل اور ترک درحقیقت جبر کرنے والے کا فعل اور ترک ہے۔ اور اوسکے ثواب یا عذاب اور تعریف یا مذمت کا وہی سزاوار ہے۔[ل] اور اون کا مستحق مدح و ثواب اور مکلف نہ ہونا اجماع اور متواتر حدیثوں کی رو سے باطل ہے۔

۳۔ آیت تطہیر کا صحیح معنی ہم ۱ یعنی بیان مقدار زمانہ عصمت میں لکھ آئے ہیں کہ علمائے شیعہ کل برائیوں سے اور علمائے سنی جن برائیوں کو معصوم کے لئے تجویز نہیں کرتے اون سے ادنکا ابتدائے عمر سے آخر عمر تک پاک اور معصوم جانتے ہیں اگرچہ شرح مواقف کی منقولہ عبارت میں قبل بعثت اور

[ل] ابوحنیفہ اور عبداللہ بن مسلم حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملاقات کی غرض سے در دولت پر اجازت کے منتظر تھے اور کچھ شیعے بھی ملاقات ہی کی غرض سے حاضر تھے کہ یکایک حضرت امام موسےٰ کاظم علیہ السلام باہر تشریف لائے اور اوس زمانہ میں آپ کمسن تھے۔ ابوحنیفہ نے پوچھا یہ صاحب زادے کون ہیں۔ عبداللہ نے کہا کہ موسےٰ پسر جعفر صادق ہیں۔ ابوحنیفہ نے کہا کہ دیکھو اس لڑکے کو اسکے شیعوں کے سامنے شرمندہ کرتے ہیں۔ عبداللہ نے کہا شرمندہ نہیں کرسکتے۔ لیکن اونھوں نے کہا واللہ ہم شرمندہ کردینگے۔ اور حضرتؑ سے کہا کہ اے صاحب زادے تمہارے اس شہر میں مسافر پاخانہ کہاں پھرے۔ فرمایا کہ دیوار کے پیچھے چھپ جائے اور دیکھنے والوں کی نگاہ اور نہروں کے گھاٹ اور پھلدار درختوں کو بچائے اور قبلہ کو نہ آگے کرے نہ پیچھے۔ ان کل باتوں کو برتتے ہوئے جہاں چاہے پھرے۔ پھر پوچھا کہ اے صاحب زادے گناہ کس کی طرف سے ہے۔ فرمایا اے شیخ تین حال سے خالی نہیں یا تو گناہ خدا کرتا ہے اور بندے بالکل بے اختیار ہیں تو خدائے حکیم کے لئے یہ زیبا نہیں ہے کہ اپنے فعل پر بندوں کو سزا دے۔ یا بندہ اور خدا دونوں ملکر کرتے ہیں پس جب کہ خدا بندہ سے قوی تر ہے یعنی اسکے فعل کو اوس گناہ میں زیادہ دخل ہے تو اس صورت میں بھی اوسکے لئے زیبا نہیں ہے کہ اپنے فعل پر بندہ کو سزا دے۔ اور اگر بندہ ہی کرتا ہے خدا کو اوسمیں کوئی دخل نہیں ہے تو اوسکو اختیار ہے چاہے بندہ کو بخشے چاہے سزا دے۔ عبداللہ بن مسلم کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ کو ایسا سکتہ ہو گیا کہ معلوم ہوتا تھا جیسے کسی نے منہ میں پتھر ٹھونس دیا تو میں نے کہا کہ میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ اولاد رسول اللہؐ کو نہ چھیڑو (احتجاج طبرسی صفحہ ۱۹۸) ہماری غرض یہ ہے کہ جس طرح مجبور معصیت میں مذمت اور سزا کا مستحق نہیں ہے اوسی طرح اطاعت و فرمانبرداری میں بھی مدح و تعریف اور ثواب کا مستحق نہیں ہوتا ۱۲ منہ

اور بعد بعثت کے لفظ سے تعبیر کیا ہے لیکن مقصود صاحب کتاب کا غالباً وہی ہے جس کو ہم نے
ذکر کیا کیونکہ قبل کا لفظ بعثت سے کل اگلے زمانوں کو شامل ہے اور بعد کا لفظ بعثت سے آخر
عمر تک کو پس جبکہ یہ حضرات معصومین زمانہ ولادت سے معصوم ہیں تو ضرور ہے کہ اذھاب
رجس سے برائیوں کو روکنا مراد لیا جائے اور تطہیر سے پاک رکھنا نہ یہ کہ اذھاب سے
برطرف کرنا مقصود ہو اور تطہیر سے پاک کرنا جیسا کہ اکثر ترجموں اور تفسیروں میں پایا جاتا ہے
اس لئے صحیح یہ ہے کہ اذھاب اور تطہیر دفع[1] کے معنی میں لیا جائے نہ رفع کے معنی میں۔
اسی بنا پر ہم نے اذہاب رجس کا معنی برائیوں کو روکنا لکھا ہے اور تطہیر کا معنی برائیوں سے پاک رکھنا[2]
رفع شبہ اس مقام پر شبہ یہ پیدا ہو سکتا ہے کہ عصمت کا معنی خواہ ملکۂ نفسانی لیا جائے

---

[1] آنے اور موجود ہونے سے روک دینے کو دفع کہتے ہیں اور موجود کو برطرف کر دینے کو رفع (تحفہ نظامیہ مصنفہ علامہ شیخ علی اکبر صاحب حرف را از چھاپہ دکن) ۱۲ [2] اس مضمون کو لکھنے کے مہینوں بعد ماہ صیام میں بذیل صفات انبیاء و اوصیاء اس مضمون کو ہم نے بیان کیا تو بعض اہل علم نے مشہور معنی پر اصرار کیا اور شاید اوس کا اتفاق الحق کی عبارت کو قرار دیا بالآخر ہم کو اوس کتاب کیطرف رجوع کرنی پڑی تو ذکر عصمت انبیاء کے مقام میں ایک عبارت ملی جو ہمارے بیان کی بالکل مؤید ہے۔ فرماتے ہیں کہ انما انا بشر مثلکم یوحی الی الآیۃ المراد (فیھا) الائمۃ فی القدرۃ علی الذنوب یستحقوا المدح والثواب علی ذالک و یثبتھم اللہ علی العصمۃ بلطفہ و رحمتہ
اور ظاہر ہے کہ تثبیت علی العصمت کا معنی عصمت کو باقی رکھنا ہے جس کو ہم نے دوسرے الفاظ میں برائیوں
کو روکنا اور برائیوں سے پاک رکھنا لکھا ہے لیکن اون مرحوم نے عصمۃ ائمہ کے بیان میں بذیل آیت تطہیر
اذہاب کا معنی چونکہ رفع اور ازالہ لیا ہے۔ اس وجہ سے معنی کی درستی کے لئے چند لفظوں کے پوشیدہ ماننے پر
مجبور ہوئے ہیں فرماتے ہیں کہ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ اذہاب ثبوت کو چاہتا ہے۔ اس وجہ سے آیت تطہیر سے
معلوم ہوتا ہے کہ اہلبیت میں رجس تھا جس کو خدا نے دفع کیا۔ کیونکہ اذہاب سے ازالۂ خیالِ رجس مقصود ہے۔
جس کا تصور ذہن میں ہوتا ہے۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ ایک تو یہ آیت مقام مدح اہلبیت و امتنانِ خدا میں
نازل ہوئی ہے جسکی خود مرحوم نے منقولہ عبارت میں تصریح کی ہے۔ اور امتنان کی چیز حاصل نہ ہوئی۔ کیونکہ اگر
خیال سے خیالِ غیر مقصود ہے تو اوس کا ازالہ بالہدایت نہ ہوا نہ خدا نے جبراً زائل کیا نہ غیروں سے باختیار خود
یہ خیال فاسد دفع ہوا۔ اور اگر خود اہلبیت کا خیال اور رجس میں مبتلا ہو جانے کا خوف او وسوسہ مقصود ہے
تو غم میں مبتلا ہو جانے کے بعد اوس کو دفع کرنا ایسا بافضیلت احسان نہیں ہے جیسا کہ مبتلا ہونے سے پہلے دفع

یالطف پروردگار۔ یا دہ تحقیقی معنی جس کو علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے۔ ہر معنی حصول عصمت کے لئے کچھ مدت اور امتداد زمانہ چاہتا ہے۔ کیونکہ تینوں معنی کے لحاظ سے عصمت تدریجی چیز ٹھہرتی ہے اس لئے پیدائش ہی کے وقت عصمت کا حاصل ہوجانا غیر معقول ہے **جواب** یہ امر مسلّم ہے کہ مشاہدہ اور تجربہ بہترین ادلّہ ہے۔ اس سے بہتر کوئی دلیل نہیں۔ اور پیدائش ہی کے وقت ان لوگوں کے سجدۂ خالق میں جھک جانے اور تلاوت کلام مجید کرنے اور کم سنی میں احکام خدا بیان کرنے اور سائل کے دل کے سوالات اور ان کے جوابات بیان کرنے اور غیب کی خبر دینے اور عبادات میں کوشش بلیغ کرنے اور نفسانی ریاضتیں میں اعلائی درجہ حاصل کرنے اور روحانی کمالات میں متفرد اور بے نظیر ہونے اور کسی بُری بات کے مرتکب نہ ہونے کو سوائے نواصب اور خوارج نہروان کے علمائے فریقین نے بدون اختلاف اون لوگوں کی زبانی نقل کیا ہے جنھوں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تھا جس سے یہ بات معلوم ہوچکی ہے کہ ان لوگوں کے لئے عصمت اور علم اور جملہ کمالات پیدائش ہی کے وقت حاصل تھے۔ اور عقلی اور نقلی دونوں طرح سے یہ بھی ثابت ہوچکا کہ عصمت اور علم اور دوسرے کمالات کسبی اور اختیاری ہیں جبری نہیں ہوسکتے۔ اس لئے یا تو یہ کہنا پڑے گا کہ چونکہ ان کا معصوم ہونا معلوم ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ عصمت جبری نہیں ہوسکتی پس اگر عصمت کے مذکورہ معانی موافقت نہ کرتے ہوں تو ماننا پڑیگا کہ وہ عبارتیں قاصر ہیں اور بیان معنی میں علماء کا اختلاف اس قصور پر شاہد ہے اس لئے دوسری عبارت تجویز کرنی چاہئے جو پیدائشی و اختیاری عصمت کو بے خرخشہ ادا کرسکے یا یہ کہنا پڑے گا کہ جو امتداد زمانہ ضروری ہے وہ ان انوار مقدسہ کے لئے پیدائش سے پہلے اور یوم الست کے بعد حاصل ہوچکا کیونکہ عصمت نفسانی کمالات سے ہے اور نفسانی کمالات روح کے عوارض سے ہیں اور ان

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کرنا اور مقام امتنان میں ذکر کے قابل دوسرا ہی ہے نہ پہلا۔ دوسرے یہ کہ تقدیر خلاف اصل ہے جو شاہد کا محتاج ہے اور یہاں پر کوئی شاہد نہیں ہے۔ تیسرے ازالۂ خیال بغیر دفع رجس کے کردینا ہے اور ازالۂ خیال سے دفع رجس نہیں ہوتا اور اظہار دفع رجس سے ازالۂ خیال خود بخود ہوجاتا ہے اس لئے مقتضائے عقل و فصاحت و بلاغت دفع رجس ہی کو بیان کرتا ہے نہ ازالۂ خیال کو۔ چوتھے یہ کہ باب افعال و مفاعلت وغیرہ ابقاء کے معنی میں بہت زیادہ استعمال ہوا ہے جیسے اصلحک اللہ خدا تہاری صلاحیت کو باقی رکھے اور دعائے قنوت میں عافنا میری عافیت باقی رکھ وغیرہ اسلئے اس خلاف اصل تقدیر کی حاجت نہیں ہے اور اذہب کا معنی باقی رکھنا ہے ۱۲ منہ

حضرات کی روحیں بصورت انوار پیدائش کے پہلے سے موجود تھیں جس پر کتب فریقین کی متعدد حدیثیں[۱] شاہد ہیں یا یہ کہنا پڑے گا کہ چونکہ انکی عقلیں اور ان کا صفاء ذہن اور نورانیت باطن اور کامل سمجھ۔ عام بنی آدم کی عقل و ذہن وغیرہ سے بہت زیادہ اور اعلےٰ مرتبہ پر تھیں اس لئے انکو امتداد زمانہ کی ضرورت نہیں تھی۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت سرور عالم نے فرمایا کہ علیؑ کی اور اونکی اولاد کی جو ائمہ ہوں گے پیروی کرو کیونکہ یہ لوگ میری طینت سے پیدا ہوئے ہیں اور انکو سمجھ اور علم دیا گیا ہے (ینابیع المودة باب ۳۷ صفحہ ۱۰۳) باوجودیکہ دنیا میں سمجھدار بہت ہوئے حضرتؑ کا انکی سمجھ کو خصوصیت سے ذکر کرنا اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ انکی سمجھ اور ذہن اعلےٰ درجہ کے ہیں اور فہماً و علماً کی تنوین تعظیم کے لئے ہے حاصل یہ کہ ہماری عبارت کی کوتاہی اور تنگی نہ تو مشاہدہ کو زائل کرسکتی ہے جو متواتر حدیثوں سے ثابت ہے اور نہ عصمت کو مقدور اور اختیاری ہونے سے نکال سکتی ہے جو عقلی اور نقلی دلیلوں سے ثابت ہے۔ یہ قصور عصمت کی تعریف میں ہے اور علماء عقلیات کو اس امر کا اقرار ہے کہ اکثر چیزوں کی حقیقی تعریفیں معلوم نہ ہوسکیں جو تعریفیں چیزوں کی لکھتے ہیں وہ زیادہ تر تعریفات لفظیہ اور الفاظ کی شرحیں ہیں اسی وجہ سے کتابوں میں زیادہ تر تعریفوں پر اعتراضات دیکھے جاتے ہیں۔ یہ قصور عصمت کے ثبوت یا اوسکے مقدوریت کی دلیلوں میں نہیں ہے تاکہ اصل مدعا میں کوئی خلل واقع ہو۔ نتیجہ کلام ثبوت عصمت حضرت سرور عالم اور ائمہ علیہم الصلوۃ والسلام کے بعد اس بات کو ماننا پڑے گا کہ بعض آیتیں قران کی جو حضرت سرور عالم صلعم

---

[۱] جناب ابوذر بیان کرتے ہیں کہ سرور عالم صلوات اللہ وسلامہ علیہ وآلہٖ نے ارشاد فرمایا کہ میرا اور علیؑ کا نور حضرت آدمؑ کی پیدائش کے چودہ ہزار برس پہلے سے عرش کے داہنے تسبیح اور تقدیس خدا کررہا تھا (ینابیع المودة باب ۱ صفحہ ۹ چھاپہ بمبئی) حضرت امام زین العابدین علیہ السلام بسلسلہ اپنے آباء کرام کے حضرت سرور عالم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب آدمؑ نے ہم لوگوں کے نورانی ڈھانچوں کو عرش کی چوٹی پر دیکھا تو پروردگار عالم سے سوال کیا کہ یہ نورانی صورتیں کن لوگوں کی ہیں تو خداوند عالم نے بیان کیا کہ یہ محمدؐ ہیں اور یہ علیؑ اور یہ فاطمہؑ اور یہ حسنؑ اور یہ حسینؑ اور یہ میری بزرگ مخلوقات ہیں یعنی باقی ائمہ اطہار (ینابیع المودة باب ۱ صفحہ ۷۹ بحوالہ تفسیر امام حسن عسکری ع)

سے متعلق بتائی جاتی ہیں جیسے لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (سورہ فتح پ ۲۶) یا عَبَسَ وَتَوَلّٰی (سورہ عبس پ ۳۰) وغیرہ اور بعض دعاؤں میں ائمہ کا اقرار گناہ کرنا اور طلب مغفرت کرنا وغیرہ۔ یہ چیزیں درحقیقت ان سے متعلق نہیں ہیں بلکہ آیتیں دوسروں سے تعلق رکھتی ہیں حضرت امام محمدؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ قرآن میں مثالیں لوگوں کے لئے ہیں اور خطاب رسول اللہ اور اہلبیت سے ہے (برہان) اور دعاؤں کے مضامین ایک تو اپنے عجز و انکسار اور خدا کی عظمت و جلالت کے لحاظ سے اپنی کثیر اطاعتوں کو قلیل سمجھنے پر محمول ہیں۔ دوسرے امت کی تعلیم پر یعنی چاہئے کہ وہ باوجود عبادت گذار ہونے کے اپنے آپکو مثل گناہگاروں ہی کے سمجھتے رہیں۔ اپنی عبادتوں پر نازاں نہ ہوں۔

بائیسواں مقدمہ

بیان علوم ائمہ اطہار علیہم السلام میں

(۱) اس میں شک نہیں ہے کہ حضرت سرورِ عالم کی ریاست عامہ تھی یعنی حضرت اپنے زمانہ بعثت سے لیکر آخر دنیا تک کے کل موجود ہونے والوں کے سردار بنائے گئے ہیں (۲) اس مجموعہ کے اندر بے شمار ہنر اور کمالات اور علوم اور صنعتوں کے لوگ پیدا ہوئے اور اسی طرح بے انتہا طرح طرح کے واقعات اور باہمی اختلافات اور سوالات پیدا ہوئے اور ہوتے رہیں گے جو جوابات اور قضایا و رفع خصومات کے محتاج تھے اور ہونگے (۳) یہ امر عقلی ہے اور شرعی دلیلیں بھی بہت سی اسکی تائید کرتی ہیں کہ بغیر کسی ترجیح اور فضیلت کے برابر کے دو شخصوں میں سے ایک کو دوسرے پر حاکم اور اوس کا سردار بنا دینا ناانصافی اور قبیح اور ظلم ہے جو عام بنی آدم کے لئے زیبا نہیں ہے۔ چہ جائیکہ خداوند منزہ کے لئے اور جب کہ ترجیح بلا مرجح یعنی بدون فضیلت کے برابر کی قابلیت رکھنے والے کو اوسکے ہم چشم اور مساوی پر ریاست اور حکومت دینا قبیح ہے تو ترجیح مرجوح یعنی پست کو افضل پر حکومت دینا اور اوسکا حاکم بنانا بدرجہ اولے قبیح اور معیوب اور ظلم اور ناانصافی ہوگا اسی لئے ضرور ہوا کہ کسی امت کا سردار اوس امت کے کل اہل کمال پر اون کے کمالات میں فضیلت اور فوقیت رکھتا ہو تاکہ سرداری اوسکی موزوں اور مناسب ہو اور عقلاء دنیا کے نزدیک محل اور موقع کی سمجھی جائے اور کسی کو اعتراض کا موقع نہ ملے۔ حضرت ادریسؑ کے زمانہ میں نجومیوں کا زور تھا

توانکو علم نجوم میں اون پر فضیلت دیگئی - حضرت داؤدؑ کے زمانہ میں لوہے کی صنعتوں کا رواج تھا تو ان کو اسی صنعت میں اس طرح فوقیت دی گئی کہ لوہار لوہے کی صنعت میں آگ اور ہتھیاروں کے محتاج تھے لیکن داؤدؑ بغیر آگ کی مدد کے ہاتھوں سے لوہا نرم کرکے زرہ بنا لیتے تھے - حضرت سلیمانؑ کے زمانہ میں کیمیاوی ترکیبوں کا رواج تھا اور رعایا تجربے سے خواص کو سمجھتی تھی تو ان سے بوٹیاں خود اپنے خواص اور آثار بیان کرتی تھیں اور یہ تجربہ کے محتاج نہ تھے - حضرت موسےؑ کے زمانہ میں جادو کا زور تھا تو ید بیضاء عطا ہوا اور اونکا عصا بغیر افسوں کی مدد کے رعایا کے جادوؤں پر غالب آتا تھا - حضرت عیسےؑ کے زمانہ میں طب کی شہرت تھی اور اطبائے زمانہ ازالہ مرض میں دوا کے محتاج تھے تو ان کے ہاتھ اور دعا میں یہ اثر دیا گیا کہ مرض کو دفع کریں اور مُردوں کو زندہ کریں اور چونکہ حضرت سرور عالمؐ کی امت میں ہر کمال کے لوگ پیدا ہوئے اس لئے ان کو ہر کمال میں انکی امت کے کل اہل کمال پر فوقیت ہونی چاہیے تھی - اس واسطے حضرت مجسم اور سراپا کمال بنا کر بھیجے گئے - تار برقی کے مقابل میں ان کا ارادہ کافی ہوتا تھا اور مہینوں اور برسوں کی راہ سے بلکہ غیب کی باتوں سے ذراسی توجہ کے بعد خبر دیدیتے تھے - بالون یعنی ہوائی جہاز اور ریل کے مقابل میں طے الارض عطا کیا گیا کہ چشم زدن میں دور و دراز کے ممالک میں پہونچ جاتے تھے - مریضوں کے لئے ہاتھ پھیرنا اور لعاب دہن کافی ہوتا تھا مختصر یہ کہ کتب اسلامیہ بلکہ اکثر کتب غیر اسلامیہ میں بھی جو حضرتؐ کے حالات اور واقعات اور معجزات لکھے ہوئے ہیں اونکو پڑھنے اور اونمیں غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ آپکی بعثت کے بعد جتنے اہل کمال پیدا ہوئے ایک تو اسکے حاصل کرنے میں مدتوں عمر اور مال کثیرہ صرف کیا - اور دوسرے اون کمالات کو ظاہر کرنے میں آلات و اسباب اور اوزار کے محتاج تھے اور ہیں لیکن حضرت سرور عالمؐ نے بدون سیکھے ہوئے اونھیں کمالات کو بغیر اوزار و آلات کی مدد کے اہل کمال سے بہتر کر دیکھایا - فصاحت و بلاغت کا بڑا زور تھا تو آپکو قرآن جیسی کتاب مرحمت ہوئی کہ فصحاء زمانہ میں سے بعض کو ویسا ہی فصیح و بلیغ کلام بنانے سے عاجز ہو کر ہتھیار اوٹھانا اور جنگ کرنا اور بعض کو سر جھکانا پڑا - اسی طرح علوم میں حضرتؐ کو اس طرح فضیلت دیگئی کہ علوم اولین و آخرین کے عالم بنائے گئے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ رئیس عام و مطلق کا قائم مقام بھی رئیس عام ہی ہوگا یعنی جس طرح حضرتؐ سب کے سردار تھے وہ بھی سب کا سردار ہوگا کیونکہ حضرت

کے بعد کوئی نبی ہونے والا نہیں ہے۔ اور جس طرح دنیا کے کل اہل کمال پر آپ کو فوقیت دی گئی آپ کے قائم مقام کو بھی فوقیت ہونی چاہیئے تاکہ مقابلہ کے وقت سر نیچا نہ ہو بلکہ اسلام کا بول بالا رہے۔ جنگ سے فراری نہ بنے اور یہودی کے سر کی کھوپڑی کی سردی دماغ کو مخبوط اور ششدر نہ کردے۔ تفسیر قرآن میں اپنی رائے کو شیطان کی رائے کا مقارن نہ بنائے بلکہ برسر منبر دعوے سے یوں پکار کر کہے کہ سَلُوْنِیْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ یعنی جو کچھ پوچھنا ہو میری موجودگی میں مجھ سے پوچھ لو۔ اگر مجھ کو مسند قضاوت پر بٹھا دیا جائے تو قرآن والوں کے درمیان قرآن سے اور توریت والوں کے درمیان توریت سے۔ انجیل والوں کے درمیان انجیل سے اس طرح فیصلہ کروں کہ خود یہ کتابیں شہادت دیں کہ وہی حکم کیا جو مجھ میں تھا۔

خلاصہ یہ کہ یہ یقیناً لازم ہے کہ آپ کا قائم مقام کل کمالات کا جامع ہو اور اگر آپ کا مثل نہ ہو تو کم سے کم لگ بھگ میں ہو اور اتنا نزدیک ہو کہ آنکھیں اور عقلیں اس قائم مقامی کو پسند کریں ایسا نامربوط نہ ہو کہ زربفت میں ٹاٹ کا پیوند یا بلبل کے اڈے پر کرگس کی مثال بن جائے حضرت امام رضا علیہ السلام امام کی شان بیان فرما رہے ہیں ارشاد فرماتے ہیں کہ امام مطہر ہوتا ہے گناہوں سے بری ہوتا ہے۔ عیبوں سے محفوظ ہوتا ہے۔ علم کے ساتھ متصف ہوتا ہے حلم کے ساتھ درست کرنے والا ہوتا ہے دین کا اور سبب عزت ہوتا ہے مسلمانوں کے لئے اور باعث غیظ ہوتا ہے منافقوں کے لئے اور موجب ہلاکت ہوتا ہے کفار کے لئے امام یکتا ہوتا ہے اپنے زمانہ میں نہ کوئی اوس کے لگ بھگ میں ہوتا ہے نہ برابر نہ کوئی اوس کا مثل ہوتا ہے نہ نظیر مخصوص ہوتا ہے کل فضیلتوں کے ساتھ جو اوسکے لئے بغیر حاصل کئے ہوئے خدا کی طرف سے وہبی ہوتی ہیں (فصول ص۴۴) ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ اسلامی کتابوں کی سیر کرنے والے خواہ وہ مورخ کی حیثیت رکھتے ہوں یا محدث کی یا مفسر کی حضرت سرور عالم کا صحیح قائم مقام اور جامع کمالات انسانیہ اگر پائیں گے تو صرف آپکی عترت طاہرہ اور اہلبیت اطہار کو جنہوں نے ہر اہل کمال کے کمال پر اپنی فضیلت اور فوقیت کو عیاناً کر دکھایا۔ علماء علم ہیئت دوربینوں کے ذریعہ سے دور کے ایسے ستارے کو دیکھاتے ہیں جو ایسی نورانی جسمیت رکھتے ہیں جس کو تیز نگاہ والے بغیر دوربین کے بھی دیکھ سکتے ہیں اور ہمارے امام ہمام حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے متوکل عباسی کو سامرا کے ٹیلہ پر اپنے دو لبوں کو حرکت دیکر درمیان مشرق اور مغرب کے فرشتوں کی فوج دکھائی جو زمین سے آسمان تک آتشی حربے لئے ہوئے کھڑے تھے۔ اور فرمایا کہ میری فوج یہی ہے۔ کیونکہ متوکل نے اپنی نوے ہزار فوج

خوب آراستہ کرکے ٹیلہ کے نیچے سامرا کے میدان میں دورویہ کھڑا کرکے حضرتؑ کو اس غرض سے دیکھایا تھا تاکہ حضرتؑ مرعوب ہو جائیں ہم اس مقام کو طول دینا نہیں چاہتے۔ مختصر طور پر صرف اتنا ذکر کرنا چاہتے ہیں کہ بعد حضرت سرور عالمؐ کے دنیا کے ہر کمال کی جامع خدا کی خدائی میں اگر کچھ ہستیاں ہیں (اور ضرور ہونا چاہیئے تاکہ قائم مقام ہوسکیں) تو یہی انوار مقدسہ ہیں جو ائمہ اثنا عشر کہے جاتے ہیں اور ان کے کمالات کے تذکرے اور واقعات کتب فریقین میں تفصیل تمام مذکور ہیں شائقین دیکھ لیں۔ ہم کو اس وقت ائمہ علیہم السلام کے صرف علوم دینیہ کی مہارت اور کمال و تمامیت کو ذکر کرنا مقصود ہے جو ہماری تفسیر سے متعلق ہے۔ اور اوس کے متعلق بھی اگرچہ کچھ لکھنے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ ان کے علوم کی مسلمانوں میں شہرت اور اسلامی کتابوں میں بیشمار تذکرے ہم کو اس کے بیان سے سبکدوش کر رہے ہیں۔ لیکن ایک تو تبرکاً دوسرے بلحاظ تنبیہ غافل بطور نمونہ کے یکے از ہزار و مشتے از خروار ذکر کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو:-

آئیتیں ۱۔ خداوند عالم حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ و آلہ سے خطاب کرکے ارشاد فرماتا ہے قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ (سورہ رعد آیت ۴۳ پ ۱۳) یعنی اے رسولؐ کافروں سے کہو کہ میرے اور تمہارے درمیان میں گواہی کے لئے خدا کافی ہے اور وہ شخص جسکے پاس پوری کتاب یعنی قرآن کا علم ہے۔

تفسیر شیعہ ۱۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں کسی نے عرض کیا کہ اپنی بہترین فضیلت کو آپ ارشاد فرمائیں تو آپ نے اسی آیت کو تلاوت فرما کر ارشاد فرمایا کہ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ سے خدا نے مجھکو مراد لیا ہے ۲۔ ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سرور عالم سے اَلَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ[1] کی تفسیر پوچھی تو ارشاد فرمایا کہ وہ میرے بھائی سلیمانؑ بن داؤدؑ کے وصی (آصف بن برخیا) ہیں پھر میں نے مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ[2] کی تفسیر پوچھی تو ارشاد فرمایا کہ وہ میرے بھائی علی بن ابیطالبؑ ہیں ۳۔ عبداللہ بن عطاء کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ عبداللہ بن سلام کے لڑکے کا گمان یہ ہے کہ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ سے اوس کا باپ مقصود ہے۔ فرمایا وہ جھوٹا ہے اس سے مقصود حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں ۴۔ عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ قسم خدا کی اس آیت سے سوا علی بن ابی طالبؑ کے

---

[1] وہ شخص جسکے پاس کتاب کے بعض حصہ کا علم ہے ۱۲ [2] وہ شخص جسکے پاس پوری کتاب یعنی قرآن کا علم ہے ۱۲ منہ

کوئی دوسرا (جو اہلبیتؑ سے نہ ہو) مقصود نہیں ہے، وہ یقیناً تفسیر اور تاویل اور ناسخ اور منسوخ اور حلال و حرام کے عالم تھے ۵ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْکِتَابِ سے خدا نے حضرت سرورِ عالمؐ کے بعد ہم اہلبیت کو مراد لیا ہے۔ اور علی علیہ السلام ہم لوگوں میں پہلے اور افضل اور بہتر ہیں ۶ حضرت امیر المومنین ارشاد فرماتے ہیں کہ جو علم لے کر حضرت آدمؑ زمین پر آئے اور جن علوم سے کل انبیاء حضرت سرورِ عالمؐ تک سرفراز کئے گئے وہ کل علوم حضرت سرورِ عالمؐ کی عترت کے سینوں میں موجود ہیں ۷ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ آصف بن برخیا کا علم بمقابل حضرت علیؑ کے علم کے ویسا تھا جیسے ایک قطرہ بمقابل ایک دریا کے (منتخب از تفسیر برہان جلد ا ص ۵۳۱ تا ۵۳۳)

تفسیر سنی ۱ موسےٰ بن جعفرؑ اور زید بن علیؑ اور محمد بن حنفیہ اور سلمان فارسی اور ابو سعید خدری اور اسمٰعیل سدی ان کل حضرات نے بیان کیا کہ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْکِتَابِ علی بن ابی طالب ہیں (ینابیع المودۃ باب ۳ ص ۹۴ بحوالہ احمد بن محمد حلبی و ارجح المطالب ص ۸۶ نمبر ۷۸ بحوالہ حافظ ابو نعیم و ثعلبی و نظیری) ۲ ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سرورِ عالمؐ سے اَلَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتَابِ کی تفسیر پوچھی تو ارشاد فرمایا کہ یہ میرے بھائی علی بن ابی طالب ہیں (ینابیع المودۃ باب ۳۰ ص ۹۴ بحوالہ عطیہ عوفی) ۳ سعید بن جبیر سے پوچھا گیا کہ کیا مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْکِتَابِ سے عبد اللہ بن سلام مقصود ہیں کہا نہیں۔ یہ کیونکر مقصود ہو سکتے ہیں اس لئے کہ یہ سورہ مکہ میں نازل ہوا اور عبد اللہ بن سلام ہجرت کے بعد مدینہ میں ایمان لائے (ینابیع باب ۴۰ ص ۸۵ بدون حوالہ) ۴ عبد اللہ بن عباس کہتے ہیں کہ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْکِتَابِ سے حضرت علیؑ ہی مقصود ہیں وہ یقیناً تفسیر اور تاویل اور ناسخ اور منسوخ کے عالم تھے (ینابیع بہ نشان بالا بدون حوالہ) ۵ فضیل بن یسار بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْکِتَابِ سے خداوند عالم نے ہم اہلبیت کو مراد لیا ہے اور حضرت سرورِ عالمؐ کے بعد حضرت علی علیہ السلام ہم لوگوں میں پہلے افضل اور بہتر ہیں ۶ عمر بن اذینہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ جو علم حضرت آدمؑ لے کر زمین پر آئے اور کل وہ علوم جن سے کل انبیاء حضرت سرورِ عالمؐ تک سرفراز کئے گئے اور ان کو ان سے فضیلت دی گئی وہ کل علوم حضرت سرورِ عالمؐ کی عترت کے سینوں میں موجود ہیں ۷ حضرت امام جعفر صادقؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ قسم خدا کی پورا قرآن کا

۷ پیغمبر کے بھائی سلیمان ابن داؤد کے وزیر (آصف ابن برخیا) میں۔ کچھ حصہ من عندہ علم الکتاب کی تفسیر پوچھی تو ارشاد فرمایا

علم ہم لوگوں کے پاس ہے۔ حضرت سلیمان کے وزیر (آصف بن برخیا) کو اسم اعظم میں سے صرف
ایک حرف معلوم تھا اور کتاب کے بعض حصہ کا علم جانتے تھے جسکے ذریعہ سے چشم زدن میں بلقیس کا
تخت منگالیا۔ اور حضرت موسےؑ کے لئے خدا نے كَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ
مَوْعِظَةً (لکھا میں نے اون کے لئے توریت کی تختیوں پر ہر چیز سے بعض کو موعظہ کے
طور پر) من تبعیضیہ کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے۔ اور حضرت عیسےؑ کے لئے خدا نے
لِأُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ (چاہیئے کہ بیان کرے تمہارے بعض اوس چیز کو
جس میں تم اختلاف کرتے ہو) کلمہ بعض کے ساتھ فرمایا ہے اور حضرت علی علیہ السلام کے متعلق
مَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ یعنی کل الکتاب (وہ شخص جسکے پاس علم پوری کتاب یعنی قرآن کا
ہے) فرمایا ہے اور کتاب کے متعلق فرمایا ہے لَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ
(کوئی تر اور خشک چیز ایسی نہیں ہے جو کتاب مبین یعنی قرآن میں نہ ہو) اور اس کتاب کا علم علیؑ کے
پاس ہے (ینابیع المودۃ بہ نشان بالا بدون حوالہ کتاب)

۲ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَىٰ وَأْتُوا الْبُيُوتَ
مِنْ أَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (سورہ بقرہ آیت ۱۸۹ - پ۲) یعنی یہ کوئی اچھی
بات نہیں ہے کہ گھروں میں پس پشت سے داخل ہو لیکن اچھی بات یہ ہے کہ خدا سے ڈرو اور
گھروں میں دروازوں سے داخل ہوا کرو اور خدا سے ڈرو تاکہ نجات پاؤ۔

تفسیر شیعہ (منتخب از برہان) کلینیؒ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام
نے ارشاد فرمایا کہ اوصیاء علیہم السلام ہی وہ دروازے ہیں جن کی طرف سے داخل ہونا چاہیئے
اگر وہ نہ ہوتے تو خدا پہچانا نہ جاتا اور انھیں کے ذریعہ سے خدا نے اپنی مخلوقات پہ حجت تمام کی
ہے۔ طبرسیؒ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ اصبغ بن نباتہ نے بیان کیا کہ میں حضرت امیر المومنین ع
کی خدمت میں حاضر تھا کہ ابن الکوا آیا اور عرض کیا کہ اے امیر المومنین کلام پروردگار لَيْسَ الْبِرُّ
بِأَنْ تَأْتُوا سے مراد کون شخص ہے۔ حضرتؑ نے ارشاد فرمایا کہ ہم لوگ وہ گھر ہیں جن کے دروازوں
کی طرف سے اون میں داخل ہونے کا حکم ہوا ہے۔ ہم لوگ (علم و معرفت) خدا کے دروازے
اور اسکے گھر ہیں جن میں داخل ہونا چاہیئے پس جو شخص ہم لوگوں سے بیعت کرے اور ہماری
ولایت یعنی امامت کا اقرار کرے وہ تو گھروں میں دروازوں سے آیا اور جس نے ہم لوگوں سے
مخالفت کی اور غیروں کو ہم لوگوں پر فضیلت دی وہ گھروں میں پس پشت سے داخل ہوا (جو مخالف

یعنی حضرت سرور عالم اور ائمہ اطہار علیہم الصلوۃ والسلام

حکم خدا اور گناہ ہے) ۔ حضرت امام محمد باقر ؑ نے ارشاد فرمایا کہ آل محمد ؐ (معرفت) پروردگار کے دروازے اور جنت کی طرف بلانے والے اور اوسکی طرف لے جانے والے اور اوسکی طرف ہدایت کرنے والے ہیں قیامت تک ۔ علی ؒ بن ابراہیم علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے کیونکہ حضرت سرور عالم ؐ نے ارشاد فرمایا ہے اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا وَلَا تُؤتُوا الْمَدِیْنَةَ اِلَّا مِنْ بَابِهَا یعنی شہر علم میں ہوں اور علی ؑ اوس کے دروازہ ہیں پس تم لوگ شہر علم میں داخل نہ ہو لیکن اوس کے دروازہ سے ۔ یعنی علی ؑ کے واسطہ سے علم حاصل کرو (تفسیر برہان جلد ۱ صـ ۱۱۹)

تفسیری[۱] (منتخب از ینابیع المودة باب ۱۴ صـ ۵۳ تا ۸۴ با حوالہ کتب) ۱ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ہم چاہیں[۲] تو سورہ فاتحہ کی تفسیر سے ستر اونٹ کا بوجھ تیار کر سکتے ہیں ۔ حضرت رسول اللہ ؐ نے فرمایا ہے کہ میں شہر علم ہوں اور علی ؑ اوسکے دروازہ ہیں اور خداوند عالم نے ارشاد فرمایا وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا داخل ہو گھروں میں اونکے دروازوں سے پس جو شخص علم چاہتا ہو اوس پر لازم ہے کہ دروازۂ علم کو اختیار کرے (ینابیع صـ ۵۳ بحوالہ در منظوم ابن طلحہ حلبی) ۲ حکیم ترمذی نے لکھا ہے کہ امام مفسرین یعنی عبد اللہ بن عباس نے کہا کہ علم کے دس حصے ہیں نو حصے خاص علی ؑ کو معلوم ہیں اور دسواں حصہ کل مسلمانوں کو سیکھایا گیا ہے اور علی ؑ اوس دسویں حصہ کو بھی اون لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں ۔ ابن عباس نے پھر بیان کیا کہ حضرت علی علیہ السلام نے مجھ سے بارسم اللہ کے نقطہ کی تفسیر شب بھر بیان کی یہاں تک کہ صبح

---

[۱] واضح ہو کہ تفسیر نام ہے بیانِ مرادِ متکلم کا ۔ پس جو حدیثیں بیانِ مرادِ پروردگار کے موقع پر ارشاد ہوئی ہیں وہ مفسر کہی جاتی ہیں اور کسی آیت سے مرادِ خدا بیان کرنے کی غرض سے اون حدیثوں کو نقل کرنا تفسیر کہا جاتا ہے ۔ خواہ وہ آیاتِ قرآن کے ذیل میں ذکر اور نقل کی جائیں یا فن حدیث کی کتابوں میں بغرض خاص ذکر کی جائیں ۔ اس لئے ینابیع المودة سے منتخب کی ہوئی حدیثوں کو تفسیر کہنے سے [illegible] نہ ہونا چاہیے یہ حدیثیں بے شبہ تفسیری حدیثیں ہیں ۱۲ منہ

[۲] اگر خود حضرت ؑ کی اور آپ کے علوم کی قدر کی جاتی تو ضرور بیان فرماتے ۔ ناقدروں کے سامنے بیان کرنا حکم خدا کو بے وقعت اور ضائع کرنا ہے ۔ ابن عباس نے کسی قدر توجہ کی اور بہت کچھ علمی فائدہ اوٹھایا

صـ ۱۲ منہ

ہو گئی لیکن تفسیر ختم نہ ہوئی پس میں نے اپنے آپ کو اون کے مقابلہ میں ویسا پایا جیسے ایک قطرہ دریائے زخار کے مقابل میں (ینابیع المودة ص۶۷ بحوالہ شرح رسالہ موسوم بہ فتح مبین) اگرچہ یہ حدیث آیت مذکورہ سے تعلق نہیں رکھتی لیکن پہلی حدیث کی مناسبت سے ہم نے اوس کو نقل کردیا ہے ۔ ۳ حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ حضرت سرورِ عالم صلوات اللہ علیہ و آلہ نے ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ میں شہر علم ہوں اور تم اوسکے دروازہ ہو جھوٹا ہے وہ شخص جو گمان کرتا ہے کہ بغیر دروازے کے شہر میں داخل ہو سکتا ہے ۔ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِھَا (داخل ہو گھروں میں اون کے دروازوں سے) حضرت علیؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ تعلیم کیا حضرت سرور عالمؐ نے مجھکو ہزار باب علم کے پس کھلے مجھ پر ہر باب سے ہزار باب (ینابیع ص۶۰ بحوالہ ابن مغازلی و کنز العمال جلد ۶ ص ۳۹۲ نمبر حدیث ۶۰۰۹ بحوالہ ابو احمد فرضی) ۴ صفین میں شامیوں نے جب چاہا کہ قران کو حکم بنائیں تو حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اَنَا الْقُرْاٰنُ النَّاطِقُ یعنی میں بولنے والا قران ہوں (حق اور ناحق کو بغیر کسی بیان کرنے والے کے خود بیان نہیں کرسکتا اور میں بیان کرسکتا ہوں ۔ میرے کلام پر عمل کرو) (ینابیع المودة ص۶۷ بحوالہ مناقب)

علوم اہلبیت علیہم السلام کے متعلق حدیثیں

شیعی حدیثیں

(منتخب از فصول مہمہ حر عاملی علیہ الرحمہ) ۱ سماعہ بن مہران بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام موسے کاظم علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا حضرت سرورِ عالم صلوات اللہ علیہ و آلہ نے اپنی موجودگی میں اس قدر احکام بیان کردیئے تھے جو لوگوں کے لئے کافی ہوں ۔ فرمایا ہاں بلکہ قیامت تک جتنے احکام کی حاجت ہوتی رہیگی سب کو بیان فرمادیا ہے ۔ میں نے عرض کیا تو کیا کچھ احکام ضائع ہوگئے ہیں (کیونکہ جو پائے جاتے ہیں وہ کم ہیں) فرمایا نہیں بلکہ وہ سب اپنے اہل (اہلبیت سرورِ عالم) کے پاس ہیں ۔

۲ حضرت امام جعفر صادقؑ نے ارشاد فرمایا کہ خداوند عالم نے قران میں کل چیزوں کو بیان کردیا ہے واللہ کوئی چیز ایسی نہیں چھوڑی ہے جس کی لوگوں کو ضرورت ہو اور کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اگر فلاں چیز قران میں ہوتی تو خوب ہوتا کیونکہ خدا نے سب چیز نازل کردی ہے ۳ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس میں دو آدمی اختلاف

کریں اور اوس کے لئے کوئی قاعدہ اور اصل قران میں نہ ہو لیکن (عام) لوگوں کی عقلیں اوس تک پہونچ نہیں سکتیں ۱ ۴ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ حضرت رسول اللہ نے مجھکو پیدا کیا اور کتاب خدا کے (احکام اور مطالب کو) میں جانتا ہوں اوس میں ابتدار خلقت دنیا سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے سب کے احکام اور کل واقعات اور آسمان اور زمین اور بہشت اور دوزخ اور جو کچھ ہوچکا اور جو کچھ ہونے والا ہے سب کی خبریں مذکور ہیں اور میں اون سب کو اس طرح جانتا ہوں۔ جیسے اپنی ہتھیلی کی طرف دیکھ رہا ہوں خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے فِيهِ تِبْيَانُ كُلِّ شَيْءٍ یعنی قران میں بیان ہر چیز کا ہے ۲ ۵ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ کل علم خدا کے پاس ہے لیکن وہ مقدار جس کی بندوں کو ضرورت ہے وہ اوصیار (یعنی ائمہ اہلبیتِ رسول اللہ) کے پاس ہے ۶ حضرت امام محمد باقر

---

۱ مقصود حضرتؑ کا یہ ہے کہ قران میرے گھر میں نازل ہوا اور میرے جد پر نازل ہوا اور اَهْلُ الْبَيْتِ اَدْرٰی بِمَا فِي الْبَيْتِ یعنی گھر کی چیز کو گھر والے دوسروں سے زیادہ جانتے ہیں۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے ابن عباس کو جب خوارج سے مباحثہ کے لئے بھیجنا چاہا اور یہ فرمایش کی کہ حدیثوں کو ثبوت میں پیش کرنا۔ تو ابن عباس نے اسی بنا پر کہا کہ یا امیر المومنین قران ہمارے گھر میں نازل ہوا ہے۔ ہم لوگ اوس کے علم کو دوسروں سے زیادہ جانتے ہیں تو حضرتؑ نے فرمایا کہ سچ کہتے ہو لیکن قران کئی معنوں پر محمول ہوتا ہے تم کوئی معنی لوگے۔ اور طرف مقابل کوئی معنی لیگا اور بحث ختم نہ ہوگی (اتقان جلد اول ۲۳۹ صفحہ ۱۴۴) پس جب کہ ابن عباس جو حضرت سرورِ عالم کے چچا زاد بھائی تھے دعواے علم قران کا حق رکھتے تھے تو اولاد بدرجہ اولےٰ اس کا حق رکھتی ہے۔ کیونکہ ہر وقت ساتھ رہنے والی ہے۔ سن سنا کر بھی بہت کچھ علم حاصل کر لیتی ہے چہ جائیکہ وہ اولاد جس کو خدا نے برگزیدہ کیا ہو اور خلق کی پیشوائی کے لئے انتخاب کیا ہو جسکی تعلیم خدا و رسولؐ پر عقلاً و شرعاً و عرفاً بھی ضروری تھی ۱۲

۲ صاحب ینابیع المودۃ نے اس حدیث کو باب ۳ صفحہ ۲۰ میں بحوالہ مناقب نقل کیا ہے جس کے آخر میں یہ عبارت لکھی ہے کہ خداوند عالم نے فرمایا ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا (یعنی پس ہم نے وارث بنایا کتاب یعنی قران کا اپنے بندوں میں سے اون لوگوں کو جن کو ہم نے برگزیدہ کیا یعنی پیشوائی خلق کے لئے چن لیا) پس اوس کے برگزیدہ بندے ہم لوگ ہیں اور ہم کو اوس نے اپنی کتاب کا وارث بنایا جس میں ہر چیز کا بیان ہے ۱۲

نے ارشاد فرمایا کہ حضرت امام حسین ؑ نے اپنی صاحب زادی جناب فاطمہ کو ایک کتاب سپرد کی۔ اونھوں نے حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام کو سپرد کیا پھر یہ کتاب ہم تک پہونچی راوی نے سوال کیا کہ اس کتاب میں کیا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ واللہ اس میں کل وہ چیزیں ہیں جن کی اولاد آدم ؑ کو آدم ؑ کی پیدائش سے لے کر فنا دنیا تک حاجت ہے۔ واللہ اس میں کل حدود ہیں یہاں تک کہ بدن میں خراش ڈال دینے کی تاوان بھی مذکور ہے ۷ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس ایک کتاب ہے جس کی وجہ سے ہم لوگ کسی دوسرے کی طرف محتاج نہیں ہیں بلکہ دوسرے ہم لوگوں کی طرف محتاج ہیں اوس کتاب کے مضامین کو حضرت رسول اللہ نے بتایا تھا اور حضرت علی علیہ السلام نے لکھا تھا اوس میں کل حلال اور حرام مذکور ہے ۸ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے پھر ارشاد فرمایا کہ زمین کسی ایسے عالم سے خالی نہیں ہو سکتی جس کی طرف لوگ محتاج ہوں اور وہ کسی کی طرف محتاج نہ ہو اور کل حلال و حرام کو جانتا ہو ۹ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس جفر ابیض ہے جس میں زبور داؤد ؑ اور توریت موسیٰ ؑ اور انجیل عیسیٰ ؑ اور حضرت ابراہیم ؑ کے صحیفے اور مصحف فاطمہ ہے ۱۰ حضرت امام حسن ؑ نے ارشاد فرمایا کہ ہم اہلبیت یہ کہتے ہیں کہ ائمہ ہم ہی میں سے ہوں گے اور علم ہم ہی لوگوں میں ہے اور ہم ہی لوگ اوس کے اہل ہیں اور کل علم ہم لوگوں کے پاس ہے اور نہیں حادث ہوگی قیامت تک کوئی چیز یہاں تک کہ خراش ڈالنے کی تاوان مگر یہ کہ اوس کا حکم ہم لوگوں کے پاس موجود ہے جس کو حضرت رسول اللہ ؐ نے بتایا تھا اور علی علیہ السلام نے اپنے ہاتھوں سے لکھا تھا

حدیثیں بطریق اہلسنت

۱ صحابی جلیل و مقبول یعنی جابر بن عبد اللہ انصاری بیان کرتے ہیں کہ حضرت سید کائنات صلوات اللہ علیہ و آلہ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں (جس میں بدون استثنا کلامتی خلفاء اور غیر خلفاء سب داخل ہیں) سب سے پہلے مسلمان اور سب سے زیادہ صاحب علم اور سب سے زیادہ صحیح اور درست دیندار اور سب سے بڑھے ہوئے یقین میں (خدا اور رسول اور دینی امور کے ساتھ) اور سب سے زیادہ کامل بردباری میں اور سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ بہادر اور قوی القلب علی علیہ السلام ہیں اور وہی پیشوا ہیں میری امت کے ۱ ۲ حضرت امام حسن علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے جد بزرگوار حضرت سرور کائنات نے ایک دن خطبہ پڑھا جس میں خدا کی حمد و نعت

ا ینابیع المودة باب ۱۲ ص ۵۳ بحوالہ مناقب ۱۲ منہ

کے بعد ارشاد فرمایا کہ ایہا الناس (اس خطاب میں بدون استثنار کل امتی خلفار اور غیر خلفار سب داخل ہیں) میں بلایا جاؤں گا پس چلا جاؤں گا (اپنے پروردگار کے پاس) میں تم لوگوں[1] میں دو گراں قدر چیز یں چھوڑے جاتا ہوں ایک کتاب خدا دوسری اپنی عترت اہلبیت اگر تم لوگ ان دونوں کو اختیار کروگے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے اور یہ[2] دونوں آپس سے ہرگز جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہونچیں پس[3] تم لوگ ان سے علم حاصل کرو اور ان کو نہ سکھاؤ۔ کیونکہ یہ لوگ تم سب سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔ اور ان[4] لوگوں سے زمین خالی نہ ہوگی۔ اگر زمین ان لوگوں سے خالی ہوجائے تو کل مخلوقات کے ساتھ دھس جائیگی۔ پھر ارشاد فرمایا کہ پروردگار اتو اون[5] لوگوں سے زمین کو خالی نہ کرنا جو تیری مخلوقات پر تیری حجت ہیں اور اپنے دوستوں کو ہدایت پانے کے بعد (بغیر رہبر کے) چھوڑ دینا کہ گمراہ ہوجائیں۔ وہ[6] لوگ عدد میں بہت کم ہیں اور خدا کے نزدیک قدر و منزلت میں بہت بزرگ ہیں اور بتحقیق[7] کہ میں نے خداوند تبارک وتعالٰے سے دعا (یعنی خدا کے دوست) کی ہے کہ علم اور حکمت کو میری اولاد اور میری اولاد کی اولاد میں اور میری نسل اور میری نسل کی نسل میں قیامت تک قرار دے پس[8] خدا نے میری دعا کو قبول فرمایا[2] اس حدیث شریف سے آٹھ باتیں بہت ضروری اور عظیم القدر معلوم ہوئیں ایک یہ کہ ہدایت پانے اور گمراہی سے بچنے کے لئے دو شرطیں ہیں اگر ان میں سے ایک بھی چھوڑ دی جائے تو گمراہی سے نجات نہ ہوگی ایک کتاب خدا دوسرے اہلبیتِ رسول دونوں کی پیروی کرنا۔ دوسرے یہ کہ نہ کتاب خدا اہلبیت سے جدا ہوسکتی ہے اور نہ اہلبیت کتاب خدا سے جدا ہوسکتے ہیں۔ اس مضمون کی بے شمار حدیثیں صحاح ستہ وغیرہ کتب اہلسنت میں موجود ہیں جن کو حدیث ثقلین لکھتے ہیں اور سند اس کی متواتر ہے کیونکہ اس کو بیس صحابیوں سے زیادہ نے بیان کیا ہے[3] اور متواتر حدیث سے انکار کرنے والا کافر ہے[4] تیسرے یہ کہ اہلبیتِ سرورِ عالم امت محمدی میں سب سے زیادہ صاحب علم تھے۔ علم میں دوسروں کے محتاج نہ تھے بلکہ دوسروں کو ان سے سیکھنے کا حکم دیا گیا۔

---

[1] اس روایت کے ابتدائی تین جملوں کو امام اہلسنت ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ باب ۱۱ فصل ۱ ذکر آیت ۴ صفحہ ۸۹ میں نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ روایت صحیح ہے اور بیس صحابی سے زیادہ نے اس کو بیان کیا ہے ۱۲ منہ [2] ینابیع المودۃ باب ۳ صفحہ ۱۴ بحوالہ مناقب ۱۲ منہ [3] صواعق محرقہ باب ۱۱ فصل ۱ ذکر آیت ۴ صفحہ ۸۹ ۱۲ منہ [4] اصول فخر الاسلام بزدوی جلد ۲ صفحہ ۶۸۷ برحاشیہ کشف الاسرار علامہ عبدالعزیز بزدوی ۱۲ منہ

سیکھتے بھی تھے اور علم میں اہلبیت کے افضل ہونے کا اقرار بھی کرتے تھے۔ چنانچہ آئندہ مذکور ہوگا اور ہماری غرض اس مقام پر اسی تیسرے جملہ سے متعلق ہے کیونکہ ہم اہلبیت کے زیادتی علم کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔ چوتھے یہ کہ زمین ان سے خالی نہیں ہوسکتی۔ ایک تو اس وجہ سے کہ ہادی خلق اور حجتِ خدا ہیں اگر نہ رہیں تو بنی آدم میں اسلام باقی نہ رہے جیسا کہ خود اس حدیث میں بصراحت مذکور ہے۔ دوسرے اس وجہ سے کہ یہ لوگ سبب بقارِ زمین و اہل زمین ہیں جیسا کہ اس حدیث میں بھی مذکور ہے اور اکیسویں مقدمہ کے شروع میں آیت تطہیر کے بیان میں اس مضمون کی حدیثیں اور بعض علمار اہلسنت کا بیان بھی ذکر کیا گیا۔ **پانچویں** یہ کہ حضرت نے دعا کی کہ زمین کو ان سے خالی نہ رکھنا ورنہ ہدایت یافتہ بندے گمراہ ہوجائیں گے جس سے معلوم ہوا کہ جس طرح غیر ہدایت یافتہ ہدایت پانے میں اہلبیت سرورِ عالم کے محتاج ہیں اوسی طرح ہدایت یافتہ بھی ہدایت پر باقی رہنے اور اپنے عقائد کی تقویت اور اپنے علوم کی ترقی میں ان کے ہمیشہ محتاج ہیں **چھٹیں** یہ کہ ہدایت یافتہ بندے (یعنی ثقلین کے پیرو) عدد میں بہت کم ہیں لیکن خدا کے نزدیک قدر و منزلت میں بہت بزرگ ہیں (خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے قَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ (سورہ سبا آیت ۱۲ پ ۲۲) یعنی میرے فرماں بردار بندے کم ہیں) **ساتویں** یہ کہ حضرت سرورِ عالم نے اپنی اولاد اور اولاد الاولاد میں قیامت تک علم اور حکمت کو باقی رکھنے کے لئے دعا کی **آٹھویں** یہ کہ خدا نے اس دعا کو قبول کیا اور حضرت رسولؐ کے زمانہ ہی سے اس جلیل گھرانے میں علم و حکمت بھر دی گئی اور اس وقت عالم علوم الہیہ ربانیہ حضرت آخر الزمان علیہ السلام ہیں جن کے تعلیمی فیوضات[1] کا سلسلہ قیامت تک باقی رہیگا انشاء اللہ تعالےٰ ۳۱۔ روایت صحیحہ میں حضرت سرورِ عالم نے ارشاد فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں اگر دونوں کی پیروی کروگے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے اور وہ دونوں کتاب خدا اور میرے اہلبیت یعنی ذریت ہیں۔ اور طبرانی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ میں نے اس کا خدا سے ان دونوں کے لئے سوال کیا ہے پس اون کے آگے قدم نہ بڑھاؤ ورنہ ہلاک ہوجاؤگے اور اون سے جدا نہ ہوجاؤ ورنہ ہلاک ہوجاؤگے اونکو تعلیم نہ کرو کیونکہ وہ تم سب سے زیادہ علم رکھتے ہیں[2] اگرچہ

---

[1] عالم جلیل اہلسنت یعنی اعمش کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے پوچھا کہ امام غائب سے غیبت کے زمانہ میں لوگ کیونکر فائدہ اوٹھا سکتے ہیں فرمایا جیسے ابر کے اندر ڈھکے ہوئے آفتاب سے فائدہ اٹھاتے ہیں (ینابیع باب ۷۸ ص ۱) ۱۲ منہ

[2] صواعق محرقہ باب ۱۱ فصل اذکر آیت ۴ متعلق فضائل اہلبیتؑ ص ۹۰ چھاپہ مصر) ۱۲ منہ

یہ وہی حدیث ثقلین ہے جو نمبر ۲ میں ذکر کی گئی لیکن ہم کو اسکے نقل سے صرف آخری جملہ کی تائید مقصود تھی جسمیں ان حضرات کے کثیر العلم اور اعلم امت ہونے کو حضرت نے بیان فرمایا ہے۔ اس مضمون کی حدیثیں بہت ہیں[1] سب کو ذکر کرنا باعثِ طوالت ہے اس لئے اسی کے ذکر پر ہم اکتفا کرتے ہیں ۴؎ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اوس وقت جب کہ آپ کے ہاتھوں پر بیعت کی گئی ارشاد فرمایا کہ میری عترت کے ابرار اور میری نسل کے پاک بچپن میں بہت بُردبار اور بڑے ہونے پر بہت زیادہ صاحبِ علم ہوتے ہیں آگاہ ہو جاؤ کہ ہم اہلبیتِ رسول ہیں ہم لوگوں کا علم خدا کے علم سے ہے اور خدا کے حکم کے مطابق ہم لوگوں کا حکم ہوتا ہے اور سچے (یعنی حضرت رسول اللہ سے احکام خدا کو) ہم لوگوں نے سُنا ہے پس اگر ہم لوگوں کی پیروی کرو گے تو ہم لوگوں کی بصیرت کی بدولت ہدایت پاؤ گے اور اگر ایسا نہ کرو گے تو تم کو خدا (بروز قیامت) ہلاک کرے گا (یعنی جہنم میں بھیج دے گا) حق کا جھنڈا ہم لوگوں کے ساتھ ہے جو اوس جھنڈے کی پیروی کرے گا ہم سے مل جائیگا اور جو پیچھے رہ جائیگا وہ غرق ہوگا۔ ہماری بدولت ہر مومن اپنے عمل کا ثواب پائیگا اور ہماری ہی وجہ سے تم لوگوں کے گلوں سے ذلت کی رسی نکالی جائیگی (رحمت[3] کا دروازہ) خدا نے ہماری وجہ سے کھولا ہے اور ہماری ہی وجہ سے بند کرے گا[2] ۵؎ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے صفین سے واپس آکر خطبہ میں ارشاد فرمایا

لہ اس مضمون کی حدیثیں صاحب ینابیع المودۃ نے بہت سی نقل کی ہیں جن میں سے چند مقامات کے حوالے ذیل میں لکھے جاتے ہیں باب ۳ ص ۱۸ میں بروایت امام حسنؑ ایک حدیث باب ۴ ص ۲۹ میں بروایت سلیم بن قیس و حذیفہ یمانی ۲ حدیثیں اور ص ۳۱ میں بروایت زید بن ارقم ۱ حدیث اور ص ۳۲ میں بروایت حذیفہ ۱ حدیث اور ص ۳۶ میں بروایت ریان بن صلت ۱ حدیث اور ص ۵۳ میں بروایت جابر انصاری ۱ حدیث اسکے علاوہ بھی ہیں جن کو ذکر نا ضروری نہ سمجھا بطور نمونہ کے چند مقام کے ذکر کردیئے گئے (کنز العمال جلد ۱ ص ۴۸ و ۹۶)

لہ۲ ینابیع المودۃ باب ۳ ص ۲۰ چھاپہ بمبئی بحوالہ کتاب علامہ جاحظ عمرو بن بحر البصری (جو متعصب ترین علماء اہلسنت سے تھے) ۱۲ عہ حدیث میں اصل عبارت بِنَا فَتَحَ اللّٰهُ وَ بِنَا يَخْتِمُ ہے۔ اس کا مطلب یا تو یہ ہے کہ خلقت کی ابتدا ہم سے ہوئی اور پھر دنیا ہم ہی پر ختم ہوگی یعنی ہماری سلطنت کے زمانہ میں قیامت آئیگی یا سب کے بعد ہم لوگ دنیا سے اٹھائے جائیں گے یا اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے مخلوقات پر رحمت اور نعمت کا دروازہ ہمارے طفیل میں کھولا اور ہماری وجہ سے یعنی ہمارے ساتھ بدسلوکی کرنے کی وجہ سے بہترین نعمات یعنی بہشت کے دروازے کو دشمنوں پر بند کریگا۔ اس مضمون کی حدیثیں متعدد ہیں بعض آئندہ بھی مذکور ہونگی ۱۲ منہ

کہ آل محمد صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین خدا کے رازدار ہیں اور اوس کے دین کیلئے جائے پناہ ہیں اور اوس کے حکم کیلئے قرارگاہ ہیں اور اس کی کتابوں کیلئے جائے امن ہیں اور اس کے دین کے پہاڑ ہیں ان کے ذریعہ سے خدا نے دین اسلام کی کوز پشت کو سیدھا کیا اور اوس کے اعضا کے رعشہ کو دفع کیا۔ اس امت میں سے کوئی شخص آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کا مقابل نہیں کیا جاسکتا اور نہ وہ لوگ (یعنی مسلمان) ان کے برابر سمجھے جاسکتے ہیں جن پر ان کی نعمتیں (تعلیمی وتلقینی وغیرہ) برابر جاری رہیں۔ یہی لوگ دین کی بیخ وبنیاد ہیں اور یقین (یعنی دینی معرفتوں کے) استون ہیں ان کی طرف غالی (یعنی حد سے گذرا ہوا) واپس آتا ہے اور پیچھے چھوٹا ہوا ان سے ملتا ہے ولایت خاص انھیں کیلئے ہے اور وصیت حضرت رسولؐ کی خاص انھیں کے بارے میں ہے۔ اب حق اپنے حقدار کی طرف پلٹ آیا اور اپنی جگہ پہونچ گیا ہے[1]۔

۶- ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ حضرت سرور عالم نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل میرے پاس بہشت سے ایک مخملی فرش لائے پس میں اوس پر بیٹھا جب اپنے پروردگار کے سامنے پہونچا تو اس نے مجھ سے کلام کیا اور راز کی باتیں کہیں پس جسقدر مجھکو تعلیم کیا گیا میں نے سب علیؑ کو تعلیم کردیا پس وہ میرے علم کے دروازہ ہیں[2]۔

۷- ابن عباس اور جابر انصاری بیان کرتے ہیں کہ حضرت سرور عالم نے علیؑ کا بازو پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ یہ نیکوکاروں کے پیشوا اور کافروں کے قاتل ہیں جو ان کی مدد کرے خدا اوس کی مدد کرے گا جو ان کا ساتھ چھوڑے خدا اوس کا ساتھ چھوڑیگا۔ اس کو حضرت نے بلند آواز سے فرمایا پھر فرمایا کہ میں شہر علم ہوں اور علیؑ اوسکے دروازہ ہیں جو علم حاصل کرنا چاہے اسکو چاہیے کہ دروازہ سے آئے[3]۔ اس حدیث کو حدیث مدینہ علم کہتے ہیں اور اسکی سندیں بھی معتبر ہیں اور تواتر کی حد تک پہونچی ہوئی ہیں۔ ملا سلیمان بلخی حنفی نے ینابیع المودہ میں اسکو بہت سی سندوں سے بحوالہ کتب معتبرہ نقل کیا ہے۔

۸- ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام کو علم کے دس حصوں میں سے نو حصے خاص دیئے گئے اور دسویں حصے کو بھی وہ دوسروں سے زیادہ جانتے ہیں[4]۔

---

[1] ینابیع المودہ باب ۳ صفحہ ۲۱ بحوالہ نہج البلاغہ ۱۲ منہ [2] ینابیع المودہ باب ۱۴ صفحہ ۵۸ بحوالہ بیہقی بحوالہ موفق ابن احمد خوارزمی ۱۲ منہ [3] ینابیع المودہ باب ۱۴ ذکر غزارت علم علیؑ صفحہ ۵۹ بحوالہ ابن مغازلی وصواعق محرقہ باب ۹ فصل ۲ ذکر فضائل علی صفحہ ۷۳ حرف حدیث مدینہ علم ۱۲ منہ [4] ینابیع المودہ باب ۱۴ صفحہ ۵۷ بحوالہ درمنظوم ۱۲ منہ

۹- ابن سعد کہتے ہیں کہ علی علیہ السلام نے فرمایا کہ قسم خدا کی کوئی آیت نازل نہیں ہوئی مگر یہ کہ مجھکو معلوم ہے کہ کہاں نازل ہوئی اور کس کے حق میں نازل ہوئی اور کس پر نازل ہوئی تحقیق کہ خداوند عالم نے مجھکو سمجھنے والا دل اور بولنے والی زبان عطا کی ہے [۱]

۱۰- ابو طفیل کہتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ کتاب خدا کے مطالب مجھ سے پوچھو کیونکہ ہر آیت کو میں جانتا ہوں کہ رات کو نازل ہوئی یا دن کو زمین پر نازل ہوئی یا پہاڑ پر [۲]

۱۱- ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ کا علم خدا کے علم سے حاصل ہوا ہے اور حضرت علیؑ کا علم حضرت رسول اللہ کے علم سے اور میرا علم علیؑ کے علم سے اور میرا علم اور صحابہ کا علم حضرت علیؑ کے علم کے مقابل میں ویسا ہی ہے جیسے ایک قطرہ سات دریاؤں کے مقابل میں [۳]- ابن عباس بحر العلوم کہے جاتے ہیں اور خلیفہ دوم ان کو بدری صحابہ پر ترجیح دیتے تھے اور ان سے احکام پوچھا کرتے تھے اور یہ اہلسنت کے یہاں رئیس مفسرین ہیں۔

۱۲- خلیفہ دوم بیان کرتے ہیں کہ احکام قضاوت کو ہم لوگوں میں سب سے زیادہ جاننے والے علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں اور میں پناہ مانگتا ہوں ایسے مشکل مسئلہ سے جس کو حل کرنے کے لئے علی موجود نہ ہوں [۴] ہر قاضی مفتی ہوتا ہے لیکن ہر مفتی قاضی نہیں ہو سکتا کیونکہ قاضی کا پایہ بلند تر ہے اور اوسکا علم وسیع تر۔ اسلئے جو قضاوت میں افضل ہوتا ہے وہ ہر علم میں افضل ہوتا ہے پس حضرت علی علیہ السلام کل صحابہ سے باقرار خلیفہ دوم کے ہر علم میں افضل تھے۔

۱۳- حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ غیب کے اسرار مجھ سے پوچھو کیونکہ انبیا اور مرسلین کے علوم کا میں وارث ہوں [۵]

۱۴- عبد اللہ بن مسعود جلیل القدر صحابی بیان کرتے ہیں کہ قرآن سات لغتوں یعنی سات زبانوں میں نازل ہوا ہے اور اس کے لئے ظاہر ہے اور باطن اور علی علیہ السلام اوسکے ظاہری معنی کو بھی جانتے ہیں اور باطنی معنی کو بھی [۶]

[۱] صواعق محرقہ باب ۹ فصل ۳ ذکر ثنا و صحابہ و سلف در حق علی و ینابیع المودۃ باب ۱۴ صفحہ ۵۷ بحوالہ موفق بن احمد بروایت اعمش و کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۶ نمبر حدیث ۶۰۴۱ بروایت ابن سعد ۱۲-
[۲] صواعق محرقہ بہ نشان نمبر ۳ و ینابیع المودہ بہ نشان نمبر ۳ بحوالہ موفق بن احمد ۱۲- [۳] ینابیع المودہ باب ۱۴ صفحہ ۸۰ بحوالہ کلبی یعنی محمد بن سائب صفحہ ۱۲ [۴] صواعق محرقہ باب ۹ فصل ۳ صفحہ ۷۶ چھاپہ مصر ۱۲-
[۵] ینابیع المودہ باب ۱۴ صفحہ ۸۰ بحوالہ در منظوم مصنفہ ابن طلحہ حلبی شافعی ۱۲ منہ

[?] ینابیع باب ۱۴ صفحہ ۷۵ بحوالہ حموینی ۱۲ منہ

اور فصل انخطاب میں ہے کہ اوس کے ساتوں لفظوں کیلئے ظاہری معنی ہے اور باطنی اور علی ع دونوں کو جانتے ہیں ۱؎

علم قرآن اور جملہ کمالات کے متعلق اہلبیت کا دعوی اور جلیل القدر علمائے اہلسنت کی تصدیق و اقرار

دعوائے اہلبیت ۱۔ حضرت امام حسن علیہ السلام نے اسوقت جبکہ آپ کے ہاتھوں پر بیعت کی گئی خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ خدا کی (اوس کے دینی امور اور علوم اور کمالات میں) غالب گروہ ہم لوگ ہیں اور اس کے رسول کی عترت جو ان سے نزدیک تر ہیں ہم لوگ ہیں اور اون کے پاک اہلبیت ہم لوگ ہیں اور جن دو گرانقدر چیزوں کو میرے جد امجد نے اپنی امت میں چھوڑا ہے اُن میں سے ایک ہم لوگ ہیں اور ثانی کتاب خدا ہم لوگ ہیں جس میں ہر چیز کا بیان ہے اور نہ تو باطل اوس کے آگے سے اوس کے پاس پھٹک سکتا ہے نہ اس کے پیچھے سے پس کتاب خدا کی تفسیر کا دار و مدار ہم لوگوں پر ہے اور ہم لوگ اوس کی تفسیر پر گمان نہیں رکھتے بلکہ اوس کے حقایق کا یقین رکھتے ہیں (ینابیع باب ۳ صفحہ ۱۸ بقدر حاجت)

۲۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جنب اللہ (یعنی مقرب بارگاہ پروردگار) اور اس کے برگزیدہ اور چنے ہوئے بندے ہیں اور ہم لوگ موارث انبیا اور علوم ربانیہ کے امین ہیں اور ہم لوگ حجت خدا اور ارکان ایمان اور ستون اسلام ہیں اور ہم لوگ رحمت خدا ہیں

۱؎ ینابیع باب ۱۴ صفحہ ۵ بحوالہ فصل انخطاب ۱۲ منہ۔ ۲؎ اہلبیت اور غیر اہلبیت کے علم میں یہی فرق ہے کہ حضرت حسن ع تو علم القرآن کے متعلق گمان کی نفی فرما رہے ہیں اور یقین کا قطعی دعوی کر رہے ہیں اور ایسا ہی ہونا بھی چاہیے کیونکہ آپ ان بزرگوں میں تھے جن کے گھر میں قرآن اور علم قرآن اوتارا گیا اور جناب ابوبکر علم قرآن اور اسکی تفسیر کی صحت کا گمان بھی نہیں رکھتے تھے بلکہ شک رکھتے تھے۔ چنانچہ ان سے کلالہ کی تفسیر پوچھی گئی تو کہا کہ میں اپنی رائے سے ایک بات کہتا ہوں اگر صحیح ہو تو سمجھو کہ خدا کی طرف سے ہے اور اگر غلط ہو تو سمجھو کہ میری طرف سے اور شیطان کیطرف سے ہے (تاریخ الخلفا فصل فیما ورد عن الصدیق من تفسیر القرآن صفحہ ۶۹ چھاپہ مطبع مجیدی کانپور) تعجب ہے کہ ایک تو آپ نے صحیح و غلط کی تشخیص کو جاہل سائل پر محول کیا اور دوسرے شیطان کی رائے کو اپنی رائے کا متقارن اور ہم پلہ قرار دیا اور باوجود اس کے اوسکا صحیح معنی نہ بتایا بلکہ غیر والد و ولد کہکر چھوڑ دیا ۱۲ منہ

اوس کی مخلوقات پر اور خدا نے ہماری بدولت رحمت کا دروازہ کھولا اور ہماری وجہ سے اسکو ختم کریگا خلق کو ہدایت کرنے والے اور خدا کی طرف بلانے والے ائمہ ہم لوگ ہیں اور ہم لوگ شب تاریک کے لئے نور و ہدایت کے جھنڈے ہیں اور وہ بیرق ہیں جو حق کی پہچان کیلئے بلند کیا گیا ہے۔ جو شخص ہم لوگوں کا دامن پکڑے وہ حق تک پہونچ جائے گا اور جو جدا ہوا وہ دریائے ضلالت میں غرق ہوگا۔ ہم لوگ مبارک بندوں کو بہشت میں پہونچانے والے ہیں ہم لوگ خدا کی طرف جانے کے لئے راہ روشن اور صراط مستقیم ہیں اور ہم لوگ خدا کی نعمت ہیں جو اوس کی مخلوقات پر نازل کیگئی ہے اور ہم لوگ نبوت کی کان اور رسالت کی جگہہ اور ملائکہ کے آنے کے مقام ہیں اور ہم لوگ منہاج اور سراج ہیں اوس شخص کیلئے جو نورانی بننا چاہے اور ہم لوگ راہ ہیں اوس شخص کے لئے جو اوس پر روش کرنا چاہے اور ہم لوگ بہشت کی طرف ہدایت کرنے والے ائمہ اور اسلام میں محل اعتماد ہیں ہم لوگ وہ قنطرہ (یعنی پل) ہیں کہ جو اوس پر سے گذرے بہشت میں پہونچ جائے گا اور جو اس سے ہٹا دد ہٹ کر رہے گا اور ہم لوگ سنام اعظم (یعنی کوہ اسلام کی بہت اونچی چوٹی) ہیں۔ یا ہم لوگوں کا پایہ بہت اونچا ہے ہماری وجہ سے خدا اپنے بندوں پر رحمت نازل کرتا ہے اور ہماری وجہ سے بارانِ رحمت سے لوگ سیراب کئے جاتے ہیں اور ہماری بدولت ان سے عذاب دفع کیا جاتا ہے پس جو شخص ہم لوگوں کو پہچانے اور ہماری مدد کرے اور ہمارے حق کو پہچانے اور ہماری امامت کا اعتقاد کرے وہ ہم میں سے ہے اور ہماری طرف اسکی بازگشت ہے [1]

۳۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم لوگ شجرہ نبوت اور مقام نزول رسالت اور محل آمد و رفت ملائکہ اور معدنِ علم اور چشمہ حکمت ہیں ناصر اور دوست ہم لوگوں کا رحمت خدا کا امیدوار ہے اور دشمن ہم لوگوں کا قہرِ خدا کا منتظر۔ (ینابیع المودہ باب ۳ آخر صفحہ ۲۱ بحوالہ نہج البلاغہ)

علماءِ اہلسنت کی اجمالی تصدیقِ ثقلین اور اقرار

امام اہلسنت ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے قرآن اور اپنے اہلبیت کا نام ثقلین اس وجہ سے رکھا کہ ثقل ہر اوس نفیس اور قیمتی چیز کو کہتے ہیں جسکی حفاظت کیجاتی ہو اور یہ دونوں یعنی قرآن اور ذریت رسول ایسے ہی ہیں کیونکہ ان دونوں میں سے ہر ایک

[1] ینابیع المودہ باب ۷۸ صفحہ ۱۹۱ بحوالہ فرائد السمطین حموینی بروایت حضرت جعفر صادق ۱۲ منہ

علوم لدنیہ اور اسرار و حکم عظیم القدر اور احکام شرعیہ کے معدن ہیں اسی وجہ سے حضرت نے ان کو اختیار کرنے اور ان کی پیروی کرنے اور ان سے علم حاصل کرنے پر لوگوں کو ترغیب اور تحریص کی ہے اور مقام شکر میں فرمایا ہے کہ شکر ہے اوس خدا کا جس نے ہم اہلبیت میں حکمت (علم و عمل) کو قرار دیا۔ **اور بعض علماء** کہتے ہیں کہ ان کا نام ثقلین اسوجہ سے رکھا کہ ان کے حقوق کی رعایت کا وجوب بہت ثقیل یعنی گراں اور تاکیدی ہے اور انمیں سے جن لوگوں کے حقوق کی رعایت کے متعلق ترغیب و تحریص کی گئی ہے وہی لوگ کتاب خدا اور سنت رسول ص کے جاننے والے ہیں کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جو حوضِ کوثر تک کتاب خدا سے جدا نہ ہوں گے اور مؤید اس کی وہ گذشتہ حدیث ہے جس میں حضرت نے فرمایا ہے لا تعلموھم فانھم اعلم منکم یعنی ان کو نہ سکھاؤ اسلئے کہ وہ تم سے زیادہ علم رکھتے ہیں[۱]۔ انتہی بقدر حاجت

امام اہلسنت محمد بن طلحہ لکھتے ہیں کہ کل آسمانی کتابوں کے کل اسرار قران میں ہیں اور جو کچھ قران میں ہے وہ سورۂ فاتحہ میں ہے اور جو کچھ سورۂ فاتحہ میں ہے وہ بسم اللہ میں ہے اور جو کچھ بسم اللہ میں ہے وہ بار بسم اللہ میں ہے اور جو کچھ بار بسم اللہ میں ہے وہ بار کے نقطہ میں ہے اور حضرت علی علیہ السّلام نے فرمایا کہ بار بسم اللہ کا نقطہ میں ہوں[۶]۔

شیخ علاء الدولہ سمنانی لکھتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر میرے لئے مسند قضاوت بچھا دیا جائے اور میں اوس پر بیٹھوں تو ہر آئینہ حکم کرونگا اہل توریت کے درمیان توریت سے اور اہل انجیل کے درمیان انجیل سے اور اہل قران کے درمیان قرآن سے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ دیکھنا چاہیئے کہ حضرت علی علیہ السلام خاتم رسل یعنی حضرت سرور عالم کے علوم میں اور انبیاء سابقین کی شریعتوں کے علوم میں کیسی جامعیت رکھتے تھے اور یہ جامعیت ان کتابوں کے پڑھنے سے نہ تھی بلکہ حضرت سرور عالم سے بوراثت پہونچی تھی اور یہ علوم خدا داد اور الہامات الہیہ سے تھے اور یہ مرتبہ انسانِ کامل ہی کیلئے حاصل ہوا کرتا ہے[۷]۔

---

[۱] حیات الحیوان لغت صقر ۱۲۔ [۲] صواعق محرقہ باب ۱۱ فصل اٰ تنبیہ متعلق آیت ۴ صفحہ ۹۰ چھاپہ مصر ۱۲۔ [۳] ینابیع المودہ باب ۱۴ صفحہ ۶۹ بحوالہ در منظوم ابن طلحہ ۱۲۔ [۷] ینابیع المودہ باب ۱۴ صفحہ ۵۸ بحوالہ شرح کبریت احمر ۱۲۔

محدث کامل محمد پارسائی بخاری فصل الخطاب میں لکھتے ہیں کہ شیخ ابو عبدالرحمن سلمی نے تاریخ مشائخ صوفیہ میں لکھا ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام اپنے کل اہلبیت میں اپنے کل اقران پر فوقیت رکھتے تھے۔ اور شیخ جنید نے کہا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کو اگر لڑائیوں سے فرصت رہتی تو اون سے علوم ہم تک اس قدر پہونچتے جن کو قلوب اوٹھا نہ سکتے اور یہ حقائق اور علوم جو ہمارے دلوں کے اندر ہیں ان کے مالک حضرت سرور عالم کے بعد علی ہی ہیں۔ اور شرح تعرف میں ہے کہ باتفاق امت محمدی کل عارفوں کے سردار حضرت علی ہیں اور آپ نے ایک بات ایسی فرمائی ہے جس کو نہ آپ کے قبل کسی نے کہا نہ آپ کے بعد وہ یہ کہ آپ نے ممبر پر فرمایا کہ سَلُوْنِیْ فَاِنَّ مَا بَیْنَ جَنْبَیَّ عِلْماً جَمّاً ھٰذَا مَا زَقَّنِیْ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ زَقّاً زَقّاً یعنی مجھ سے پوچھو کیونکہ میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان بہت زیادہ علم ہے جسکو مجھے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے بھرایا ہے (جیسے طیور اپنے بچوں کو دانہ بھراتے ہیں) بعض محققین نے کہا ہے کہ مَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتَابِ سے مراد ابن سلام نہیں ہو سکتے کیونکہ نہ تو ان میں چاروں گذشتہ شرطیں موجود تھیں اور نہ ان سے وہ حقائق اور اسرار صادر ہوئے جو علی علیہ السلام سے ان کے خطبوں میں صادر ہوئے ہیں اونھوں نے فرمایا کہ سَلُوْنِیْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ فَاِنَّ بَیْنَ جَنْبَیَّ عُلُوْماً کَالْبِحَارِ الزَّوَاخِرِ یعنی قبل اس کے کہ مجھکو نہ پاؤ مجھ سے پوچھ لو کیونکہ میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان مثل زخار دریاؤں کے علوم موجزن ہیں۔ اور نہ ابن سلام سے وہ معارف اور تاویلات اور اسرار کتاب خدا ظاہر ہوئے جو حضرت علی علیہ السلام کی اولاد ائمہ ہداۃ سلام اللہ علیہم سے صادر ہوئے ہیں۔

ف یہ بعض محققین اپنے ابتدائے بیان میں ذکر کر آئے ہیں کہ خدا نے حضرت سرور عالم کو مبعوث کیا اور نبی اور اپنے بندوں سے ان پر ایمان لانے اور ان کی مدد کرنے کے لئے عہد و پیمان لیا پس جبکہ اس نے اپنے حبیب کی رسالت سے سعادت کبریٰ اور ہدایت عظمیٰ کا دروازہ عرب و قریش پر عموماً اور بنو ہاشم پر خصوصاً کھولا تو عقل یہ حکم کرتی ہے کہ کتاب خدا کے کل اسرار کا عالم وہی ہو سکتا ہے جس میں چار باتیں پائی جاتی ہوں۔ ایک یہ کہ وہ بنو ہاشم سے ہو کیونکہ رسول اللہ سے نزدیک تر وہی ہیں دوسرے یہ کہ ہر وقت رسول کے پاس رہتا ہو اور ان کا پیرو ہو تا کہ ان کے کل اعمال و اقوال سے آگاہ ہو تیسرے یہ کہ سب سے پہلے ایمان لا چکا ہو تا کہ ابتدائے وحی کے حالات اور اسرار رسالت سے پوری آگاہی رکھتا ہو چوتھے یہ کہ اعمال جاہلیت (یعنی اخلاقی اور شرعی اور عقلی برائیوں) سے بچپن ہی سے منزہ اور پاک ہو

ینابیع المودۃ ... فصل الخطاب ۱۲۔ ... حضرت رسول کے اخلاق اور آداب ... ینابیع المودۃ صفحہ ... آخر بیان بعض محققین ۱۲

اور علامہ جاحظ جیسے متعصب شخص نے لکھا ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ علیؑ کیسے تھے بیٹھنے کی حالت میں کھڑے رہنے کی حالت میں مجمع میں تنہائی میں شرائع اور احکام میں حلال اور حرام میں دنیا کے اخبار میں قرآن کی تفسیر میں گذشتہ اور آئندہ واقعات کی خبروں میں اور یہ کل علوم یا تو حضرت رسول سے سیکھا تھا یا کشف جلی سے یا جفر سے یا خداوند عالم کے فیوضات اور عطایا سے۔ اور ابن عباس[لعہ] کیسے تھے جن کو لوگ کامل اور دریائے علوم کہتے ہیں اور عمر بن خطاب اون سے کہا کرتے تھے کہ غص یا غواص یعنی اے غوطہ لگانے والے دریائے علوم میں غوطہ لگاؤ۔ اور کہا کرتے تھے کہ ابن عباس کا دل سمجھنے والا اور زبان بولنے والی ہے۔ اور ابن عباس مسعود کہتے ہیں کہ قرآن کے اچھے مفسر ابن عباس ہیں۔ اور زید بن علی بن الحسین زبانِ بنی ہاشم تھے۔ علما ان کے در دولت پر حاضر ہوتے تھے اور علوم عربیت حاصل کیا کرتے تھے اور ان کی شاگردی کی وجہ سے کل خطیبوں سے فصاحت اور بلاغت میں بڑھ گئے تھے۔ اسی طرح لوگوں نے کہا ہے کہ بنو ہاشم (سب کے سب) سخی اور بزرگ اور بلند پایہ اور کامل اور صاحب زبان گویا تھے۔ میں نے یہ ایک مختصر بیان آل رسولؐ کے بارے میں تمھارے سامنے پیش کر دیا ہے تاکہ تم اس تھوڑے بیان کو بہت زیادہ کا نمونہ اور ایک قطرہ کو ایک تالاب کی دلیل سمجھو۔ اور بعض سے کل کا پتہ لگاؤ اور جبکہ تم نے خود اون کی قدر و منزلت کو سمجھ لیا اور ان کے اعمال اور طاعات کا مرتبہ معلوم کر لیا اور ان کے افعال اور مکارم اخلاق کی مقدار کا اندازہ کر لیا اور ان کے اصل کی خوبیوں اور نفیس انعامات اور بزرگ احسانات اور عبادات میں شدید محنتوں اور ابدی سعادتوں اور سرمدی برکتوں کے حاصل کرنے میں بلند ہمتوں کا پتہ لگا لیا تو تم کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ تم خود ان کے

لعہ ابن عباس حضرت علی کے چچا زاد بھائی اور شاگرد تھے جو کچھ علم حاصل کیا تھا حضرت ہی سے حاصل کیا تھا حضرت عمر پر جب مشکل وقت پڑتا تھا تو ابن عباس سے احکام پوچھا کرتے تھے۔ ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ حضرت سرور عالم کا علم خدا سے ہے اور حضرت علی کا علم حضرت رسول کے علم سے اور میرا علم حضرت علی کے علم سے اور میرے اور صحابہ کے علم کی نسبت بمقابل علی کے علم کے ویسی ہے جیسے ایک قطرہ کی نسبت سات دریاؤں کے مقابل ہیں

ذاتی حقوق کیا ہیں؟ سنو! بہت چھوٹی سی بات جو ہم پر اور تم پر واجب ہے وہ یہ ہے کہ ان کے فضائل کو بیان کریں اور جو باتیں ان کی شان کے منافی ان کی طرف نسبت دی گئی ہیں ان کو رد کریں (دنیا ج باب ۵۳ ص ۱۲۸ بحوالہ رسالہ جاحظ بصری)

علماء اعلام کی تفصیلی تصدیقیں

یہاں تک تو ائمہ معصومین اہلبیت حضرت سرور عالم کے فضائل اور کمالات کے متعلق اجمالی بیانات ذکر کئے گئے۔ اب صرف دو جلیل القدر علماء اہلسنت کے مختصر بیانات ہر امام علیہ السلام کے متعلق جدا جدا ذکر کئے جاتے ہیں تاکہ اجمالی بیانوں کی مزید تاکید اور تقویت ہو جائے۔ امام اہلسنت ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں اور خواجہ محمد پارسا بخاری فصل الخطاب میں لکھتے ہیں کہ ائمہ اہلبیت سے چوتھے امام حضرت زین العابدین تھے آپ علم اور زہد اور عبادت میں اپنے آباء کرام کے وارث تھے۔ جب نماز کے لئے وضو کرتے تھے تو چہرۂ مبارک کا رنگ زرد ہو جاتا تھا۔ جب کوئی سبب پوچھتا تھا تو فرماتے تھے کہ کیا تم نہیں جانتے کہ کس کے سامنے کھڑے ہونے کو جاتا ہوں۔ اور ہر شب و روز میں ایک ہزار رکعت مستحبی نمازیں پڑھا کرتے تھے[1] (امام اہلسنت) زہری کہتے ہیں کہ میں نے کسی قریشی کو علی بن الحسین علیہ السلام سے افضل نہ پایا۔ ہر شب و روز میں ایک ہزار نمازیں پڑھا کرتے تھے اور کثرت عبادت کی وجہ سے آپ کو زین العابدین کہتے ہیں۔ جب نماز کے لئے وضو کرتے تھے تو صورت مبارک کا رنگ زرد ہو جاتا تھا جب کوئی سبب پوچھتا تھا تو فرماتے تھے کہ کیا نہیں جانتے کہ کس کے سامنے کھڑے ہونے کو جاتا ہوں۔ اور جب احرام باندھتے تھے تو چہرہ کا رنگ زرد ہو جاتا تھا اور جسم مبارک لرزنے لگتا تھا اور لبیک کہنے پر قدرت

ھ تین امام یعنی حضرت علی علیہ السلام سے حضرت امام حسین علیہ السلام تک کے فضائل چونکہ ان لوگوں نے مفصل اور بہت زیادہ لکھے ہیں اس لئے بنظر اختصار ہمنے ان حضرات کے حالات کو نقل کرنا ترک کیا اور چوتھے امام سے ابتدا کی ہے ۱۲۔

[1] اور وہ [illegible] صواعق محرقہ صفحہ ۱۱۹ - ۱۲

باقی نہ رہتی تھی اور جب لبیک کہتے تھے تو غش کھا کر سواری سے گر پڑتے تھے[۱]

ائمہ اہلبیت سے (پانچویں امام) حضرت محمد باقرؑ

عبادت اور علم اور زہد میں آپ اپنے پدر بزرگوار کے وارث تھے۔ آپ کو باقر اس وجہ سے کہتے ہیں کہ آپ نے دینی معرفتوں اور مذہبی احکام اور حکمتوں اور باریک مضامین کی حقیقتوں کے مخفی خزانوں کو اس قدر ظاہر فرمایا ہے جن سے انکار وہی شخص کرسکتا ہے جو کور باطن اور بدطینت اور خبیث فطرت ہو۔ انھیں علمی خزانوں کو ظاہر کرنے کی وجہ سے آپ کو باقر العلم اور جامع العلم اور شاہر العلم اور رافع العلم کہتے ہیں۔ قلب آپ کا نورانی تھا علم اور عمل آپ کا پاک تھا نفس آپ کا طاہر تھا۔ اخلاق آپ کے شریف تھے۔ آپ اپنے اوقات کو عبادت خدا میں مشغول رکھتے تھے۔ اور مقاماتِ عارفین میں آپ کے آثار اس قدر ہیں جن کو بیان کرنے سے بیان کرنے والوں کی زبانیں قاصر ہیں۔ اور سلوک اور معارف پروردگار کے متعلق آپ کی فرمائشیں اس قدر ہیں جن کے بیان کرنے کی اس مختصر میں گنجائش نہیں ہے اور آپ کی شرافت اور بزرگی کو سمجھنے کے لئے اسی قدر کافی ہے کہ حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ نے جابر انصاری کی زبانی آپ کو سلام کہلا بھیجا تھا[۲]۔ آپ کو باقر اس وجہ سے کہتے ہیں کہ آپ نے علم کو شگافتہ کیا یعنی اوس کی بیخ و بنیاد کو سمجھا اور اوس کے مخفی مطالب کو معلوم کیا۔ آپ تابعی جلیل القدر اور امام بےنظیر تھے۔ آپ کے کمال اور جلالت قدر پر کل مسلمانوں کا اجماع ہے[۳]

ائمہ اہلبیت سے (چھٹویں امام) حضرت جعفر صادق علیہ السلام

آپ سے علوم لوگوں نے اس قدر نقل کئے ہیں کہ دور دور کے لوگوں نے فیض حاصل کیا ہے اور اپنے ساتھ لے گئے ہیں اور آپ کے علم کا ڈنکا کل شہروں میں پٹا ہوا ہے۔ ائمہ اکابر (اہلسنت) نے آپ سے حدیثیں لی ہیں[۴]۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی

---

[۱] ینابیع المودہ باب ۶۵ صفحہ ۳۱۶ بحوالہ فصل الخطاب با ختصار ۱۲ منہ [۲] صواعق محرقہ صفحہ ۱۲۰ بقدر حاجت ۱۲ منہ [۳] ینابیع باب ۶۵ صفحہ ۳۱۹ بحوالہ فصل الخطاب با ختصار ۱۲ منہ [۴] صواعق محرقہ صفحہ ۱۲۰ بقدر حاجت ۱۲ منہ [۵] لیکن افسوس کا مقام یہ ہے کہ صاحب صحیح بخاری نے خوارج نہروان کے سرغنہ عمران بن الحطان اور حریز جیسے مشہور ناصبی سے حدیثیں لی ہیں لیکن حضرت صادق آل محمد سے حدیثیں لینا انکو گوارا نہ ہوا ۱۲ منہ

جلالت قدر اور سیادت پر کل مسلمانوں نے اتفاق کیا ہے۔ آپ اپنے کل قران پر فضیلت رکھتے تھے۔ دین میں بھر پور علم اور دنیا میں بہت زیادہ زہد اور خواہشات نفسانیہ سے کامل پرہیز اور حکمت میں کامل ملکہ رکھتے تھے[۱]

ائمہ اہلبیت سے (ساتویں امام) حضرت موسیٰ کاظم علیہ السّلام

آپ علم اور معرفت اور فضل وکمال میں اپنے پدر بزرگوار کے وارث تھے۔ آپ چونکہ بہت حلیم اور بُردبار تھے اور لوگوں کے گناہوں کو زیادہ تر بخشدیا کرتے تھے اس وجہ سے آپ کو کاظم کہتے ہیں (کیونکہ لغت میں کظم کا معنیٰ غصہ روکنا ہے) آپ عراق میں باب الحوائج مشہور ہیں (اس لئے کہ آپ کی بارگاہ میں لوگوں کی حاجتیں بہت زیادہ پوری ہوتی ہیں) آپ اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ عبادت گذار اور صاحب علم اور سخی تھے[۲] آپ صابح عبادت گذار سخی۔ بُردبار جلیل القدر۔ کثیر العلم تھے۔ آپ کو لوگ عبدِ صالح کہا کرتے تھے اور طلوعِ آفتاب سے دوپہر تک سجدہ میں رہا کرتے تھے[۳]

ائمہ اہلبیت سے (آٹھویں امام) حضرت علی رضا علیہ السّلام

شرافت اور بزرگی آپ کی مشہور اور قدر ومنزلت آپ کی بہت زیادہ ہے۔ اسی وجہ سے مامون رشید نے آپ کو اپنے قلب کی جگہہ پر قرار دیا اور اپنی لڑکی سے آپ کی شادی کردی۔ اور اپنی سلطنت میں آپ کو شریک کرلیا۔ اور امور خلافت آپ کے سپرد کردیئے۔ ابو حبیب بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سرورِ عالم کو خواب میں دیکھا کہ مسجد میں تشریف رکھتے ہیں اور حضرت کے سامنے صیحانی[۴] خرمے رکھے ہوئے ہیں اون میں سے حضرت نے مجھے

---

[۱] ینابیع باب ۶۵ صفحہ ۳۱۹ بحوالہ فصل الخطاب بقدر حاجت ۱۲ منہ [۲] صواعق محرقہ صفحہ ۱۲۱ بقدر حاجت ۱۲ منہ [۳] ینابیع باب ۶۵ صفحہ ۳۲۱ بحوالہ فصل الخطاب بقدر حاجت ۱۲ منہ [۴] حضرت امیر المومنینؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں حضرت سرور عالمؐ کے ساتھ ایک باغ کے پاس پہونچا تو خرمے کے ایک درخت نے دوسرے سے کہا کہ یہ نبی مصطفےٰؐ اور علی مرتضیٰؑ ہیں پھر اوس دوسرے نے تیسرے سے کہا کہ یہ موسیٰ اور اُن کے بھائی ہارون ہیں پھر چوتھے نے پانچویں سے کہا کہ یہ نوح اور ابراہیم ہیں پھر پانچویں نے چھٹیں سے کہا یہ محمد سید المرسلین اور علی سید الوصیین ہیں حضرت سرور عالم یہ سنکر مسکرائے اور فرمایا کہ انکا نام صیحانی ہے کیونکہ میری اور تمھاری فضیلت کو ایک نے دوسرے کو پکار کر بیان کیا ہے (صیحہ کا معنی پکارنا ہے) (مجمع البحرین) یہ حدیث بروایت جابر بطریق اہلسنت باختلاف قلیل بیان عصمت اہلبیت علیہم السّلام صفحہ ۱۴۳ میں گذر چکی ہے ۱۲ منہ [۵] نیکو کار بندہ

ایک مٹھی خرمے دیئے جو گنتی میں اٹھارہ تھے۔ میں نے اوس خواب کی یہ تعبیر کی کہ میں اٹھارہ سال زندہ رہوں گا۔ اوس کے بیس دن بعد حضرت امام رضا علیہ السلام جب مدینہ سے تشریف لائے تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ حضرت اوسی مسجد میں اوسی جگہہ تشریف رکھتے ہیں جہاں حضرت سرورِ عالم تشریف رکھتے تھے۔ اور اُن کے سامنے صیحانی خرمے رکھے ہوئے ہیں۔ پس میں نے سلام عرض کیا تو حضرت نے جواب سلام کے بعد مجھ کو نزدیک بُلا کر ایک مُٹھی خرمے عطا کئے میں نے جو گنا تو پورے اٹھارہ عدد تھے میں نے عرض کیا کہ حضور کچھ اور مرحمت فرمائیں تو ارشاد فرمایا کہ اگر میرے جدِ بزرگوار زائد عطا فرمائے ہوتے تو میں بھی زائد دیتا۔[1]

آپ کی والدۂ ماجدہ نے بیان کیا کہ زمانۂ حمل میں آپ کے حمل کی گرانی مجھے مطلق معلوم نہ ہوتی تھی اور میں جب سوتی تھی تو اپنے شکم سے تسبیح اور تحمید اور تہلیل کی آواز سُنا کرتی تھی۔ جب آپ متولد ہوئے تو ہاتھوں کو زمین پر ٹیک کر سر کو آسمان کی طرف بلند کیا اور لبوں کو حرکت دینے لگے گویا کہ اپنے پروردگار سے مناجات کر رہے تھے۔ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سرورِ عالم اور حضرت امیرالمومنین علیہما السلام کو خواب میں دیکھا تو حضرت سرورِ عالم نے ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ تمھارا یہ فرزند نور خدا سے دیکھے گا اور حکمت کے ساتھ گویا ہوگا۔ قول و فعل اس کا حق کے مطابق ہوا کرے گا اور یہ کبھی خطا نہ کریگا۔ صاحب علم ہوگا جاہل نہ ہوگا۔ خدا نے اس میں علم اور حکمت کو بھر دیا ہے۔[2]

ائمہ اہلبیت سے دنویں امام حضرت محمد تقی علیہ السلام۔

(آپ کے علم اور فضل و کمال کے متعلق) ایک واقعہ یہ درپیش ہوا کہ حضرت امام رضاؑ کی شہادت کے ایک سال بعد جبکہ آپ نو سال کے تھے بغداد کی ایک گلی میں لڑکے کھیل رہے تھے اور آپ وہاں کھڑے ہوئے تھے کہ یک بیک مامون رشید بغرض شکار

---

[1] صواعق محرقہ صـ ۱۲۳ بقدر حاجت ۱۲ منہ [2] ینابیع باب ۶۵ صـ ۳۲۳ بحوالہ فصل الخطاب بقدر حاجت ۱۲ منہ

[3] اس واقعہ کو مولوی مبین صاحب فرنگی محلی لکھنوی نے بھی وسیلۃ النجات میں لکھا ہے ۱۲ منہ

ہاتھ میں شکرا لئے ہوے وہاں پہونچ گیا۔ لڑکے سب بھاگ گئے لیکن آپ اپنی جگہہ پر کھڑے رہے۔ ماموں نے پوچھا کہ اے بچے تم کیوں نہ بھاگے؟ آپ نے برجستہ فرمایا کہ راہ تنگ نہ تھی تاکہ میں کشادہ کر دیتا۔ میں نے کوئی قصور نہیں کیا تھا تاکہ ڈرتا۔ اور تیری طرف سے میں مطمئن تھا کہ بے قصور کو تکلیف نہ دیگا۔ یہ بات اوس کو پسند آئی اور پوچھا کہ تمھارا اور تمھارے باپ کا کیا نام ہے؟ فرمایا میں محمد ہوں فرزند امام علی رضا ؑ کا۔ اوس نے کہا کہ خدا رحمت نازل کرے تمھارے باپ پر اور چلا گیا۔ میدان میں پہونچکر شکرے کو تیتر پر چھوڑا وہ نظروں سے غائب ہو گیا اور چونچ میں چھوٹی سی مچھلی زندہ لئے ہوے واپس آیا جس سے ماموں رشید کو بہت تعجب ہوا۔ اور واپس آیا دیکھا کہ بچے کھیل رہے ہیں اور حضرت امام محمد تقی علیہ السّلام کھڑے ہوئے ہیں اوس کو دیکھ کر بچے بھاگ گئے اور حضرت مثل پہلے کے کھڑے رہ گئے ماموں مچھلی کو مٹھی میں لئے ہوے تھا۔ حضرت سے پوچھا کہ اے صاحبزادے بتاؤ کہ میری مٹھی میں کیا ہے؟ (آپ نے بعلم غیب خداداد) ارشاد فرمایا کہ خدا نے اپنی قدرت سے دریاؤں میں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں پیدا کی ہیں جن کو سلاطین اور خلفاء کے شکرے شکار کرتے ہیں اور وہ اوس کے ذریعہ سے برگزیدگانِ اہلبیت مصطفےٰ کا امتحان کرتے ہیں۔ یہ سُن کر ماموں نے کہا کہ حق ہے کہ تم امام رضاؑ کے فرزند ہو۔ اور آپ کو اپنے ساتھ لے گیا۔ اور نہایت درجہ عزت اور احترام اور بھلائی کرنے لگا۔ کیونکہ اس کم سنی ہی میں آپ کا فضل اور علم اور انتہا سے بزرگی اور آثار امامت اوس پر اچھی طرح ظاہر ہو گئے۔ اور اوس نے ارادہ کیا کہ اپنی لڑکی سے آپ کا عقد کر دے تو بنو عباس نے مخالفت کی اور رائے یہ قرار پائی کہ علمائے وقت سے آپ کے علم کا پھر امتحان کرایا جائے تاکہ آپ اگر مغلوب ہو جائیں تو یہ نکاح نہ ہو سکے۔ چنانچہ قاضی یحیٰی بن اکثم جو اوس وقت بڑے علماء سے اور قاضی بغداد تھا اوس نے سوالات کئے اور حضرت نے جوابات معقول دیئے۔ پھر حضرت نے ایک سوال کیا جس کا وہ جواب نہ دیسکا۔ ماموں نے کہا کہ میں نے سمجھ لیا ہے کہ باوجود اپنی کم سنی کے کل اہل فضل سے آپ علم اور حلم اور معرفت میں افضل ہیں تب آپ کو اختیار کیا ہے [1]

---

[1] صواعق محرقہ باختصار صفحہ ۱۲۳ چھاپہ مصر ۱۳۱۲ھ

ائمہ اہلبیت سے (دسویں امام) حضرت علی نقی علیہ السلام۔

علم اور سخاوت میں آپ اپنے پدر بزرگوار کے وارث تھے ایک عورت نے اپنے سیدانی ہونے کا دعوٰے کیا۔ متوکل عباسی نے اس کی تحقیق چاہی۔ لوگوں نے کہا کہ اس کی تحقیق امام علی نقی سے ہو سکتی ہے۔ اوس نے آپ کو بلایا اور واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا کہ اس کو درندوں کے پاس چھوڑ دیا جائے اگر سیدانی ہو گی تو وہ ضرر نہ پہونچائیں گے۔ کیونکہ اولاد حسنینؑ کا گوشت درندوں پر حرام ہے۔ یہ سُنکر اوس عورت نے اپنے جھوٹھ کا اقرار کیا۔ متوکل کے حاشیہ نشینوں نے اوس سے کہا کہ جو بات علی نقی نے کہی ہے اوس کا تجربہ خود انھیں پر کیا جائے۔ چنانچہ اوس نے تین درندے اپنے قصر کے صحن میں چھوڑ وا دیئے۔ اور حضرت کو درندوں کے پاس بھیجکر دروازہ بند کرا دیا۔ اور خود چھت پر چڑھکر تماشا دیکھنے لگا۔ درندے ڈکار رہے تھے لیکن جب حضرت اُن کے پاس تشریف لے گئے تو وہ چپ ہو گئے اور آپ کے قدموں پر مُنہ ملنے اور آپ کے گرد پھرنے لگے۔ اور حضرت اپنی آستین حائل کر کے اون پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ پھر وہ درندے گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئے[۱]۔ آپ عبادت گذار اور فقیہہ اور امام تھے۔ آپ ایک مرتبہ اپنے پدر بزرگوار کے چچا جناب علی بن جعفر[لعہ] کے پاس تشریف لائے۔ وہ بغرض تعظیم و احترام کھڑے ہو گئے۔ لوگوں نے اُن سے کہا کہ آپ اُن کے باپ کے چچا ہو کر اون کی تعظیم کرتے ہیں تو آپ نے اپنی داڑھی اپنے ہاتھ سے پکڑ کر فرمایا کہ جب خدا نے اس سفید داڑھی کو امامت کیلئے تجویز نہ کیا تو اگر یہ اُن کی امامت کا اقرار نہ کرے تو ہم اوس کو جہنم کا مستحق سمجھتے ہیں[۲]۔

---

[۱] صواعق محرقہ باختصار صفحہ ۱۲۴ اور اس واقعہ کو مولوی عبداللہ صاحب امرتسری نے بھی ارجح المطالب میں خضرت کے حال میں لکھا ہے ۱۲ منہ [۲] ینابیع صفحہ ۳۲۴ باب ۶۵ بحوالہ فصل الخطاب ۱۲ منہ [لعہ] جناب علی بن جعفر، حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کے جلیل القدر صاحبزادے اور عالم عظیم المنزلت اور فقیہہ اور محدث تھے۔ کتب حدیث میں آپ سے حدیثیں بہت زیادہ نقل کی گئی ہیں۔ جن کو آپ نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام سے روایت کیا ہے ۱۲ منہ

ائمہ اہلبیت کے گیارہویں امام حسن عسکری[۱] علیہ السلام

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی اولاد میں آپ سب سے زیادہ جلیل القدر تھے۔ ایک بار بہلول دانا نے آپ کی کم سنی کے زمانہ میں دیکھا کہ کچھ بچے اخروٹ اور بادام سے کھیل رہے ہیں اور آپ وہاں کھڑے رو رہے ہیں[عہ] (بہلول آپ کو پہچانتے نہ تھے) سمجھے کہ (اخروٹ اور بادام) جو بچوں کے ہاتھوں میں ہیں آپ کے پاس جو نہیں ہیں اسی وجہ سے آپ رو رہے ہیں۔ کہا کہ اے صاحبزادے تمھارے کھیلنے کے لئے بھی اخروٹ اور بادام خرید دوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے کم عقل ہم لوگ کھیلنے کیلئے نہیں پیدا کئے گئے ہیں۔ بہلول نے پوچھا کہ پھر کس لئے پیدا کئے گئے؟ فرمایا کہ علم اور عبادت کیلئے۔ کہا کہ یہ کیونکر معلوم ہوا؟ فرمایا کہ کلام پروردگار سے۔ ارشاد فرماتا ہے اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّاَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ یعنی کیا تم لوگ گمان کرتے ہو کہ میں نے تم لوگوں کو بیکار پیدا کیا ہے اور تم میرے پاس پلٹ کر نہ آؤ گے۔ بہلول نے کہا کہ آپ مجھے کچھ نصیحت کریں تو آپ نے چند شعر نصیحت[عہ] آمیز پڑھے اور غش کھا کر گر گئے۔ جب آپ ہوش میں آئے تو بہلول نے کہا کہ اے صاحبزادے آپ کیوں اس قدر متاثر ہوتے ہیں آپ تو بچے ہیں آپ کے لئے کوئی گناہ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا چپ رہو اے بہلول میں نے اپنی مادر گرامی کو دیکھا ہے کہ جب بڑی لکڑیاں آگ نہیں پکڑتیں تو پہلے چھوٹی لکڑیوں کو جلاتی ہیں۔

---

۱ آپ کو عسکری اس وجہ سے کہتے ہیں کہ آپ سامرہ میں تشریف رکھتے تھے اور سامرا کو لشکرگاہ ہونے کی وجہ سے عسکریہ کہتے تھے ۱۲ منہ عہ بعد کے مضامین سے معلوم ہوگا کہ رونا آپ کا بچوں کے کھیلنے پر نظر عبرت وافسوس تھا نہ اس وجہ سے کہ آپ کے پاس کھیلنے کی چیزیں نہ تھیں اور آپ کھیل میں شریک نہ تھے ۱۲ منہ عہ وہ اشعار یہ ہیں

اَرَی الدُّنْیَا تُجَهَّزُ بِانْطِلَاقٍ مُشَمِّرَةً عَلٰی قَدَمٍ وَّسَاقٍ فَلَا الدُّنْیَا بِبَاقِیَةٍ لِحَیٍّ وَلَا حَیٌّ عَلَی الدُّنْیَا بِبَاقٍ

کَاَنَّ الْمَوْتَ وَالْحَدَثَانَ فِیْهَا اِلٰی نَفْسِ الْفَتٰی فَرَسَا سِبَاقٍ فَیَا مَغْرُوْرُ بِالدُّنْیَا رُوَیْدًا وَمِنْهَا خُذْ لِنَفْسِكَ بِالْوِثَاقِ

دیکھتا ہوں دنیا کوچ کرنے پر آمادہ ہے۔ دامن اپنا قدم اور پنڈلیوں سے اوپر چڑھا لیا ہے۔ پس نہ دنیا کسی زندہ کیلئے باقی رہنے والی ہے اور نہ کوئی زندہ دنیا میں باقی رہنے والا ہے۔ گویا کہ موت اور آفتیں اس دنیا میں گھوڑ دوڑ کے دو گھوڑے ہیں جو انسان کی طرف تیزی سے آ رہے ہیں۔ پس اے دھوکا کھانیوالے دنیا سے دنیا کو چھوڑ دو اور اس دنیا سے [illegible] لی کوئی چیز آخرت کیلئے لیلو

ہیں ڈرتا ہوں کہ جہنم کی چھوٹی لکڑی کہیں میں نہ قرار دیا جاؤں۔ (بہلول نے) کہا کہ اے صاحبزادے میں آپ کو عاقل پاتا ہوں کچھ اور موعظہ کیجئے۔ آپ نے پھر کچھ اشعار پڑھے۔ یہاں تک کہ بہلول غش کھا کر گر گئے۔ جب افاقہ ہوا تو آپ کو نہ پایا۔ لڑکوں سے پوچھا کہ یہ صاحبزادے کون تھے۔ بچوں نے کہا کہ تم نے نہ پہچانا یہ حسین بن علی علیہما السلام کی اولاد سے ہیں۔ بہلول نے کہا کہ البتہ ایسی معرفت کسی دوسرے گھرانے میں نہیں ہو سکتی[1]

ائمہ اہلبیت سے (بارہویں امام) حضرت حجت آخرالزمان علیہ السلام عجل اللہ فرجہ

آپ اپنے پدر بزرگوار کی وفات کے وقت پانچ سال کے تھے۔ لیکن اوسی زمانہ میں خداوند عالم نے آپ کو دزیور حکمت (یعنی علم سے آپ کو آراستہ کر دیا تھا۔ اور آپ کو قائم منتظر اس وجہ سے کہتے ہیں کہ آپ نظروں سے غائب ہیں[2]۔ لوگوں نے کہا ہے کہ خدا نے بچپن ہی میں آپ کو حکمت اور علم قضاوت عطا کیا تھا۔ اور اہل عالم کیلئے اپنی نشانی قرار دی تھی۔ جس طرح حضرت یحییٰ کیلئے فرمایا ہے کہ یا یحییٰ خذ الکتاب بقوۃ واتیناہ الحکم صبیا یعنی اے یحییٰ کتاب کو پوری طرح سے اختیار کرو اور دیا ہمیں نے علم قضاوت یحییٰ کو بچپن ہی میں۔ اور حضرت عیسیٰ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے قالوا کیف نکلم من کان فی المھد صبیا یعنی یہودیوں نے کہا کہ ہم لوگ گود کے بچے سے کیا گفتگو کریں۔ لیکن حضرت عیسیٰ نے گود ہی میں اون سے گفتگو کی۔ (مقصود یہ ہے کہ جو حالت بچپن میں حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی تھی وہی حالت حضرت حجت صلوات اللہ علیہ کی تھی) اور خدا نے آپ کی عمر کو اوسی طرح طویل کیا جیسے حضرت خضر اور الیاس علیہما السلام کی عمر کو[3] واضح ہو کہ ہم نے ان حضرات کی فضیلتوں کو دونوں کتابوں سے تھوڑا تھوڑا بقدر حاجت نقل کیا ہے۔ جو صاحب تفصیلی فضائل و کمالات ملاحظہ کرنا چاہیں وہ صواعق محرقہ

---

[1] صواعق محرقہ صفحہ ۱۲۴ باضافہ قلیل۔ ہم نے اس واقعہ کو مرشد امامت جلد اول میں ارجح المطالب و رروض الریاحین سے مع اشعار کے مفصل لکھا ہے ۱۲ راحت حسین [2] صواعق محرقہ صفحہ ۱۲۴ ۱۲ منہ
[3] ینابیع باب ۶۵ صفحہ ۳۲۵ بحوالہ فصل الخطاب باختصار ۱۲ منہ

ینابیع المودہ۔ وسیلۃ النجات وغیرہ کو یا ہماری کتاب مرشد امت جلد اول کو ملاحظہ کریں جس میں ہم نے اہل سنت کی چند کتابوں سے بہت کچھ تذکرے آنحضرت کے فضائل و مکارم و معجزات کے جمع کر دیئے ہیں **نتائج** گیارہویں اور بارہویں دونوں مقدموں یعنی عصمت اور علوم و کمالات و مکارم اہلبیت علیہم السلام کے گذشتہ تفصیلی بیان سے چند نتیجے حاصل ہوتے ہیں۔ جو تفسیر قرآن مقدس میں بہت زیادہ دخل رکھتے ہیں اور تفسیر کے مطالعہ کے وقت ان کو پیش نظر رکھنا بہت ضروری ہے۔

(۱) اہلبیت علیہم السلام اور کل انبیاء اور اوصیاء علیہم السلام ابتداء عمر سے آخر عمر تک کل گناہان کبیرہ اور صغیرہ سے معصوم اور کل عیوب اور نقائص خلقی و خلقی سے پاک تھے۔ کوئی گناہ ان سے عمداً صادر ہو سکتا تھا نہ سہواً اور نسیاناً اور صادر نہ ہونا ان کا اختیاری امر تھا اس میں مجبور نہ تھے۔

(۲) یہ حضرات علوم سرور عالم اور علوم جملہ انبیاء اور علوم قرآن و جملہ کتب سماویہ کے مثل حضرت سرور عالم کے جامع تھے۔

(۳) علوم ان کے افاضات اور الہامات الٰہیہ اور تعلیمات نبویہ سے حاصل ہوئے تھے۔

(۴) کل مکارم اخلاق کے جامع تھے۔

(۵) حضرت سرور عالم نے ان کو بہت سے ایسے علوم بھی تعلیم کئے تھے جن کو قبل از وقت اور اپنے عصر میں غیر ضروری اور غیر محتاج الیہ سمجھ کر حضرت نے دوسروں کو تعلیم نہیں فرمائے تھے۔ وہ علوم ان کے پاس امانت اور مخزون تھے جنکو رفتہ رفتہ اوقات حاجت میں ائمہ نے بیان فرمائے ہیں۔

(۶) یہ حضرات علوم و کمالات میں کل امت محمدیہ سے خواہ وہ صحابہ ہوں یا غیر سب سے اعلم اور افضل تھے

(۷) کل امت کو خدا و رسولؐ نے ان سے علم حاصل کرنے کا حکم دیا کیونکہ عصمت اور علم اور عمل نے ان کو بے خطاء اور واقع بین اور حق رس بنا دیا تھا اور ہر طرح سے احکام خدا اور اس کی مرضی اور مطلوب اور پسندیدہ چیزوں کے لئے یہ حضرات مرآۃ اور آئینہ تھے اور حق ان کے ساتھ تھا اور یہ حق کے ساتھ۔ قول اور فعل میں ہرگز حق سے جدا نہیں ہو سکتے تھے اور نہ خطا کرنا ان کی شان سے تھا۔

(۸) کل امت علوم میں ان کی طرف محتاج تھی اور یہ کسی کے محتاج نہ تھے۔

(۹) ان کی پیروی میں نجات ہے اور ان سے علیحدگی میں ہلاکت اور گمراہی۔ اسلئے انھیں کا قول اور فعل حجت ہے اور دوسروں کا قول اور فعل بے اعتبار۔

(۱۰) ان کا مدمقابل کوئی دوسرا نہیں ہوسکتا خواہ وہ صحابہ ہوں یا دوسرے۔

(۱۱) یہ حضرات خدا کے خالص مطیع اور فرمانبردار بندے تھے اور ان کے کل حرکات و سکنات خدا کے ارادوں کے مطابق ہوا کرتے تھے۔

(۱۲) ان کا اور ان کے علوم کا سلسلہ قیامت تک باقی رہیگا اور قیامت تک پیدا ہونیوالے جن والنسان پر یہ حجت خدا ہیں اور ان کی پیروی اون پر واجب ہے اور ان سے علوم حاصل کرنے کا اون کو حکم خدا ورسول ہے۔

(۱۳) قرآن مجید قرآن ساکت وصامت اور بیان کرنے والے کی طرف محتاج ہے اور غلط راہ پر چلنے والوں اور اوس کا غلط معنی ومطلب لگانے والوں کو روک نہیں سکتا۔ اور یہ حضرات قرآنِ ناطق ہیں اور خطاکار کو راہ خطا سے روک سکتے اور غلطی پر متنبہ کرسکتے ہیں۔ نہ ماننے والے نہ مانیں یہ اون کا فعل ہے۔

(۱۴) یہی لوگ ہادی برحق اور اَئِمَّۃً یَّھْدُوْنَ بِاَمْرِنَا کے مصداق ہیں جو حق سے کسی کو جدا نہیں کرسکتے اور باطل اور ہلاکت میں ڈال نہیں سکتے اور مخالف ان کے گمراہ اور گمراہ کن اور اَئِمَّۃً یَّدْعُوْنَ اِلَی النَّارِ کے مصداق ہیں جو حق سے بالکل کنارے اور باطل کے ہم آغوش ہیں۔ جو اپنی پیروی کرنے والوں کو اپنے ساتھ وہاں لیجائیں گے جو جگہ اون کے ضلالت اور اضلال کی وجہ سے اون کیلئے مہیا کی گئی ہے۔

پس تفسیر قرآن اور علوم دینیہ میں سوائے اہلبیت حضرت سرورِ عالم کے کسی دوسرے کی ذاتی رائے حجت اور معتبر نہیں ہے اور نہ خدا کی بارگاہ میں قابلِ سماعت اور لائق قبول۔

واضح رہے کہ میں نے جو حدیثیں ینابیع المودۃ اور ارحج المطالب اور وسیلۃ النجات وغیرہ سے نقل کی ہیں یا آئندہ نقل کروں گا وہ صاحبانِ کتاب کی ذاتی رائیں نہیں ہیں بلکہ حدیثیں ہیں جن کو ان لوگوں نے معتبر کتابوں کا حوالہ دیکر نقل کیا ہے اسلئے ان حدیثوں کے اعتبار کی دو قوی وجہیں موجود ہیں۔ ایک خود ان جلیل القدر سُنّی عالموں کا اون کو قبول کرلینا۔ دوسرے اون گرامی منزلت سُنّی علماء کا قبول کرلینا جن کی کتابوں سے اونھوں نے نقل کیا ہے۔

شاہ عبد الحق صاحب محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ صحاح ستہ میں بھی ضعیف حدیثیں موجود ہیں اور صحیح حدیثوں کو دوسرے ائمہ نے بھی جمع کیا ہے۔ اور امام مسلم کہتے ہیں کہ ہم نہیں کہتے کہ جن حدیثوں کو ہم نے نہیں لکھا ہے وہ ضعیف ہیں۔ اور بخاری اور مسلم نے جن صحیح حدیثوں کو چھوڑ دیا تھا اون کو امام حاکم نے مستدرک میں جمع کر دیا ہے اور بہت سی صحیح حدیثیں ایسی بھی ہیں جن کو مسلم اور بخاری نے نہیں لکھا ہے۔ (مقدمہ شرح فارسی مشکوۃ مطبوعہ اعظم المطابع جونپور ص ۱۶) اگر کسی امر کا صحاح ستہ میں نہ ہونا اوس کی بے اعتباری کا سبب ہو سکتا ہو تو صحاح ستہ میں یہ بھی مذکور نہیں ہے کہ صاحبان صحاح ستہ ناصبی یا خارجی نہ تھے۔ اس لئے اون کا ناصبی یا خارجی نہ ہونا بھی ماننے کے لائق نہ ہونا چاہئے۔

تیئسواں مقدمہ

قرآن کی جامعیت اصول دین اور فروع دین کے احکام اور اون کے قواعد اور اخلاق اور قصص و حکایات اور بندوں کے حاجت کی چیزیں اور گذشتہ اور آئندہ کی خبریں سب قرآن میں موجود ہیں جن کی پوری تفصیل کو سوا اہلبیت عصمت و طہارت کے اور بعض اون لوگوں کے جن کو ان حضرات نے تعلیم کئے ہیں کوئی نہیں جانتا۔ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین (سورۂ انعام پارہ ۷ آیت ۵۹) یعنی کوئی تر اور خشک چیز ایسی نہیں ہے جو قرآن میں مذکور نہ ہو۔

بطریق شیعہ حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ نے ارشاد فرمایا کہ اعطیت جوامع الکلم (مجمع البحرین و کرلغت جمع) یعنی مجھ کو ایسی کتاب دی گئی ہے جو اپنے مختصر الفاظ میں کل باتوں کو جمع کئے ہوئے ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ خداوند عالم نے قرآن میں سب چیزیں بیان کر دی ہیں واللہ خداوند عالم نے کوئی چیز ایسی نہیں چھوڑی ہے جس کے بندے محتاج ہیں۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ فلاں چیز قرآن میں نہیں ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ خدا نے تمھارے نبی پر انبیاء کو ختم کیا اون کے بعد کبھی کوئی نبی نہ ہوگا۔ اور تمھاری کتاب (قرآن) پر کتابوں کو ختم کیا اسکے بعد کوئی کتاب کبھی نازل نہ ہوگی۔ اور اس میں سب چیزیں بیان کر دی ہیں۔ اور تمھاری پیدائش اور آسمان اور زمین کی پیدائش اور تم سے پہلے کی خبریں اور تمھارے زمانہ کے احکام اور تمھارے بعد کی خبریں او

بہشت اور دوزخ کے حالات اور تمہارا آخری انجام سب کو بیان کر دیا ہے۔ پھر ارشاد فرماتے ہیں کہ کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس میں دو آدمی آپس میں اختلاف کریں اور اوس کیلئے کوئی قاعدہ قران میں نہ ہو لیکن تمہاری عقلیں اوس تک پہونچ نہیں سکتیں ؎۱۔ حضرت امام حسنؑ کو شرمندہ کرنے کے لئے معاویہ نے اون سے پوچھا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔ لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین یعنی ہر ترا و رخشک چیز قران میں موجود ہے تو یہ بتائیے کہ میری اور آپ کی ڈاڑھی کا ذکر کس آیت میں ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ ہے خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا (سورۂ اعراف آیت ۵۸ پارہ ۸) یعنی پاک زمین میں خدا کے حکم سے گھانس بھرپور نکلتی ہے اور خبیث اور بری زمین میں بہت تھوڑی جہاں تہاں نکلتی ہے۔ حضرت کی ڈاڑھی گھنی تھی اور معاویہ کی ڈاڑھی کوسج تھی یعنی بال اوس میں کہیں کہیں تھے اور بہت کم۔ یہ جواب سُن کر معاویہ بہت شرمندہ ہوا اور اہل جلسہ کی نگاہوں میں خفیف اور ذلیل (تفسیر منہج الصادقین جلد ا بذیل تفسیر آیت مذکورہ صـ ۴۴۸)۔

بطریق اہلسنت حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب بہت سے فتنہ برپا ہونے والے ہیں۔ پوچھا گیا کہ اون سے نجات دینے والی کیا چیز ہے۔ فرمایا کتاب خدا جس میں تم سے پہلے کی خبریں ہیں اور تمہارے بعد کی اور تمہارے زمانہ کے احکام ؎۲۔ حسن بصری کہتے ہیں کہ خدا نے کل ایک سو چار کتابیں نازل کیں اور ان سب کے علوم کو چار کتابوں میں جمع کیا ؏۱ توریت ؏۲ انجیل ؏۳ زبور ؏۴ فرقان۔ اور سابق تینوں کتابوں کے مضمون کو فرقان (قران) میں جمع کر دیا ؎۳۔ شافعی کہتے ہیں کہ دینی ہر واقعہ کی دلیل قران میں موجود ہے ؎۴۔ عبد اللہ بن عباس (جنھوں نے علوم قران حضرت علی علیہ السلام سے حاصل کئے تھے) بیان کرتے ہیں کہ اگر میرے اونٹ کی عقال (یعنی چھان) گم ہو جائے تو میں اوس کا پتہ بھی قران ہی سے لگاؤں گا ؎۵۔

؎۱ فصول المہمہ مصنفہ حر عاملی علیہ الرحمۃ ابواب کلیات متعلق اصول فقہ۔ باب ۷ صـ ۶۱ چھاپہ ایران ۱۲ منہ

؎۲ تفسیر اتقان علامہ سیوطی جلد ۲ نوع ۶۵ صـ ۱۲۵ بحوالہ ترمذی وغیرہ ؎۳ اتقان بہ نشان بالا ۱۲ منہ

؎۴ اتقان بہ نشان بالا ۱۲ منہ ؎۵ اتقان بہ نشان بالا صـ ۱۲۶ ۱۲ منہ

بعض لوگوں نے حضرت سرورِ عالم کے عمر کے سنوں کا شمار وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَاءَ اَجَلُهَا
سے نکالا ہے کیونکہ یہ آیت سورۂ منافقون میں مذکور ہے اور منافقون ترسٹھواں سورہ ہے
اور حضرت کی عمر بھی ترسٹھ سال تھی[1]۔ ابوبکر بن مجاہد کہتے ہیں کہ دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے
جس کا ذکر قرآن میں نہ ہو۔ اور ابن برہان کہتے ہیں کہ ہر چیز یا تو قرآن میں خود مذکور ہے
یا اوس کے لئے کوئی قاعدہ مذکور ہے خواہ وہ قاعدہ اوس سے قریب ہو یعنی خاص اوسی
قسم کے لئے ہو یا دور ہو یعنی عام ہو جس سے بہت سی چیزوں کے احکام نکالے جا سکتے ہوں
جس نے اوس قاعدہ کو سمجھا اوس نے اوس چیز کے حکم کو سمجھا اور جس نے اوس قاعدہ کو نہ
سمجھا وہ اوس چیز کے حکم میں بھی حیران و سرگرداں رہا[2]۔ صرفی۔ نحوی۔ لغوی۔ فلسفی۔ نجومی۔
ریاضی۔ مورخ۔ اصولی۔ فقیہ۔ طبیب۔ غرض ہر فن والوں نے اپنے فن میں قرآن
سے مطالب لئے ہیں اور فائدہ اوٹھایا ہے[3]

چوبیسواں مقدمہ

قرآن کے لئے ظاہر ہے اور باطن فریقین کی متعدد حدیثوں سے معلوم
ہوتا ہے کہ آیات قرآن مجید کے لئے ظاہری معانی ہیں اور باطنی جن کو تاویل بھی کہتے ہیں
اور یہ کہ مصادیق[4] ان آیات کے صرف ایک زمانہ کے لوگ نہیں ہیں بلکہ تدریجی ہیں یعنی
جن لوگوں پر ان آیتوں کے احکام جاری ہوتے ہیں اور جو لوگ ان آیتوں کے تحت میں
داخل ہیں اور خطاباتِ پروردگار اون کو شامل ہیں وہ زمانۂ نزولِ قرآن سے قیامت تک
کے لوگ ہیں۔ اور یہ کہ ان باطنی معانی کو سوا خداوندِ عالم الغیوب اور حضرت سرورِ کائنات
اور اون کی عترت طاہرہ کے کوئی دوسرا انہیں جانتا لیکن وہ شخص جس کو انھیں حضرات نے
تعلیم کیا ہو۔

---

[1] اتقان جلد ۲ ص۱۲۶ [2] اتقان بہ نشان بالا ص۱۲۶ ۱۲ منہ [3] اتقان بہ نشان بالا ۔ ۱۲ منہ
[4] مصادیق جمع ہے مصداق کی اور مصداق اُنکو کہتے ہیں جس پر کوئی معنی مطابق ہو۔ جیسے انسان کے معنی کے مصداق اشخاص
[illegible] یا اوس پر کوئی لفظ مطابق ہو جیسے لفظ زید کا مصداق اوس کی ذات ہے ۱۲ منہ

حدیثیں بطریق شیعہ (منتخب از تفسیر مرآۃ الانوار مصنفہ مولانا عبد اللطیف گازرونی

ص۳ و ۴ فصل ۱) ص۱ جابر انصاری بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے کسی آیت کی تفسیر پوچھی تو آپ نے بیان فرمایا۔ پھر اوسی کی تفسیر پوچھی تو دوسرا جواب دیا۔ میں نے عرض کیا کہ میں آپ پر فدا ہوں آج سے پہلے میں نے آپ سے اسی آیت کی تفسیر پوچھی تھی تو آپ نے دوسرا جواب فرمایا تھا تو ارشاد فرمایا کہ اے جابر قران کے لئے باطنی معنی ہے اور اوس باطنی معنی کے لئے بھی دوسرا باطنی معنی ہے اور ظاہری معنی ہے اور اوس ظاہری معنی کیلئے بھی دوسرا ظاہری معنی ہے۔ اے جابر تفسیر قران سے بڑھکر کوئی دوسری چیز لوگوں کی عقلوں سے زیادہ دور نہیں ہے۔ کچھ آیتیں ایسی بھی ہیں جنکا شروع کسی چیز کے متعلق ہے اور آخر کسی دوسری چیز کے متعلق۔ حالانکہ وہ ایک کلام ہے جو کئی معنی پر محمول ہوتا ہے۔

مولانا عبد اللطیف اعلی اللہ مقامہ تحریر فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا ابتدائی حصہ چند چیزوں کو بتارہا ہے ع۱ یہ کہ تاویلیں ایسی بھی ہیں جن کے لئے ظاہری اور باطنی دونوں معنی ہیں ع۲ یہ کہ ایک ہی آیت میں تاویلیں متعدد بھی ہیں ع۳ یہ کہ اس میں کوئی منافات نہیں ہے کہ ایک آیت کے ابتدائی حصہ سے ایک چیز مقصود ہو اور آخری حصہ سے دوسری چیز ع۴ یہ کہ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک آیت کے ابتدائی حصہ سے اوسکا ظاہری معنی مقصود ہو اور اوس کے آخری حصہ سے باطنی معنی۔ یا اوس کا الٹا۔ پس اگر ان قسموں میں سے کسی ایک کی تفسیر اہلبیت علیہم السلام کی فرمائشوں میں دیکھو تو تعجب نہ کرنا۔ کیونکہ اہلبیت علیہم السلام تنزیل اور تاویل کو اور پوچھنے والوں اور سننے والوں کے مناسب

---

۵ علامہ سیوطی نے مثال میں اس قسم کی کئی آیتیں لکھی ہیں جیسے اِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یہ آیت باوجود ایک کلام ہونے کے مِنَ الصَّلٰوۃِ تک نماز سفر کے متعلق ہے اور اِنْ خِفْتُمْ سے آخر تک نماز خوف کے متعلق۔ اور اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَۃً اَفْسَدُوْھَا وَجَعَلُوْۤا اَعِزَّۃَ اَھْلِھَاۤ اَذِلَّۃً وَکَذٰلِکَ یَفْعَلُوْنَ یہ آیت بظاہر ایک متکلم کا کلام معلوم ہوتی ہے حالانکہ اذلۃ تک کلام بلقیس ہے اور اوس کے بعد کلام پروردگار۔ اور مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ھٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ یہ آیت بھی بظاہر ایک متکلم کا کلام معلوم ہوتی ہے حالانکہ مرقدنا تک کفار کا کلام ہے اوس کے بعد ملائکہ کا۔ (اتقان جلد ا نوع ۲۹ ص۹۲) ۱۲۔

حال کو خوب جانتے تھے اسی وجہ سے حدیث میں آیا ہے کہ قرآن مجید کی آیتیں بہت سے پہلو
رکھتی ہیں۔ پس چاہیئے کہ اون کو بہتر پہلو (اور مناسب حال معنی) پر محمول کرو۔ اور اس کی تائید
اوس حدیث سے ہوتی ہے جس کو کلینی علیہ الرحمہ نے کافی میں نقل کیا ہے۔ کہ عمر بن یزید نے
انھیں حضرت سے کلام پروردگار اَلَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖۤ اَنْ یُّوْصَلَ کی تفسیر پوچھی
تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ آیت رحم[1] آل محمد صلی اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں نازل ہوئی
ہے اور کبھی تمھارے اہل قرابت بھی مراد لئے جاسکتے ہیں۔ پس تم لوگ ان میں نہ ہونا جو کہتے
ہیں کہ وہ ایک ہی امر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ ع۳ فضیل بن یسار نے حضرت امام جعفر صادق
سے اسی آیت (مذکورہ بالا) کی تفسیر پوچھی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن کی ہر آیت کیلئے ظاہری
معنی ہے اور باطنی۔ اور ہر لفظ کیلئے ایک حکم ہے جس کے جاری ہونے کی جگہیں جدا جدا ہیں
ع۳ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے عبد الرحیم قصیر سے لِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ کی تفسیر میں ارشاد فرمایا
کہ حضرت علی علیہ السلام ہادی تھے اور ہادی ہم ہی اہلبیت سے ہوا کرتا ہے تو عبد الرحیم نے
کہا کہ میں آپ پر فدا ہوں پس اس بنا پر آپ بھی تو ہادی ہیں۔ حضرت نے فرمایا سچ کہتے
ہو۔ دیکھو قرآن زندہ ہے مر نہیں سکتا اور آیتیں بھی زندہ ہیں مر نہیں سکتیں۔ اگر آیتیں خاص
قوموں کے حق میں نازل ہوتیں اور اونھیں کے ساتھ خاص ہوتیں تو اون کے مرجانے
پر آیتیں بھی مرجاتیں (یعنی اون کا کوئی مورد اور محل باقی نہ رہتا اور اون کے احکام کے جاری
ہونے کا زمانہ ختم ہو جاتا اور قرآن بیکار ہو جاتا) لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ اوس کے احکام
جیسے اگلوں کے حق میں جاری تھے اون کے بعد والوں پر بھی جاری رہینگے۔

یہ حدیث صاف بتا رہی ہے کہ قرآن مقدس کے احکام ہر زمانہ کے لوگوں کو ایک طرح
سے شامل ہیں اور سب پر ایک عنوان سے جاری ہیں ع۴ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے
ارشاد فرمایا کہ تفسیر قرآن سات طرح پر ہے بعض صورتیں اوس کی گذر چکیں اور بعض باقی ہیں
اور ان کل صورتوں کو (ہم) ائمہ اہلبیت جانتے ہیں ع۵ حضرت امام جعفر صادق ع نے
اپنے آباء کرام کے سلسلہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ نے
ارشاد فرمایا کہ جس وقت فتنے تم پر اندھیری رات کی طرح چھا جائیں اور دنیا کو تمھاری نگاہوں

لہ یعنی اہلبیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ صلہ رحم اور حسن سلوک کرنے کیلئے نازل ہوئی ہے ۱۲

اندھیر کردیں تو تم قرآن کو اختیار کرو کیونکہ وہ ایسا شافع مشفع ہے یعنی اچھی راہ بتانے والا ہے جس کی راہ نموئی حجت اور مقبول ہے۔ آگے چل کر فرمایا کہ اوس کے لئے ظاہری معنی ہے اور باطنی۔ پس ظاہر اوس کا حکم ہے اور باطن اوس کا علم۔ ظاہر اوس کا اچھا ہے اور باطن اوس کا گہرا اور اوس کے لئے حدیں ہیں اور اون حدوں پر حدیں ہیں۔ اوس کے عجائبات شمار سے باہر ہیں اور اوس کی نفاستیں کہنہ ہونے والی نہیں ہیں۔ حضرت امام محمد باقرؑ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن کی تفسیر سات طرح پر ہے بعض صورتیں اوس کی گذر چکیں اور بعض باقی ہیں (مرآۃ الانوار) ع۱ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ قرآن کے لئے ظاہر ہے اور باطن۔ اور اوس باطن کے لئے بھی باطن ہے سات باطن تک (تفسیر صافی مقدمہ)

حدیثیں بطریق اہلسنت ع۱ نقاش نے اپنی تفسیر میں ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ جو کچھ تفسیر میں نے سیکھی حضرت علی بن ابی طالبؑ سے سیکھی۔ اور قرآن سات حرفوں (یعنی محاوروں) میں نازل ہوا ہے اور ہر حرف کے لئے ظاہری معنی ہے اور باطنی۔ اور حضرت علیؑ ظاہری اور باطنی دونوں کو جانتے ہیں۔ ع۲ ابن مسعود بیان کرتے ہیں کہ قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ہے اور ہر حرف کیلئے ظاہری معنی ہے اور باطنی۔ اور حضرت علیؑ بن ابی طالبؓ کے پاس ظاہری اور باطنی دونوں کا علم ہے۔ ع۳ ابن مسعود بیان کرتے ہیں کہ قرآن سات حرفوں پر نازل کیا گیا۔ اور ہر حرف کیلئے ظاہری معنی ہے اور باطنی۔ اور ہر حرف کیلئے ایک حد (یعنی سحم) ہے اور مطلع (یعنی جاری ہونے کا محل اور مقام)۔ ع۴ ابن مسعود بیان کرتے ہیں کہ قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا اور ہر حرف کیلئے ظاہری معنی ہے اور باطنی۔ اور علی بن ابی طالب علیہ السلام دونوں کو جانتے ہیں۔ ع۵ ابن مسعود بیان کرتے ہیں کہ قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا اور ہر حرف کیلئے ظاہری معنی ہے اور باطنی۔ اور علیؑ کے پاس قرآن کے ظاہری معنی کا بھی علم ہے اور باطنی معنی کا بھی۔ ع۶ حضرت علیؑ نے ابن عباس سے فرمایا کہ القرآن حمال ذو وجوہ یعنی قرآن بہت سے معانی پر محمول ہوتا ہے (اتقان جلد اول نوع ۳۹ ص ۱۴۲)

سه الشفاعۃ۔ السؤال فی التجاوز عن الذنوب الجرائم وربما یطلق علی مطلق السؤال للغیر والدلالۃ الی الشر او الخیر ۱۲ مرآۃ الانوار لہ مرآۃ الانوار بحوالہ تفسیر نقاش ۱۲ منہ ۲ مرآۃ الانوار صہ بحوالہ احیاء العلوم مصنفہ غزالی وحلیۃ الاولیا مصنفہ حافظ ابو نعیم ۱۲ منہ ۳ کنز العمال جلد ۱ ص ۲۲۵ بحوالہ طبرانی در کبیر بروایت ابن مسعود ۱۲ منہ ۴ ینابیع المودہ باب ۱۴ ص ۶۵ بحوالہ فصل الخطاب ۱۲ منہ ۵ ینابیع المودہ باب ۱۴ ص ۶۵ بحوالہ الحموینی ۱۲ منہ

نتیجۂ کلام۔ فریقین کی ان مذکورہ حدیثوں سے تین باتیں معلوم ہوئیں۔ **ایک یہ کہ** قران کے ا
ظاہری اور باطنی دو معنی ہیں بعض آیتوں کا ظاہری معنی اہلبیتِ حضرت سرورِ عالم سے تعلق رکھتا ہے
اور باطنی معنی دوسروں سے۔ اور بعض آیتوں کا باطنی معنی اہلبیتؑ سے تعلق رکھتا ہے اور ظاہری
معنی دوسروں سے۔ اور بعض کا ظاہری اور باطنی دونوں اہلبیت سے تعلق رکھتا ہے اور بعض کا
دونوں معنی دوسروں سے۔ اسلیئے اگر کسی ایسی آیت کا تعلق اہلبیت یا دشمنانِ اہلبیت سے بتایا جا
جسکا ظاہری معنی ان سے بالکل بے تعلق معلوم ہوتا ہو یا اوس کے آگے یا پیچھے کی آیت ظاہری
بے ربطی کی وجہ سے ان پر محمول کرنے سے روکتی ہو تو اس سے متوحش نہ ہونا چاہئے کیونکہ اگر ظاہری
اور باطنی دونوں معنی ایک ہی ہوں تو ظاہری ظاہری اور باطنی باطنی نہ رہیگا اور **دوسری بات**
حدیث نمبر ا کے آخری حصے سے یہ معلوم ہوئی کہ آیتیں ایسی بھی ہیں جن کا ایک ٹکڑا[1] ایک چیز سے
تعلق رکھتا ہے اور دوسرا ٹکڑا دوسری چیز سے۔ کیونکہ بعض آیتوں کا نزول موقع اور ضرورت کی
مناسبت سے غیر مسلسل ہوا ہے اور بعض آیتوں میں مختلف لوگوں کے تذکرے بے ارتباط اور مناسبت کیوجہ سے ایک
ہی آیت میں کر دیئے گئے ہیں۔ اس لئے نہ تو ایک آیت کا ایک ہی شخص سے متعلق ہونا ضروری ہے
اور نہ کسی ٹکڑے کے قبل اور بعد کا اوس سے مربوط اور مناسب ہونا ضروری ہے **پس** ایسی صورت
میں آیتِ تطہیر کا اہلبیت حضرت سرورِ عالم کے ساتھ مخصوص اور ازواج سے بالکل بے تعلق[2] ہونا کوئی

---

[1] علامہ سیوطی تفسیر اتقان نوع ۲۹ صہ۹۲ جلد ا میں لکھتے ہیں کہ آیت هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْکُنَ اِلَیْهَا سے فَتَعَالَی اللّٰهُ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ تک بعض آیتوں سے ہے جو دیکھنے میں تو ایک ہیں لیکن اون کا ابتدائی حصہ کسی سے تعلق رکھتا ہے اور وسطی کسی دوسرے سے اور آخری کسی تیسرے سے پس یہ آیت فَلَمَّآ اٰتٰهُمَا صَالِحًا تک حضرت آدم و حوا سے تعلق رکھتی ہے اور اوس کے بعد کا حصہ عربوں سے۔ اور قاضی بیضاوی نے اگرچہ مثل ان کے مفصل نہیں لکھا ہے لیکن اصل مطلب میں ان کے موافق ہیں وہ لکھتے ہیں کہ جعلا اور اٰتٰهُمَا سے لفظ اولاد کو جو مضاف ہے گرا کر مضاف الیہ کو اوسی جگہہ پر قرار دے دیا ہے۔ اور معنی یہ ہے کہ آدم و حوا کی اولاد دلئے نعمتوں میں خدا کا شریک دوسروں کو قرار دیا (تفسیر کر سورۂ اعراف) [2] حضرت زید بن امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جاہلوں کا خیال ہے کہ آیت تطہیر میں خدا نے ازواج نبی کو مراد لیا ہے یہ لوگ جھوٹے اور گنہگار ہیں اگر ازواج کو مراد لیتا تو مثل قبل اور بعد کی ضمیروں کے اس میں بھی مونث کی ضمیر لاتا اور لِیُذْهِبَ عَنْکُنَّ الرِّجْسَ اور یُطَهِّرَکُنَّ تَطْهِیْرًا فرماتا۔ (تفسیر صافی سورۂ احزاب پارہ ۲۲ ذکر آیت تطہیر صہ۴۳۲) ۱۲ منہ۔

تعجب کی بات نہیں ہے اگرچہ آیت تطہیر اور اوس کے قبل و بعد کے ٹکڑے جو ازواجِ رسول اللہ کے متعلق ہیں ایک آیت کے تین ٹکڑے ہیں۔ **تیسری بات** یہ معلوم ہوئی کہ قران کے ظاہری اور باطنی دونوں معانی کا علم صرف اہلبیت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ کو ہے یا اوسکو جس کو ان حضرات نے تعلیم فرمایا ہو۔ ان کا غیر اگر علم ظاہر اور باطن کا دعوے کرے تو وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے۔ کیونکہ فریقین کی حدیثوں میں سے کسی حدیث میں سوا اہلبیت کے کسی دوسرے کو قران کے ظاہر و باطن کا عالم نہیں بتایا گیا۔

پچیسواں مقدمہ ۲۵

الفاظِ قران کے متعدد معانی۔ علمائے علمِ عربیت پر یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ عربی زبان دنیا کی کل زبانوں سے وسیع ہے۔ ایک ایک معانی کے لئے متعدد الفاظ ہیں اور ایک ایک لفظ کے لئے متعدد معانی۔ جیسے لفظِ عین جس کے ستر معنی لغت میں لکھے گئے ہیں اور یہ امر کلامِ عرب کی خوبیوں سے ہے اور قرانِ مجید کلامِ عرب کا بہترین نمونہ ہے۔ اور اس زبان کی کل خوبیوں کا اعلیٰ پیمانہ پر جامع ہے جس کی وجہ سے وہ حضرت سرورِ عالم کیلئے معجزہ قرار دیا گیا۔ خداوندِ عالم ارشاد فرماتا ہے کہ لَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ۔ یعنی قران میں دنیا اور آخرت کی ہر خشک و تر کا ذکر موجود ہے۔ اور حضرت سرورِ عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اُعْطِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ یعنی مجھے ایسی کتاب دی گئی جو اپنے قلیل الفاظ سے بہت سے معانی اور مطالب کو ادا کرتی ہے (مجمع البحرین لغت جمع) اور شاگردِ حضرت امیر المومنین علیہ السلام یعنی عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ اگر میرے اونٹ کی چھان گم ہو جائے تو میں اوس کا پتہ بھی قران ہی سے لگاؤں گا (تفسیر اتقان نوع ۶۵ جلد ۲ صـ۱۳۶) اور خاصیت ابواب جو علم صرف میں بیان کی جاتی ہے اس امر پہ بہتر شاہد ہے کہ اگر لفظ کئی معنوں میں مشترک نہ بھی ہو جب بھی باب کا اختلاف اوسکو متعدد معنوں کا قالب بنا دیتا ہے۔ جیسے شکی کے معنی شکایت کیا۔ اور اَشکی کے معنی شکایت کو دفع کیا بلکہ ایک ہی وزن متعدد معنوں میں آتا ہے جیسے اَجْلَسَ بٹھلا دیا اور اَبَاعَ مقامِ فروخت میں ڈالدیا اور اَحْصَدَ قابلِ کاٹنے کے ہو گیا۔ اور اَشْکٰی شکایت کو دفع کیا۔ اِن سب میں وزن ایک ہے

اور معنی پہلے میں تعدیہ کے لئے ہے اور دوسرے میں تبعیض کے لئے اور تیسرے میں
کے لئے اور چوتھے میں دفع کے لئے۔ علاوہ اس کے کبھی ایک حرف جدا بڑھا دینے
سے معنی بدل جاتا ہے جیسے ذَهَبَ زَيْدٌ زید گیا اور ذَهَبَ بِزَيْدٍ زید کو لے گیا
ایک حرف ب کے بڑھجانے سے معنی بدل گیا۔ اور کبھی قرأت کے بدلنے سے معنی
بدل جاتا ہے جیسے لَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ پس اگر يَطْهُرْنَ تخفیف کے ساتھ
پڑھا جائے تو خون بند ہو جانا معنی ہو گا اور اگر يَطَّهَّرْنَ ط اور ہ کے تشدید کے
ساتھ پڑھا جائے تو غسل کرنا معنی ہو گا۔ شکل دونوں لفظوں کی ایک ہے لیکن مجرد
اور مزید یا باب اور قرأت کے اختلاف سے معنی بدل گیا۔ **نتیجۂ کلام**۔ حاصل کلام
معنی بدل جانے کے اسباب بہت ہیں سب کو احصا کرنا مقصود نہیں ہے۔ انھیں اسباب میں
ایک سبب مناسبتِ مقام بھی ہے۔ اسی بنا پر علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ لفظ ہدایت سات معنوں
میں استعمال ہوا ہے منجملہ اون کے ایک ارشاد یعنی راہ بتانا ہے۔ اور دوسرے بیان
اور قرار[۱] اسلئے کلام پروردگار اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ میں اِهْدِنَا کا معنی غیر ہدایت یافتہ
لوگوں کے مناسب حال اَرْشِدْنَا ہو گا یعنی مجھکو سیدھی راہ بتا۔ اور ہدایت یافتہ لوگوں کے
مناسب حال اَثْبِتْنَا یعنی مجھکو راہ راست پر ثابت اور برقرار رکھ۔ اور اسی طرح آیتِ تطہیر میں
اِذْهَاب۔ رجس اور تطہیر کا معنی غیر معصوم کے مناسب حال بدیوں کو دور کرنا اور گناہوں
سے پاک کرنا ہو گا اور معصوم کے مناسب حال بدیوں کو دور رکھنا اور گناہوں سے پاک رکھنا
اور دوسرا سبب اختلاف لہجہ ہے۔ جیسے خبر دینے کے لہجہ میں کہیں هٰذَا زَيْدٌ یہ زید ہے
اور پھر اسی جملہ کو استفہام یعنی دریافت کرنے کے لہجہ میں کہیں هٰذَا زَيْدٌ کیا یہی زید ہے۔
حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے آفتاب و ماہتاب وغیرہ کو دیکھ کر اسی لہجۂ استفہام میں هٰذَا رَبِّي
فرمایا تھا۔ لہجہ اون کا لہجہ اخبار نہ تھا۔

۲۶
چھبیسواں مقدمہ

حذف و اسقاط۔ ہر زبان میں یہ امر کثرت سے رائج ہے کہ مقام اور حال کی مناسبت سے
کبھی تو پورا پورا جملہ ذکر کرتے ہیں اور کبھی مفعول کو گرا کر صرف فعل اور فاعل کو ذکر کرتے ہیں۔ اور

[۱] اتقان نوع ۳۹ جلد ۱ صفحہ ۱۸۱

کبھی صرف فعل کو اور کبھی صرف فاعل کو اور کبھی صرف مفعول کو اور کبھی پورے جملے کو گرا دیتے ہیں اور صرف حرف جواب یعنی ہاں یا نہیں کو ذکر کرتے ہیں یا صرف متعلق کو موقع اور محل جس امر کو چاہتا ہو۔ **پہلے** کی مثال زید نے عمر کو مارا ہے **دوسرے** کی مثال زید نے مارا **تیسرے** کی مثال مارا۔ اوس شخص کے جواب میں جو پوچھے کہ زید نے کیا کیا۔ اور **چوتھے** کی مثال زید نے۔ اوس کے جواب میں جو پوچھے کس نے مارا۔ اور **پانچویں** کی مثال "عمرو" کو۔ اوس کے جواب میں جو پوچھے زید نے کس کو مارا۔ اور **چھٹھے** کی مثال ہاں ہے اوس کے جواب میں جو پوچھے کہ زید مار چکا۔ اور فی الدّار (یعنی گھر میں ہے) اس شخص کے جواب میں جو پوچھے کہ زید کہاں ہے **اور جسطرح** حرف جواب یعنی ہاں اور نہیں کے موقع پر پورا جملہ گرا دیتے ہیں **اوسی طرح** پورا جملہ بولنے کے موقع پر بھی اوس کے قبل سے ایسا پورا جملہ گرا دیتے ہیں جو اوس مقام کے مناسب ہوتا ہے۔ اور ذکر شدہ جملہ اوس کو بتاتا ہے۔ اور اکثر تعلیم کے موقع پر ایسا کیا کرتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی بچے سے پوچھے کہ گھر میں کیا کر رہے تھے اور وہ چُپ رہے تو ماں باپ سکھاتے ہیں اور اوس بچے سے صرف اس قدر کہتے ہیں۔ "کھانا کھا رہے تھے"۔ اور اگر کوئی نام پوچھے اور وہ جواب نہ دیے تو ماں باپ صرف اوس کا نام اوس سے کہہ دیتے ہیں اور ایسے مقامات سے جملہ "یہ کہو" کو گرا دیا کرتے ہیں۔ **اور جسطرح** فعل۔ فاعل۔ مفعول۔ پورا جملہ گرا دیا جاتا ہے۔ **اوسی طرح** پکارنے کے وقت اکثر اوقات حرف ندا[1] گرا کر صرف نام لیکر پکارتے ہیں اور دریافت کے موقع پر حرف استفہام[2] کو گرا کر صرف اوسی مضمون کو ذکر کرتے ہیں جس کو دریافت کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اور لہجہ اوس کے قائم مقام ہو جاتا ہے جس سے سننے والا خبر اور استفہام یعنی دریافت میں فرق کر لیتا ہے۔ **الغرض کلام** اسی دستور اور رسم و رواج اور عام محاورہ کے مطابق خداوند عالم نے قرآن مجید میں اپنی روش رکھی ہے اور بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اسی رواج کے مطابق ہے جس کے شروع سے فعل اور

---

[1] وہ حرف جو پکارنے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے عربی میں یا اور فارسی اور اردو میں اے ۱۲

[2] وہ حرف جو دریافت کے موقع پر استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے عربی میں اُ اور ھَل اور فارسی میں آیا اور اردو میں کیا" ۱۲ منہ

فاعل پورا جملہ ایک تو بنظر اختصار گرا دیا گیا ہے۔ دوسرا اس وجہ سے کہ اس کے لئے کوئی فعل معین نہیں ہے اور بمناسبت مقام بدلتا رہتا ہے جیسے کھانے والے کے لئے اٰکُلُ کھاتا ہوں۔ پڑھنے والے کیلئے اَقرَءُ پڑھتا ہوں۔ ذبح کرنے والے کیلئے اَذْبَحُ ذبح کرتا ہوں وغیرہ۔ اور اگر لفظ اَشرَعُ (شروع کرتا ہوں) کو ہر فعل میں مشترک لیا جائے تو صرف پہلی وجہ یعنی تخفیف و اختصار ہی سبب حذف و اسقاط ہو گا۔ اور چونکہ یہ جملہ مقام تعلیم میں نازل ہوا ہے اس لئے اس کے قبل پورا جملہ قُلْ (کہو) تھا جو بنظر تخفیف و اختصار گرا دیا گیا ہے۔ اس واسطے یہ شبہہ غلط ہے کہ خدا نے خود اپنے نام سے شروع کیا ہے اور اپنے نام سے وہ خود برکت چاہتا ہے۔ کیونکہ برکت دینے والے کا برکت چاہنا غلط اور بے معنی ہے۔ اور ستاروں کو دیکھ کر حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ السلام کا ھٰذَا رَبِّیْ فرمانا بھی اسی رواج کے مطابق ہے اور اس کے قبل اور بعد کے جملے صاف بتاتے ہیں کہ اس کے پہلے حرف استفہام انکاری تھا جو مطابق رسم و رواج اور محاورۂ عام کے گرا دیا گیا ہے۔ اصل اوس کی نقل ھٰذَا رَبِّیْ تھی یعنی کیا یہی میرا پروردگار ہے یعنی یہ نہیں ہے اس واسطے کہ نبی اولوالعزم کے حق میں یہ شبہہ کرنا کہ اونھوں نے ستاروں کو اپنا پروردگار کہا غلط بلکہ کفر ہے۔ انبیاء نبوت سے پہلے اور اوس کے بعد شرک سے اجماعاً معصوم تھے۔ اور تفصیلی بیان انبیاء کی عصمت کا قبل اس کے بیسویں مقدمہ میں گذر چکا۔

ستائیسواں مقدمہ

قرآن مجید کی جمع و ترتیب۔ قرآن مقدس کی جمع و ترتیب مسلمانوں میں فضیلت کی چیز سمجھی جاتی ہے اور بیشک فضیلت کی چیز ہے لیکن بشرطیکہ اس کے کہ خدا اور رسول کی مرضی کے مطابق واقع کی جائے یعنی نزول کے مطابق ترتیب دی جائے۔ اور قرآن اپنی اصلی حیثیت بدون فرق باقی رکھا جائے۔ کیونکہ خداوند عالم نزول ہی کے مطابق تلاوت کرنے کو پسند کرتا ہے (کنز العمال جلد ا فصل ۵ حدیث نمبر ۳۰۷ بروایت زید بن ثابت جنھوں نے قرآن کو

ابن مسعود کا قول ہے کہ یہ جملہ (بسم اللہ الرحمن الرحیم) ہر سورہ کا جزو ہے

ل۵ اتقان جلد ا نوع ۲۹ ص ۹۳ ۱۳۰ منہ

اصلی حالت بدل دی۔ اور یہ شرف باقرار اجلۂ علمائے اہلسنت کے ہمارے مولا و آقا حضرت امیرالمومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی دوسرے کو نصیب نہ ہوا۔ علامہ سیوطی وغیرہ لکھتے ہیں کہ اِنَّ عَلِیًّا اَحَدُ مَنْ جَمَعَ الْقُرْاٰنَ وَعَرَضَهٗ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ یعنی علی علیہ السلام انھیں لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے قران جمع کیا اور حضرت سرورِ عالم کے ملاحظہ سے گذرانا (تاریخ الخلفاء شروع بیان حال حضرت علیؑ ومناقب علامہ خوارزمی فصل ۱ بروایت علیؑ بن رباح)

اس حدیث سے تین باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک[۱] یہ کہ حضرت امیرؑ نے حیاتِ حضرت سرورِ عالم میں قران جمع کر لیا تھا۔ دوسرے[۲] یہ کہ حضرتؐ کے ملاحظہ سے بھی گذرانا (اگرچہ آپ کو اسکی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ آپ نفس رسول اور عالم علم لدنی اور وارث علوم انبیا اور معدن علوم قران اور سہو وخطا اور بھول چوک سے معصوم ومحفوظ تھے۔ لیکن ملاحظہ کرانا ایک تو بنظر اعزازِ حضرت سرورِ عالم تھا۔ دوسرے انتہائے محبت اور ارتباط کی وجہ سے حضرت کو خوش کرنے کی غرض سے) تیسرے[۳] یہ کہ حضرت امیرؑ کے علاوہ بھی بعض صحابہ نے حضرت سرورِ عالم کی موجودگی میں جمع کیا تھا۔ اور یہ بعض بروایت مناقب خوارزمی اُبَیّ بن کعب ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ کوئی بھی ہو۔ لیکن نزول کے مطابق ترتیب دینا۔ سوا حضرت امیر علیہ السلام کے کسی دوسرے کیلئے ممکن نہ تھا۔ محمد[۲] بن سیرین کہتے ہیں کہ میں نے عکرمہ (صحابی) سے پوچھا کہ کیا صحابہ نے نزول کے مطابق قران کو ترتیب دیا ہے تو اونھوں نے جواب دیا کہ اگر انسان اور جن جمع ہوکر اسطرح ترتیب دینا چاہیں جب بھی ایسا نہیں کرسکتے (اتقان نوع ۱۸ جلد ۱ ص۵۹ وارجح المطالب ص۱۰۹ بحوالہ سنن ابوداؤد) لیکن امام اہلسنت ابن اشتہ بروایت محمد ابن سیرین بسند صحیح اور ابن حجر عسقلانی بروایتِ ابن ابی داؤد لکھتے ہیں کہ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سِیْرِیْنَ مَاتَ اَبُوْبَکْرٍ

---

[۱] علی بن رباح بصری معتبر تھے (تقریب التہذیب) ۱۲ منہ [۲] ثقہ اور معتبر اور عابد اور بڑے مرتبہ کے شخص تھے اور روایت بالمعنی کو جائز نہیں جانتے تھے سنہ ۱۱۰ھ میں مرے (تقریب التہذیب بیان محمد بن سیرین) روایت باللفظ یہ ہے کہ جن الفاظ کو معصوم یا راوی اول نے بیان کیا ہے دوسرے راوی ان الفاظ کو بعینہ باقی رکھیں اور یہ روایت کا اعلیٰ مرتبہ ہے اور روایت بالمعنی یہ کہ حدیث کا مطلب دوسرے الفاظ میں بیان کیا جائے اور یہ طریقہ اگرچہ جائز ہے لیکن اس قسم کی روا مشتبہ ہا کرتی ہے کہ شاید وہ معصوم یا راوی دل کا مطلب پورا ادا نہ کرسکا ہو اسی وجہ سے محمد بن سیرین اسکو پسند

وَلَمْ یَجْمَعِ الْقُرْاٰنَ وَقُتِلَ عُمَرُ وَلَمْ یَجْمَعِ الْقُرْاٰنَ۔ قَالَ ابْنُ حَجَرٍ وَقَدْ وَرَدَ عَنْ عَلِیٍّ اَنَّہٗ جَمَعَ الْقُرْاٰنَ عَلٰی تَرْتِیْبِ النُّزُوْلِ عَقِیْبَ مَوْتِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ اَخْرَجَہٗ ابْنُ اَبِیْ دَاوٗدَ (اتقان قسم ۲۰ جلد ۱ صفحہ ۷۴) یعنی محمد بن سیرین نے بیان کیا کہ ابوبکر مر گئے اور قران جمع نہ کیا اور عمر مارے گئے اور قران جمع نہ کیا۔ اور ابن حجر نے کہا کہ حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ اونھوں نے حضرت سرور عالم کے انتقال کے بعد نزول کے مطابق قران جمع کیا۔ اس روایت کو ابن ابی داؤد نے نقل کیا ہے[1] نزول کے مطابق جمع کرنے کو امام اہلسنت ابن حجر مکی نے بھی صواعق باب ۹ فصل ۳ صفحہ ۷۶ میں لکھا ہے۔ اور ابن اشتہ نے محمد بن سیرین سے ایک روایت نقل کی ہے جس میں یہ بھی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے مصحف میں ناسخ[2] اور منسوخ سب کو جمع کیا تھا۔ ابن سیرین کہتے ہیں کہ میں نے اُس مصحف کو تلاش کیا اور اوس کے لئے مدینہ میں بھی لکھا لیکن نہ مل سکا (اتقان نوع ۱۸ صفحہ ۵۹) ابن سیرین کہتے ہیں کہ اگر یہ مصحف ملجاتا تو خوب ہوتا کیونکہ علم اس میں تھا (ارجح المطالب صفحہ ۱۰۹ بیان علم حضرت امیر بقران بحوالۂ تاریخ الخلفاء سیوطی) **یہ مصحف کیونکر ملتا** اس لئے کہ حضرت ابوذر (جو صادق ترین صحابہ تھے) بیان کرتے ہیں کہ حضرت امیر المومنینؑ نے قران جمع کیا تو مطابق وصیت

---

[1] کتب اہلسنت میں اس مضمون کی حدیثیں تواتر کی حد تک پہونچی ہوئی ہیں کہ دونوں خلیفہ کے مشورہ سے زید بن ثابت نے قران جمع کیا۔ پس اس حدیث میں جمع کرنے سے انکار در حقیقت نزول کے مطابق جمع کرنے سے ہے ۱۲ منہ۔

[2] حضرت سلمان فارسی بیان کرتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے نزول کے مطابق جمع کیا تھا اور ناسخ اور منسوخ سب کو لکھا تھا۔ اور خود حضرت نے مہاجرین و انصار سے بلند آواز سے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ پر جسقدر آیتیں قران کی خدا نے نازل کیں میں نے سب کو جمع کر دیا ہے اور ہر آیت کو حضرت رسولؐ سے پڑھا ہے۔ اور حضرت نے ہر ایک کی تفسیر مجھے تعلیم کی ہے (احتجاج طبرسی صفحہ ۷۶ بروایت سلیم بن قیس ہلالی) اور طلحہ کہتے ہیں کہ اے ابو الحسن آپ نے جو کہا تھا کہ ایہا الناس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی تجہیز و تکفین کے بعد میں قران جمع کرنے میں مشغول تھا اور جمع کرلیا۔ یہ کتاب خدا ہے پوری پوری جس میں سے ایک حرف بھی نہیں چھوٹا ہے۔ اس کتاب کو ہم نے نہیں دیکھا (احتجاج طبرسی علیہ الرحمہ صفحہ ۷۵ ۱۲ منہ)

حضرت سرور عالم کے اوس کو مہاجرین و انصار کے سامنے پیش کیا۔ جب خلیفۂ اول نے کھولا تو وہی صفحہ نکلا جس میں صحابہ اور قریش کی مذمت اور تفضیحتی مذکور تھی یہ دیکھ کر خلیفۂ دوم بہت برہم ہوئے اور کہا کہ اے علیؑ ہم لوگوں کو ایسے قران کی ضرورت نہیں ہے اسکو واپس لیجاؤ۔ اور زید بن ثابت سے کہا کہ ہم لوگوں کے لئے ایک قران ترتیب دو۔ اور مہاجرین و انصار کی مذمت اوس میں سے نکال ڈالو۔ زید نے قبول تو کیا لیکن کہا کہ اگر جمع کرنے کے بعد علیؑ نے اپنا قران نکالا تو ہم لوگوں کا یہ عمل باطل ہو جائے گا۔ یہ سُن کر یہ رائے قرار پائی کہ خالد کے ہاتھوں علیؑ کو قتل کرا دیا جائے مگر خالد حضرت کو قتل نہ کر سکا۔ پھر یہ رائے قرار پائی کہ حضرت کا قران لیکر تحریف کر دیا جائے۔ اور خلیفہ دوم نے حضرت سے کہا کہ جو قران آپ لائے تھے اوس کو دیجئے تاکہ ہم لوگ اوس پر عمل کریں۔ حضرت نے فرمایا کہ حجت تمام ہو چکی اب تم لوگ اوس کو نہیں دیکھ سکتے اب اوس کو میرا فرزند قائم آل محمد ظاہر کرے گا۔ اور مطابق اوس کے دین خدا کو جاری کریگا۔[1]

بہرحال ہم کو اس وقت حضرت امیرالمومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت ثابت کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ آپ کے مصحف کے مقابل میں اپنے ذاتی اغراض کو پیش نظر رکھتے ہوئے قران دو مرتبہ ترتیب دیا گیا۔ ایک مرتبہ خلافتِ اولیٰ میں جس کو بروایت ابن ابی داؤد بحکم خلیفۂ اول زید بن ثابت اور خلیفۂ دوم نے مسجد نبوی کے دروازہ پر بیٹھکر ہر آیت پر دو دو گواہوں کی گواہی لیکر جمع کیا۔ راوی اس روایت کے سب معتبر ہیں (اتقان نوع ۱۸ صفحہ ۵۷)

حالانکہ علم قران سے خلیفۂ دوم کی بیخبری اس قدر بدیہی ہے کہ محتاجِ ثبوت نہیں۔ اور اگر کسی کو اطمینان حاصل کرنا مقصود ہو تو ان کے قضایا اور فیصلے جو زمانہ خلافت میں کئے تھے کتاب کنز العمال اور تاریخ الخلفا اور ازالۃ الخفا وغیرہ میں اور باب قرآت کتاب کنز العمال جلد دو

---

[1] احتجاج طبرسی صفحہ ۷۶ بروایت ابوذر غفاری ۱۲ منہ
[2] معصوم اور غیر معصوم اور عالم علم لدنی اور معلم تعلیم یافتہ میں یہی فرق ہے کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر ترتیب نزول کے مطابق پورا قران جمع کر لیا کیونکہ معصوم بقول جو کچھ سے محفوظ ہوتا ہے اور دو دو گواہوں پر جمع کرنیوالے باوجود گواہوں کے عہدہ کو پورا نہ کر سکے نہ نزولی ترتیب کو باقی رکھ سکے اور نہ پورا قران ہی جمع کر سکے جیسا کہ صحاح ستہ اس پر شاہد ہیں ۱۲ منہ

کی صفحہ ۲۸۴ سے ۲۸۹ تک دیکھ لے جس سے معلوم ہو جائے گا کہ تلاوت قران میں یہ کس قدر غلطیاں کرتے تھے۔ اور دوسرے صحابہ سے خفت اوٹھانی پڑتی تھی۔

(۳) **زید بن ثابت** تو وہ بھی مثل انکے علم قران سے بے بہرہ تھے اسی وجہ سے عبد اللہ بن مسعود وغیرہ[۱] اس بارے میں ان کو ذلیل نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ چنانچہ جب خلیفۂ سوم عثمان بن عفان نے لوگوں کو حکم دیا کہ زید بن ثابت کی قرأت کے مطابق قران کی تلاوت کیا کریں تو عبد اللہ بن مسعود نے خطبہ پڑھا اور اوس میں بیان کیا کہ مجھکو حکم دیتے ہو کہ زید کی قرأت کے مطابق پڑھوں۔ قسم خدا کی میں نے ستر سورے قران کے حضرت رسول اللہ سے اوس وقت پڑھے تھے جبکہ زید سر میں دو گیسو لٹکائے ہوئے بچوں میں کھیلتا تھا (اور مسلمان بھی نہ تھا) ابو وائل جو راوی حدیث ہیں بیان کرتے ہیں کہ میں صحابہ کے حلقوں میں بیٹھا لیکن کسی کو اس کلام کا جواب دیتے ہوئے یا اس کو غلط کہتے ہوئے نہیں دیکھا[۲]۔ **اسی طرح** اہل شام نے ابو درداء سے بھی یہی خواہش کی تھی کہ سورۂ واللیل میں مثل زید کے وَمَا خَلَقَ الذَّکَرَ وَالْاُنْثٰی پڑھیں مگر اونھوں نے اس طرح نہ پڑھنے پر قسم کھائی[۳]۔ **اسی طرح** سورۂ فتح کی قرأت میں درمیان زید بن ثابت اور اُبی بن کعب کے اختلاف ہوا اور خلیفۂ دوم عمر بن خطاب نے زید کی تائید کی تو اُبیؓ نے برہم ہو کر خلیفۂ دوم سے کہا کہ تم کو معلوم ہے کہ

سلہ استیعاب امام ابن عبد البر جلد ۱ صفحہ ۳۷۳ ذکر عبد اللہ بن مسعود ۱۲ سلہ صحیح بخاری کتاب التفسیر سورہ واللیل ۱۲

---

[۱] عبد اللہ بن مسعود وغیرہ کا زید بن ثابت کو علم قران میں لائق توجہ نہ سمجھنا بے وجہ نہ تھا۔ کیونکہ زید بن ثابت سنہ ۱ھ میں گیارہ سال کے تھے (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۳۳ ذکر زید مذکور) اور ابن مسعود اور اُبیؓ اور ابو درداء وغیرہ سن رسیدہ اور طبقۂ اول کے صحابہ میں تھے اور فضلاء میں شمار کئے جاتے تھے۔ اور قران کو خود سرور عالم کی خدمت میں ٹھکانے سے پڑھا تھا۔ اسی وجہ سے یہ لوگ خلفائے ثلثہ کو بھی اپنی نگاہوں میں نہ لاتے تھے جیسا کہ متن کی گذشتہ اور آئندہ عبارتوں سے معلوم ہوا اور ہوگا۔ اگرچہ قران مجید کی خلفاء کے حسب خواہ ترتیب کا سہرہ زید کے سر پر باندھنے کی وجہ سے انکی عزت افزائی کیلئے بہت سی حدیثیں انکے فضائل میں بیان کی گئی ہیں اور باوجود کمسن ہونے کے کاتب وحی بھی قرار دیئے گئے ہیں لیکن بفرض صحت روایت نقل را چہ عقل۔ آجکل کے اکثر منشیوں کو دیکھ لو جو چھاپے خانوں کی ہزاروں کتابیں لکھ ڈالتے ہیں مگر مضمون کتاب سے بیخبر رہتے ہیں۔ عبد اللہ بن ابی سرح جیسا مرتد اور واجب القتل بھی تو کاتب وحی قرار دیا جاتا ہے جس نے خود کہا کہ رسول اللہ کچھ بتاتے تھے اور ہم کچھ لکھا کرتے تھے استیعاب[۲۸۱]۔ پھر کتابت وحی میں کیا فضیلت باقی رہی۔ کیا تعجب ہے اگر خلفاء کے زمانے کی روایت بحرین کی تحریر سنی کی نسبت زید کے متعلق بھی اسی مطلب کی طرف اشارہ کیا ہو جسکا عبد اللہ بن سرح نے اپنے حق میں اقرار کیا

میں حضرت رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا اور حضرت مجھکو پڑھایا کرتے تھے اور تم ڈیوڑھی پر بیٹھے رہتے تھے اور کبھی غایب رہتے تھے۔ تم کو اگر پسند ہو تو مجھے اجازت دو کہ جس طرح حضرت سے پڑھا ہے اوسی طرح لوگوں کو پڑھاؤں ورنہ میں زندگی بھر کسی کو ایک حرف نہ پڑھاؤں گا[۱]۔

علاوہ اِس کے خود خلیفۂ دوم زید ند کور کو ظالم اور بے اعتبار جانتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ کہا کہ ھٰذا اَوَّلُ جَوْرٍ جُرْتَ فِی حُکْمِکَ یعنی یہ پہلا ظلم ہے جو تم نے حکم میں کیا[۲] اور ایک مرتبہ کہا کہ مَا زِلْتَ جَائِرًا مُنْذُ الْیَوْم یعنی تم آج سے ہمیشہ ظالم رہو گے[۳] اور ایک مرتبہ کہا کہ لَیْسَ ھُوَ بِوَحْیٍ تَزِیْدُ فِیْہِ وَتَنْقُصُ یعنی یہ وحی نہیں ہے جس میں تم کمی یا زیادتی کرو[۴] اور ابو الحسن مازنی صحابی جو اہلِ عقبہ اور بدر سے تھے اُن کو مُضل اور مُغوی جانتے تھے اور اُن کی شان میں آیہ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَکُبَرَاءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِیْلَا پڑھا[۵]۔ یعنی اطاعت کی ہم لوگوں نے اپنے سرداروں اور بڑوں کی بس گمراہ کر دیا اونھوں نے ہم کو راہِ خدا سے۔

اور دوسری ترتیب خلیفۂ سوم عثمان کے حکم سے ان کے اغراض کی تحصیل کے لئے ہوئی۔ خلیفۂ اول کا ترتیب دلوایا ہوا قران حفصہ کے پاس موجود تھا اور اس کی نقلیں کوفہ۔ بصرہ۔ شام۔ حجاز میں بھی بھیجی جا چکیں تھیں۔ لیکن ان سب کی ترویج روک دی گئی اور اپنے ترتیب دادہ قران کی نقلیں عالم میں پھیلائی گئیں۔

بہرحال مصحفِ ابوبکر کے ہوتے ہوئے دوبارہ ترتیب کی ضرورت سمجھی گئی۔ جس غرض نے خلیفۂ سوم کو اس فعل پر مجبور کیا اوسکو تو خدا جانتا ہے یا خود صاحبِ غرض۔ لیکن جو حدیثیں ہم تک پہونچی ہیں اون کو ہم نقل کر دیتے ہیں۔ صاحبان فہم غرض ترتیب خود کو سمجھ لیں گے۔ ع۱ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ ارشاد فرماتے ہیں کہ بہت جلد

---

[۱] کنز العمال جلد ۱ ذکر قرأت صفحہ ۲۸۵ چھاپہ دکن نمبر حدیث ۳۳ ۴۸ و ۴۳ ۴۸ ۱۲ منہ [۲] کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۷۴ کتاب خلافت از قسم افعال بیان ادب قضا نمبر حدیث ۳۶۲۵۔ ۱۲ منہ [۳] استقصاء الافحام صفحہ ۶۲ جلد ۲ بحوالہ محاضرات امام اہلسنت راغب اصفہانی ۱۲ منہ [۴] استقصاء الافحام صفحہ ۶۲ جلد ۲ بحوالہ کنز العمال ۱۲ منہ [۵] استیعاب جلد ۲ صفحہ ۶۳۳ چھاپہ دکن ذکر ابو الحسن مازنی ۱۲ منہ [۶] کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۲۶۱ چھاپہ دکن نمبر حدیث ۴۷۷۵ ۴۳

میری امت میں کچھ زندیق پیدا ہوں گے جو بدترین قبائل عرب ہیں اور وہ بنوامیہ اور بنو حنیفہ اور بنو ثقیف ہیں[۱]۔ ع۲ اور بسند صحیح بشرط شیخین ابو برزہ اسلمی بیان کرتے ہیں کہ مبغوض ترین اشخاص حضرت رسول اللہ کے نزدیک بنوامیہ تھے[۲]۔ ع۳ حضرت سرور نے ارشاد فرمایا کہ میری قوم میں سب سے زیادہ میرے دشمن بنوامیہ اور بنو مغیرہ اور بنو مخزوم ہیں[۳]۔ ع۴ اور ابن مسعود کہتے ہیں کہ ہر چیز کے لئے آفت ہوتی ہے اور اس دین کی آفت بنوامیہ ہیں[۴]۔ ع۵ حضرت سرورِ عالم نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا کہ بنوامیہ کے لئے جہنم ہے[۵]۔ ع۶ اور قرآن میں خداوند عالم نے بنوامیہ کو شجرۂ ملعونہ فرمایا ہے[۶]۔

خدا و رسول کے نزدیک تو بنوامیہ کی منزلت یہ تھی جو مذکور ہوئی لیکن خلیفہ عثمان فرماتے ہیں کہ اگر میرے ہاتھ میں بہشت کی کنجی ہوتی تو بنوامیہ کو دے دیتا کہ سب کے سب (بدون استثناء کافر و منافق کے) داخلِ بہشت ہو جائیں[۷]۔ بنوامیہ تو ان کی قوم و قبیلہ ہی سے تھے ان کے ساتھ جو کچھ بھی ہمدردی کرتے اور کیا وہ ان کی حمیت قومی سے بعید نہ تھا۔ یہ ہمدردی جائز تھی یا ناجائز اس کا مرحلہ دوسرا ہے۔ انھوں نے تو اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن ابی سرح جیسے مرتد کے ساتھ یہ ہمدردی کی کہ حضرت سرورِ عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ نے اوس کے قتل کا حکم دے دیا تھا۔ وہ بھاگ کر ان کے یہاں آگیا۔ اونھوں نے اوس کو چند روز اپنے گھر میں چھپا رکھا اس کے بعد حضرت کی خدمت میں لے گئے سفارش لائے اور عفو تقصیر کے لئے حضرت کا سر ہو گیا اور اصرار کیا کہ حضرت نے بکراہت منظور فرمایا[۸]۔ **علاوہ اس کے اپنے قوم و قبیلہ** کے فاسقوں اور کافروں اور مرتدوں کے ساتھ جو کچھ ہمدردیاں کیں وہ پوشیدہ

---

[۱] کنوز الحقائق مناوی حرف سین و تطہیر الجنان مصنفہ ابن حجر مکی برحاشیہ صواعق صفحہ ۶۳ ۔ ۱۲ منہ

[۲] تطہیر الجنان صفحہ ۶۳ برحاشیہ صواعق و اخبار الدول و کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۶۸ ۔ نمبر حدیث ۱۱۳۲ ۔ ۱۲ منہ

[۳] کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۰ نمبر حدیث ۷۰۵ ۔ ۱۲ منہ [۴] کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹ نمبر حدیث ۶۹۰ ۔ ۱۲ منہ

[۵] کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹ کتاب فتن ۱۲ منہ [۶] روضۃ المناظر ابن شحنہ برحاشیہ تاریخ کامل جلد ۱۱ صفحہ ۱۸۵ و در منثور جلد ۴ صفحہ ۱۹۱ و کنز العمال جلد ۶ ذکر بنوامیہ ۱۲ منہ [۷] ترجمہ ازالۃ الخفاء جلد ۳ صفحہ ۲۶۳ ذکر مآثر عثمان و مسند احمد بن حنبل جلد ۱ صفحہ ۶۲ و مسند عثمان ۱۲ [۸] استیعاب ابن عبد البر صفحہ ۳۸۱ جلد ۱ ذکر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح

نہیں ہیں یہاں تک کہ اسی علت میں مارے گئے لیکن اپنے فعل سے باز نہ آئے۔
امام اہلسنت بغوی لکھتے ہیں کہ قران میں ستر عورت اور مرد قریشی اور بنوامیہ منافقوں کے نام مع اون کے باپ کے نام کے درج تھے جو نکال دیئے گئے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ اسماء منسوخ کر دیئے گئے تھے اسلئے نکال دیئے گئے کیونکہ انکی اولاد جو ایمان لانے والی تھی اون کا دل دُکھتا لیکن حضرت رسول اللہ کے چچا ابولہب کا نام باقی رکھا گیا۔ خدا کو (معاذ اللہ) حضرت رسول اللہ اور ابولہب کی مومن اولاد کے دل دکھنے کی کوئی پروا نہ ہوئی۔ اور اوس کو جو کچھ بھی خوشامد اور خاطر منظور تھی وہ حضرت عثمان کے زندیق اور فاسق اور بدکار عزیز بنوامیہ کی جو دشمن خدا و رسول تھے
امام اہلسنت محی الدین ابن عربی (جو یزید کو خلیفہ برحق اور حضرت امام حسین ؑ کو (معاذ اللہ) خارجی سمجھتے تھے) اپنی کتاب کبریت احمر میں لکھتے ہیں کہ " اگر ضعیف القلب لوگوں کے (عثمان کی طرف سے) بدگمانی کا خوف نہ ہوتا اور نااہلوں میں حکمت و مصلحت اسقاط آیات والفاظ کو ڈالدینا نہ ہوتا تو میں کل ان چیزوں کو بیان کر دیتا جو مصحف عثمانی سے نکال دی گئیں۔

حاصل کلام یہ کہ ان مطالب سے باخبر شخص اس امر میں غور کرنے کا بھی محتاج نہیں ہے کہ جو شخص اپنے قوم و قبیلہ بلکہ ہر متعلق اور مربوط شخص کا ایسا ہمدرد ہو وہ اپنے قوم و قبیلہ کی مذمت قران میں ٹھنڈھی نگاہوں سے ہرگز نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اسی وجہ سے باوجود ترتیب بوبجہ ہی کے ان کو دوبارہ ترتیب دلوانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

ا‌ے تفسیر معالم التنزیل در تفسیر سورۂ منافقون ۱۲ منہ عہ یہ عذر محض غلط ہے کیونکہ منسوخ آیتیں قران میں ابھی تک بکثرت موجود ہیں۔ علاوہ اس کے خلیفہ سوم منسوخ کو نکالنا پسند نہیں کرتے تھے چنانچہ ابوزبیر نے جب آیت وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا کی عثمان صاحب کے سامنے تلاوت کی ہے تو اونھوں نے کہا کہ یہ منسوخ ہے تو ابوزبیر نے پوچھا کہ کیا اس کو نکال دیجئے گا یا اپنی حالت پر چھوڑ دیجئے گا تو جواب دیا کہ اے بھتیجے کسی منسوخ کو ہم اپنی جگہ سے نہ ہٹائیں گے (کنز العمال جلد اص ۲۴۴ قسم افعال فصل تفسیر نمبر حدیث ۴۴۴۲)

عہ کہا جاتا ہے کہ جناب عثمان کو بچوں اور معلموں کے باہمی

شیخین نے اپنی ترتیب میں اپنے عزیزوں اور مربوطین کی بہبودی پیش نظر
رکھی اور انھوں نے اپنے عزیزوں کی۔ شیخین کو ان کے عزیزوں سے کوئی ہمدردی
نہ تھی اسی وجہ سے ان کے عزیز چچا یعنی حکم اور عزیز ترین اخوان یعنی مروان کے حق میں
ان کی سفارش کو قبول نہ کیا بلکہ کچھ دور ہی نکال پھینکا تھا

بہرحال اس ترتیب کی مہم باوجود معتمد اور با فضیلت اور حضرت رسولؐ سے پڑھے
ہوئے فضلاء صحابہ بلکہ نفس رسول یعنی حضرت امیر علیہ السلام کے ہوتے ہوئے زید
بن ثابت۔ ابن زبیر[2]۔ سعید[3]۔ عبد الرحمٰن[4] کے حوالہ کی گئی (اتقان قسم ۱۸ صا[6]) جو علم قرآن
اور دیانت دونوں سے محروم اور دشمن حضرت رسول و آلِ رسول اور دوستدار
دشمنانِ اہلبیت و بنو امیہ تھے۔ **پہلے زید بن ثابت** جن کا حال قبل اسکے
معلوم ہوچکا۔ **دوسرے عبد اللہ بن زبیر** جو دشمنیِ اہلبیت میں مشہور
اور جنگ جمل کے بانی اور مقام حوآب پر اسلام میں پہلے جھوٹ بولنے والے اور رسول
دیکھ پچاس آدمیوں سے جھوٹی گواہی دلوانے والے تھے کہ یہ حوآب نہیں ہے
(روضۃ الاحباب ذکر جنگ جمل) اور حیات حضرت رسولؐ میں نو برس کے تھے
(اصابہ ذکر عبد اللہ بن زبیر) **تیسرے سعید بن عاص** جو بنو امیہ جیسے

اختلافات اور ایک دوسرے کی تکذیب اور قرائتوں میں غلطیوں کی خبر ملی تو کہا کہ جب میری حیات میں
یہ حالت ہے تو میرے بعد کیا ہوگا۔ پس اونھوں نے قرآن ترتیب دلوایا (اتقانِ سیوطی جلد ۱ ص۶۱ نوع
ذکر جمع و ترتیب) لیکن سیوطی ہی کی کتابوں میں ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ بروایتِ عکرمہ اور عبد الاعلی اور یحییٰ بن
اور سعید بن جبیر اور قتادہ خلیفہ صاحب نے جب اپنے ترتیب دلوائے ہوئے قرآن میں غلطیاں دیکھیں تو
درست کرنے سے منع کر دیا اور کہا کہ عرب درست کرلیں گے (اتقان جلد ۱ نوع ۴۱ ص۱۸۴ و ۱۸۵ بروایت
و کنز العمال جلد ۱ ص۲۸۳ بروایت متعدد) ان روایتوں کو دیکھکر مخلصین خلیفہ بہت اچھلے کودے ہیں اور
بنائی ہیں لیکن حدیث کے مقابل میں کسی کی رائے مقبول نہیں ہوسکتی درحالیکہ خلیفہ صاحب کے ذاتی اغراض کی مؤید
بھی بہت سی موجود ہیں جنمیں سے بعض تین ذکر کی گئی ہیں ۱۲ منہ عـــہ زید بن ثابت عثمانی تھے (استیعاب حال زید
اور عثمانی وہ لوگ کہلاتے ہیں جو حضرت علیؑ کے دشمن اور خلیفہ سوم کے دوستدار تھے اور زید بن ثابت دربار خلیفہ
بیت المال کے خزانچی تھے (استیعاب) اور اس قدر صاحب مال ہوگئے تھے کہ ان کے مال و اسباب و زمین کی قیمت

دشمنِ رسول و اہلبیت رسولؐ قبیلہ سے تھے۔ معاویہ کی طرف سے والی مدینہ تھے اور خلیفہ سوم کی طرف سے عامل کوفہ۔ یہ بھی حیات حضرت سرورِ عالم میں نو سال کے تھے (اصابہ حال سعید بن عاص) نہایت سخت قلب اور متکبر اور ظالم اور جابر تھے۔ (استیعاب حال سعید بن عاص) **چوتھے عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام** جو دشمنِ رسول و اہلبیتِ رسول قبیلہ یعنی بنو مخزوم سے اور دشمنِ اہلبیت یعنی خالد بن ولید کے بھانجے اور خلیفہ سوم عثمان کے داماد تھے۔ اور حیات حضرت رسول میں یا تو ایسے کمسن تھے کہ امامِ اہلسنت ذہبی نے ان کے صحابی ہونے سے انکار کیا ہے (حاشیہ تقریب التہذیب) یا پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔

نتیجہ کلام۔ جو ترتیب ایسے لوگوں کے ہاتھوں انجام پائی ہو معلوم ہے کہ وہ کہاں تک صحیح اور نزول کے مطابق اور لائق اعتبار ہو سکتی ہے۔ اسی وجہ سے عقل سلیم نہایت استقلال کے ساتھ حکم کر رہی ہے کہ اہلبیت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی فضیلت مٹانے اور غیر معصوم کی عصمت اور غیر مستحقوں کی فضیلت ثابت کرنے کی غرض سے آیت تطہیر کی مذکر ضمیروں اور آیات ازواج کی مؤنث ضمیروں میں فرق نہ کرنے والے بے بصیرت اور جاہل ترتیب دینے والوں نے آیتِ تطہیر کو کہیں دوسری جگہ سے اوٹھا کر آیات ازواج کے درمیان میں ڈال دیا ہے اور اسی طرح دوسرے نامربوط آیات کے متعلق بھی یہی شبہ پیدا ہو سکتا ہے اور اسی طرح ان آیتوں میں بھی جو ایسے شخص سے متعلق بتائی جاتی ہیں جسکی شان سے مناسبت نہیں رکھتیں۔ جیسے لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ اھ اور وَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ اور اس کے امثال۔

تنبیہہ۔ جہاں یہ یقینی امر ہے کہ قران مقدس میں کچھ کمی کر دی گئی اور سورتوں اور آیتوں کی ترتیب نزول کے مطابق باقی نہ رکھی گئی وہاں یہ بھی یقینی ہے کہ اس میں زیادتی نہیں کی گئی اور کلام انسان شامل نہیں کیا گیا۔ بلکہ جو کچھ اس میں ہے وہ خدا ہی کا کلام ہے

سے شرفی قطعی اور ان کے بعد ان کا مملوک سونا اور چاندی ہتھوڑے سے توڑ کر تقسیم کیا گیا۔ (مروج الذہب مسعودی بر حاشیہ تاریخ کامل جلد ۵ صفحہ ۱۵ در حال عثمان ۱۲ منہ)

متعلق مقدمہ ۲۷

تتمیم فیہ نفع عظیم

سوروں کے نام کس نے مقرر کئے بھاونگر کاٹھیاوار صوبہ گجرات سے جناب حاجی مولوی غلام علی صاحب اڈیٹر راہ نجات دام عزہ نے اس سوال کا جواب دریافت کیا ہے۔

جواب ۔ سوروں کے فضائل اور خاصیتوں اور تفسیروں کے متعلق جو حدیثیں حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ سے کتب فریقین میں نقل کی گئی ہیں ان میں سوروں کے نام صاف صاف ذکر کئے گئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نام یا تو خود خداوند عالم نے مقرر فرمائے ہیں یا حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ نے خداوند عالم کی اجازت اور رضامندی سے فرمادئیے۔ ان ناموں کی تصریح کتب شیعہ میں سے اصول کافی اور تفسیر برہان وغیرہ میں ہے۔ اور کتب اہلسنت میں سے کنز العمال جلد اول وغیرہ ہے۔

جمع و ترتیب اور کتابت اور کاتب قرآن اور بعض دوسرے مطالب کے متعلق چند سوال

بھاگلپور سے جناب مولوی سید احمد علی صاحب دام عزہ نے پانچ سوال لکھے ہیں جنکا اجمالی جواب اگرچہ اس مقدمہ کے مضامین سے معلوم ہو سکتا ہے لیکن اگر تھوڑی سی توضیح کردی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے اس لئے چند حدیثیں نقل کردی جاتی ہیں جو انشاء اللہ تعالیٰ کل سوالوں کے جواب کے لئے کافی ہوں گی۔

(۱) حضرت امیرالمومنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ کوئی آیت نازل نہیں ہوئی مگر یہ کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ نے اوس کو مجھے پڑھایا اور حضرت بتاتے گئے اور میں اوس کو اپنے ہاتھ سے لکھتا گیا۔ اور حضرت نے اوس کی تاویل اور تفسیر اور ناسخ اور منسوخ اور محکم اور متشابہ مجھکو تعلیم فرمایا اور بارگاہ پروردگار میں دعا کی کہ ان کو

سمجھنے اور یاد رکھنے کی قابلیت مجھکو عطا فرمائے پس نہ تو میں کوئی آیت بھولا نہ علم (قران)
جس کو حضرت نے تعلیم فرمایا[۱] - **اس حدیث** سے چند باتیں معلوم ہوئیں - ایک یہ کہ حضرت نے
قران مجید کی کل آیتوں کو لکھا ایک آیت بھی نہ چھوڑی اسلیئے کہ یہ حدیث صاف بتا رہی ہے
کہ ہر آیت کے نازل ہونے کے بعد ہی حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ و آلہ حضرت علی علیہ السلام کو
پڑھا دیتے اور لکھوا دیا کرتے تھے - دوسرے اسی بیان سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضرت
کا لکھا ہوا قران نزولی ترتیب کے مطابق تھا کیونکہ لکھنے کی پابندی سے تھوڑا ترتیب حاصل
ہو جاتی ہے - اور اسپر تیاہد حدیث بطریق اہلسنت گذر چکی کہ حضرت نے نزولی ترتیب کے
مطابق قران کو ترتیب دیا - تیسرے یہ کہ حضرت سرور عالم نے حضرت کو علوم قران تعلیم کیئے -
چوتھے یہ کہ قابلیت فہم و حفظ عطا کرنے کی دعا کی - پانچویں یہ کہ حضرت رسول کی دعا مقبول
ہوئی - اور حضرت علیؑ نہ کوئی آیت بھولے نہ کوئی علم - چنانچہ حضرت نے پورا قران تنہا جمع
کر لیا - اور دوسروں کو صحابہ سے لیکر گواہی کے ساتھ جمع کرنے کی ضرورت پڑی - اگر
حضرت عثمان کے پاس پورا قران ان کا لکھا ہوا ہوتا یا قران کے حافظ ہوتے تو نہ ترتیب
دلوانے کی ضرورت ہوتی نہ دوسروں کے مدد کی - ع۲ اسی حدیث کے آخر میں حضرت علیؑ
ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت سرورِ عالمؐ نے ارشاد فرمایا کہ خداوند عالم نے میری دعا
تمہارے حق میں اور تمہارے شریکوں کے حق میں قبول کر لی - میں نے پوچھا کہ میرے
شریک کون لوگ ہیں فرمایا جن کو خدا نے آیت اَطِیْعُوا اللّٰہَ میں اپنے ساتھ ذکر کیا ہے اور
وہ میرے اوصیاء ہیں اور قران ان کے ساتھ ہے اور وہ قران کے ساتھ اور وہ حسنؑ
اور حسینؑ اور حسینؑ کی اولاد - اور ہر ایک نام مہدی آخر الزمان تک بتایا - **اس حدیث**
سے معلوم ہوا کہ جو خصوصیت اور تعلق قران اور علم قران سے حضرت علیؑ کو تھا وہی باقی
گیارہ ائمہ علیہم السلام کو بھی تھا - ع۳ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ سوا حضرت
علیؑ اور ان کی اولاد کے جو اُن کے بعد امام ہوئے جو شخص بھی دعوے کرے کہ پورا قران
نزول کے مطابق جمع کر لیا اور حفظ کر لیا وہ جھوٹا ہے **اور قبل** اس کے عبد اللہ بن عمر سے ذکر
کی گئی ہے کہ وہ لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ یہ نہ کہو کہ میں نے پورا قران پایا کیونکہ اس کا بہت سا

---

[۱] تفسیر صافی دوسرا مقدمہ ص۵ چھاپہ ایران ۱۲ منہ

حصہ ضایع ہوگیا۔ [۴] حضرت امام محمد باقر علیہ السلام پھر ارشاد فرماتے ہیں کہ سوا ائمہ اہلبیت
کے کوئی شخص بھی یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ پورا قران اوس کے پاس ہے۔ **اس حدیث سے**
یہ معلوم ہوا کہ سوا اہلبیتؑ کے پورا قران کسی کے پاس نہیں ہے اور مؤید اس کی حدیث
عبداللہ بن عمر ہے جو ذکر کی گئی اور حدیث تفسیر اتقان کہ حضرت علیؑ نے نزول کے مطابق
جمع کرلیا تھا[۱]

حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ نے مکہ سے تنہا سفر کیا کوئی چیز اپنے ساتھ
نہ لی اور امانتوں کی ادا کاری اور اسباب کو مدینہ تک لانا حضرت علیؑ کے سپرد کیا تھا جو
کتب فریقین سے ثابت ہے اور واقعاتِ ہجرت میں مذکور۔ **اس لئے جو کچھ حصہ
قران مجید کا** مکہ میں نازل ہوا تھا اوس کو مدینہ تک حضرت علیؑ لائے۔

[۵] حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت سرور عالم نے (آخر
وقت) حضرت علیؑ سے ارشاد فرمایا کہ قران میرے فرش کے سرہانے ہے جو کچھ کھال
پر لکھا ہوا تھا اور کچھ ریشم کے کپڑے پر اور کچھ کاغذ پر۔ اس کو لیکر جمع کر ڈالو۔ پس حضرت نے
سب کو زرد کپڑے میں رکھ کر باندھا اور حضرت رسول ہی کے گھر میں اوس پر مہر لگا دی
اور بعد انتقال حضرت کے اکٹھا جمع کیا۔[۵] [۶] طلحہ نے حضرت علی سے پوچھا کہ آپ نے
جو قران جمع کیا تھا اور کہا تھا کہ یہ کتاب خدا ہے جس میں سے ایک حرف بھی نہیں چھوٹا
وہ قران کہاں ہے ہم لوگ اوس کو دیکھتے نہیں ہیں۔ حضرت نے جواب دیا کہ جس قدر
آیتیں خدا نے بھیجیں وہ کل میرے پاس ہیں۔ حضرت سرور عالم بتا گئے تھے اور میں لکھتا
گیا تھا۔ اوس میں سب کچھ لکھا ہوا ہے۔ لیکن جو قران تم لوگوں نے جمع کیا ہے اگر تم لوگ
اوس پر عمل کروگے تو تمہارے نجات کیلئے وہی کافی ہے۔ کیونکہ اوس میں ہماری حجتیں موجود
ہیں۔ اور ہمارے حقوق مذکور ہیں۔ اور ہماری اطاعت کا وجوب بھی بیان کر دیا گیا ہے
مقصود حضرت کا یہ ہے کہ اگر تم لوگ اوسی مقدار پر عمل کروگے تو ہماری اطاعت
کرلوگے اور ہمارا جمع کیا ہوا قران تم کو مل سکیگا۔ لیکن چونکہ معلوم ہے کہ اوس پر عمل نہ کروگے

---

[۱] [۵] تفسیر صافی ص۳ مقدمہ ۲ چاروں نمبر ۱۲ منہ۔ [۳] [۵] تفسیر صافی مقدمہ ۶ ص۹

اور ہم سے منحرف ہو جاؤ گے (جیسا کہ ہوا اور دنیا نے دیکھ لیا) اور راہ نجات چھوڑ دو گے تو ایسی صورت میں ہمارا جمع کیا ہوا قران بھی تمہارے لئے بیکار ہے۔

جناب ابوذر غفاری کی حدیث اوپر ذکر کیجا چکی ہے کہ حضرت نے اپنا جمع کیا ہوا قران صحابہ کو دکھایا۔ خلیفہ اول نے کھولا تو پہلی نگاہ اون آیتوں پر پڑی جو مہاجرین و انصار کے منافقوں کی مذمت میں نازل ہوئی تھی تو خلیفہ صاحب نے کہا کہ ہم کو ایسے قران کی ضرورت نہیں ہے۔ اور بند کر کے حضرت کو دے دیا اور حضرت نے فرمایا کہ اتمام حجت ہو چکی حضرت رسولؐ کی فرمائش کے مطابق حجت تمام کرنے کی غرض سے ہم نے دکھایا تھا اور جو ہوا اوس کی خبر حضرت نے دیدی تھی۔ اور حضرت گھر واپس آئے۔ اور خلیفہ اول نے زید سے دو دو گواہوں کی گواہی پر مذمتیں نکال کر قران جمع کرایا۔ پھر مشورہ ہوا کہ حضرت کا قران حیلہ سے لیکر ضایع کر دیا جائے۔ ایک مرتبہ خلیفہ دوم نے اور دوسری دفعہ طلحہ نے مانگا اور حضرت نے نہ دیا۔ کیونکہ حضرت رسولؐ کل باتوں کی خبر دے چکے تھے۔ پھر حضرت کو قتل کر دینے کی تدبیر کی گئی۔ خالد اس کے لئے تیار کیا گیا۔ لیکن اوس کی کیا مجال تھی کہ شیر خدا کو قتل کرتا[1]

۸ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر نزول کے مطابق قران پڑھا جائے تو اوس میں ہم لوگوں کا نام تم پاؤ گے[2]

۹ حضرت پھر ارشاد فرماتے ہیں کہ کاتبوں نے قران میں کچھ حروف بڑھا دیئے ہیں[3] اور اہلبیت علیہم السلام کی حدیثوں سے ان حروف کا پتہ ملجاتا ہے اور آیتوں کی ترتیب بھی معلوم ہو جاتی ہے۔ پس حدیثوں کی مدد سے قران کا صحیح معنی معلوم ہو جاتا ہے۔ اور دینی امور میں حرج واقع نہیں ہوتا۔

اٹھائیسواں مقدمہ

الزام اور اتمام حجت کا معیار۔ دنیا میں کچھ تو لامذہب ہیں اور کچھ صاحب مذہب۔ صاحب مذہب میں کچھ خدا پرست ہیں کچھ غیر پرست۔ خدا پرستوں میں کچھ عیسوی یعنی اون کو ماننے والے ہیں کچھ غیر عیسوی۔ عیسویوں میں کچھ محمدی ہیں کچھ غیر محمدی۔ محمدیوں میں کچھ اما یہ ہیں

---

[1] تفسیر صافی مقدمہ ۶ صفحہ ۱۲ سنہ [2] تفسیر صافی مقدمہ ۶ ص ۹ [3] تفسیر صافی مقدمہ ۶ ص ۹

کچھ غیر امامیہ عہ۔ امامیہ میں کچھ اثنا عشریہ ہیں کچھ غیر اثنا عشریہ۔
اب دیکھو کہ دینِ اسلام کل اگلے دینوں کا ناسخ ہے اس واسطے اب دینِ اسلام ہی واجب الاتباع اور برحق ہے۔ اور باقی ادیان باطل و متروک۔ اور حضرت سرورِ عالم کی یہ فرمائش کہ دینِ اسلام میں تہتر فرقے ہوں گے جن میں سے صرف ایک ناجی ہوگا اور باقی ناری لہ دینِ اسلام کے مسلمات سے ہے۔ اور مذاہب آپس میں اصولِ مذہب سے پہچانے جاتے ہیں اور ایک مذہب کو دوسرے مذہب سے جدا کرنے والے ہر مذہب کے اصول ہی ہیں۔ اور اسلام کے کل فرقوں میں مشترک اصولِ وحدانیت اور رسالت اور قیامت ہے۔ اور امامیہ فرقوں کے اصول میں عدالتِ پروردگار اور امامتِ ائمہ اطہار بھی داخل ہے عہ۔ اور خداوند عالم نے ائمہ مذہب کی تعداد قرآن مجید میں بارہ بتائی ہے۔ ارشاد فرماتا ہے۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (سورہ بقرہ آیت ۲۸ پارہ یکم) یعنی میں زمین میں خلیفہ (جانشین) قرار دینے والا ہوں انی جاعل اخبار سے ارادہ پروردگار سے اس واسطے اس کو نکال دینے پر فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً باقی رہجاتا ہے یعنی زمین میں خلیفہ ہیں۔ کتنے؟ جتنے اس میں حروف ہیں۔ عہ۱ ف عہ۲ ی عہ۳ ا عہ۴ ل عہ۵ ا عہ۶ ر عہ۷ ض عہ۸ خ عہ۹ ل عہ۱۰ ی عہ۱۱ ف عہ۱۲ ۃ۔
اس جملہ کے معنی سے ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کی خلافت کو بیان کیا ہے اور حروف کے عددوں سے ان کی تعداد کو بتایا ہے۔ اور مؤید اس کی کہ خدا نے انھیں کی خلافت کو مراد

عہ جیسے خوارج نہروان اور نواصب جو اہلبیت رسول اللہ میں سے کسی کو امام اور پیشوائے امت اور جانشین حضرت سرور عالم نہیں مانتے ۱۲۔ لہ کنز العمال جلد ۶ صہ ۳۹ بروایت متعدد بطریق اہلسنت و فصول المہمہ مصنفہ حر عاملی علیہ الرحمہ باب ۱۱۶ صہ ۵۶ بطریق شیعہ عہ چونکہ مشترک اصول یعنی وحدانیت و رسالت و قیامت سے کسی مسلمان کو انکار نہیں ہے اس لئے ان کی دلیلوں کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے ہاں چونکہ عدالت و امامت سے کچھ مسلمان منکر ہیں اس لئے اس امر پر تنبیہہ کر دینا ضرور ہے کہ یہ انکار کرنیوالے اپنے ذاتی اغراض سے اپنے مذہب کے اصول سے کنارہ کش ہوگئے ہیں کیونکہ عدالت پروردگار اور اس کے ظالم نہ ہونے کے متعلق آیتیں قرآن مجید میں بہت ہیں جیسے تمت کلمة ربك صدقا و عدلا (سورہ انعام پ۸ آیت ۱۱۵) اور لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ (سورہ یونس پ۱۱ آیت ۴) اور اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ (سورہ نسا پ۵ آیت ۴۴) اور اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ النَّاسَ شَیْـًٔا (سورہ یونس پ۱۱ آیت ۴۵) اور وَلَا یَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا

یا ہے۔ حدیث امام محمد باقر علیہ السلام ہے تفسیر میں کلام پروردگار اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ
کے ارشاد فرماتے ہیں کہ خداوندِ عالم کی غرض اس آیت سے یہ ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنی
قدرتِ کاملہ سے ایک ایسی مخلوق (آدم) کو پیدا کروں جسکی ذریت سے انبیاء اور مرسلین اور بندگانِ
صالح اور ائمۂ مہدیین کو پیدا کروں گا جنکو اپنی زمین میں اپنی مخلوق پر اپنا خلیفہ قرار دوں گا جو
میری اطاعت کی طرف لوگوں کو ہدایت کریں گے۔ اور میری معصیت سے منع کریں گے لہ
اور تفسیر برہان میں لکھتے ہیں کہ عَرَضَهُمْ سے حضرت محمد مصطفیٰ اور ائمہ علیہم الصلوٰۃ والسلام
کو پیش کرنا مقصود ہے۔ اور حضرت سرورِ عالم نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد بارہ خلیفہ ہونگے
اور سب قریشی ہوں گے۔ اور ان بارہ کی تعیین اپنی ذریت طاہرہ میں کی ہے (دیکھو تفصیل تیئیسویں
اور بائیسویں مقدمہ میں) اور اپنی متواتر فرمائش حدیث ثقلین میں علاجِ گمراہی کو دو چیزوں
کے اختیار پر منحصر کیا ہے۔ ایک کتاب خدا دوسری اپنی عترت طاہرہ (دیکھو تفصیل دونوں
مذکورہ مقدموں میں) اس بیان سے یہ معلوم ہوا کہ خدا کے نزدیک وہی مذہب صحیح اور مقبول ہے

(سورۂ کہف پ ۱۵ آیت ۴۸) اور امامت ائمہ کے متعلق بھی آیتیں قرآن مجید میں بہت ہیں جیسے آیت غدیر
یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ اور آیت ولایت اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِیْنَ
اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رٰكِعُوْنَ اور آیت كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ
وغیرہ اور کتب احادیث اہلسنت میں حدیثیں بھی بے شمار ہیں۔ جیسے حدیث ثقلین اور حدیث منزلت
اور حدیث سفینہ اور حدیث امان اور حدیث اثنا عشر ائمہ اور حدیث اقتدار و تعلم اور وہ حدیثیں
جو حضرت مہدی آخر الزمان علیہ السلام کے متعلق ہیں اور وہ حدیثیں جن میں ائمہ اثنا عشر علیہم السلام
کے اسماء مبارکہ کی تصریح کی گئی ہے۔ اور یہ حدیثیں تھوڑی تھوڑی تیئیسویں اور بائیسویں مقدمہ میں
ذکر کر دی گئی ہیں اور کتاب ینابیع المودۃ میں بتفصیل مذکور ہیں پس اس بنا پر قرآن اور حدیث کے ماننے والوں
کے مذہب کے اصول میں عدالت اور امامت ائمہ اثنا عشر علیہم السلام بھی داخل ہیں اور در حقیقت یہ لوگ اصول
مذہب کے لحاظ سے امامیہ ہیں لیکن اپنے خاص اغراض کی وجہ سے اپنے مذہبی اصول کو دل سے ماننا نہیں چاہتے
اگرچہ بعض وقت مجبوراً محبت اہلبیت کا زبانی دعویٰ کرتے ہیں جسکی تصدیق ان کا دل نہیں کرتا۔ اگر یہ لوگ انصاف کریں
تو انکے اصول مذہب ہی انکے اثنا عشری ہو جانے پر انکو مجبور کرینگے۔ مختصر یہ کہ قرآن و حدیث ماننے والوں کو عدالت و امامت کے ماننے سے
کوئی چارہ اور چھٹکارا نہیں ہے اور یہ دونوں چیزیں اصول مذہب ہیں بے دلیل نہیں ہیں ۱۲ منہ

جس کے اصول میں حضرت سرورِ عالم کے بعد بارہ ائمہ علیہم السلام کی امامت بطور جزئیت کے لیگئی ہے اور نجات پانے والا وہی فرقہ ہے جو ایسے ہی مذہب کا پابند ہے۔ اور ایسا مذہب اور فرقہ اثنا عشری کے سوا دوسرا نہیں ہے۔ اور خدا و رسول کے مقرر کردہ اصول میں سے ایک جزر کا منکر بھی نتیجہ میں شل اوس شخص کے ہے جو پورے اصول کا منکر ہو۔ جیسے کوئی شخص اصول اسلام میں سے وحدانیت اور رسالت کا معتقد ہو لیکن قیامت یا حضرت رسول اللہ کی معراج کا انکار کرے وہ مثل اوس شخص کے ہے جو تینوں اصول میں سے کسی کا معتقد نہ ہو اسی طرح امامیہ مذہب والوں میں سے اگر کوئی شخص یا کوئی فرقہ بارہ ائمہ میں سے ایک امام کی امامت کا بھی انکار کرے تو وہ مثل اوس شخص کے ہے جو کسی امام کی امامت کو نہ مانتا ہو کیونکہ خدا و رسول نے بارہوں ائمہ کی امامت کو مذہب صحیح و مقبول کا جزو قرار دیدیا ہے اور ان کل حضرات کی امامت کے اعتقاد کو عدم گمراہی میں دخیل اور نجات کا ذریعہ فرمایا ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ تین قسم کے لوگوں کی طرف خدا وند عالم قیامت میں توجہ نہ کرے گا اور نہ اون کے کسی عمل کو قبول کرے گا اور ان کیلئے عذاب دردناک ہے۔ اون تین میں سے ایک وہ شخص ہے جو ایک امام کی امامت سے بھی انکار کرے (اصول م)

(صـ۲۹) اب ذرا غور کرو تو معلوم ہو جائے گا کہ سوائے مذہب اثنا عشری کے باقی کل مذاہب کے اصول مذہب حق کی مخالفت میں شریک ہیں یعنی ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کی امامت کے انکار میں متحد ہیں اس لیئے کہ مخالفین اصولِ اسلام اور وہ مسلمان جن کے اصولِ مذہب میں امامت داخل نہیں ہے۔ امامتِ ائمہ علیہم السلام سے ان کا انکار بدیہی ہے۔ رہے امامیہ میں سے وہ لوگ جو کل ائمہ کی امامت کو نہیں مانتے تو وہ بھی انکار جزر کی وجہ سے منکرِ کل اور منکرِ اصولِ مذہب حق ہیں۔ پس پوری تقریر کا حاصل یہ ہوا کہ سوائے مذہبِ اثنا عشری کے باقی کل مذاہب معتقد بہا کے اصول انکارِ امامتِ ائمہ اثنا عشر میں متحد اور شریک ہیں۔ پس اسلام کے تہتر فرقوں میں سے صرف ایک فرقہ اثنا عشریہ ازروے اصول متفرد ہے۔ اور حضرت سرورِ عالم نے جس ایک ہی فرقہ کو ناجی قرار دیا ہے وہ یہی فرقہ قرار پاتا ہے۔

منجملہ ان کے صحیح مسلم ہے اور جامع ترمذی کتاب فتن باب ما جاء فی الخلفاء صـ۳۲۳ - ومشکوۃ باب مناقب قریش صـ۵۵۰ اور لکھا ہے کہ اس حدیث پر سب کا اتفاق ہے۔ وسنن ابو داؤد کتاب مہدی جلد ۲ صـ۱۳۰ - وصواعق محرقہ میں ہے کہ اس حدیث کو ہم صحت سے۔ یا دو نے بیان کیا ہے باب افضل اول ۳ - مختصر یہ کہ یہ حدیث متواتر ہے ۱۲ منہ۔

اور اصول مذہب سے ہماری غرض وہ چیزیں ہیں جن کو اوس مذہب کی آسمانی کتاب اور اوس مذہب کے رئیس اور بانی اور مروج یعنی نبی اور وصی نبی کی فرمائشیں اوس مذہب کی بنیاد ہدایت وگمراہی کا دار و مدار قرار دیتی ہوں اگرچہ اہل مذہب اپنی خود غرضیوں سے نہ مانیں اون کا نہ ماننا اصولِ مذہب کو برطرف نہیں کرسکتا۔

واضح رہے کہ مذہبِ اہلسنت کی آسمانی کتاب یعنی قران اور رئیس مذہب یعنی حضرت سرور عالم کی حدیثیں جو ان کی کتابوں میں بسند معتبر مندرج ہیں خلفاء ثلثہ کی خلافت کو جزوِ مذہب قرار نہیں دیتیں[1] اور علماء اہلسنت کو اس کا اقرار ہے اور ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کی امامت کو جزوِ مذہب قرار دیتی ہیں جیسا کہ اکیسویں اور بائیسویں مقدمہ میں بہ تفصیل بیان کیا گیا۔

نتیجہ کلام اس بیان سے دو امروں کو ظاہر کرنا مقصود ہے ایک یہ کہ ہر فرقہ کے اصول مذہب سے آگاہی ہو جائے تاکہ اُنہی کے اصول مذہب سے اوس پر الزام اور اتمام حجت کیا جائے کیونکہ اصول تہذیب سے نکلکر کسی فرقہ پر حجت تمام نہیں ہو سکتی۔ پس اگر کوئی فرقہ ایسے لوگوں کے فعل یا قول سے کسی ایسے فرقہ پر حجت تمام کرنا یا الزام لگانا چاہے جن کے

---

[1] صحیح بخاری اور سنن ابوداؤد میں خلیفہ دوم کی صریح حدیث اس مضمون کی موجود ہے کہ حضرت سرور عالم نے کسی کو اپنا جانشین نہیں بنایا۔ قَالَ عُمَرُ اِنْ اَسْتَخْلِفْ فَقَدِ اسْتَخْلَفَ مَنْ ھُوَ خَیْرٌ مِّنِّیْ اَبُوْبَکْرٍ وَاِنْ اَتْرُکْ فَقَدْ تَرَکَ مَنْ ھُوَ خَیْرٌ مِّنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ فَاَثْنَوْا عَلَیْہِ (بخاری کتاب الاحکام باب الاستخلاف جلد ۴ صفحہ ۱۶ مطبوعہ مصر) یعنی عمر نے کہا کہ اگر میں کسیکو خلیفہ بناؤں تو کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ اوس نے خلیفہ بنایا جو مجھ سے بہتر تھا یعنی ابوبکر اور نہ بناؤں تو کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ رسول اللہ نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا جو مجھ سے بہتر تھے۔ قَالَ عُمَرُ اِنْ لَا اَسْتَخْلِفْ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ لَمْ یَسْتَخْلِفْ وَاِنْ اَسْتَخْلِفْ فَاِنَّ اَبَابَکْرٍ قَدِ اسْتَخْلَفَ (سنن ابوداؤد باب فی الخلیفۃ یستخلف صفحہ ۱۲ چھاپہ اصح المطابع) یعنی عمر نے کہا کہ اگر میں کسیکو خلیفہ نہ بناؤں تو کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ رسول اللہ نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا اھ اسی واسطے وہ حدیثیں جنمیں فلاں اور فلاں کو خلیفہ بنانا مذکور ہے وہ بنائی ہوئی اور جھوٹی ہیں۔ صحیح بخاری اور سنن ابوداؤد صحاح ستہ میں داخل اور اول درجہ کی کتابیں ہیں۔ اور دونوں روایتیں خلیفہ دوم کے بیٹے عبداللہ سے منقول ہیں۔ اور امام اہلسنت نووی کہتے ہیں کہ عبداللہ کی حدیث کا حکم قیامت تک باقی رہیگا (حاشیہ سنن ابوداؤد صفحہ ۱۲ جلد ۲ ۱۲ منہ)

قول یا فعل کو اس فرقے والے حجت اور معتبر نہیں سمجھتے تو نہ یہ حجت ان پر تمام ہو سکتی ہے اور نہ یہ الزام صحیح ہے۔ مثلاً اگر ان خلفاء کے قول یا فعل سے جن کو شیعے حضرت رسول اکرمؐ کا برحق جانشین نہیں جانتے کوئی شخص ان پر حجت تمام کرنا یا الزام لگانا چاہے تو یہ بحث مناظرہ سے خارج سمجھی جائے گی۔ ہاں اہلسنت کے اصول مذہب میں چونکہ ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کی امامت داخل ہے اور وہ لوگ قران وحدیث کی حجیت کا زبان سے اقرار کرتے ہیں اور ان دونوں سے آنحضرات کی امامت ثابت ہے اس لئے ان حضرات کے قول وفعل سے اس فرقہ کے لوگوں پر الزام بھی لگایا جا سکتا ہے اور حجت بھی تمام کی جا سکتی ہے۔ دوسرے یہ کہ عقلی دلیل چونکہ بہ حیثیت عاقل ہونے کے ہر فرقہ کے لوگوں کے نزدیک مقبول اور مشترک ہے اس واسطے عقلی دلیلوں سے ہر اہل مذہب اور صاحب مذہب پر حجت تمام ہو سکتی ہے۔ کوئی عاقل اس سے انکار نہیں کر سکتا اور دنیا کے عقلاء میں عقلی دلیلوں سے اتمام حجت کثرت سے جاری وساری ہے۔

انتیسواں مقدمہ

آیات مدح اہلبیت و مذمت دشمنان اہلبیتؑ کا مطالبہ

بطریق شیعہ حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ قران چار حصوں میں نازل ہوا ہے ایک حصہ ہم اہلبیت کی شان میں ہے اور ایک حصہ ہمارے دشمنوں کی شان میں۔ اور ایک حصہ حالات میں اور ایک حصہ فرائض اور احکام میں اور قران کی بہتر آیتیں ہم ہی لوگوں کی شان میں ہیں۔ (تفسیر صافی مقدمہ سوم بحوالہ کافی و تفسیر عیاشی) **اور بطریق اہلسنت** تین روایتیں نقل کی گئی ہیں ایک یہ کہ اہلبیت کی شان میں ایک چوتھائی قران نازل ہوا دوسرے یہ کہ تین سو آیتیں یا کچھ اس سے زائد نازل ہوئیں تیسرے یہ کہ ستر آیتیں نازل ہوئیں چنانچہ حضرت علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ قران چار حصوں پر نازل ہوا ایک حصہ ہم اہلبیت کے حق میں اور ایک حصہ ہمارے دشمنوں کے حق میں۔ اور ایک حصہ حالات و امثال میں اور ایک حصہ فرائض و احکام میں اور قران کی بہتر آیتیں ہم لوگوں کی شان میں ہیں (ارجح المطالب باب ۳ صفحہ ۵۶ بحوالہ ابوبکر بن مردویہ و دیلمی و ابن النجار

ص۱۴۲ و ص۱۰۳ بحوالہ مناقب) اور بحر العلوم و امام مفسرین اہلسنت یعنی عبداللہ
ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام کی شان میں تین سو آیتیں نازل ہوئیں
(صواعق محرقہ باب ۹ فصل ۳ ص۷۶ و ارجح باب ۲ ص۵۶ بحوالہ ابن عساکر) اور مجاہد کہتے
ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام کی شان میں ستر آیتیں نازل ہوئیں (ارجح المطالب باب ۳
ص۵۶ بحوالہ ابوبکر بن مردویہ) لیکن ترجیح پہلی دونوں حدیثوں کو ہے ایک اس وجہ سے
کہ پہلی حدیث کے راوی حضرت علیؑ ہیں جو علم قرآن اور علوم اولین و آخرین کے جامع
تھے۔ اور دوسری حدیث کے راوی بحر العلوم اور امام مفسرین اہلسنت یعنی عبداللہ بن عباس
ہیں۔ دوسرے اس وجہ سے کہ یہ دونوں بزرگ اہلبیت اور خاندانِ حضرت سرورِ
عالم سے تھے۔ قرآن ان کے گھر میں نازل ہوا اور علمِ قرآن کو یہ لوگ دوسروں سے زیادہ
جانتے تھے چنانچہ جب حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے ابن عباس کو خوارج سے
مباحثہ کے لئے بھیجنا چاہا اور فرمایا کہ اپنے مطالب کے ثبوت میں قرآن کی آیتوں کو
پیش نہ کرنا بلکہ حدیث رسول اللہ ص پیش کرنا تو ابن عباس نے جواب دیا کہ اے امیر المومنین
میں کتاب خدا کا علم ان سے زیادہ رکھتا ہوں کیونکہ قرآن میرے گھر میں نازل ہوا ہے
تو حضرت نے (اُن کی تصدیق کی اور) فرمایا کہ سچ کہتے ہو لیکن قرآن کی آیتیں بہت
سے معانی پر محمول ہوتی ہیں تم کوئی معنی مراد لوگے وہ کوئی معنی لیں۔
اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ ابن عباس علمِ قرآن کو دوسروں سے
زیادہ جانتے تھے۔ دوسرے یہ کہ قرآن جن کے گھر میں نازل ہوا وہ اس کے علم کو دوسروں
سے زیادہ جانتے ہیں۔ اہلسنت کے علامہ اور مذہب اہلسنت کے سچے حامی اور ہمدرد
یعنی شبلی صاحب نے اپنے کلام صاحب البیت ادری بما فیہا (گھر والے
ان چیزوں سے بہت زیادہ آگاہی رکھتے ہیں جو اس میں ہیں) سے اسی مطلب کو بیان
کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ابن تیمیہ نے ابو حنیفہ کے شاگردِ حضرت امام جعفر صادقؑ ہونے
سے انکار کیا ہے اور اس کی وجہ یہ خیال کی ہے کہ امام ابو حنیفہ حضرت جعفر صادقؑ کے
معاصر اور ہمسر تھے اس لئے ان کی شاگردی کیونکر اختیار کرتے۔ لیکن ابن تیمیہ کی یہ گستاخی
اور خیرہ چشمی ہے۔ امام ابو حنیفہ لاکھ مجتہد اور فقیہ ہوں لیکن فضل و کمال میں ان کو حضرت
جعفر صادق علیہ السلام سے کیا نسبت؟ حدیث و فقہ بلکہ تمام مذہبی علوم اہلبیت کے گھر سے نکلے

اور صاحب البیت ادری بما فیہا[1] تیسرے اس وجہ سے کہ یہ حضرات صحابی
تھے چوتھے اس وجہ سے کہ یہ روایتیں متعدد سندوں سے منقول ہیں اور کئی عالموں نے
اپنی کتابوں میں لکھا ہے اور تیسری روایت کے راوی یعنی مجاہد ایک تو علم میں ان
حضرات کے مقابل میں کوئی ہستی نہیں رکھتے تھے دوسرے خاندان رسالت سے نہ تھے
تیسرے صحابی نہ تھے بلکہ تابعین کے تین طبقوں میں سے دوسرے[2] طبقے میں تھے۔ طبقۂ اولیٰ
سے ہونے کا بھی شرف حاصل نہ تھا۔ چوتھے اس روایت کو صرف ابن مردویہ نے
ایک سند سے ذکر کیا ہے اس لئے یہ تیسری حدیث بمقابل پہلی دونوں حدیثوں کے لائق
قبول نہیں ہو سکتی۔ باقی رہی اون دونوں روایتوں میں سے ایک کی ترجیح دوسری
روایت پر تو اگرچہ شیعہ روایت پہلی روایت کی مؤید ہے لیکن اس ترجیح کی ضرورت نہیں
ہے۔ کیونکہ ترجیح کی محتاج وہ حدیثیں ہوتی ہیں جو آپس میں مخالفت رکھتی ہوں۔ اور
یہ دونوں آپس میں مخالفت نہیں رکھتیں اس لئے کہ پہلی حدیث اون آیتوں کی مقدار
کو بیان کر رہی ہے جو کل اہلبیت کی مدح میں نازل ہوئی ہیں جن کو ضمیر جمع یعنی فینا ظاہر
کر رہی ہے جس کا معنی ہم اہلبیت ہے اور دوسری حدیث اون آیتوں کی مقدار کو بتا رہی ہے
جو صرف حضرت علی علیہ السلام کی مدح میں نازل ہوئی ہیں۔ دونوں حدیثوں کے
مضمون کا حاصل۔ پہلی دونوں حدیثوں کے مضمون کا حاصل تین امر ہے۔ ایک
یہ کہ قران کا ایک[عـه] چوتھائی اہلبیت حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ وعلیہم کی تعریف میں
نازل ہوا۔ دوسرے یہ کہ اس ایک چوتھائی میں سے تین سو آیتیں خاص حضرت
علی علیہ السلام کی تعریف میں نازل ہوئی ہیں اور باقی یعنی کوفیوں کی گنتی کے مطابق ۱۲۵۹
آیتوں۔ اور بصریوں کی گنتی کے مطابق ۱۲۵۴ آیتوں میں سے کچھ آیتیں سوائے حضرت علی[4]

---

[1] سیرۃ النعمان صفحہ ۳ ذکر شیوخ ابو حنیفہ ۱۲ منہ [2] تقریب التہذیب ذکر مجاہد صفحہ ۳۴۶ و صفحہ ۳
جس میں طبقات کو ذکر کیا ہے۔ ۱۲ منہ عـه اہل کوفہ قران مجید کی کل آیتوں کی مقدار
۶۲۳۶ بتاتے ہیں اس لئے چوتھائی اس کا ۱۵۵۹ ہوا۔ اور اہل بصرہ کل آیتوں کی
مقدار ۶۲۱۶ بتاتے ہیں اس لئے چوتھائی اس کا ۱۵۵۹ ہوا۔ ۱۲ منہ

کہ باقی اہلبیت کے ساتھ مخصوص ہیں اور کچھ آیتوں میں کل حضرات شریک ہیں۔ تیسرے یہ کہ کوفیوں کی شمار کے مطابق ۱۵۵۹ آیتیں اور بصریوں کی شمار کے مطابق ۱۵۵۴ آیتیں اہلبیت کے دشمنوں کی مذمت میں نازل ہوئی ہیں۔

نتیجہ کلام ۔ اب ہم حضرات اہلسنت سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ قرانِ مجید میں تصرف یعنی کمی یا زیادتی کرنے کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں یعنی وہ آیتیں جو اہلبیتؑ کی فضیلت اور ان کے دشمنوں کی مذمت میں نازل ہوئی تھیں نکالدی گئیں یا باقی ہیں اگر نکالدی گئیں تو پہلا سوال یہ ہے کہ کس قدر نکالی گئیں اور کیوں نکالی گئیں اور کس نے نکالا اور نکالنے والا کس کلام اور کس سلوک کا مستحق ہے آیا مستحق عداوت و مذمت و سزا ہے یا مستحق محبت و تعریف و حسن سلوک۔ اور دوسرا سوال یہ ہے کہ وہ دشمنانِ اہلبیتؑ کون ایسے لوگ ہیں جن کی مذمت میں دس بیس چالیس پچاس سو دو سو نہیں بلکہ ڈیڑھ ہزار (نسخہ) آیتیں نازل کردی گئیں۔ جواب ثبوت اور دلیل کے ساتھ ہونا چاہیئے۔ آپ کے امام ابن حجر مکی وغیرہ تو لکھتے ہیں کہ معتوب جماعت صحابہ ہی کی تھی۔ عن ابن عباس قال ما انزل اللہ یا ایھا الذین اٰمنوا الّا و علی امیرھا و شریفھا ولقد عاتب اللہ اصحاب محمدٍ فی غیر مکان وما ذکر علیاً الّا بخیر[ل] یعنی ابن عباس نے بیان کیا کہ جس قدر آیتوں میں ایمان والوں کا ذکر ہے علیؑ اون کل ایمان والوں کے سردار اور ان سب کے بزرگ ہیں۔ اور خدا نے اصحاب (بلفظ جمع) پر کئی مقام میں قرآن کے عتاب کیا ہے لیکن علیؑ کا ذکر ہر جگہ بھلائی ہی کے ساتھ کیا ہے۔ اور اگر آیتیں نہیں نکالی گئیں اور قرآن بے کم و کاست اوسی قدر نازل ہوا جتنا اسوقت

ل صواعق محرقہ باب ۹ فصل ۳ ص ۷۶ بروایت ابن عباس۔ وینابیع المودہ باب ۴۲ ص ۱۲۳ بحوالہ طبرانی و ابن ابی حاتم بروایت اصحاب ابن عباس۔ و ارجح المطالب باب ۲ ص ۵۰ بحوالہ احمد حنبل و طبرانی و ابن ابی حاتم و استیعاب ابن عبد البر و صواعق محرقہ بروایت ابن عباسؓ کنز العمال جلد ۶ ص ۳۹۱ نمبر حدیث ۵۹۹۰-۱۲ منہ ۔ ع معلوم نہیں حضرات اہلسنت ان ایماندواروں میں خلفاء ثلثہ کو بھی داخل کرتے ہیں یا نہیں اگر نہیں داخل کرتے تو اون کے ایمان کیلئے کونسی آیت کو دلیل تجویز کرتے ہیں اور اگر داخل کرتے ہیں تو امیرہا و شریفہا کا معنی کیا بیان کرتے ہیں ۱۲ منہ

موجود ہے تو ہمارے چند سوالوں کے جواب ثبوت اور مضبوط دلیلوں کے ساتھ ارشاد فرمائیں۔
؏۱ وہ ڈیڑھ ہزار انسٹھ یا ڈیڑھ ہزار چون آیتیں فضائل اہلبیت میں کون کون سی ہیں معین کر دیجیے
؏۲ منجملہ اون ڈیڑھ ہزار انسٹھ یا چون کے تین سو خاص حضرت علیؑ کی فضیلت میں کون کون سی ہیں
معین فرما دیں۔ ؏۳ وہ ڈیڑھ ہزار انسٹھ یا چون آیتیں جو ان حضرات کے دشمنوں کی مذمت
میں نازل ہوئی ہیں کون کون سی ہیں معین کر دیں۔ اگر آپ لوگ اس زحمت کو گوارا کرنا پسند نہ کریں گے
تو مجبوراً ہم کو آیاتِ فضیلت اور آیاتِ مذمت اور مذموم اشخاص کو معین کرنا پڑے گا اور آپ ہمارے
معین کردہ کو ماننے پر مجبور ہوں گے۔ ہم شیعے خدا کی کتاب سے حقِ اہلبیت اور حقِ دشمنانِ اہلبیت
کو بغیر پورا کئے ہوئے قرار نہیں لے سکتے۔ ؏۴ عداوت کا معنی اور معیار اور اوس کے دائرہ کی حد
دلیل کے ساتھ معین کر دیں اور غور کرکے یہ بتائیں کہ حضرت علی علیہ السلام کے حقوق[۱] پر قبضہ کرنا
اور اون کی توہین[۲] اور دل آزاریاں[۳] اور قتل کی دھمکی[۴] اور ان کے گلے میں رسی باندھ کر مسجد تک
کھینچکر لیجانا اور حضرت سرور عالم کی پارۂ جگر کی دل آزاریاں[۶] اور اون[۷] کا گھر جلانے کی قسم کے
ساتھ دھمکی۔ اور اون کے[۸] مکان تک آگ لکڑی لیجانا اور معصومہ[۹] کے شکم مبارک پر مارنا جس سے
حمل ساقط ہو گیا۔ یہ کل چیزیں عداوت اور دشمنی کی حد اور معیار کے اندر داخل ہیں یا نہیں۔ اگر
داخل ہیں تو ایسا کرنے والے جو لوگ بھی ہوں کس چیز کے مستحق ہیں اور اگر داخل نہیں ہے تو داخل
نہ ہونے کی کافی وجہیں اور دلیلیں بیان کریں اور اگر معیار اور حد کا بیان اور تعیین ہمارے
ذمہ چھوڑتے ہیں تو ہم ان کی خدمتیں اپنی نہیں بلکہ اونہیں کے امام فیومی وغیرہ کی تحریر پیش کرتے ہیں
کہ وہ عداوۃ کے معنی میں لکھتے ہیں۔ عَدَا عَدْواً ظَلَمَ وَتَجَاوَزَ الحَدّ ؏ یعنی عداوت کا معنی ظلم کرنا

---

۱ مشہور ہے حوالہ کا محتاج نہیں ۱۲ منہ ؏ جیسے اون کو بلانے کیلئے قنفذ غلام کو بھیجنا (امامت وسیاست ابن قتیبہ)
۳ کل واقعات سقیفہ وبیعت دل آزار تھے ۱۲ منہ ؏ امامت وسیاست ابن قتیبہ ذکر واقعہ بیعت ۱۲ منہ
ف۴ شرح ابن ابی الحدید جزء ۶ وسط ص ۲۹۲ بروایت سعد بن لیث ۱۲ منہ ؏۶ دیکھو واقعات بیعت
شرح ابن ابی الحدید جزء ۶ ص ۲۹۳ سطر ۱۳ میں ۱۲ منہ ؏ عقد الفرید وتاریخ ابوالفدا
وتاریخ طبری وامامت وسیاست ابن قتیبہ ۱۲ منہ ؏ ملل ونحل شہرستانی بروایت نظام سنی متعصب
اور تفصیل اس واقعہ کی مع توثیق نظام بصری میری مرشد امت نمبر ۲۲ بیان مقامات عداوت کے بعد ذکر
قرار داد اہلسنت میں ہے ۱۲ منہ ؏ مصباح المنیر فیومی لغت عدا۔ وکلیات علامہ ابوالبقا حنفی لغت عدو ۱۲ منہ

اور حد سے گذر جانا ہے۔ یا مظلوم کی حد سے گذر جانا یا اپنی حد سے گذر جانا۔ اگر مظلوم کی حد سے گذر جانا مقصود ہو تو اہلبیت کے مراتب کی حد یہ ہے کہ اون کو سر دل اور آنکھوں پر رکھا جائے اون کو اپنا پیشوا اور حاکم مطلق بنایا جائے اون سے علوم و احکام خدا سیکھے جائیں اور تعظیم و عزت و احترام کیا جائے۔ اون کو راضی اور خوشنود رکھا جائے۔ پس ان امور میں کوتاہی کرنا حد سے گذر جانا ہے اور اسی قدر کوتاہی عداوت کے حد اور معیار میں داخل ہے۔ چہ جائیکہ ان کی دل آزاری بھی کیجائے۔ اور جبکہ اون کے حقوق میں کوتاہی اور کمی کرنے والے آیاتِ مذمت میں داخل اور اس کے مصداق ہیں تو اون کی دل آزاری کرنے والے بدرجہ اولیٰ ان آیتوں میں داخل اور ان کے مصداق ہوں گے۔ اور اگر اپنی حد سے گذر جانا مقصود ہو تو بمقابل اہلبیت رسول اللہ کے امت محمدی کی حد غلام بنکے رہنا ہے اور ان کا دوستدار اور خدمت گذار اور بکار ہرد و غمگسار رہنا اسلئے اسکے خلاف کرنا حد سے گذر جانے اور آیات مذمت میں داخل ہونے اور اوس کا مصداق بننے کا باعث ہے۔

تیسواں مقدمہ

قرآن مجید تفسیر کا محتاج ہے۔ قرآن مجید میں جو معانی مراد و پر وردگار ہیں اون کو بغیر تفسیر کے سمجھنا اس وجہ سے غیر ممکن ہے کہ اوس کے کچھ الفاظ سے اون کے حقیقی معانی مراد لئے گئے ہیں[۱] اور کچھ الفاظ سے مجازی معانی۔ اور کچھ آیتیں محکم ہیں[۲] جن کے ظاہری معانی مراد پروردگار ہیں اور کچھ متشابہ ہیں[۳] کہ ظاہری معانی مراد نہیں ہیں۔ اور کچھ آیتیں مطلق ہیں[۴] جن میں کوئی قید نہیں ہے اور کچھ مقید[۵] جو قید کے ساتھ ہیں۔ اور کچھ آیتوں کے منطوق[۶] یعنی لفظی معانی مراد ہیں۔ اور کچھ کے مفہوم[۷] جو اون سے عقلاً سمجھے جاتے ہیں

۱؎ مجازات کے سوا کل الفاظ اپنے اصلی معنی میں مستعمل ہیں مثلاً کچھ معنی نہیں جیسے یَدُ اللّٰہِ میں لفظ ید قدرت کے معنی میں مجازاً استعمال ہوا ہے ۱۲ منہ ۲؎ جیسے اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ ۱۲ منہ ۳؎ جیسے اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی ۱۲ منہ ۴؎ جیسے فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ جس میں مرد کی قید ہے نہ عادل کی ۱۲ منہ ۵؎ جیسے اَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْکُمْ اور وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِیْدَیْنِ مِنْ رِّجَالِکُمْ ۱۲

اور کچھ آیتیں عام[۹] ہیں جو بہت سی فردوں کو شامل ہیں، اور کچھ خاص[۱۰] جن کا حکم کسی خاص سے تعلق رکھتا ہے اور کچھ آیتیں ناسخ[۱۱] ہیں جو کسی آیت کے حکم کو اوٹھانے کے لیئے نازل ہوئی ہیں، اور کچھ منسوخ[۱۲] جن کا حکم اوٹھا دیا گیا ہے۔ اور کچھ آیتیں مجمل[۱۳] ہیں جن سے مراد پروردگار صاف صاف نہیں معلوم ہوتا۔ اور کچھ مبیّن[۱۴] ہیں جن سے مراد صاف صاف معلوم ہوتا ہے۔ اور کچھ آیتیں ایسی ہیں جو صورت میں عام ہیں لیکن مقصود اون سے خاص شخص[۱۵] ہے۔ اور کچھ خاص[۱۶] ہیں جن سے مقصود عام لوگ ہیں۔ اور کچھ آیتیں ایسی ہیں جن میں خطاب[۱۷] کسی شخص سے اور مقصود درحقیقت دوسرا شخص اور ان کے علاوہ آیتوں میں کنایات اور اشارات اور تعریض اور حصر اور اختصاص اور ایجاز اور اطناب اور آیتوں اور سورتوں میں تقدیم اور تاخیر اور خبر اور انشا اور انشا بصورت خبر اور موہم اختلاف و تناقض اور ایک شخص کی طرف بلفظ تثنیہ وجمع اور دو کی طرف بلفظ مفرد وجمع اور کئی کی طرف بلفظ مفرد و تثنیہ اور اس کے علاوہ بہت سی چیزیں ہیں جو بیان اور تفسیر کی محتاج ہیں (فصول المہمہ صفحہ ۔ باب تقریباً بتغییر قلیل) پس ایسی صورت میں قران ایسے لوگوں کا محتاج ہے جو مراد پروردگار کو صحیح طور سے بتا سکیں۔ امت مرحومہ کو ایسا شخص دینی فائدہ ہرگز نہیں پہونچا سکتا جو تفسیر قران پوچھنے والے جاہل سے کہے کہ ایک معنی بیان کرتا ہوں اگر صحیح ہو تو خدا کی طرف سے سمجھنا ورنہ میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے[۱۸]

---

[۹] جیسے مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ جس کا لفظی معنی یہ ہے کہ بیمار اور مسافر روزہ نہ رکھے اور مفہوم اس کا یہ ہے کہ جو بیمار اور مسافر نہ ہو وہ روزہ نہ چھوڑے ۱۲ منہ۔

[۱۰] جیسے قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۱۲ منہ [۱۱] جیسے يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ

[۱۲] جیسے اَلزَّانِي لَا يَنْكِحُ إِلَّا زَانِيَةً ناسخ اوس کی وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ ہے ۱۲۔

[۱۳] جیسے أَوْ يَعْفُوَ الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ [۱۴] جیسے مِنَ الْفَجْرِ جو خيط الابیض کا بیان ہے۔ [۱۵] أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ اس میں ناس سے مقصود حضرت علی ہیں ۱۲

[۱۶] يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ اس میں خطاب حضرت رسول ص کی طرف ہے اور مخاطب کل مسلمان ہیں ۱۲۔ [۱۷] لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ اس میں خطاب حضرت کی طرف ہے اور مخاطب درحقیقت آپ کی امت کے لوگ ہیں ۱۲ منہ [۱۸] تاریخ الخلفا، فصل فیما روی عن الصدیق من تفسیر القران صفحہ ۶۹ چھاپہ مطبع مجیدی کانپور

تفسیر کی صحت اور غلطی کو جاہل سائل کی تشخیص پر چھوڑے اور پھر بھی صحیح معنی بیان نہ کرسکے۔

تنبیہہ۔ جس طرح قران مجید کے مطالب سمجھنے کے لیئے کسی بیان کرنے والے کی ضرورت ہے
اور ہر عربی دان اوس کی تفسیر نہیں سمجھ سکتا اوسی طرح حدیثوں کے مطالب سمجھنے کیلئے بھی
کسی بیان کرنے والے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ جس طرح قران مجید محکم و متشابہ وغیرہ اقسام
مذکورہ پر مشتمل ہے اوسی طرح حدیثیں بھی ان کل اقسام پر مشتمل ہیں اور ہر قسم کیلئے کچھ قواعد ہیں
جو اصول فقہ میں سے بیان کیئے گئے ہیں۔ جب تک ان قواعد کو اپنی اجتہادی رائے کے
مطابق نہ برتے حکم صحیح معلوم نہیں ہو سکتا اور نہ واقعی مراد خدا و اولیائے خدا کا پتہ لگ سکتا ہے

اکتیسواں مقدمہ

مفسر کو معصوم ہونا چاہئے۔ اسلام نام ہے کچھ احکام کے مجموعہ کا جن کا جامع
قران مقدس ہے اور احادیث معصومین علیہم السلام اور کل مسلمانوں کا فرضیہ ہے کہ اپنے
زمانے عقائد کی اصلاح اور عمل کی تصحیح اور دنیا کی بھلائی اور آخرت کی درستی کی غرض
سے اور دوسرے اسلام کی ترویج کے لیئے ان دونوں یعنی قران و حدیث کا علم حاصل
کیا۔ اگرچہ اشاعت اسلام اور کثرت مسلمین کے زمانہ سے یہ حکم عام مسلمانوں کیلئے
بوجہ رفع عسر و حرج واجب کفائی اور متمکن لوگوں کے لیئے واجب عینی قرار پایا۔ لیکن صدر
اسلام میں جبکہ مسلمان کم تھے اور اجتہادی فتاوی کی جگہہ پر بھی علم قران و حدیث ہر
شخص کے لیئے واجب العمل تھا اون کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر واجب عینی تھا۔ مگر مسلمانوں
میں سے اسلام پرستوں اور درد دین رکھنے والوں نے اس کی طرف توجہ کی اور بقدر امکان اسے
حاصل کیا۔ اور کچھ لوگوں نے اس فرضیہ کی تحصیل کو لازم نہ سمجھا جس کا پتہ ابی ابن کعب کے کلام سے
ملتا ہے۔ چنانچہ جب سورۂ جمعہ کی قرأت میں درمیان زید بن ثابت اور ابی ابن کعب کے اختلاف ہوا
اور خلیفہ دوم نے زید کی تائید کی تو ابی نے برہم ہو کر خلیفہ صاحب سے کہا کہ تم کو معلوم ہے

اختلاف قرائت سے مقصود اختلاف تلاوت ہے جیسے وَالَّذِیْنَ اور اَلَّذِیْنَ واو کی زیادتی
اور کمی سے اور صِرَاط و سِرَاط میں ص و س کا فرق ہے ۱۲ منہ

کہ میں حضرت رسول اللہ ص کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا اور حضرت مجھکو پڑھایا کرتے تھے اور تم ڈیوڑھی پر بیٹھے رہا کرتے تھے اور کبھی غائب رہتے تھے[1] انتہیٰ بقدر حاجت۔ پھر دوسری دفعہ اختلاف کے موقع پر آپ نے خلیفہ صاحب سے کہا کہ ہم کو حضرت رسول اللہ پڑھایا کرتے تھے اور تم سلّم کی پتیاں بجایا کرتے تھے[2]۔ انتہیٰ بقدر حاجت۔ اور تیسری دفعہ فرمایا کہ میں نے حضرتِ سرورِ عالم کی زبانِ مبارک سے یوں ہی سُنا ہے کہ خدا نے حضرت پر یوں ہی نازل کیا ہے اور نازل کرتے وقت خدا نے نہ تمہارے باپ سے مشورہ لیا تھا نہ تم سے[3]۔ بہرحال حاصل کرنے والوں نے بقدر اپنی توجہ اور ہمت کے حاصل کر لیا لیکن جو جامعیت اور کمالِ اہلبیت طاہرین کو حاصل ہوا وہ کسی کو نصیب نہ ہوا۔ اور وجہ اس کی ایک تو یہ تھی کہ اسلام کی جو وقعت و عزت اِن کی نگاہوں میں اور اس سے محبت اور ہمدردی ان کے دلوں میں تھی اوس سے دوسرے محروم تھے اور شاہد ہیں اس پر ان کے دینی خدمات ہیں۔ جیسے اسلامی لڑائیوں میں ثابت قدمی اور حدیثوں کی کثرت ترویج وغیرہ۔ آیت نجویٰ کو خداوندِ حکیم نے علم دین سے محبت اور خود دین سے ہمدردی کا بہت اچھا معیار اور بہت بڑا امتحان قرار دیا اور اس نے سچے محب اور کھرے ہمدرد کو جھوٹے محب اور کھوٹے ہمدرد سے جدا کر دیا۔ باوجودیکہ صدقے کی مقدار بہت کم رکھی گئی تھی لیکن صحابہ میں سے کسی نے ایک درہم یعنی ساڑھے تین آنہ بھی دینا گوارا نہ کیا اور اس قلیل مقدار کے خرچ سے ڈر گئے۔ جیسا کہ خود خداوندِ عالم نے انکے خوف کو کھول کر بیان کر دیا ہے ارشاد فرماتا ہے أَأَشْفَقْتُمْ أَن تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَاتٍ یعنی کیا تم پوچھنے سے پہلے صدقہ دینے سے ڈر گئے۔ حالانکہ علم دین کی تحصیل کے عینی وجوب نے نجوا اور سوال کو واجب کیا تھا اور حکمِ صدقہ بصیغۂ امر قَدِّمُوا بقرینہ ذکر قبولیت توبہ جو اس آیت کے بعد ہے صدقہ دینے کو واجب کر چکا تھا کیونکہ توبہ گناہ ہی سے

---

[1] کنز العمال جلد ۱ ذکر قرائت ص۲۸۵ نمبر حدیث ۴۳۸۲۳ و ۴۸۲۴۔ و قرۃ العینین ص۵۳ ۱۲ منہ
[2] کنز العمال بہ نشانِ بالا نمبر حدیث ۴۸۳۱ - ۱۲ منہ [3] کنز العمال جلد ۱ ذکر قرائت ص۲۸۶ نمبر حدیث ۴۸۶۶ و قرۃ العینین ص۵۳ بیان فضیلت عمر ۱۲ منہ ع ان حضرات کے جامعیت علم اور کمالات کا تفصیلی بیان انتیسویں مقام میں گزر چکا ہے وہاں دیکھنا چاہئے ۱۲ منہ عہ اس آیت سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ صدقہ دے سکتے تھے لیکن مالِ دنیا کو تحصیلِ علم قرآن و حدیث پر ترجیح دی

ہوا کرتا ہے۔ دوسرے حضرت سرورِ عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ کی ان کی تعلیم کی طرف کامل توجہ کیونکہ خدا ان کو پیشوائے امت قرار دینے والا تھا اور پیشوا کیلئے کامل اور اکمل ہونا ضروری ہے علاوہ اس کے کہ خود شاگرد کی قابلیت اور محنت اور توجہ بھی استاد کو توجہ کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کی قابلیت و توجہ و شوقِ علم

توجہ رسول اللہؐ حضرت سرورِ عالم کی کامل توجہ کو خود حضرت ہی کی فرمائش بتا رہی ہے ارشاد فرماتے ہیں کہ معراج میں جب میں بارگاہِ پروردگار میں پہونچا تو خدا نے مجھ سے کلام کیا اور مجھے اسرار تعلیم کئے پس جو کچھ اوس نے مجھے تعلیم کیا تھا میں نے سب علیؑ کو تعلیم کر دیا۔ بس وہ میرے علم کے دروازہ ہیں[1]۔ اور حضرت علیؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت سرورِ عالم نے مجھے ہزار باب علم کے تعلیم کئے اور مجھ پر ہر باب سے ہزار باب کھل گئے[2]۔ پھر ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر کبھی میری عدم موجودگی میں حضرت سرورِ عالم پر کوئی آیت نازل ہوتی تھی تو حضرت میرے لئے اوس کو محفوظ رکھتے تھے جب میں آتا تھا تو مجھے پڑھاتے تھے اور فرماتے تھے کہ تمہارے جانے کے بعد فلاں فلاں آیت نازل ہوئی ہے اور اس کی تفسیر اور شانِ نزول مجھے تعلیم کرتے تھے[3]۔ پھر حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ کسی نے آپ سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ اصحاب رسول اللہؐ میں آپ سب سے زیادہ حدیثیں بیان فرماتے ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب میں حضرت سے پوچھتا تھا تو جواب میں حدیثیں بیان فرمایا کرتے تھے اور اگر میں چپ رہتا تھا تو حضرت بغیر پوچھے خود ارشاد فرمایا کرتے تھے[4]۔ رہی قابلیت و توجہ تو حضرت امیرالمومنینؑ کی قابلیت کے متعلق خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے وَتَعِيَهَا أُذُنٌ وَاعِيَةٌ یعنی یاد رکھیں گے ان احکام کو یاد رکھنے والے کان۔ اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ اذن واعیۃ علی علیہ السلام ہیں[5]۔ اور حضرت سرورِ عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ ارشاد فرماتے

---

[1] ینابیع المودہ باب ۱۴ صفحہ ۷۵ بحوالہ ابن مغازلی و صفحہ ۵۸ بحوالہ علامہ خوارزمی بروایت ابن عباس ۱۲ منہ
[2] ینابیع المودہ باب ۱۴ صفحہ ۶۶ بحوالہ ابن مغازلی و کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۲ ۱۲ منہ [3] ینابیع باب ۱۴ صفحہ ۶۶ بحوالہ مناقب ۱۲ منہ [4] صواعق محرقہ باب ۹ فصل ۲ صفحہ ۷۳ بحوالہ ابن سعد و کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۶ ۱۲ منہ [5] ینابیع المودہ باب ۳۹ صفحہ ۹۸ بحوالہ شرح مواقف ۱۲ منہ

ہیں کہ میں نے اپنے پروردگار سے خواہش کی اُذُنٌ وَّاعِیَۃٌ علی کے کان کو قرار دے[1]

جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت سرورِ عالم نے ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ اذن واعیہ تمہارے

کان ہیں[2]۔ حضرت علیؑ نے ارشاد فرمایا کہ اذن واعیہ میرے کان ہیں[3]۔ پھر فرمایا کہ حضرت سرورِ عالم

نے ارشاد فرمایا کہ اے علی خدا کا حکم ہے کہ میں تم کو نزدیک رکھوں اور تعلیم کروں تا کہ تم یاد رکھو اور

آیت تعیہا اذن واعیہ نازل ہوئی ہے پس تم میرے علم کیلئے اذن واعیہ ہوگے[4]

پھر فرمایا کہ میں نے حضرت رسول اللہ سے جو کچھ بھی سُنا اوس کو یاد رکھا اور اوس کو حفظ کیا اور

نہیں بھولا[5]۔ پھر فرمایا کہ حضرت سرورِ عالم نے فرمایا کہ اے علیؑ میں نے خدا سے خواہش کی کہ

اذن واعیہ تمہارے کانوں کو قرار دے پس کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کو رسول اللہ سے

سنکر میں بھولا ہوں[6]۔ پھر فرمایا کہ اگر میرے لئے فرشِ قضاوت بچھا دیا جائے اور میں اوس پر

بیٹھوں تو ہر آئینہ حکم کروں گا درمیان اہلِ توریت کے اون کے توریت سے اور درمیان اہلِ انجیل

کے اون کے انجیل سے اور درمیان اہلِ قرآن کے اون کے قرآن سے۔ قسم خدا کی جس قدر آیتیں

نازل ہوئی ہیں خواہ خشکی میں نازل ہوئی ہوں یا زمین پر یا پہاڑ پر۔ دن کو نازل ہوئی ہوں

یا رات کو۔ میں سب کو جانتا ہوں کہ کس شخص کے متعلق نازل ہوئیں اور کس چیز کے بارے میں[7]

پھر فرماتے ہیں کہ میں خوب جانتا ہوں قرآن کی ناسخ آیتوں کو اور اوس کی منسوخ آیتوں کو

اور محکم کو اور متشابہ کو۔ اور جس قدر بھی آیتیں نازل ہوئیں ہیں اچھی طرح جانتا ہوں کہ کس شخص

کے حق میں نازل ہوئیں اور کس دن نازل ہوئیں اور کس جگہہ نازل ہوئیں۔ کیا تم لوگ تلاوت

نہیں کرتے آیت اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی صُحُفِ اِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰی کی۔ قسم

خدا کی یہ صحیفے میرے پاس ہیں جو مجھ تک میرے حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اور حضرت ابراہیم وموسیٰ علیہما السلام سے بوراثت پہونچے ہیں۔ قسم خدا کی میں ہی وہ شخص ہوں

جس کے حق میں خدا نے تعیہا اذن واعیہ نازل فرمایا ہے۔ میں حضرت رسول اللہ کی

خدمت میں رہا کرتا تھا اور وہ مجھ سے وحی بیان فرمایا کرتے تھے پس میں اوس کو یاد رکھتا تھا اور

---

[1] ینابیع بہ نشانِ بالا بحوالہ موفق ابن احمد بروایت ابن عباس ۱۲ منہ [2] ینابیع بہ نشانِ بالا بحوالہ مناقب ۱۲

[3] ینابیع بہ نشانِ بالا بحوالہ مناقب ۱۲ منہ [4] کنز العمال جلد ۶ ص ۴۰۸ نمبر حدیث ۶۱۶۰ - ۱۲ منہ [5] ینابیع

بہ نشان گذشتہ بحوالہ موفق بن احمد خوارزمی بروایت ابن عباس ۱۲ منہ [6] کنز العمال جلد ۶ ص ۴۰۸ - ۱۲ منہ [7] ینابیع بہ نشان
ص ۹۵

دوسرے اس سے محروم رہا کرتے تھے۔ پس جب میں باہر نکلتا تھا تو صحابہ مجھ سے پوچھا کرتے تھے کہ رسول اللہ نے ابھی کیا فرمایا۔[1]

واضح ہو کہ تفسیر برہان میں آقا سید ہاشم بحرینی علیہ الرحمہ نے اس آیت کی تفسیر میں بطریق شیعہ گیارہ حدیثیں اس مضمون کی نقل کی ہیں کہ اذن واعیہ حضرت علیؑ کے کان ہیں۔ ان گیارہ میں یہ کل مذکورہ حدیثیں داخل ہیں جو بطریق اہلسنت ذکر کی گئیں۔

اور آپ کی کامل توجہ اور شوق تحصیل علم قرآن و حدیث کو آیت نجویٰ ثابت کر رہی ہے جس کا مختصر ذکر ابھی گذرا۔ اس آیت پر سوا آپ کے کسی نے عمل نہیں کیا اور یہ شرف آپ ہی کی ذات والا صفات سے مخصوص رہا۔ آپ کے پاس ایک دینار تھا جس سے دس درہم خرید کئے اور حضرت سرور عالمؐ سے دس مسئلے پوچھے اور ہر مرتبہ ایک درہم صدقہ دیا اس کے بعد یہ آیت منسوخ ہوگئی اس لئے آپ کے بعد کبھی یہ شرف کسی کے لئے حاصل نہ ہوا۔[2]

اور قابلیت و توجہ دونوں کو حضرت امیرؑ کی یہ فرمائش ظاہر کر رہی ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ قسم خدا کی جسقدر آیتیں نازل ہوئیں میں سب کو جانتا ہوں کہ کس کے حق میں نازل ہوئیں اور کہاں نازل ہوئیں اور کس پر نازل ہوئیں کیونکہ مجھے میرے پروردگار نے سمجھنے والا دل اور بولنے والی اور پوچھنے والی زبان عطا کی ہے۔[3]

رہے باقی اہلبیت طاہرین علیہم الصلوٰۃ والسلام تو اگرچہ ان کی قابلیت اور توجہ اور جامعیت فضل و کمال کے سمجھنے کے لئے وہ بیان کافی ہے جو قبل اس کے ان کے فضائل و مکارم کے ذکر میں گذر چکا۔ لیکن مزید توضیح اور غایت تشفی کے لئے ایک مختصر تقریر بھی ذکر کر دیتے ہیں۔ صاحب صواعق محرقہ آیت تطہیر کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہ آیت اہلبیت حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ کے فضائل کا سرچشمہ ہے کیونکہ یہ آیت

---

[1] ینابیع المودۃ باب ۱۴ صفحہ ۹۹۔ بحوالہ مناقب بروایت اصبغ بن نباتہ۔

[2] ینابیع المودۃ باب ۲۷ صفحہ ۹۲۔ بحوالہ جمع بین الصحاح الستہ مصنفہ عبدری و ابن مغازلی و موفق بن احمد و مناقب و کلبی ۱۲ منہ [3] صواعق محرقہ باب ۹ فصل ۳ صفحہ ۷۶ و کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۶ ۔ نمبر حدیث ۶۰۴۱ ۔ ۱۲ منہ ۔

اعلیٰ درجہ کے فضائل پر مشتمل ہے اور ان کی شان کی طرف خدا کی پوری توجہ کو بتاتی ہے کیونکہ
خدا نے اس کو لفظِ اِنَّمَا سے شروع کیا ہے جو اس امر کو ظاہر کر رہا ہے کہ خدا نے اپنے
ارادہ کو اسی امر پر منحصر کر دیا ہے کہ رجس یعنی گناہوں کو اور جن چیزوں پر ایمان لانا واجب ہے
ان میں شک کو ان سے دور رکھے اور کل بُرے اخلاق اور بُری حالتوں سے ان کو پاک رکھے۔
اور بنا بر بعض روایتوں کے ان پر آتشِ جہنم کو حرام کر دیا ہے اور یہ فائدہ اسی تطہیر کا ہے۔
کیونکہ اسی تطہیر سے توبہ اور اعمالِ صالحہ کی مداومت کا الہام ہوتا ہے [۱]

یہ بیان قابلیت اور توجہ اہلبیت علیہم السلام کو چند طرح سے ثابت کر رہا ہے۔
ایک یہ کہ خدا نے ان کو جامعِ مکارم و فضائل بنانے کی طرف پوری توجہ کی اور عدمِ قابلیت
اور عدمِ توجہ جمیع کمالات سے مانع ہے اس لئے بفرض عدمِ قابلیت و عدمِ توجہ انکو قابل
بنا دیا اور متوجہ کر دیا۔
دوسرے یہ کہ خدا نے ان کو بُرے اخلاق اور بُرے احوال سے پاک کر دیا۔
اور عدمِ قابلیت بُری حالت ہے اور عدمِ توجہ بُرا خلق۔ کیونکہ خداوند عالم نے علمِ قرآن
و حدیث یا یوں کہو کہ علمِ دین کی بقدرِ ضرورت تحصیل کو عام مسلمانوں پر واجب کیا۔
اور ہر عالم اور پیشوائے دین پر تحصیل اور تعلیم دونوں کو۔ چنانچہ حضرت سرورِ عالم
ارشاد فرماتے ہیں کہ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ[۲] یعنی علم کی تحصیل ہر
مسلمان پر واجب ہے۔ اور تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ مِنْ حَمَلَةِ الْعِلْمِ وَعَلِّمُوهُ إِخْوَانَكُمْ
كَمَا عَلَّمَكُمُوهُ الْعُلَمَاءُ[۳]۔ یعنی اہلِ علم سے علم حاصل کرو اور اپنے بھائیوں کو تعلیم کرو
جس طرح تم کو علماء نے تعلیم کیا ہے۔ اور تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَالْقُرْآنَ وَعَلِّمُوا النَّاسَ
فَإِنَّهُ مَقْبُوضٌ[۴] یعنی تم پر واجب ہے کہ علمِ قرآن اور علمِ میراث حاصل کرو اور
لوگوں کو تعلیم کرو۔ کیونکہ نہ سیکھنے اور نہ سکھانے کی صورت میں یہ علم جاتا رہیگا۔ اور واجب

---

[۱] صواعق محرقہ باب ۱۱ فصل ۱ ص ۸۶ بعیان آیت تطہیر ۱۲ منہ
[۲] فصول المہمہ حر عاملی علیہ الرحمہ باب ۱ ص ۵۱ ۱۲ منہ
[۳] فصول المہمہ باب ۳ ص ۵۹ ۱۲ منہ [۴] تیسیر الوصول جا‌مع احادیث صحاح ستہ
اہلسنت حرف عین کتاب العلم فصل ۲ ص ۹۳۔ جلد ۲ - ۱۲ منہ

کو چھوڑنا ناجائز اور حرام۔ اور بد خلقی[۱] یعنی بد طینتی اور بے مروتی اور بے دینی ہے جو آنحضرات سے دفع کی جا چکی۔

تیسرے یہ کہ واجب کو چھوڑنا اور اوس کی طرف سے بے توجہی کرنا حرام اور گناہ ہے اور گناہ آنحضرات سے دفع کیا جا چکا۔

چوتھے یہ کہ بقول صاحب صواعق کے آنحضرات کی تطہیر مداومتِ اعمالِ صالحہ کے الہام کا باعث ہے اسلئے یہ حضرات ملہم ہیں اور اعمالِ نیک کو کسیوقت نہیں چھوڑ سکتے اور جب عام اعمالِ نیک کو نہیں چھوڑ سکتے تو علم قرآن و حدیث جس میں اصولِ دین اور فروعِ دین سب کا علم داخل ہے اور اوس کی تعلیم و تعلّم کا وجوب واجباتِ اسلام میں سب پر مقدم ہے اوس کی تحصیل و تعلیم کو بدرجہ اولیٰ نہیں چھوڑ سکتے اور اسی کا نام قابلیت اور توجہ ہے۔

اور حضرت سرورِ عالم صلعم نے آنحضرات کی قابلیت اور توجہ اور جامعیت فضائل و کمالات کو چند لفظوں میں ارشاد فرمایا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص پسند کرتا ہو کہ اوس کی حیات اور موت مثل میری حیات اور موت کے ہو اور جنتِ عدن میں رہے جسکو میرے پروردگار نے لگایا ہے تو چاہئے کہ علی کو اور اون کے دوستوں کو دوست رکھے اور میرے بعد میرے اہلبیت کی پیروی کرے کیونکہ وہ میری عترت ہیں اور میری طینت سے پیدا کئے گئے ہیں اور مثل میرے فہم اور علم کے اون کو بھی فہم اور علم عطا ہوا ہے پس جہنم ہے میری امت میں سے اون لوگوں کے لئے جو اون کی فضیلت کو جھوٹھاتے ہیں۔ یہ لوگ میرے حقوق کو اون کے بارے میں قطع کرنے والے ہیں خدا اونکو میری شفاعت نصیب نہ کرے[۱]۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ چاہئے کہ دوست رکھے

---

[۱] خلق کے معنی طبیعت اور طینت اور مروت اور دین کے ہیں ۱۲ منہ سلمہ [۲] یہ قید اس لئے بڑھادی ہے کہ ہم شیعوں کے نزدیک اعمالِ نیک کی مداومت آیۂ تطہیر پر موقوف نہیں ہے کیونکہ ہمارے فرقہ میں اکثر غیر معصوم ایسے گذر گئے ہیں جو کبھی مکروہ فعل کے بھی مرتکب نہوئے اور مستحب کو نہ چھوڑا بلکہ مباحات کو بھی مستحب کی حد میں لاکر اختیار کرتے تھے۔ دوسرے یہ کہ تطہیر کا فائدہ ہم لوگوں کے نزدیک مداومتِ اعمالِ صالحہ سے بہت رفیع اور بلند ہے جو بیانِ آیتِ تطہیر میں ذکر کیا گیا ۱۲ منہ [۱] کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۱۷ نمبر حدیث ۳۸۱۹ بحوالہ طبرانی و رافعی

علیؑ کو اور اون کی ذریت طاہرین کو جو میرے بعد ائمہ ہدایت اور شب تاریک کے چراغ ہیں۔ وہ لوگ تم کو باب ہدایت سے نکال کر گمراہی میں نہ ڈالیں گے [۱] اور ظاہر ہے کہ جو انوار مقدسہ مثل حضرت سرور عالم کے علم اور فہم رکھتے ہوں اور حضرت کی طینت سے پیدا کئے گئے ہوں وہ ہر حیثیت سے اکمل افراد بنی آدم و افضل مخلوقات خلاقِ عالم ہوں گے۔ کیونکہ ادھر سے قابلیت اور توجہ و شوقِ تحصیل علمِ دین و معارف الٰہیہ اور خداوند فیاض کی طرف سے فیضان اور کامل توجہ دونوں کے جمع ہو جانے کے بعد وہی مرتبہ حاصل ہوتا ہے جسکی تنا خوانی خود خدا و رسول خدا نے کی ہے جس کا مفصل ذکر بائیسویں مقدمہ میں گذر چکا۔

الغرض ہر دانِ دین و مذہب نے ہمت و توجہ کی اور بقدر اپنی کوشش اور قابلیت اور فہم و استعداد کے حاصل کیا لیکن چونکہ لوازم فطرت انسانی یعنی بھول چوک اور سوء فہم اور لازمۂ خواہش نفسانی یعنی عمدی غلط گوئی سے سوائے معصوم کے کوئی دوسرا شخص بری اور پاک نہیں ہے۔ اس لئے بہت ممکن ہے کہ معصومین علیہم السلام کے علاوہ جن لوگوں نے قرآن و حدیث کو حضرت سرور عالم صلوات علیہ و آلہ سے سنا اور لیا اوس میں سے کچھ کو بھولے ہوں اور کچھ کو سوء فہم کی وجہ سے غلط سمجھا ہو اور کچھ میں اپنی نفسانی غرضوں سے تصرف کیا ہو۔

دیکھو زید بن ثابت اور ابی بن کعب اور خلیفۂ دوم سب ہی حضرت رسولؐ سے سیکھنے کے دعویدار تھے اور پھر بھی آپس میں ایسا اختلاف تھا کہ ابن ابی کعب کو اپنے مخالفین پر غصہ آگیا اور خلیفۂ دوم کو سخت و سست کہہ بیٹھے (دیکھو شروع بیان اسی مقدمہ میں) اسی طرح شجرۂ ملعونہ کی تفسیر بنو امیہ سے کی گئی ہے بلکہ ابن شحنہ نے لکھا ہے کہ مفسروں کا اس تفسیر پر اتفاق ہے [۲] لیکن عکرمہ نے ابن عباس کی طرف نسبت دیکر بیان کیا ہے کہ شجرۂ ملعونہ سے

---

[۱] ینابیع المودہ باب ۳۲ صفحہ ۱۰۶ بحوالہ مناقب خوارزمی بروایت حضرت امام حسین علیہ السلام ۱۲ منہ

[۲] درمنثور سیوطی جلد ۴ صفحہ ۱۹۱ چھاپہ مصر۔ تفسیر بیضاوی در تفسیر سورۂ بنی اسرائیل و منتخب کنز العمال کتاب فضائل ذکر بنو امیہ۔ در روضۃ المناظر ابن شحنہ برحاشیہ تاریخ کامل جلد ۱۱ صفحہ ۱۸۵ ۔ ۱۲ منہ

مقصود ز قوم یعنی سچ کا درخت ہے ۔[۱]

نتیجہ کلام جب یہ معلوم ہو چکا کہ قرآن اہلبیت رسول ص کے گھر میں نازل ہوا اور اسی گھر سے علم قرآن و حدیث نے دنیا میں رواج پایا اور ان علوم کے اہل بھی انوار مقدسہ تھے اور خدا اور رسول ص نے علوم اولین و آخرین کے ساتھ انھیں کو مخصوص اور سرفراز کیا تھا اور بھول چوک اور غلطی اضطراری اور غلط گوئی اختیاری سے ان کی عصمت نے ان کو محفوظ کر رکھا تھا ۔ اور دوسرے لوگ کسی بات میں ان کے پاسنگے میں بھی نہ تھے ۔ تو تفسیر قرآن مقدس اور حدیث کے لینے اور قبول کرنے میں دو چیزیں ضروری ٹھہریں ۔ ایک اس تفسیر اور حدیث کا چودہ معصومین علیہم السلام میں سے کسی ایک بزرگ کی طرف منسوب ہونا اس لئے کہ مراد خدا کو خود خدا سے لینا چاہیئے اور خدا نے رسول اللہ ص سے بیان کیا اور رسول اللہ ص نے اپنے اہلبیت یعنی ائمہ اثنا عشر اور دختر نیک اختر سے ۔

دوسرے راویوں کی وثاقت یعنی اون کا معتبر ہونا تاکہ اس پر اطمینان ہو سکے کہ یہ تفسیر یا حدیث معصوم ہی کی فرمائی ہوئی ہے ۔ پس جو تفسیر یا حدیث معصوم کی طرف منسوب نہ ہو یا راوی اوس کے معتبر نہ ہوں وہ پایۂ اعتبار سے گری ہوئی سمجھی جائیگی **غیر معصوم** سے تفسیر پوچھنے کا بھی حشر ہوتا ہے کہ سائل کا تحیر اور اوس کی جہالت باقی رہجاتی ہے اور مسئول عنہ کی رائے شیطان کی رائے کے ہم پلہ قرار دیجاتی ہے چنانچہ شعبی بیان کرتے ہیں کہ ابو بکر سے کلالہ کی تفسیر پوچھی گئی تو اونھوں نے جواب دیا کہ میں اپنی رائے سے کہتا ہوں اگر صحیح ہو تو سمجھنا کہ خدا کی طرف سے ہے اور اگر غلط ہو تو سمجھنا کہ میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے ہے اور خدا اس سے بری ہے ۔ میں جانتا ہوں کہ کلالہ باپ اور بیٹے کے علاوہ کوئی چیز ہے[۲] ۔ اور خلیفہ دوم نے بیان کیا کہ اگر کلالہ کی تفسیر کا مجھے علم ہوتا تو میرے لئے بہتر ہوتا اس سے کہ شام کے قصروں کا مثل میری ملکیت میں ہو جائے[۳] اور ایک مرتبہ کہا کہ مجھے شرم معلوم ہوتی ہے کہ ابو بکر کی مخالفت کروں کلالہ باپ اور بیٹے کے علاوہ کوئی چیز ہے ۔[۴]

---

[۱] بخاری جلد ۳ کتاب التفسیر بیان تفسیر سورۂ بنی اسرائیل ۱۲ منہ ۔ [۲] کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲ کتاب الفرائض بیان کلالہ نمبر حدیث ۳۰۳۰ - ۱۲ منہ [۳] کنز العمال نشان بالا نمبر حدیث ۳۱ - ۱۲ [۴] کنز العمال بہ نشان بالا نمبر حدیث ۲۲ - ۱۲

دونوں صاحبوں نے اپنی لاعلمی کی وجہ سے سائل کو تحیّر میں ڈالدیا اور درست معنی نہ بتا سکے اور صحت اور غلطی کی تشخیص کو اوسی جاہل سائل پر چھوڑا۔ باوجودیکہ حضرت سرورِ عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ نے بصیغۂ امر جو وجوب کو بتاتا ہے ارشاد فرمایا ہے کہ تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ وَالْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوا النَّاسَ [۱] یعنی تم پر واجب ہے کہ علم قران اور علم میراث سیکھو اور دوسروں کو سکھاؤ۔ لیکن شیخین نے جو اہلسنت کے نزدیک بترتیب خلافت اول و دوم درجہ میں صاحب فضیلت سمجھے جاتے اور حضرت سرورِ عالم کے محبوب ترین صحابہ شمار کئے جاتے اور پیشوائے دین مانے جاتے ہیں ان دونوں علموں کی طرف بالکل توجہ نہ کی۔ علاوہ تفسیر کلالہ کے اکثر احکام قران اور حدیث سے یہ لوگ بیخبر تھے منجملہ اون احکام کے معنی ربا (سود) اور پھوپھی اور خالہ کی میراث اور دادی کی میراث ہے۔ خلیفۂ دوم کہتے ہیں کہ اگر رسول اللہ تین چیزیں مجھ سے فرمائے ہوتے تو یہ بیان دنیا اور نعمات دنیا سے میرے نزدیک زیادہ محبوب ہوتا۔ ایک خلافت۔ دوسرے کلالہ کی تفسیر تیسرے ربا (سود) کی تفسیر [۲] اور خلیفہ اول نے بیان کیا کہ میں دوست رکھتا ہوں اس امر کو کہ پھوپھو اور خالہ کی میراث حضرت سرورِ عالم سے پوچھ لیا ہوتا [۳]۔ اور دادی کی میراث نہیں جانتے تھے تو مغیرہ بن شعبہ سے پوچھ کر اور محمد بن مسلمہ سے اوس پر گواہی لیکر چھٹا حصہ اوس کو دیا [۴]۔

تنبیہیں۔ پہلی تنبیہ۔ چونکہ ائمہ معصومین علیہم السلام کے علوم وہبی اور الہامی بھی ہوتے تھے اس لئے ان حضرات کا تفسیر یا حدیث کو حضرت سرورِ عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ کی طرف منسوب کرکے بیان کرنا ضروری نہیں ہے بخلاف دوسروں کے کہ اون کا علم چونکہ وہبی نہیں ہوتا اس لئے

---

[۱] کیونکہ ماخلا الوالد والولد اور ماعدا الوالد والولد جو دونوں خلیفہ کے بیان میں ہے وہ کل اہل قرابت بلکہ تمام دنیا کے لوگوں کو شامل ہے اس لئے ایسا جواب رفع جہالت نہیں کرسکتا اور درست جواب نہیں کہا جاسکتا۔
[۲] تیسیر الوصول جامع احادیث صحاح ستہ حرف عین کتاب العلم فصل ۲ صفحہ ۹۴ جلد ۲ ۱۲۔ [۳] خلیفۂ دوم کے بیٹے اور مشہور محدث یعنی عبید اللہ بیان کرتے ہیں کہ میرے باپ (عمر بن خطاب) نے حضرت علی بن ابیطالب علیہ السلام سے دو دفعہ کہا کہ اے علی حضرت رسول اللہ کی خدمت میں آپ زیادہ تر حاضر رہا کرتے تھے اور ہم لوگ غائب رہا کرتے تھے پھر تین مسئلے پوچھے اور کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ ان تینوں کا حکم مرنے سے پہلے پالیا جنکو ان کے حکم کی تلاش تھی (کنز العمال جلد ۶ کتاب فضائل صفحہ ۳۹۴ نمبر حدیث ۶۱۲۳)
[۴] استحقاق خلافت میں نکتہ یہ تھا کہ ایک معلوم دعویدار کے قطعی دعوا کو ا [بقیہ حاشیہ ۲۱۵]

جہاں اون کی ذاتی رائے تفسیر وحدیث میں معتبر نہیں ہے اور کسی معصوم کے کلام کو سنکر یا نقل
کو دیکھ کر ان کے نام کی تصریح کے ساتھ بیان کرنا ضروری ہے۔ اوسی طرح ان راویوں کا خود بھی للعے
پاک ہونا اور معتبر ہونا بھی ضروری ہے۔

تنبیہ دوم تفسیر والی اور حدیثوں کو قبول کر لینے کے لئے صرف سند کی صحت اور راویوں کا اعتبار
اور قبول نہ کرنے کیلئے صرف سند کی کمزوری اور راویوں کی بے اعتباری ہی کافی نہیں ہے
بلکہ اوس کے ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ علمار نے ان تفسیروں اور حدیثوں کو تسلیم
کیا ہے اور ان پر عمل کیا ہے یا نہیں کیونکہ حدیثیں تفسیری ہوں یا غیر تفسیری ایسی بھی ہیں جنکو
باوجود صحت سند کے علمار نے چھوڑ دیا ہے اور باوجود کمزوری سند کے ان پر عمل کیا ہے۔
کیونکہ وہ معصوم کے ہمعصر یا قریب زمانہ میں ہونے کی وجہ سے ایک تو معصوم کے مذاق اور مسلک
کو جانتے تھے دوسرے قرینے ایسے موجود تھے جن کی وجہ سے وہ جانتے تھے کہ معصوم نے
کس حدیث میں حکم واقعی کو بیان کیا ہے اور کس میں حکم تقیہ کو۔ اور کس حدیث کو اوسی لئے

مانا بلکہ بیعت خلیفہ اول کیلئے اوس پر جبر کرنا اور قتل کی دھمکی دینا (امامت وسیاست ابن قتیبہ) اہل انصاف
کے نزدیک کیا کہا جاسکتا ہے۔ منصف مزاج خود ہی فیصلہ کرلیں ۱۲ منہ

لے کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲ نمبر حدیث ۳۱۶ - ذکر کلالہ ۱۲ منہ ؎ کنز العمال جلد ۶
صفحہ ۱۸ نمبر حدیث ۲۸۰ بیان من لا میراث لہ ۱۲ ؎ کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱ نمبر حدیث
۱۷۶ ۔ ۱۲ منہ ؎ فصول المہمہ صفحہ ۴۷ و ۴۸ و صواعق محرقہ باب فصل ۱
تنبیہ متعلق آیت ۹ صفحہ ۹ چھاپہ مصر و ینابیع المودہ باب ۴۴ صفحہ ۵۸ بحوالہ شرح
کبریت احمر و ینابیع المودہ باب ۲۳ صفحہ ۱۲۵ بحوالہ رسالہ جاحظ ۱۲ منہ للعے بجز اس راوی جو کسی
معصوم کا مقرب اور معتبر صحابی ہو اور جرح و قدح سے پاک ہو جیسے سلمان فارسی و زرارہ وغیرہ ۱۲ منہ

ے خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے ان جائکم فاسق بنبا فتبینوا یعنی اگر فاسق (غیر معتبر شخص) تمہارے پاس
کوئی خبر لائے تو اسکی تحقیق کرو چونکہ غیر معتبر شخص کی ہر خبر جھوٹی نہیں ہوتی اسواسطے اس کی ہر خبر کو بے اعتبار سمجھنے
اور چھوڑ دینے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ تحقیق کرنیکا حکم دیا ہے اور حدیثوں کے متعلق چونکہ طول زمانہ کیوجہ سے تحقیق کے ذریعے ہائے
منقطع ہو چکے ہیں اور صحت یا ضعف یعنی اعتبار اور بے اعتباری کے راستے بند ہو چکے ہیں اسلئے اب غیر معتبر راویوں کی حدیثوں کے معتبر یا غیر
معتبر ہونیکے علم کا طریقہ ہمارے لئے اسیں منحصر ہو گیا ہے کہ دیکھیں کہ ہمارے علمائے اعلام نے

صحیح بیان کیا ہے اور کسی میں اوس سے غلط فہمی ہوئی ہے یا بالمعنی نقل کرنے میں پورا
اور صحیح مطلب ادا نہ کر سکا ہے یا سننے میں اوس نے اشتباہ کیا ہے۔ پس اگر صحیح سند کی
حدیث کو اون لوگوں نے چھوڑ دیا ہے تو صحت سند اوس کو تسلیم کرنے کے لیئے کافی نہ ہوگی۔
اور وہ چھوڑ ہی دی جائیگی اور اگر ضعیف سند کی حدیث کو انھوں نے قبول کر لیا ہے
تو اوس کی سند کا ضعف اوس کو چھوڑ دینے کا باعث نہ ہوگا۔ بلکہ اوس کو قبول ہی کرنا پڑیگا۔

بتیسواں مقدمہ
۳۲

نقلی دلیلوں پر عقلی دلیلوں کی ترجیح اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ خداوند عالم
عقل کو باطنی ہادی بنایا ہے جسطرح انبیاء اور اوصیاء علیہم الصّلوٰۃ والسلام کو ظاہری ہادی

جو زمانہ معصوم سے نزدیک تھے اور تحقیق و تحصیل علم ویقین کا ذریعہ اون کے لئے آسان اور راستہ
اوس کا کھلا ہوا تھا ان حدیثوں پر عمل کیا ہے یا نہیں۔ اگر عمل کیا ہے تو معلوم ہوگا کہ اس کا
غیر معتبر راوی اس حدیث کے بیان میں سچا تھا اور یہ معصوم ہی کی فرمائی ہوئی ہے۔ اور
اگر علماء نے اس کو قبول نہیں کیا ہے تو معلوم ہوگا کہ یہ حدیث جعلی ہے۔
اسی بیان سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جس حدیث کے راوی معتبر ہیں اور علماء نے اوس کو چھوڑ دیا ہے
یا تو اس میں حکم تقیۃً بیان کیا گیا ہے یا راوی کو غلط فہمی ہوئی ہے یا نقل بالمعنی میں غلطی کی ہے ۱۲ منہ
منجملہ بہت سے قرائن اعتبار حدیث کے چار قرینے ایسے ہیں جو اون حدیثوں کو جن کا
اعتبار مشکوک ہو۔ جیسے مرسل یا راوی ان کے غیر معتبر ہوں معتبر بنا دیتی ہیں اور اس امر کا یقین
دلا دیتی ہیں کہ یہ حدیثیں بے شبہ معصوم کی فرمائی ہوئی ہیں۔ ایک کتاب خدا۔ دوسرے وہ حدیثیں
جنکا صحیح و معتبر ہونا معلوم ہو۔ تیسرے فرقۂ حقہ کا یقینی اجماع۔ چوتھے عقلی اصول و قواعد۔
پس جس غیر معتبر حدیث کا مضمون ان چاروں چیزوں میں سے کسی ایک کے موافق ہوتا ہے سمجھا
جاتا ہے کہ معصوم کی فرمائی ہوئی ہے اور قبول کرلی جاتی ہے اور راویوں کی بے اعتباری پر
توجہ نہیں کی جاتی۔ اسی طرح اگر کوئی حدیث ان چاروں میں سے کسی ایک کے مخالف ہو اور
باقی تین نہ اوس کے موافق ہوں نہ مخالف تو وہ حدیث چھوڑ دیجاتی ہے اور راویوں کے اعتبار پر

بنایا ہے۔ اور جسطرح اُن حضرات کی فرمائشوں پر عمل کرنا بارگاہِ پروردگار میں عذر اور باعث
نجات ہے اوسی طرح صرف حکمِ عقل پر عمل کرنا بھی۔ لیکن اُس مسئلہ میں جس میں انحضرات کا
لائق عمل حکم موجود نہ ہو بشرطیکہ حکمِ عقل یا تو خود بدیہی ہو جیسے ظلم کی بُرائی اور انصاف کی
خوبی۔ یا بدیہی دلیلوں سے نکالا گیا ہو۔ جیسے دُنیا کا کسی خالق کی طرف محتاج ہونا۔ اور
جس مسئلہ میں حکم شرعی موجود ہوا وس میں حکم عقلی بھی اوس کے موافق ہوتا ہے کیونکہ
حکم شرعی اور حکم عقلی آپس سے جدا نہیں ہوتے۔ اگرچہ ہماری ناقص عقلیں کسی وقت
اوس کو سمجھ نہ سکیں۔

حضرت سرورِ عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ ارشاد فرماتے ہیں کہ خداوند عالم نے عقل[۱]
سے خطاب فرمایا کہ قسم ہے میری عزت اور جلالت کی کہ میں نے نہ تو تجھ سے زیادہ
بزرگ کوئی چیز پیدا کی اور نہ تجھ سے زیادہ اپنا مطیع وفرمانبردار۔

اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ بندوں پر خدا کی حجت[۲]
انبیاء ہیں اور درمیان بندوں کے اور خدا کے عقل حجت ہے۔ لیکن ہر عقل حجت
نہیں ہے۔ بلکہ وہ عقل حجت ہے جسکو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بھنوایا ہے۔[۳]
ارشاد فرماتے ہیں کہ عقل اوس کو کہتے ہیں جو عبادت پروردگار اور جنت حاصل کرنیکا

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۱۲

[۱] بعض ادمی ایسے بھی ہیں جنکی کج فہمی سے اونکی روایتیں زیادہ تر کج و پیچ اور مضطرب المضمون
ہوتی ہیں منجملہ ان کے ایک عمار ساباطی ہے جسکی روایتوں کو بعض علماء نے اسکی وثاقت کے
لحاظ سے موثقہ کے درجہ میں رکھا ہے لیکن بلحاظ اضطراب مضمون کے جبتک اون کی مؤید کوئی
معتبر حدیث نہیں ہوتی وہ قبول نہیں کیجاتی ہیں۔ یہ راوی چونکہ فاسد المذہب تھا اس لیئے
بھی بعض علماء اس کی حدیثوں پر عمل کرنا تجویز نہیں کرتے۔ مجلسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ
چونکہ یہ اپنی ناقص سمجھ کے مطابق حدیثوں کو بالمعنی نقل کیا کرتا تھا اسوجہ سے اس حدیثوں
میں خرابیاں ہوگئی ہیں (رجال ابو علی رہ) ۱۲ منہ [۴] حضرت امام جعفر صادق مقبولہ
عمر بن حنظلہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جس حدیث پر تمھارے اصحاب یعنی علماء مذہب نے اتفاق
کیا ہے اس کو قبول کر لو (فصول المہمہ باب ۳۱ ص ۳۸) ۱۲ منہ۔ [۵] حجت کا لغوی معنی درست کلام
دراس کلام سے مقصود دلیل اور برہان ہے جو حق پرستوں کیلئے مفید اور عذر ہے یعنی اس کے

ذریعہ ہو۔ سائل کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا کہ یہ جو معاویہ میں تھی اس کو کیا کہتے ہیں؟ فرمایا اسکو مکر اور شیطنت کہتے ہیں جو عقل کے متشابہ ہوتی ہے درحقیقت وہ عقل نہیں ہے [۱] اور حضرت پھر ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص صاحب عقل ہو گا وہ دیندار ہو گا اور جو دیندار ہیں وہ بہشت میں داخل ہوں گے [۲] اور حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ آج اہل دنیا پر حجت کیا چیز ہے فرمایا وہ عقل جس سے انسان اون لوگوں (ائمہ معصومین علیہم السلام) کو پہچانے جو خدا کی طرف سے سچا دعوی کرتے ہیں پس اُن کے دعوے کی تصدیق کرے (یعنی اون کی امامت اور ان کے احکام کو مانے) اور اون لوگوں (خلفاء جور) کو پہچانے جو خدا پر جھوٹھ باندھتے ہیں پس اون کو جھوٹھلائے (یعنی اون کی اتباع اور پیروی نہ کرے) [۳]

عبداللہ بن سنان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ ایک عاقل شخص ہے جو وضوء اور نماز کے ساتھ مبتلا ہے۔ (یعنی وسواسی ہو گیا ہے) تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اوس میں عقل کہاں ہے جبکہ وہ شیطان کی اطاعت کرتا ہے میں نے عرض کیا کہ شیطان کا مطیع کیسے ہے تو ارشاد فرمایا کہ خود اُسی سے پوچھو کہ یہ وسوسہ اوس کا کس کی طرف سے ہے وہ خود ہی کہیگا کہ شیطان کیطرف سے۔ [۴]

ان حدیثوں سے چار باتیں معلوم ہوئیں پہلے یہ کہ عقل حجت ہے اور عذر اور ذریعہ نجات

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱

ہوتے ہوئے خداوند عادل ثواب دیگا اور عذاب نہیں کریگا۔ اور باطل پرستوں کیلئے مضر ہے اور باعث عذاب کیونکہ اس کے ذریعہ سے اون کا باطل پرست ہونا اون پر ظاہر ہو جاتا ہے۔ ۱۲ منہ عفی عنہ [۵] اس مضمون کو پہلی حدیث کا آخری جملہ بھی صاف صاف بتا رہا ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عقل خدا کی فرمانبرداری ہی کا ذریعہ ہوتی ہے گناہ کا ذریعہ نہیں ہوتی اور اسکے بعد کی حدیثیں بھی یہی بتاتی ہیں ۱۲ منہ [۱] فصول المہمہ باب ۱ صفحہ ۹ ۔ ۱۲

[۲] یہ حدیث منطقی شکلوں میں سے شکل اول کے مطابق ہے اور اوس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ صاحبان عقل بہشت میں داخل ہوں گے۔ اور اس نتیجہ کے لحاظ سے عقل کی حجیت پر یہ حدیث بھی ایک مستقل دلیل ہے ۱۲۔ منہ [۲] فصول المہمہ باب ۱ صفحہ ۹ ۱۲ [۳] فصول المہمہ باب ۱ صفحہ ۹ ۔ ۱۲

[۴] فصول المہمہ باب ۱ صفحہ ۹ ۔ ۱۲

دوسرے یہ کہ اون لوگوں کی عقلیں حجت ہیں جو دیندار اور فرمانبردار پروردگار ہیں
تیسرے یہ کہ عقلیں عصیان اور مخالفت پروردگار کا ذریعہ نہیں ہوتیں۔
چوتھے یہ کہ باطل پرستوں اور گناہگاروں کی ظاہری عقلیں درحقیقت عقلیں نہیں ہیں
بلکہ مشابہ بہ عقل ہیں اور شیطنت اور مکر و دھوکہ بازی اور مغالطہ و فریب جو نہ تو
حجت ہیں اور نہ بارگاہِ رب العزت میں عذر اور باعث نجات۔ اس لئے دینی امور
میں مداخلت کرنا ان عقلوں کا عہدہ اور وظیفہ نہیں ہے۔

جب یہ معلوم ہوچکا تو اب یہ سمجھنا چاہئے کہ حکم عقل یا تو خود ایسا بدیہی اور روشن
ہوتا ہے جس کو دنیا کا ہر عاقل بدون قیدِ مذہب اور ملت کے سمجھتا اور اقرار کرتا ہے
اگرچہ کبھی غلبۂ نفس امارہ کی وجہ سے اوس میں مبتلا بھی ہو جائے۔ جیسے ظلم کی بدی
اور انصاف کی خوبی۔ اور کبھی بدیہی چیزوں کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے جیسے
ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کی کل چیزیں ایک حالت رکھتی ہیں وہ یہ کہ ایک وقت موجود
نہ تھیں اور پھر موجود ہوئیں اوس کے بعد پھر فنا ہو گئیں۔ اور یہ بھی دیکھا کرتے ہیں
کہ جو چیز موجود نہیں ہوتی وہ خود بخود پیدا نہیں ہو جاتی بلکہ اس کو پیدا کرنے والا
کوئی دوسرا ہوا کرتا ہے۔ تو ان دونوں باتوں کے سمجھ لینے کے بعد عقل حکم کرتی ہے
کہ پوری دنیا بھی بغیر کسی پیدا کرنے والے کے موجود نہیں ہو سکتی اس لئے اس کا بنانے
والا کوئی ضرور ہے اور وہ مثل دنیا کی چیزوں کے اپنے موجود ہونے میں کسی دوسرے
کا محتاج نہیں ہے ورنہ وہ خود پیدا نہ ہوتا اور دنیا بھی پیدا نہ ہوتی اس واسطے
ایک ایسی ہستی کا موجود ہونا ضرور ہے جو بغیر کسی پیدا کرنیوالے کے خود بخود موجود ہو
اسی طرح ہر سمجھدار دنیا کے سمجھداروں کو دیکھتا ہے کہ جب کہیں جانا چاہتے ہیں اور وہاں
کی راہ دریافت کرتے ہیں اور ایک بے اعتبار شخص ایک راہ بتاتا ہے اور ایک معتبر اور
سچا شخص دوسری راہ تو دنیا کے سمجھدار معتبر ہی شخص کی بتائی ہوئی راہ کو اختیار کرتے ہیں
اور وہ خود بھی اتنا سمجھتا ہے کہ سچا شخص غلط نہیں بتائے گا۔ تو اوس کی عقل حکم کرتی
ہے کہ جب دنیاوی امور میں جھوٹوں کے بیان اور اون کی بتائی ہوئی راہ سے پرہیز
کیا جاتا ہے اور سچوں کے بیان پر عمل کیا جاتا ہے حالانکہ دنیاوی نفع اور نقصان بہ نسبت
اخروی نفع اور نقصان کے بہت خفیف ہے تو اخروی اور دینی امور میں ایسے شخص کی پیروی

کیسے جائز ہوگی جو جھوٹ بول سکتا ہو کیونکہ اوس کا بیان اور اوس کی پیروی خطرہ سے
خالی نہیں ہے اور جہاں منزل مقصود تک پہونچنے کا احتمال ہے وہاں نہ پہونچنے کا دغدغہ
بھی لگا ہوا ہے۔ اسی طرح جب دیکھا ہے کہ اگر کوئی شخص مثلاً زید کے متعلق اعلان کردے
کہ اوس کی فطرت میں غلط گوئی اور خطا کاری داخل ہے۔ نہ اوس کی باتیں لائق اعتبار
ہیں اور نہ اس کی رفتار میں خطا سے محفوظ۔ اور پھر اوسی زید کو ایسی جماعت پر حاکم
بنا کر بھیجے جو اوس کی بے اعتباری اور خطا کاری کو جانتی ہو تو لوگ اوسی شخص کو بیعقل
کہتے اور مذمت کرتے ہیں کہ جسکی بے اعتباری کا اعلان کر چکا ہے اوسی کو اپنی رعایا
کا پیشوا اور اپنے احکام کا واسطہ قرار دیا ہے تو اوس کی عقل یہ حکم کرتی ہے کہ جس کی
بے اعتباری کا خود اعلان کیا ہو اوسی کو امین بنانا اپنی غرض کو کھونا اور اپنی رعایا کو متمرد اور
سرکش بنانا اور اون کا الزام اپنے سر لینا ہے جو کمال بے عقلی اور دیوانوں کا فعل ہے۔
خلاصۂ کلام یہ کہ ان باتوں کو سمجھ لینے کے بعد عقل پانچ امور کا فیصلہ کرتی ہے۔
ایک[۱] یہ کہ خدا ضرور موجود ہے جس نے اس دنیا کو پیدا کیا۔ دوسرے[۲] یہ کہ وہ خود بخود موجود
ہے اپنی ہستی میں کسی دوسرے کا محتاج نہیں ہے۔ تیسرے[۳] یہ کہ انبیاء و اوصیاء جو اہل
دنیا کے پیشوا اور حاکم بنائے گئے سب معصوم تھے۔ چوتھے[۴] یہ کہ خدائے پاک جو حکیم علی الاطلاق
ہے خطا کاروں اور گنہگاروں کو اپنے بندوں کا پیشوا یعنی نبی یا وصی نہیں بنا سکتا۔ پانچویں[۵]
یہ کہ انسان کو چاہیے کہ ہر امر میں عموماً اور دینی اور اخروی امور میں خصوصاً بے خطا اور
باکمال لوگوں کی پیروی کرے کیونکہ دمڑی کی ہانڈی بھی خرید کرتا ہے تو ٹھوک بجا کر دیکھ لیتا ہے
اخروی امور تو بہت قیمتی اور مایہ نجات ہیں۔ اور حکم **عقل کا منشاء** اور دار و مدار بعض
چیزوں میں اون کی ذاتی بھلائی اور ذاتی برائی پر ہے اور بعض چیزوں میں تجربہ اور مشاہدہ
پر۔ جبتک یہ منشاء حاصل نہیں ہو لیتا عقل کوئی حکم نہیں کرتی اور حاصل ہو جانے کے
بعد قطعی اور یقینی حکم کرتی ہے اور جب تک اوس منشاء کے سمجھنے میں اوس کی غلطی ثابت
نہ کیجائے وہ اپنے حکم سے دست بردار نہیں ہوتی۔ اور جبتک یہ اپنے قطعی حکم پر باقی
رہتی ہے صاحب اوس کعقل کا عقلاً و شرعاً و عرفاً اوس حکم پر عمل کرنے میں معذور
بلکہ مستحق اجر و ثواب سمجھا جاتا ہے اگرچہ درحقیقت عقل منشاء کے سمجھنے میں غلطی پر ہو۔

سلے مولانا ابو عبداللہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ اِذَا بَلَغَکُمْ عَنْ رَجُلٍ حُسْنُ حَالِہٖ

مثلاً اگر کوئی شخص شراب کے متعلق یقین رکھتا ہو کہ آبِ انار ہے اور اوس کو پینا چاہے تو عقل
اوس کی اوس کے استعمال کی قطعی اجازت دیتی ہے۔ پس اگر وہ اوس کو پی لے اور بعد
اوس کے معلوم ہو جائے کہ شراب تھی تو اوس کیلئے کوئی سزا نہیں ہے نہ عقلاً نہ شرعاً
نہ عرفاً بلکہ اگر بغرض علاج بنظر تعمیلِ حکم پروردگار پیئے تو ثواب کا بھی مستحق ہو گا۔
اسی طرح اگر آبِ انار کو شراب سمجھکر پیئے تو عقلاً و عرفاً بلکہ شرعاً بھی مستحق سزا و ملامت ہے
کیونکہ اوس نے جرأت کی اور گناہ کا ارادہ کیا اگرچہ بعض علماء کو اس میں تامل ہے۔
اور حجیت عقل کے معنی یہی ہیں۔

بہر حال منشاء حکم کو سمجھ لینے کے بعد عقل کا حکم قطعی اور یقینی ہوا کرتا ہے اور تا زوال
منشاء باقی رہتا ہے ہاں اصولِ عملیہ جن کو علماءِ فنِ اصولِ فقہ ادلّۂ عقلیہ سے تعبیر
کرتے ہیں۔ جیسے اصل برائت و استصحاب وغیرہ تو اگرچہ ان میں حکم عقل کے خلاف
کا احتمال رہتا ہے لیکن یہ احتمال ایسا ضعیف ہوتا ہے کہ عقلاء زمانہ اوس پر توجہ نہیں کرتے
اور اوس کو حکم عدم میں قرار دے کر ان ادلہ کے حکم کو قطعی اور یقینی ہی کے حکم میں قرار دیکر
عملدرآمد کرتے ہیں۔ اور قرآن مجید کی دلالت زیادہ تر ظنی ہوتی ہے عــہ جس میں دوسرے
معنی کا بھی احتمال ہوتا ہے۔ اور بہت کوشش کیجائے تو شاید سو پچاس آیتیں ایسی ملسکیں

فَانْظُرُوْا اِلٰی حُسْنِ عَقْلِہٖ فَاِنَّمَا یُجَازٰی بِعَقْلِہٖ (کنز الفوائد کراجکی علیہ الرحمہ ص۸۷) یعنی اگر کسی شخص کے
اچھے حال میں ہونے کی تم کو خبر ملے تو اوس کی عقل کو دیکھو کہ اچھی ہے یا نہیں کیونکہ انسان اپنی عقل
ہی پر سزا و جزا کا مستحق ہوتا ہے۔ ایک راہب ستر سال سے مشغولِ عبادت پروردگار تھا۔ فرشتوں نے
اوس کے نامۂ عمل میں ثواب بہت کم دیکھکر تعجب کیا اور بارگاہ رب العزت میں دریافت سبب کیلئے مناجات کی
حکم ہوا کہ اوس سے پوچھو کہ اپنے مصلے کے اطراف میں بہت سی گھانس کیوں لگا رکھی ہے۔ چنانچہ جب اوس سے
پوچھا گیا تو اس نے جواب دیا کہ جب خدا میری ملاقات کو آئیگا تو اسکا گدھا اوسکو چریگا۔ حکم ہوا کہ ثواب کی کمی
اس کی عقل کی کمی کیوجہ سے ہے۔ مولانا و مقتدانا حضرت امیر المومنینؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ قصم ظہری اثنان جاہل
متنسک و عالم متہتک ۲ لوگوں نے توڑ ڈالا ایک جاہل عبادت گذار دوسرے عالم بدکردار مار پیٹ گالی گلوچ [illegible] فضیحتی کرنیوالا

عــہ لفظی دلالتوں کے زیادہ تر ظنی ہونے کے کئی سبب ہیں منجملہ اون کے ایک ان کا مطلق و مجمل وغیرہ ہونا ہے
اور دوسرے اکثر الفاظ کا کثیر المعنی ہونا۔ ۱۲ منہ

maablib.com

جنکی دلالت ہر حیثیت سے اون کے معانی پر یقینی ہو۔ کیونکہ زیادہ تر آیتیں ایسی ہیں جنکی دلالت اگر ایک لحاظ سے نص اور صریح ہے تو دوسری حیثیت سے ظاہر اور ظنی جسمیں خلاف کا احتمال ہوتا ہے۔ یا مجمل و مبہم جن کے احتمالات سب برابر ہوتے ہیں۔ بلکہ سیوطی نے ایک جماعت متکلمین سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید اور حدیثوں میں ایسے الفاظ شاذ و نادر ہیں جن کی دلالت یقینی ہو[۱]۔ اور موید اس کی وہ حدیثیں ہیں جو اہلبیت عصمت و طہارت سے منقول ہوئی ہیں۔ اون میں سے ایک[۱] حدیث حضرت امیر المومنین علیہ الصلوۃ والسلام کی ہے۔ ابن عباس سے ارشاد فرماتے ہیں کہ اَلْقُرْاٰنُ حَمَّالٌ ذُوْ وُجُوْہٍ تَقُوْلُ وَیَقُوْلُوْنَ[۲] یعنی قرآن بہت سے احتمال اور بہت سے رُخ رکھتا ہے۔ تم کوئی معنی مراد لوگے اور خوارج کوئی معنی۔ اور دوسری[۲] حدیث میں معصوم ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ اِنَّ الْقُرْاٰنَ ذَلُوْلٌ ذُوْ وُجُوْہٍ فَاحْمِلُوْہُ عَلٰی اَحْسَنِ الْوُجُوْہِ[۳] یعنی قرآن مجید تمھارے اختیار میں ہے اور بہت سے رُخ رکھتا ہے جس معنی پر چاہو محمول کر سکتے ہو۔ پس اوس کو اچھے معنی پر محمول کرو۔ اور شاہد اس پر منجملہ بہت سی آیتوں کے ایک آیت یہ ہے وَالْبَلَدُ الطَّیِّبُ یَخْرُجُ نَبَاتُہٗ بِاِذْنِ رَبِّہٖ وَالَّذِیْ خَبُثَ لَا یَخْرُجُ اِلَّا نَکِدًا (سورۂ اعراف آیت ۵۸ پارہ ۸) اس آیۂ مبارکہ میں لفظ بلد اور لفظ نبات کئی معنی پر محمول ہو سکتا ہے اور اس کی متعدد تفسیریں بھی کی گئی ہیں۔ لفظ بلد اور نبات کے معانی جو لغتوں اور تفسیروں میں لکھے ہیں اور مراد لئے گئے ہیں سب کو جمع کرنے سے یہ آیت کئی معنوں پر محمول ہوتی ہے۔ لفظ بلد چھ معنوں پر محمول کیا گیا ہے ۱ قطعۂ زمین ۲ مکہ ۳ انسان ۴ طینت ۵ حضرت رسول ۶ ائمہ کرام علیہم السلام۔ اور لفظ نبات دس معنوں پر۔ ۱ درخت و گھانس وغیرہ ۲ معادن ۳ انسان ۴ حیوانات ۵ اولاد ۶ اخلاق ۷ علوم ۸ داڑھی ۹ کثرت نسل ۱۰ جانشین اور لفظ نکد تین معنوں پر ۱ قلیل ۲ جھوٹھ ۳ باطل۔ بلد طیب کے مقابل میں نبات میں بھی اچھے اور کامل

---

[۱] تفسیر اتقان نوع ۵۰ ص ۸ جلد ۲۔ ۱۲ منہ [۲] تفسیر اتقان نوع ۳۹ ص ۱۴۲ جلد ۱۔ ۱۲ منہ
[۳] مرآۃ الانوار فصل ۱ ص ۳ بدون تعیین اسم معصوم صاحب فرمائش۔ ۱۲ منہ

کی قید بڑھا دیجائیگی اور بلد خبیث کے مقابل میں نبات بھی بُرے اور ناقص کی قید

مثال اس کی یوں سمجھو

بلد طیب بمعنی زمین خوب و پاک ۔ نبات نفیس بمعنی ۱ کثیر و تر و تازہ اور مفید اور خوشگوار پھلوں کے درخت ۲ جواہرات اور سونے چاندی کے معادن ۳ ہونہار اور اور باکمال وخوش اخلاق اور خوبصورت انسان ۴ اچھے قد و قامت و شکل و صورت و نیک سیرت کے جانور۔

بلد خبیث بمعنی بُری اور نمکین زمین نبات خبیث بمعنی ۱ بد مزہ ۔ بد خوارہ قلیل المقدار و مضر و تلخ و تند درخت وغیرہ ۲ گندگی نجاسات وغیرہ کا محل ۳ بدشکل ناکارہ بد صورت بد سیرت بد اخلاق انسان ۴ بدشکل بد قامت بد صورت شریر و بد ذات حیوان وغیرہ۔

بلد طیب بمعنی انسان نیک طینت ۔ نبات طیب بمعنی ۱ کثرت نسل ۲ اولاد نیک سیرت ۳ خود اچھے اخلاق کا انسان ۔ ۴ علوم نفیسہ ۵ ڈاڑھی بھرپور

بلد خبیث بمعنی انسان بد طینت ۔ نبات خبیث بمعنی ۱ قلیل النسل ۲ اولاد بد سیرت ۳ خود بد اخلاق ۴ جاہل ۵ کوسج ڈاڑھی والا ۔ اسی طرح دوسرے معنی کو بھی ربط دے لو

حاصل کلام یہ ہے کہ قرآن مقدس کے محتمل اور ذو وجوہ یعنی کثیر المعانی اور کثیر المصادیق ہونے کی وجہ سے اوس کے کسی آیت کے متعلق یہ یقین حاصل نہیں ہو سکتا کہ اس سے فلاں ہی معنی معین طور پر مقصود ہے اس واسطے اس کی دلالت کے قطعی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا جا سکتا اور زیادہ تر آیتوں کی دلالت ظنی ہوتی ہے بجز متشابہ آیتوں کے کیونکہ اون کی دلالت مجمل اور مبہم ہوتی ہے اور ظاہری معنی مراد نہیں ہوتا اور نہ اسکا گمان ہوتا ہے۔

نتیجہ کلام پس جب معلوم ہو گیا کہ عقل کا حکم یقینی ہوتا ہے اور نقلی دلیلوں یعنی الفاظ قرآن و حدیث کی دلالت ظنی ۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ گمان یقین کا مقابلہ نہیں کر سکتا پس اگر کسی آیت یا حدیث کا ظاہری معنی حکم عقل کے مخالف ہو تو اوس کو ایسے معنی پر محمول کرنا ضرور ہے جو حکم عقل کے مطابق ہو اور اگر کسی طرح حکم عقل کے مطابق نہ ہو سکے تو چھوڑ دی جائیگی۔

اور حکم عقل اختیار کیا جائے گا۔ جیسے آیت یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ
کہ اس کا ظاہری معنی یعنی خدا کا اپنے بندوں کو گمراہ کرنا حکم عقل کے مخالف ہے۔ اس واسطے
کہ خدا نے اپنے بندوں سے اپنی اطاعت اور فرمانبرداری چاہی ہے اور اون کو اسی
غرض سے پیدا کیا ہے چنانچہ خود ارشاد فرماتا ہے مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ
یعنی میں نے جن اور انسان کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ میری عبادت کریں۔ اور یہ بھی معلوم
ہے کہ ایک تو کوئی صاحب عقل اپنی غرض کو ضایع کرنے کی تدبیر خود نہیں کرتا۔ دوسرے
اپنے محکوم کو کسی امر کا حکم دینا اور اس امر کو حاصل کرنے سے اوس محکوم کو مجبور کر دینا اور
پھر حاصل نہ کرنے پر اوس کی سزا کرنا صریح ظلم ہے پس جبکہ یہ دونوں باتیں ناقص العقل
انسان کے لئے ناجائز اور عیب ہیں تو حکیم علی الاطلاق اور خالق عقل و عقلاء کے لئے
کب جائز ہوں گی اوس کے لئے تو یہ چیزیں بدرجۂ اولیٰ قبیح اور عیب ہوں گی۔
اس لئے عقلاء پر لازم ہے کہ اس آیت کی اس طرح توجیہ کریں کہ چونکہ اس میں مقام
اضلال و ہدایت کی کوئی قید نہیں ہے اور دنیا کی قید بڑھانا سبب قباحت ہے
اس واسطے آخرت کی قید بڑھا جائیگی۔ اور معنی یہ ہوگا کہ آخرت میں خدا جس کو چاہیگا
راہِ بہشت سے ہٹا دیگا اور جسکو چاہیگا راہ بہشت بتائے گا۔ یعنی اوس راہ سے ہٹائے
جانے والے گناہگار ہوں گے اور بتائے جانے والے نیکوکار۔ اسی طرح سے آیت
یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ (خدا کا ہاتھ لوگوں کے ہاتھوں پر ہے) خدا کے لئے جسمیت
ثابت کرتی ہے اور حکم عقل یہ ہے کہ خدا کے لئے جسم نہیں ہو سکتا ورنہ وہ محتاج اور
حادث اور اپنی مخلوقات کے مانند ہو جائے گا اور ایسے صفات جس میں ہوں وہ
خدا نہیں ہو سکتا۔ اس واسطے ضرور ہے کہ ید کا معنی قدرت لیا جائے۔ یعنی خدا
کی قدرت سب کی قدرت سے بالاتر ہے۔ اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام کے دفعہ
میں گیہوں کھانے سے ممانعت کے متعلق چونکہ عقل کا قطعی حکم معلوم ہو چکا کہ انبیاء
اور اوصیاء معصوم ہوتے ہیں جیسا کہ بیسویں مقدمہ میں تفصیل گذر چکا اس واسطے
کہنا پڑے گا کہ اگر اس آیت سے مقصود درحقیقت گیہوں ہی کھانا ہے تو یہ ممانعت نہی
اور ارشادی تھی تحریمی نہ تھی اور ان کا گیہوں کھانا حرام نہ تھا۔ بلکہ خلاف اولیٰ تھا۔
درحالیکہ قرآن و حدیث میں کوئی ثبوت اس کا نہیں ہے کہ یہ ممانعت تحریمی تھی۔

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فرمائش هٰذَا رَبِّی کے متعلق یقیناً ماننا پڑے گا کہ یہ کلام اون کا خبر اور اقرار کی صورت میں نہ تھا بلکہ استفہام انکاری تھا۔ جسکا معنی یہ ہے کہ یہ ستارے اور آفتاب و ماہتاب خدا نہیں ہیں۔ ہم کو ان مباحث کو یہاں پر طے کرنا مقصود نہیں ہے ان کا پورا بیان اپنے اپنے مقام میں انشاءاللہ تم آئے گا یہاں پر صرف مثال کے طور پر چند آیتوں کو ذکر کر دینا مقصود ہے اور جو گفتگو آیتوں کے متعلق ذکر کی گئی بعینہ وہی باتیں حدیثوں میں بھی جاری ہیں۔

تیتیسواں مقدمہ

تفسیر بالرائے جائز نہیں ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ قرآن مقدس کی آیتوں کے ہر پہلو اور ہر حال کو اور ان کے ظاہری اور باطنی معانی اور تاویل اور سبب نزول کو حضرت سرورِ عالم اور ائمہ معصومین علیہم الصّلوٰۃ والسلام ہی جانتے تھے اور علمِ قرآن پورا پورا انھیں کے پاس تھا کیونکہ اون کے گھر میں اوتارا گیا اور گھر کی چیز دل کو گھر ہی والے اچھی طرح جانتے ہیں اور اس مضمون پر متواتر حدیثیں دلالت کرتی ہیں جن میں سے کچھ حدیثیں بائیسویں اور چوبیسویں اور اکتیسویں مقدمہ میں ذکر کی گئیں۔ اور انھیں میں سے حدیث ابو الصباح ہے جس کو اونھوں نے بسند صحیح حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ خداوند عالم نے اپنے رسولؐ (حضرت سرورِ عالمؐ) کو قرآن کا ظاہری اور باطنی معنی تعلیم کیا اور حضرت سرورِ عالمؐ نے حضرت علی علیہ السلام کو تعلیم کیا۔ اور حضرت علی علیہ السلام نے واللہ ہم لوگوں کو تعلیم کیا۔

اور یعقوب بن جعفر کہتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ کتابِ خدا کی بعض تفسیر آپ ایسی بیان فرماتے ہیں کہ میں نے اوس کو کسی سے نہیں سُنا۔ تو آپ نے فرمایا کہ قرآن مجید لوگوں سے پہلے ہم لوگوں پر نازل ہوا اور لوگوں سے پہلے اوس کی تفسیر ہم لوگوں سے بیان کی گئی۔ پس ہم لوگ اوس کے حلال اور حرام اور ناسخ اور منسوخ

اور سفری اور حضری کو جانتے ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ کون آیت کس شب کو اوتاری گئی اور کس شخص کے حق میں اوتاری گئی اور کس بارے میں اوتاری گئی ۔ اور حضرت[۳۳] امام جعفر صادق علیہ السّلام نے اپنے سینۂ اقدس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ قرآن کا پورا علم ہم لوگوں کے پاس ہے ۔ اور خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ (عنکبوت پ۲۱ آیت ۴۹) یعنی قرآن مجید روشن نشانی ہے اون لوگوں کے سینہ میں جن کو علم دیا گیا۔

اور بروایت اہلسنت روایت[۴۱] صحیحہ ابوداؤد ہے کہ حضرت سرور عالم نے ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ تم تعلیم کروگے لوگوں کو تاویل قرآن جس کو وہ نہیں جانتے ۔ عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ آپ کے بعد لوگوں تک کیا چیز پہونچاؤں گا ۔ فرمایا کہ قرآن کی تاویل اور اوس کے معانی جنکا سمجھنا اون پر دشوار ہو[۴۱]

[۴۲] اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ سواء اوصیاء معصومین علیہم السلام کے کوئی دعوا نہیں کرسکتا کہ پورے قرآن اور اوس کے ظاہری اور باطنی معنی کا علم اونکے پاس ہے ۔ اور سوائے جھوٹے کے کسی نے دعوا نہ کیا کہ پورا قرآن اوس نے جمع کیا ہے ۔ اور سواء حضرت علیؑ اور اون کے بعد کے ائمہ علیہم السلام کے نہ تو کسی نے پورا قرآن جمع کیا اور نہ یاد کیا۔

پس تفسیر بالرائے اور ناجائز یہ ہے کہ بغیر اہلبیت عصمت و طہارت سے لئے ہوئے اپنے جی سے تفسیر کیجائے اور قرآن کے مطالب بیان کئے جائیں ۔

چنانچہ حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام نے قتادہ سے جو مفسروں میں سے تھے ارشاد فرمایا کہ اگر تم قرآن کی تفسیر اپنی طرف سے کرتے ہو جب بھی ہلاک ہوئے اور دوسروں کو ہلاک کیا اور اگر دوسروں (غیر اہلبیت) سے لیکر بیان کرتے ہو جب بھی ہلاک ہوئے اور دوسروں کو ہلاک کیا۔

اہلبیت معصومین علیہم السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ تفسیر قرآن کرنا جائز نہیں ہے مگر صحیح حدیث سے جو نص صریح ہو۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر کوئی اپنے جی سے تفسیر کرے اور ٹھیک مطلب بیان کرے تو اوس پر اُسکو ثواب نہ ملیگا اور اگر غلط بیان کرے تو

وہ آسمانِ (رحمت پروردگار) سے بہت دور رہیگا۔

اور حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جانتے ہو قرآن جس کیلئے بہت بڑی شرافت اور بزرگی ہے۔ اوس کو اختیار کرنے والا کون ہے؟ اوس کو اختیار کرنیوالا وہ شخص ہے جو علم قرآن اور اوس کے تاویل کو ہم اہلبیتؑ سے لے یا اُن لوگوں سے جو ہمارے اور ہمارے شیعوں کے درمیان واسطہ اور سفیر ہیں۔ مجادلہ کرنے والوں کی رایوں اور فاسقوں کے قیاسوں سے نہ لے۔ لیکن جو شخص قرآن کی تفسیر اپنے جی سے کرے پس اگر ٹھیک مطلب بیان کرے تو اوس نے نااہل سے لینے میں خطا کی اور اگر غلط بیان کرے تو وہ جہنم میں جائے گا۔ اور حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے جی سے قرآن کی تفسیر بیان کرے وہ جہنم میں جائے گا۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ اوس نے خدا پر جھوٹھ باندھا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ تفسیر بالرائے جو ناجائز ہے وہ یہ ہے کہ اوس میں اہلبیت معصومین علیہم السلام کی فرمائشوں اور اُن کے مذاق اور طور وطریقہ کی پیروی نہ کیجائے اور اوس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ کسی شئے کے متعلق رائے قائم کرے اور چاہتے کہ اوس رائے فاسد پر قرآن سے دلیل قائم کرے پس کسی آیت کی اپنی رائے باطل کے مطابق تاویل کرے۔ حالانکہ اگر یہ غرض اوس کی نہ ہوتی تو اوس آیت کا یہ معنی بیان نہ کرتا۔ اور مخالفوں کی اکثر تفسیریں اسی قسم کی ہیں جو زیادہ تر ایسی تفسیروں اور جعلی حدیثوں سے بھری ہوئی ہیں جو غرض فاسد کے مطابق گڑھی گئی ہیں۔ بلکہ بعض صحیح غرض رکھنے والے مناظر اور بعض اہل منبر بھی ایسا ہی کیا کرتے ہیں جو اپنے بیان کو مضبوط کرنے اور دلوں میں جمانے کے لئے آیتوں کو شاہد قرار دیتے اور بے غشار اول آیتوں کی توجیہ اور تاویل بیان کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ فعل حرام ہے۔ دوسرے یہ کہ عربی قواعد سے جو ظاہری معنی پیدا ہوتا ہے اوس کو اختیار کر کے تفسیر بیان کرنے میں جلدی کرے بغیر اس کے کہ احادیث اہلبیتؑ سے کوئی شاہد اوس پر دیکھے۔ حالانکہ قرآن مجید کی آیتوں میں ابہام۔ تبدیل۔ اختصار۔ حذف۔ اضمار۔ تقدیم۔ تاخیر۔ ناسخ۔ منسوخ۔ خاص۔ عام۔ مطلق۔ مقید۔ رخصت عزیمت۔ محکم۔ متشابہ وغیرہ بکثرت ہیں جو حدیثوں اور بیانِ معصوم کے محتاج ہیں۔

عہ یعنی علمار کرام علیہم الرحمہ والرضوان ۱۲ منہ

اور بغیر اس کے غلطی سے نجات نہیں ہوسکتی اور معقول عذر ہاتھ نہیں آسکتا۔

اور جائز تفسیر وہ ہے جو معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام سے لی گئی ہو اور اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ تفسیر کرنے والا اوس تفسیر کو معصوم کی اوس حدیث سے لے جسکی سند درست ہو (اگرچہ عمل علمائے اعلام سے مضبوط ہوئی ہو) اور مطلب اوس کا اصول و قواعد مذہب اہلبیتؑ کے مخالف نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ مفسر خدا و رسولؐ و اہلبیت معصومین کا خالص مطیع و فرمانبردار ہو اور علوم کو اونھیں کے آستانۂ مبارک سے لیا ہو اور اون کی فرمائشوں کا اس قدر مطالعہ کیا ہو اور اون کے اسرار سے اس طرح آگاہی حاصل کی ہو کہ علم میں اُسکو ملکہ اور معرفت میں اطمینان حاصل ہوگیا ہو اور اوس کے قلب کی دونوں آنکھیں کھل گئی ہوں اور حقائق امور اوس پر روشن ہوگئے ہوں۔ خلاصہ یہ کہ علوم اہلبیت سے پوری طرح مانوس ہوگیا ہو اور ان کے مذاق اور مذہب اور طور و طریقہ کو اچھی طرح سمجھ چکا ہو۔ کہ تفسیر بیان کرنے میں اوس کا بیان معصومین علیہم السلام کی فرمائش اور طور و طریقہ اور اصول و قواعد مذہب کے مخالف نہ پڑے تو ایسے شخص کو اجازت دی گئی ہے کہ کلام پروردگار کی تفسیر کرے۔ اور اوس کے عجائب و غرائب میں غور و فکر کرے اور دقیق و باریک مطالب کو اوس سے نکالے۔ اور یہ ایک سعادت ہے۔ خدا جس کو چاہتا ہے اس سے بہرہ مند کرتا ہے۔ علم کسی خاص شخص کا حصہ نہیں ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ کتابِ خدا میں چار چیزیں ہیں۔ ایک عبارت دوسرے اشارہ تیسرے لطائف یعنی باریک باتیں۔ چوتھے حقائق یعنی تہ کی باتیں۔ پس عبارت عوام الناس کیلئے ہے اور اشارے علماء کے لئے ہیں۔ اور لطائف اولیاء کے لئے ہیں۔ اور حقائق انبیاء کیلئے اسی وجہ سے تم دیکھتے ہو کہ علمائے اعلام کی تفسیروں میں بعض مطالب پائے جاتے ہیں جن کی شاہد کوئی صریح حدیث پائی نہیں جاتی۔ اور اس قسم کے علماء کے لئے خداوندِ عالم نے بھی اجازت دی ہے کہ قرآن کے مطالب میں غور و فکر کریں ارشاد فرماتا ہے۔ أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا (سورہ محمد پ ۲۶ . آیت ۲۴) یعنی قرآن میں کیوں غور نہیں کرتے کیا ان کے دلوں پر قفل پڑا ہوا ہے۔ (خلاصہ مرآۃ الانوار بتغیر و اضافہ قلیل صفحہ ۱۱ تا ۱۲)

رہگیا ابدائے احتمال یعنی یہ بیان کرنا کہ اس آیت سے شاید یہ مراد ہو ممکن ہے یہ

مراد ہو۔ یہ آیت فلاں فلاں مطالب کو بھی شامل ہو سکتی ہے۔ اس کی شرح یوں کی جا سکتی ہے۔ اس کے مطالب کی تقریر بشکل منطقی یا بہ بیانِ عقلی اس طرح کیجا سکتی ہو مثلاً۔ تو بظاہر یہ صورتیں تفسیر بالرائے میں داخل نہیں ہیں بلکہ ذکر احتمالِ تفسیر بھی نہیں ہے کیونکہ لفظ تفسیر سے جو معنی ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ کسی معنی کے مراد متکلم ہونے کو فیصلہ کے طور پر بیان کرے اور اس صورت میں بیان کرنے والا صرف احتمال بیان کرتا ہے اور علماء اعلام فقہاء اصولیین محدثین مفسرین علیہم الرحمہ والرضوان کی استدلالی کتابیں اس قسم کے احتمالوں سے مملو ہیں۔ صاحب مرآۃ الانوار مولانا عبد اللطیف علیہ الرحمہ نے ان احتمالوں کو جائز تفسیر میں بے تامل اور بے خدشہ داخل کیا ہے۔ اور یہ آیت کی تفسیر آیت سے کرنے کی ممانعت جو بعض حدیثوں میں پائی جاتی ہے اوس سے مقصود متشابہ کی تفسیر متشابہ سے کرنا ہے۔ متشابہ آیت کی تفسیر محکم آیت سے کرنا ممنوع نہیں ہے اور یہ منع وہاں بھی آئے گا جہاں متشابہ آیت کی تفسیر متشابہ حدیث سے کی جائے یا متشابہ حدیث کی تفسیر متشابہ آیت سے۔

تنبیہہ جب یہ معلوم ہو گیا کہ تفسیر بالرائے جائز نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تفسیر بالرائے سے کیا مقصود ہے تو اب یہ سمجھنا چاہئیے کہ تفسیر بالرائے کرنے والے جس غرض سے بھی تفسیر کریں یعنی خواہ اپنے خیال میں نیک نیتی سے تفسیر کرتے ہوں جیسا کہ بعض اہلِ مناظرہ اور اہلِ منبر کے متعلق اوپر لکھا گیا۔ یا بدنیتی سے تفسیر کرتے ہوں واقع میں یہ دونوں ہی اوس آیت میں داخل ہیں جسکو مذمت کے مقام میں خداوند عالم نے نازل فرمایا ہے ارشاد فرماتا ہے فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَاْوِيْلِهٖ یعنی جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہ آیتوں کو فتنہ و فساد اور اپنی خواہش کے مطابق توجیہ اور تاویل کی غرض سے اختیار کرتے ہیں۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے حدیثوں میں جہنم کا وعدہ کیا گیا ہے۔

چونتیسواں مقدمہ ۳۴

خدا نہ تو کسی کو گمراہ کرتا ہے اور نہ عملِ خیر پر مجبور کرتا ہے۔ شیعے کل اور اہلسنت میں سے

معتزلہ اس بات کے معتقد ہیں کہ خداوندِ عالم کی مقدس ذات ہر عیب اور بُرائی سے
پاک ہے اور یہ کہ وہ کوئی بُرا کام نہیں کرتا۔ اور یہ کہ وہ عادل اور انصاف ور ہے۔
اور خدا کو ایسا ہی ہونا بھی چاہیئے۔ اور اون لوگوں کی عقلی اور نقلی دلیلیں بہت
ٹھوس اور مضبوط ہیں۔ لیکن اہلسنت کی زیادہ فردیں جو اشاعرہ کہلاتی ہیں اپنے
خالق اور منعم اور پروردگار کو اپنی ذاتوں سے بھی زیادہ عیب دار سمجھتی اور اسکے
لئے ہر بُرے کام کو جائز جانتی بلکہ بندوں کے بُرے کاموں کو بھی خدا ہی کا کام
ٹھہراتی ہیں۔ بلکہ وہ یہ بھی تجویز کرتی ہیں کہ خدا نیکوکاروں کو جہنم میں اور بدکاروں کو
بہشت میں بھی داخل کر سکتا ہے۔ دیکھو دنیا کا کوئی سمجھدار شخص اس امر سے انکار
نہیں کر سکتا کہ ہر اچھا کام جیسے انصاف کرنا۔ سچ بولنا۔ وعدہ کو پورا کرنا۔ عقل کے
مطابق کام کرنا۔ اپنے خواہشوں کے حاصل ہونے کی ہر تدبیر کو انجام دینا وغیرہ
اچھا اور انسانی صفت ہے۔ اسی طرح ہر بُرا کام جیسے ظلم کرنا۔ جھوٹ بولنا
وعدہ خلافی کرنا۔ خلافِ عقل کام کرنا۔ اپنی خواہشوں کے حاصل ہونے میں
خود ہی روکاوٹ پیدا کرنا وغیرہ۔ بُرا اور عیب اور بیعقلی اور انسانی صفتوں سے کوسوں
دور ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ خدا نے انسان کو پیدا کیا اور اوس کو ہر طرح
کی نعمتوں سے سرفراز کیا اور اوس کی ہر حاجت کی پوری کرنیوالی چیزوں کو مہیا کر دیا۔
اور چونکہ ہر محسن اور منعم کے احسان کا بدلا اور اس کے نعمتوں کا شکریہ عقلاً واجب ہے
اس لئے اوس حقیقی منعم اور محسن کی نعمتوں اور احسانوں کا بدلا اور شکریہ یعنی اسکی
اطاعت اور فرمانبرداری بھی عقلاً واجب اور لازم ہے۔ کیونکہ وہ بھی ایک محسن و
منعم بلکہ ہر محسن سے بہتر اور ہر منعم سے افضل ہے اور اوس کے احسانوں اور نعمتوں
کی کوئی حد و پایان نہیں ہے اور نہ کسی محسن کا احسان اور کسی منعم کی نعمت اوس کے
احسانوں اور نعمتوں کا ہم پلہ ہے۔ اور محسن و منعم کی شکرگزاری صرف عقلی ہی نہیں ہے
بلکہ فطری بھی ہے۔ انسان تو اشرفِ مخلوقات ہے۔ اداے شکریہ کا احساس اوسکو
تو ہونا ہی چاہیئے۔ اس کی خوبی کو تو جانور بھی فطرۃً جانتے اور اون کی ہر صنف اپنے
اپنے جداگانہ طریقوں سے شکرگزاری کرتے ہیں جیسا کہ اوس کی توضیح ہم شروع
دیباچہ میں کر آئے ہیں۔ شکرگذاری کی مطلوبیت اور وجوب کو خود خداوند منعم نے

بھی قرآن مقدس میں ارشاد فرما دیا ہے کہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (سورہ
ذاریات پ۲۷ آیت ۵۶) یعنی جن اور انسان کو میں نے اپنی اطاعت اور عبادت
ہی کے لئے پیدا کیا۔ پس اگر وہ خود ہی بندوں کو اچھا کام کرنے پر مجبور کرے
یا برا کام کرائے اور گمراہ کرے تو اوس کی مقدس ذات پر کئی طرح کا عیب لگ جائیگا
ایک تو اپنے کام کا دوسرے کو ذمے دار بنانا اور اوس کے سر منڈھنا۔ حالانکہ خود
ہی ارشاد فرما رہا ہے کُلُّ امْرِئٍ بِمَا کَسَبَ رَهِیْنٌ (سورہ طور پ۲۷ آیت ۲۱)
یعنی ہر شخص اپنے عمل کا ضامن ہے۔ گویا کوئی شخص کسی غیر کے عمل کا جوابدہ نہیں ہے۔
دوسرے اگر اچھے اور برے عمل کا بدلا عمل کرنیوالوں کو دے جیسا کہ خود بھی اسکا
وعدہ فرما رہا ہے کہ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ (سورہ یونس
پ۱۱ آیت ۴) یعنی جو لوگ ایمان لائے اور اچھا کام کیا اون کو اپنے انصاف سے
اچھا بدلا دیگا۔ اور جَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا (سورہ شوریٰ پ۲۵ آیت ۴۰)
یعنی برے عمل کا بدلا برا ہے مثل اوسی عمل کے۔ تو یہ بدلا ظلم اور انصاف کے خلاف
ہوگا۔ کیونکہ اچھا اور برا دونوں طرح کا عمل کرنے والوں کو باوجودیکہ اپنے
اپنے عمل پر خود مجبور کر رکھا تھا ایک کو اچھا بدلا دیا اور دوسرے کو برا۔
حالانکہ ان بدلوں کو جزائے بالقسط یعنی انصاف کا بدلا فرما رہا ہے۔
تیسرے علاوہ ظلم اور خلاف انصاف ہونے کے غلط گوئی یعنی جھوٹ
اور مغالطہ بھی لازم آئیگا کیونکہ ظالمانہ بدلے کو منصفانہ بدلا ظاہر کر رہا ہے۔
اور یہ دونوں چیزیں نہایت درجہ بری اور معیوب ہیں۔ اور جھوٹ بولنے والوں پر
آیت مبارکہ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ (ال عمران پ۳ آیت ۶۰) میں خود ہی
لعنت کر رہا ہے۔ چوتھے اگر اس وجہ سے بدلا نہ دے کہ وہ دونوں مجبور اور
معذور ہیں تو وعدہ کرنا غلط اور بے عقلی کا فعل ٹھہرتا ہے۔ حالانکہ اپنے حق میں ارشاد
فرماتا ہے وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ (سورہ نساء پ۵ آیت ۱۳۱) یعنی خدا سمجھدار اور صاحب
عقل ہے اور اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ (سورہ آل عمران پ۳ آیت ۷) یعنی
خدا وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ پانچویں اگر اچھا کام کرنے والوں کو برا اور برا کام
کرنے والوں کو اچھا بدلا دے جیسا کہ اشاعرہ تجویز کرتے ہیں تو اس کیلئے بدترین ظالم

میں مبتلا ہونا لازم آئیگا جسکو بچوں کی عقلیں بھی بدترین عیوب سمجھتی ہیں۔ اور ایسے خدا
کا کوئی اعتبار بندوں کی نگاہوں میں باقی نہ رہیگا اور نہ اوس کے جزا اور سزا کے وعدوں
کی کوئی وقعت ہوگی اور نہ کوئی بندہ اوس کے حکموں کی تعمیل اپنی خوشی سے اس امید
پر کرنا چاہیگا کہ اپنے نیک اعمال سے آخرت میں فائدہ اوٹھائے۔ اور خود خداوند حکیم
کی وہ فرمائش بھی غلط ٹھہریگی جو ارشاد فرما رہا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ
(سورہ نساء پ ۵ آیت ۴۴) اور لَا یَظْلِمُ رَبُّکَ اَحَدًا (سورہ کہف پ ۱۵ آیت ۴۹)
ان دونوں آیتوں کا حاصل معنی یہ ہے کہ خداوند عادل ذرہ برابر بھی کسی پر ظلم نہیں
کرتا۔ چھٹھیں اگر بندوں کو اون کے ارادے اور اختیار پر باقی نہ رکھے بلکہ اچھا
اور بُرا کام خود ہی کرائے تو اون کو اچھا کام کرنے اور بُرے کام سے بچنے کا حکم
دینا لغو اور بیکار ٹھہریگا۔ ساتویں جبکہ بندوں کو اپنی اطاعت اور فرمانبرداری
کیلئے پیدا کیا ہے اگر خود ہی اون کو گمراہ کرے اور اپنی مخالفت کی راہ پر لگائے تو
اپنی غرض کو اپنے ہاتھوں کھونا لازم آئیگا۔ جسکو دیوانے بھی نہیں کرتے۔
پس دیکھو کر اشاعرہ کے صرف ایک اس اعتقاد سے کہ بندوں سے خدا ہی ہر طرح کا
کام کراتا اور وہی اون کو بہکاتا اور گمراہ کرتا ہے۔ خداوند مقدس کی پاک و پاکیزہ
اور بے عیب ذات پر کتنے عیب لگ رہے ہیں۔ ع۱ اپنے عمل کو دوسروں کے
سر منڈھنا۔ ع۲ بدلا دینے میں ظلم اور ناانصافی کرنا ع۳ غلط اور جھوٹھ بولنا۔
ع۴ دہوکھا بازی کرنا اور مغالطہ میں ڈالنا۔ ع۵ جھوٹھا وعدہ کرنا ع۶ وعدہ خلافی
کرنا۔ ع۷ بیعقلی کا کام کرنا۔ ع۸ بدترین مظالم میں مبتلا ہونا۔ ع۹ اپنے وقار
اور اعتبار کو خود کھونا۔ ع۱۰ اچھے کاموں کو کرنے اور بُرے کاموں سے بچنے کا
بیکار حکم دینا ع۱۱ بندوں کو بہکا کر اپنی غرض کو خود اپنے ہاتھوں کھونا۔

جس خدا میں اتنے عیوب ہوں اوس سے کنجڑے کیڑے ہزار درجہ بہتر ہیں۔
میرا انداز تو یہ ہے کہ اگر کسی سمجھدار کو بے عیب خدا نہ ملتا ہو یا بے عیب خدا کو کسی
غرض سے اپنا خدا ماننا نہ چاہتا ہو جب بھی وہ یقیناً ایسے مجمع عیوب خدا کی جگہ پر
کیچوؤں ہی کو اپنا خدا بنا لیگا۔ اور ایسے خدا کو خدا ماننے پر اوس کی طبیعت راضی نہ ہوگی
اور گوارا نہ کرے گی۔

صحیح دماغ کا شخص اس امر سے ہرگز انکار نہیں کر سکتا کہ خدا کو اپنے کل بندوں سے بے انتہا افضل اور بہتر ہونا چاہئے۔ اور اولاد حضرت آدم علیہ السلام میں ایسے لوگ بھی یقیناً ہوئے ہیں جو ہر عیب سے پاک تھے۔ نہ زیادہ تو کم سے کم اُن فردوں کو ضرور بے عیب ماننا پڑیگا جو صاحب ملت اور مربی مذہب مانی جاتی ہیں۔ اور جہاں تک دیکھا جاتا ہے سوا اشاعرہ کے دنیا کے ہر مذہب والے اپنے مذہب کے رئیس کو نہ صرف یہ کہ بے عیب جانتے ہیں بلکہ جامع کمالات و صفاتِ حسنہ بھی مانتے ہیں۔ خواہ وہ اپنے مذہب کے رئیس کو لفظ نبی یا وصی سے تعبیر کریں۔ جیسے یہودی۔ عیسائی۔ مسلمان وغیرہ یا نہ کریں۔ جیسے آریہ۔ اور خدا جب تک کہ کل عیبوں سے پاک اور کل اچھے صفات کا جامع نہ ہو مربیانِ مذہب سے افضل اور بہتر نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ جبتک اوس کے کمالات مربیان مذہب کے کمالات سے بے انتہا بہتر نہ ہوں وہ نہ تو خدا مانا جا سکتا ہے اور نہ اوس کو اون مربیانِ مذہب پر خدائی کرنے اور اونکا خدا بننے کا حق حاصل ہو سکتا ہے اور یہ بہتری اور افضلیت اوس کے لئے حاصل نہیں ہو سکتی جبتک کہ مذکورۂ بالا عیبوں سے پاک نہ ہو۔ اور ان عیبوں سے پاک نہیں ہو سکتا جبتک کہ بندوں کے ہر اچھے اور بُرے عمل کو اونھیں کے ارادہ و اختیار پر نہ چھوڑدے۔ ہاں۔ اچھے عمل کے اسباب کو مہیا کر دینا اوس کی طرف سے لطف اور تفضل ہے تاکہ اطاعت فرمانبرداری کے انجام دینے میں خدا کی طرف سے غیر مقدور کی خواہش اور بندوں پر ضیق اور تنگی لازم نہ آئے جو مقتضائے رافت و حکمت پروردگار ہے اسی وجہ سے خدائے عادل و حکیم نے اپنے محکوم بندوں کو صاف تختی اور سادہ ورق کی طرح مجرد اور پاک پیدا کیا جو ہر رنگ سے رنگ جانے کی قابلیت رکھتا ہے اور ہر اثر کے قبول کر لینے کی صلاحیت اوسی کو عقل ہیولانی اور جوہر مجرد بھی کہتے ہیں۔ نہ تو اوس نے انکے شیشۂ آئینہ دل کو گمراہی کے گندیدہ دھوان سے دھوندھلا کیا ہے اور نہ اون کے صاف و سادہ لوح دماغ کو جبر و بے اختیاری کے ناپاک سیاہی سے گندہ اور داغدار۔ بلکہ اچھے اور بُرے کو سمجھنے کا قابل بنا کر دونوں کی راہوں کو روشن اور واضح کر دیا۔ اور اور ہر شخص کو اپنے اپنے عمل پر پورا پورا اختیار دے دیا۔

ہاں انسان اشرف مخلوقات کی انسانی فطرت کا میلان چونکہ ذاتاً اور طبعاً بھلائیوں کی طرف

ہوا کرتا ہے اس لئے اگر وہ اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے تو مثل یوزآسف کے یقیناً خدا شناس اور خداپرست نکلیگا جو اوس کے عقل کی سلامتی اور حسن پسندی کا اقتضا ہے اور مشہور حدیث کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلٰی فِطْرَۃِ الْاِسْلَامِ وَالْاَبَوَانِ یُھَوِّدَانِہٖ وَیُنَصِّرَانِہٖ وَیُمَجِّسَانِہٖ میں اسی مطلب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ معنی اس کا یہ ہے کہ ہر مولود فطری اطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ پیدا ہوتا ہے اور ماں باپ اوس کو یہودی اور مجوسی اور نصرانی بنا دیتے ہیں یعنی راہ راست سے ہٹا دیتے اور مذہب حق سے کنارے کر دیتے ہیں۔ اور علاوہ اون مذکورہ دلیلوں کے جو جبر کو خدا کے لئے عیب اور محال بتاتی ہیں ہر شخص کا ایک فعل میں فرمانبردار اور دوسرے فعل میں نافرمان ہونا اس امر پر بہتر شاہد ہے کہ بندے اپنے فعل میں مجبور نہیں ہیں۔ بلکہ آخری جملہ سے قطع نظر کرکے یہ بھی دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ کل مولود سے مقصود ہر مخلوق ہے خواہ جاندار ہو یا بیجان۔ حیوان ہو یا انسان اور قرآن مجید کے آیات سجدہ جن میں ہر مخلوق کا اپنے معبود کا مختلف صورتوں سے سجدہ کرنا مذکور ہے۔ اور اس امر کا ہمارا اور ہمارے اگلوں کا مشاہدہ کہ جاندار اور غیر جاندار سب نے اپنے ہر حقدار اور ولی نعمت انبیاء۔ اوصیاء۔ اور اون کے غیروں کی اطاعت و فرمانبرداری کی اور آج بھی کر رہے ہیں اور جب تک دنیا باقی ہے کرتے رہینگے۔ اس دعوے پر اچھا شاہد ہے۔

نتیجۂ کلام۔ جب یہ معلوم ہو چکا کہ خدا خود اپنے بندوں کو گمراہ نہیں کرتا اور نہ ایسا کام کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ تو قرآن مجید میں جو کئی جگہ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ آیا ہے۔ ان مقامات میں لفظ یُضِلُّ کا معنی وہ نہیں ہو سکتا جو اشاعرہ کہتے ہیں۔ بلکہ مختلف مقامات میں حالات اور مقامات کی مناسبت سے جس طرح کلام عرب میں مختلف معانی میں استعمال کیا گیا ہے اونھیں معانی میں قرآن میں بھی استعمال ہوا ہے۔

عہ بعض حدیثوں میں نمبر۱ آخری جملہ کے بھی یہ حدیث مذکور ہے اور مناسب بھی یہی ہے کہ اصل حدیث نمبر اس کے ہو اس واسطے کہ یہ تینوں فرقے بطور مثال کے ذکر کیے گئے ہیں۔ کیونکہ ان کے علاوہ بہت سے فاسد مذاہب کا دنیا میں موجود ہونا بدیہی ہے ۱۲۔

اور ان معانی کو نہ تو ہم (شیعہ) لکھتے ہیں نہ معتزلہ جن کو جماعت اشاعرہ پیروی حکم عقل اور مخالفتِ مخالفِ عقل کی وجہ سے نصف شیعہ سمجھتے ہیں بلکہ کچھ تو لویس عیسائی صاحب لغت المنجد اور سید عیسائی صاحبِ لغت اقرب الموارد نے لکھا ہے اور کچھ رئیس جماعت اشاعرہ یعنی ابن حاجب نے۔ جو فن عربیت میں امام مانے جاتے ہیں دونوں عیسائی لکھتے ہیں کہ اضلال کا معنی گم کرنا۔ ہلاک کرنا۔ دفن کرنا۔ غائب کر دینا بھاگ جانا۔ گمراہی میں پانا۔ گمراہ کرنا ہے۔ اور لفظ اضلال مصدر ہے باب افعال ہے۔ اور ابن حاجب شافیہ میں باب افعال کی خاصیت میں لکھتے ہیں کہ اس باب کے افعال چند معنی میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ ۱ کسی حالت پر کر دینا۔ اسواسطے اضلال کا معنی گمراہ کرنا ہوگا۔ ۲ معنی مصدر مجرد کے حاصل ہونے کی جگہہ میں ڈال دینا یا لانا جیسے اَبَاعَ کا معنی کسی چیز کو مقام خرید و فروخت میں لانا یا ڈالدینا ہے۔ اس واسطے اضلال کا معنی مقام گمراہی میں لانا یا ڈال دینا ہونا۔ ۳ کسی چیز کا صاحب یا مالک ہو جانا جیسے اَوْلَدَ زَیْدٌ کا معنی زید صاحب اولاد ہو گیا ہے۔ اس واسطے اضلال کا معنی گمراہ ہونا ہوگا۔ ۴ معنی مصدر مجرد کے زمانہ کا پہونچنا جیسے اَحْصَدَ الزَّرْعُ جس کا معنی یہ ہے کہ زراعت کے کاٹنے کا زمانہ آ پہونچا۔ پس اضلال کا معنی زمانۂ گمراہی کا پہونچنا ہوگا ۵ کسی چیز کو کسی صفت پر پانا جیسے اسمن کا معنی موٹا پایا ہے۔ پس اضلال کا معنی گمراہی پر پانا ہوگا۔ ۶ کسی چیز کو دفع کرنا جیسے اَشْکٰی کا معنی شکایت کو دفع کیا۔ ہے۔ پس اضلال کا معنی گمراہی کو دفع کیا ہوگا۔

حاصل کلام یہ کہ اس لفظ کے جتنے معانی اوپر ذکر کئے گئے ان میں سے کچھ تو لفظ اضلال کے مادہ یعنی اصلی حروف ضلل سے تعلق رکھتے ہیں۔ جیسے ۱ دین یا حق کی راہ سے ہٹ جانا۔ گم ہو جانا۔ چلا جانا۔ بیفائدہ ہونا۔ تلف ہو جانا۔ مر جانا۔ مٹی ہو جانا۔ بھول جانا۔ (المنجد) اور کچھ ہیئت یعنی وزن فعل اور خاصیت باب سے۔ بہرحال ہر معنی خواہ مادہ سے پیدا ہوتا ہو یا ہیئت سے اپنے اپنے مناسب مقام میں مراد لیا جاتا ہے۔ اسی طرح چونکہ الفاظ کو استعمال کرنا اور ان سے معانی کو مراد لینا اہل زبان کے استعمال کا تابع ہے اس لئے یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ جس لفظ کو جس باب سے چاہیں استعمال کریں یا کسی باب کی کل خاصیتوں کو ان میں جاری کریں۔

کیونکہ ایسے الفاظ بھی بہت ہیں جو بعض باب سے استعمال کئے گئے ہیں اور بعض دوسرے باب سے۔ انکا استعمال صحیح نہیں ہے۔ اس واسطے کہ اہل زبان کو استعمال کرتے نہیں سنا گیا۔ جیسے لفظ صَلّٰی نماز برپا کیا۔ بابِ تفعیل سے استعمال کیا گیا ہے اور دوسرے بابوں سے استعمال نہیں کیا گیا۔ اور حالانکہ باب افعال وغیرہ بھی انجام دینے یا حاصل کرنے یا برپا کرنے کے معنی میں استعمال ہوئے ہیں جو لفظ صَلّٰی میں مقصود ہیں۔ اسی طرح ایسے الفاظ بھی ہیں جن میں بعض خاصیتیں جاری کی گئی ہیں اور بعض نہیں جیسے اگرمتہ الفرس باب افعال سے۔ گھوڑے کو اصیل پانے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اور یہی جملہ اسی باب سے "گھوڑے کے اصیل ہونے کا زمانہ آپہونچا" میں استعمال نہیں کیا گیا۔ اسی طرح ہر لفظ کا معنی فاعل کی نشان اور حالت کے لحاظ سے بدلتا رہتا ہے۔ ایک معنی جو ایک جگہہ مناسب معلوم ہوتا ہے دوسری جگہہ وہی معنی بالکل بے ربط اور نامناسب بلکہ غلط سمجھا جاتا ہے۔ جیسے لفظ صلوٰۃ جو مقام کی مناسبت سے کبھی دعا میں استعمال ہوتا ہے اور کبھی نماز میں اور کبھی عظمت واجر و ثواب میں اور کبھی رحمت میں آیۂ مبارکہ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ (سورۂ احزاب پ۲۲ آیت ۵۶) کی تفسیر میں پیشوایانِ جماعت اشاعرہ یعنی قاضی بیضاوی اپنی تفسیر[1] میں اور ابن اثیر نہایہ[2] میں اور راغب اصفہانی مفردات غریب قرآن میں باختلاف الفاظ لکھتے ہیں کہ صلوٰۃِ خدا پیغمبرِ عالم صلّی اللہ علیہ وآلہ کی دنیا میں عظمت اور بزرگی کو بڑھانا ہے اور آپ کے مرتبہ کو بلند کرنا اور ذکر کو پھیلانا اور دعوت کو ظاہر کرنا اور آپ کے دین کو باقی رکھنا۔ اور آخرت میں امت کے حق میں آپ کی شفاعت کو قبول کرنا اور آپکے اجر و ثواب کو زیادہ کرنا[3]۔ اور صلوٰۃ ملائکہ اور انسان دعائے (رحمت وبرکت) اور طلبِ بخشائش ہے[4]۔ پس جسطرح پیشوایان جماعت اشاعرہ مقام کی مناسبت اور فاعل کی نشان اور حالت و قدر و منزلت کے بدلنے سے لفظ صلوٰۃ کے معنی بدلتے رہنے کو تسلیم کرتے ہیں اور خداوند جلیل کی کبریائی اور عظمت و جلالتِ قدر کے لحاظ سے اوس کی

---

[1] نہایہ ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۲۹ بیان لغت صلا - ۱۲ منہ [2] مفردات راغب بر حاشیہ نہایہ جلد ۲ صفحہ ۲۷۹ بیان لغت صلا - ۱۲ منہ

حق میں اس لفظ سے دعا اور طلب مغفرت مراد لینا جائز نہیں جانتے۔ اوسی طرح اسکی عظمت و جلالت و تقدس و پاکیزگی کے لحاظ سے یضل کا معنی گمراہ کرنا یا دوسرا جو معنی کہ اوس کی شان سے مناسبت نہیں رکھتا اوس کے حق میں ہرگز مراد نہیں لیا جا سکتا۔ اور ان اون غیر مناسب معنی میں اس لفظ کو استعمال کرنا جائز ہو سکتا ہے اور لفظ یہدی جو یضل کا ضد ہے اور اس کے مقابل میں لایا جاتا ہے۔ مقام اور حالت فاعل کے لحاظ سے اوس کا معنی بھی بدلتا رہتا ہے۔ پس جس وقت اسکا فاعل لفظ اللہ واقع ہو تو اوس سے بھی وہی معنی مراد لیا جائے گا جو شان پروردگار حکیم کے مناسب ہو اس واسطے یَہْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ کا معنی بزور و جبر ہدایت کرنا" خدا کے حق میں غلط ہے بلکہ معنی اوس کا اچھے اور برے راستے کو بتا دینا ہے۔

تنبیہہ۔ جو گفتگو ان دونوں لفظوں کے متعلق کی گئی بعینہ وہی گفتگو ہر اوس لفظ کے متعلق بھی جاری ہوگی جسکا کوئی معنی شانِ پروردگار کے منافی اور مخالف ہو۔ پس اگر کوئی مناسب معنی رکھتا ہو تو وہی معنی مراد لیا جائے گا۔ اور اگر نہ رکھتا ہو تو اوس کی توجیہ اور تاویل کی جائے گی اور مجازی معنی مراد لیا جائیگا۔ کیونکہ عقلی دلیل قطعی ہوتی ہے اور نقلی دلیل ظنی۔ اور قطعی و یقینی دلیل ظنی دلیل سے راجح ہوتی ہے۔ جیسا کہ بتیسویں مقدمہ میں ذکر کیا گیا۔

۳۵
پینتیسواں مقدمہ

خدا ہر چیز کی قسم کھا سکتا ہے۔ فقہائے کرام رضوان اللہ علیہم تحریر فرماتے ہیں کہ خداوند عالم کے اسم ذات یعنی لفظ اللہ اور صفات ذات میں سے خاص ناموں کے سوا جو دوسروں پر بولے نہیں جاتے۔ کسی غیر کی قسم کھانا صحیح نہیں ہے خواہ انبیائ اور ائمہ علیہم السلام کے ناموں سے قسم کھائی جائے یا کعبہ یا قرآن یا اپنے سر یا جان یا باپ یا ماں یا غیر کی۔ اور حدیثیں بھی اس مضمون کی منقول ہوئی ہیں جن میں سے ایک فرائش حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ جس کو شہید ثانی علیہ الرحمہ نے شرح لمعہ میں نقل فرمایا ہے۔ حضرت ارشاد فرماتے ہیں مَنْ کَانَ حَالِفًا فَلْیَحْلِفْ بِاللّٰہِ اَوْ یَذَرْ

یعنی جو شخص قسم کھانا چاہے اوس کو چاہیئے کہ خدا کی قسم کھائے یا قسم ہی نہ کھائے۔
اور ایک حدیث حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کی ہے آپ ارشاد فرماتے ہیں لَا تَحْلِفُوا اِلَّا بِاللّٰہِ یعنی قسم نہ کھاؤ لیکن خدا کی (فصول المہمہ صہ ۱۱ کتاب الایمان) اور یہ حکم انسان ہی کے لئے ہے۔ لیکن خداوند عالم تو وہ ہر چیز کی قسم کھا سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام ارشاد فرماتے ہیں لِلّٰہِ اَنْ یُّقْسِمَ مِنْ خَلْقِہٖ بِمَا شَاءَ وَلَیْسَ لِخَلْقِہٖ اَنْ یُّقْسِمُوْا اِلَّا بِہٖ یعنی خدا کو حق ہے کہ اپنی مخلوقات میں سے جس چیز کی چاہے قسم کھائے اور اوس کی مخلوقات کیلئے صحیح نہیں ہے کہ قسم کھائیں لیکن اوسی کی (فصول المہمہ نشانِ بالا) اگرچہ اکثر احکام پروردگار توقیفی ہیں جن میں عقل کو دخل نہیں ہے۔ لیکن ممکن ہے یہ کہا جاسکے کہ انبیاء اور اوصیاء اور کعبہ اور قرآن کی قسم سے بھی ممانعت اس بات کو ظاہر کر رہی ہے کہ قسم اوس کی کھانا چاہیئے جو قسم کھانیوالے کے کل بزرگوں سے بڑا ہو۔ اور چونکہ خدا سے بڑا کوئی نہیں ہے اور کل اوس کے بندے ہیں اس لئے اوس کو اپنے قسموں میں کسی خاص نام کی پابندی نہیں ہے۔
نتیجہ کلام۔ پس قرآن مجید میں شمس و قمر و تین و زیتون۔ و لیل و نہار و قلم وغیرہ کی جو قسمیں پائی جاتی ہیں وہ اوس حکم کلی سے باہر ہیں جو انسان کے لئے شریعت میں بیان کیا گیا ہے۔

۳۶
چھتیسواں مقدمہ

دنیا کے منتخب مذاہب کی جانچ و پڑتال۔ یوں تو دنیا میں مذاہب بہت ہیں سب کے مقابل میں گفتگو کرنا بہت دشوار ہے اور بہت زیادہ وقت اور محنت چاہتا ہے۔ علاوہ اس کے ہر مذہب سے تعرض کرنے کی ہم کو ضرورت بھی نہیں ہے۔ کیونکہ اکثر کو ہمارے مذہب سے کوئی غرض نہیں ہے۔ اس واسطے ہم انھیں مذہب کے مقابل میں اس تفسیر میں گفتگو کرینگے اور یہاں پر انھیں مذاہب کی حقیقت کو جانچینگے جو ہمارے مذہب سے غرض رکھتے اور نوک ٹانک چھیڑ چھاڑ کرتے رہتے ہیں جیسے ۱ دہریہ ۲ اور نیچریہ ۳ عیسائی ۴ آریہ ۵ قادیانی ۶ اہل قرآن ۷ اہلسنت حنفی مقلد یا وہابی۔

دہریہ جو کہ خدائی قانون کو نہیں مانتے اور خدا کے موجود ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتے اور
حلیت عامہ یعنی ہر چیز کے جائز اور حلال ہونے کے معتقد ہیں اس لئے قبل اس کے کہ ہم اونکے
مذہب کو جانچیں اور اوس کی صحت اور فساد سے گفتگو کریں اس امر کو ذکر کر دینا ضروری سمجھتے
ہیں کہ دیوانے اور بےعقل گفتگو اور تخاطب کے لائق نہیں سمجھے جاتے بلکہ تخاطب کے لائق وہی
سمجھے جاتے ہیں جو عقلمندوں کے زمرہ میں داخل ہوں۔ خواہ اون کی بحث اور گفتگو کا انداز
مذہبی قوانین کے اندر ہو یا صرف عقلی دلیلوں کی حد میں۔ بہرحال اون کا صاحب عقل
ہونا ضروری ہے۔ اور حلیت عامہ تین وجہوں سے عقلی چیز نہیں ہے۔ بلکہ عقل اوس کی
بدی پر شاہد اور اوس کی قباحت پر حکم کر رہی ہے۔ ایک[1] اس وجہ سے کہ حلیت عامہ پر
عمل کرنے سے ایسے مفاسد درپیش ہوتے ہیں جو عمل کرنیوالوں کے لئے عذاب جان
اور آفت عزت و مال ہو جاتے ہیں اور عقل ان مفاسد کو دشمنی کی نگاہ سے دیکھتی ہے
دیکھو۔ حلیت عامہ کے افراد سے چوری۔ ڈکیتی۔ زنا بجبر۔ قتل نفوس وغیرہ بھی ہیں۔
اور تم آئے دن ان جرائم میں مبتلا ہونیوالوں کا انجام دیکھتے رہتے ہو کہ کیا ہوتا ہے۔
دوسرے[2] اس وجہ سے کہ یہ حلیت اگر عقلی چیز ہوتی تو دنیا کے عام عقلا یا کم سے کم وہ جنگلی
اور صحرائی قومیں جو دین و مذہب سے خبر نہیں رکھتیں اس کی خوبی میں ان دہریوں کے ہمخیال
اور ہم آواز ہوتیں۔ جرائم پیشہ اگرچہ اون جرائم کو اپنے حق میں مفید اور اپنی خواہش کے
مطابق پاکر گذرتے ہیں لیکن اوس کی واقعی بدی یا خوبی کو سمجھنے کی اچھی کسوٹی یہ ہے
کہ وہ سوچیں کہ اگر وہی جرائم اون کے ساتھ برتے جائیں تو اون کا نفس کیا کہے گا۔
تیسرے[3]۔ اس وجہ سے کہ یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ حلیت عامہ جانوروں کی فطرت اور بہیمی قوت
کا اقتضا ہے۔ پس جو لوگ اس اقتضا میں جانوروں کے شریک حال ہیں بتائیں کہ
وہ اپنی محرم[1] اور غیر محرم عورتوں میں کوئی فرق سمجھتے ہیں یا نہیں۔ اگر سمجھتے ہیں تو کس قانون
کی رو سے اور صاحب قانون کون ہے؟ کیونکہ حلیت عامہ کو اگرچہ عقل بھی ناجائز بتاتی
ہے لیکن جائز اور ناجائز افراد کی تعیین صرف مذہبی چیز ہے اور اگر فرق نہیں سمجھتے
تو درمیان اپنے اور بےعقل جانوروں کے فرق بتائیں اور غیر ذوی العقول سے زمرہ

---

[1] جیسے ماں بہن بیٹی۔ خالہ۔ پھوپھو وغیرہ ۱۲۔

اپنے باہر ہونے اور ذوی العقول سے ہونے کی صحیح وجہ بیان کریں تاکہ لائق تخاطب سمجھے جائیں اور اون سے بحث وگفتگو کا دروازہ کھولا جائے۔ ورنہ مرفوع القلم ولا یعقل قرار پاکر مستحق جواب وسوال باقی نہ رہینگے۔ ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ یہ لوگ اس بارے میں کسی قانون کے زیر اثر ہوتے ہیں یا نہیں۔ اگر ہوتے ہیں تو اس قانون کو بیان کریں تاکہ ہم اوس کی حقیقت اور بطلان کو جانچیں اور بحث کا عنوان معین کریں۔

لطیفہ۔ ایک نیچری صاحب کی لڑکی کی شادی تھی مولوی کے بلانے کا اونھوں نے حکم دیا ہم نے کہا کہ جب آپ کا مذاق یہ ہے کہ حرام چیز بسم اللہ کہہ کے ذبح کرنے سے حلال نہیں ہوسکتی اور حلال چیز بغیر بسم اللہ کہے مار ڈالنے سے حرام نہیں ہوتی تو اسی طرح عورتیں بھی ہیں جو حلال ہیں وہ بغیر نکاح کے حرام نہ ہوں گی اور جو حرام ہیں وہ نکاح پڑھنے سے حلال نہیں ہوسکتیں تو مولوی کی کیا ضرورت ہے۔ اوس غیرت دار نے جواب دیا کہ ہے تو ایسا ہی لیکن ہم رسم ورواج سے مجبور ہیں۔

عیسائی۔ گو عیسائی مذہب بھی دنیا کے کثیر الافراد اور کثیر الاتباع مذاہب میں داخل ہے لیکن نہ تو کسی مذہب کی حقیقت کا معیار اوس کے ماننے والوں کی کثرت اور پابندی مذہب ہے اور نہ اوس کے بطلان کی دلیل اوس کے پیرووں کی کمی یا کجروی اور مخالف مذہب روش ہے بلکہ درحقیقت اوس مذہب کا نقائص عقلیہ سے پاک ہونا اور اوس کی مقدس کتابوں کا اختلاط اور انسانی کلام کے میل اور ایزادی تصرف سے محفوظ ہونا اوس کی صحت وسلامتی کی دلیل ہے۔

اور عیسائی مذہب کی مقدس کتابوں یعنی توریت وانجیل اور بزرگان مذہب یعنے انبیاء واوصیاء کے حق میں خود انھیں کی شہادتوں اور تحریروں میں جو مضامین نظر سے گذرے ہیں وہ ان کی بے اعتباری اور نقائص ہی کو ثابت کررہے ہیں۔

توریت کی بے اعتباری جب موسیٰ اس شریعت کی باتوں کو کتاب میں لکھ چکا اور وے تمام ہوئیں تو موسیٰ نے لاویوں کو جو خداوند کے عہد کے صندوق کو اوٹھاتے تھے۔ فرمایا کہ اس شریعت کی کتاب کو لیکے اپنے خدا کے عہد کے صندوق کے ایک بغل میں رکھو

سلہ توریت کتاب استثناء باب ۳۱ - درس ۲۴ تا ۲۷ - ۱۲

لیکن حضرت موسیٰ کی یہ تحریریں ضائع ہو گئیں۔ چنانچہ جب حضرت سلیمان نے اُس صندوق کو کھلوایا تو صرف دو لوحیں تھیں جیسا کہ کتاب سلاطین سے معلوم ہوتا ہے۔ اور صندوق میں کچھ نہ تھا سوا پتھر کی اُن دو لوحوں کے جنہیں موسیٰ نے حورب پر اوس میں رکھا[1]۔ حضرت سلیمان کے بعد بنو اسرائیل کبھی بُت پرست ہوئے اور کبھی شریعت حضرت موسیٰ کے پیرو۔ اسی وجہ سے توریت کا باقیماندہ حصہ بھی تلف ہو گیا۔ منسا یا منسی کے عہدِ حکومت میں خود بیت المقدس میں بُت رکھے گئے۔ یوسیاہ بن آموں بادشاہ بنی اسرائیل نے اپنے آغازِ حکومت میں توریت کی تلاش شروع کی لیکن کچھ پتہ نہ ملا۔ اس کے اٹھارہ سال بعد خلقیاہ کاہن نے ایک نسخہ توریت کے نام سے اُس بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ جس کو اُس نے بدونِ تحقیق قبول کر لیا[2]۔ یہویقیم کے عہدِ حکومت میں بخت نصر شاہِ بابل جس کو کتاب سلاطین دوم باب ۲۴ درس ا میں نبوکدنصر لکھا ہوا ہے بنو اسرائیل پر چڑھائی کی اور یہویقیم کو گرفتار کر کے لیگیا[3]۔ اور بیت المقدس میں آگ لگا دی۔ سب سامان وہاں کا جل گیا۔ اور توریت بھی تلف ہو گیا[4]۔ تو حضرت عزیر نبی نے بہت محنت اور کوشش سے توریت مقدس کو از سرِ نو ترتیب دیا[5]۔ لیکن بادشاہ انیٹی اوکس ایپی فینیس نے ۱۶۱ سنہ قبل حضرت مسیح جب شہر یروشلم پر چڑھائی کی تو شہر کو خوب لوٹا اور بیت المقدس کو اچھی طرح برباد کیا۔ اُس کا موجودہ سامان مع کتبخانہ کے جلایا گیا۔ اور حکم دیا کہ جس کے پاس کوئی کتاب توریت کی نکلے گی یا کوئی شخص شریعتِ موسوی پر عمل کریگا وہ قتل کیا جائیگا[6]۔ ملنر کاتھلک اپنی کتاب مطبوعہ ۱۸۴۳ء مقام لندن صفحہ ۱۱۵ میں لکھتا ہے کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اصل توریت اور اسی طرح اصل نسخے اور اصلی صحائف انبیاء بنی اسرائیل کے بخت نصر کے ہاتھوں شہر یروشلم اور ہیکل کی بربادی کے وقت جاتے رہے اور نقلیں اُن کی بطفیل عزرا (حضرت عزیر) پیغمبر علیہ

---

[1] توریت کتاب سلاطین اول باب ۸ درس ۹۔ ۱۲ منہ [2] خیر الکلام فی احوال العرب والاسلام مصنفہ مولوی عبدالحی صاحب وکیل ۱۲ منہ [3] خیر الکلام صفحہ ۷۶ و توریت کتاب دوم سلاطین باب ۲۴ درس ۱۔ ۱۲ منہ [4] خیر الکلام صفحہ ۷۶ کتاب دوم سلاطین باب ۲۵ درس ۹ تا ۱۱ لیکن توریت میں بیت المقدس کے جلانے کا واقعہ یہویقیم کے مارے جانے کے بعد اُسکے بھائی صدقیاہ کے عہد میں لکھا ہے۔ [5] خیر الکلام صفحہ ۷۶ ۱۲ منہ [6] خیر الکلام صفحہ ۷۶ بحوالہ کتاب اول مقابلین باب اول۔ یہ کتاب توریت کا ایک حصہ ہے جو نکال دیا گیا ۱۲ منہ

پہنچیں جو انٹوکس (انٹی ڈوکس) کے حادثہ میں تلف ہوگئیں۔[۱] کرنر اسٹم اپنی ہوئلی میں لکھتا ہے کہ پیغمبروں کی بہت سی کتابیں ناپید ہوگئیں۔ اس لئے کہ یہودیوں نے غفلت سے بلکہ بدینی سے بعض کتابوں کو کھو دیا۔ بعض کو پھاڑ ڈالا بعض کو جلادیا۔[۲] ہارن صاحب لکھتے ہیں کہ عہدِ عتیق کی کتابیں دراصل عبرانی زبان میں ہیں اور وہ دو ناموں سے پکاری جاتی ہیں۔ ایک تو آٹو گرافس (یعنی وہ جن کو خود صاحب الہام نے الہام سے لکھا تھا) ان ہی کے سب نسخے ناپید ہوگئے ہیں کوئی بھی موجود نہیں۔ دوسرے آپوگرافس (یعنی اصلی نسخوں کی نقلیں) اُن کی دو قسمیں تھیں۔ ایک قدیم جو یہودیوں میں بہت معتبر مانی جاتی تھیں۔ ان کو زمانہ نے معدوم کردیا۔ دوسری نئی جو سرکاری یا خانگی کتب خانوں میں پائی جاتی ہیں۔ ان میں سے معابد کے کام میں آنے والی علیحدہ اور عام لوگوں کے استعمال میں آنے والی علیحدہ ہیں۔[۳]

اس امر کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے کہ توریت کے اصلی وارث اور پہلے پیرو یہود اس سے پورے واقفکار ہو رہے ہیں۔ ہارن صاحب کے بیان سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

۱ یہ کہ توریت کے اصلی نسخے جو خود حضرت موسیٰؑ کے لکھے ہوئے تھے دنیا سے ناپید ہوگئے۔

۲ یہ کہ اس کی قدیم نقل جو یہودیوں کے نزدیک معتبر تھی وہ بھی معدوم ہوگئی۔

۳ یہ کہ اب جو توریت مروج ہے وہ یہودیوں کے نزدیک غیر معتبر ہے۔

۴ یہ کہ یہ نئی غیر معتبر نقل بھی دو طرح کی ہے۔ ایک معابد کے کام کی۔ دوسرے عام لوگوں کے کام کی۔

حاصل یہ کہ موجودہ توریت کے نسخے ایک تو غیر معتبر ہیں۔ دوسرے باہم مختلف۔

محققین اہلِ کتاب اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ دسویں صدی عیسوی سے پہلے کا لکھا ہوا کوئی نسخہ مجموعہ توریت کا دنیا میں موجود نہیں ہے۔ ایم ڈی راسٹی نے تمام قلمی نسخوں کو باعتبار زمانہ کے تین قسموں پر منقسم کیا ہے۔ اول بہت پرانے یعنی بارہویں صدی سے

---

[۱] خیر الکلام ص۹۴ ۱۲ منہ [۲] خیر الکلام ص۱۹ چھاپہ رنگین پریس دہلی ۱۲۔ منہ [۳] خیر الکلام ص۹۲ بحوالہ کتاب انٹرڈوکشن ٹو دی کریٹکل اینڈ ہی آف دی اسکرپچر جلد ۲ حصہ ۱۔ باب ۲ فصل ۱ مطبوعہ ۱۸۲۵ء لندن ۱۲۔ منہ

پہلے کے لکھے ہوئے۔ دوسرے اوسط درجہ کے یعنی تیرہویں و چودہویں صدی کے لکھے ہوئے۔ تیسرے زمانہ حال یعنی چودہویں صدی کے ختم اور پندرہویں صدی کے شروع کے لکھے ہوئے۔ ان میں سے تیسری قسم کی کتابوں کو قابلِ تسلیم بتایا گیا ہے اور یہی کثرت سے گرجاؤں میں مروّج تھیں۔ ڈاکٹر کنی کاٹ نے جب بہت سے عبرانی نسخے باہمی مطابقت کی غرض سے جمع کئے تو اون کو دسویں صدی سے پیشتر کا لکھا ہوا کوئی قلمی نسخہ نہیں ملا۔[1]

گذشتہ مطالب کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اس بیان سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

۱۔ یہ کہ اصل نسخے جو حضرت موسیٰؑ کے لکھے ہوئے تھے ناپید ہو گئے۔

۲۔ یہ کہ اُس کی نقلیں جو اوس کے اصل وارث اور واقفکار اور پہلے پیرو یعنی یہودیوں کے نزدیک معتبر تھیں معدوم ہو گئیں۔

۳۔ یہ کہ آخر چودہویں صدی سے پہلے کے لکھے ہوئے نسخے قابلِ تسلیم نہ ٹھہرے۔

۴۔ یہ کہ قابلِ تسلیم مانے گئے تو وہ نسخے جو پندرہویں کے شروع میں لکھے گئے تھے۔

۵۔ یہ کہ یہی نسخے آجکل مروّج ہیں۔

سوال۔ اس صورت میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسی صورت میں جبکہ اصل نسخے اور معتبر نقلیں مفقود ہوں اور قریب زمانہ کی نقلیں جو چودہویں صدی سے پہلے کی ہیں لائق تسلیم نہ ہوں تو پندرہویں صدی کے لکھے ہوئے نسخوں کے معتبر اور مطابق اصل ہونے کا ثبوت کیا ہے۔ عیسائی صاحبان تشفی بخش جواب دیں۔ حالانکہ ان مروّج نسخوں میں ایسے مضامین بھی موجود ہیں جن کا لکھنا حضرت موسیٰؑ کیلئے محال تھا۔ جیسے خود اپنے موت اور دفن کا حال۔ اور اپنے بعد کے لوگوں کی سوانحمریاں وغیرہ۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ توریت حضرت موسیٰؑ کی لکھی ہوئی نہیں ہے بلکہ دوسروں کی لکھی ہوئی ہے۔ یا تو کچھ سابق نسخوں سے مطالب لیکر اور خود حسب خواہ مضامین بڑھا کر ایک مجموعہ بنا ڈالا ہے یا کل منگھڑت مضامین سے کتاب تیار کر لی ہے۔

---

[1] خیر الکلام صفحہ ۱۲۰، ۹۳

توریت کے تالیفِ غیر ہونے کا ثبوت ۔ اگر آپ پوری توریت کو پڑھ جائیں تو
کہیں پر بھی حاکم و محکوم کے طرزِ بیان کی جھلک نہ پائیں گے ۔ نہ تو کہیں یہ دکھائی دیتا ہے
کہ اے موسیٰ میرے بندوں سے فلاں فلاں بات کہو یا اُن کو یہ حکم دو ۔ اور نہ کہیں
یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے بیان کیا ہو کہ میرے پروردگار کا فلاں فلاں حکم اس طرح ہے
بلکہ پوری کتاب کی عبارت صاف صاف بتا رہی ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی سرگذشت اور
قصے اور اُن کی اور خدا کی باہمی گفتگو کو کسی دوسرے شخص نے بحیثیت ایک مورخ ہونے
کے نقل کیا ہے ۔ اگرچہ اس کتاب میں کل انبیاء کے قصوں اور حالات کے متعلق بھی طرز
ادا وہی ہے جو حضرت موسیٰؑ کے متعلق ہے ۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پوری توریت
دوسروں کی منگھڑت ہے ۔ لیکن اگر انبیاء ماسبق کے متعلق یہود و نصاریٰ ہی یہ جواب دیں
کہ اُن کے حالات کو حضرت موسیٰؑ نے بیان کیا ہے تو خود حضرت موسیٰؑ کے حالات
کے متعلق کیا جواب دے سکتے ہیں ۔ اور جب اُن کے متعلق کوئی معقول جواب نہیں
دے سکتے اور سیاقِ بیان کل انبیاء کے متعلق ایک ہی ہے تو جس طرح حضرت موسیٰؑ
کے حالات کسی دوسرے کا بیان سمجھے جائیں گے اوسی طرح انبیاء ماسبق کے حالات
بھی ۔ اب ہم چند مثالیں ایسی بیان کرتے ہیں جو توریت کے تحریرِ غیر ہونے کا ثبوت
ہیں ۔ ملاحظہ ہو ۔ اور موسیٰؑ اپنے سُسرے تیرو کے جو مدیان (مدائن) کا کاہن
تھا گلّے کی نگہبانی کرتا تھا ۔ تب اوس (موسیٰؑ) نے گلّے کو بیابان کی ایک طرف ہانک دیا ۔
اور خدا کے پہاڑ حُرب کے نزدیک آیا[۱] ۔ اور جس وقت ان دونوں (موسیٰ و ہارون)
نے فرعون سے گفتگو کی موسیٰؑ اسّی برس اور ہارون تراسّی برس کا تھا[۲] ۔ جب موسیٰؑ یہوا
(یعنی خدا) کے آگے جاتا کہ اوس سے کلام کرے تو نقاب اوٹھا دیتا تھا یہاں تک کہ
وہاں سے باہر آتا ۔ اور جب باہر آتا تو جو کچھ اُس نے حکم کیا ہوتا سو وہ بنی اسرائیل
سے کہتا[۳] ۔ عمرام (عمران) کی جورو کا نام یوکبد تھا لاوی کی بیٹی ۔ جسے اُس کی ماں لاوی
سے مصر میں جنی ۔ سو عمران سے ہارون اور موسیٰؑ اور ان کی بہن مریم کو جنی[۴] ۔

---

[۱] کتاب خروج باب ۳ ورس ۱ و ۲ ۔ یہ کتاب حضرت موسیٰ کی دوسری کتاب کہلاتی ہے ۱۲ ۔ [۲] کتاب خروج باب ۷ ورس ۷ ۔ ۱۲ منہ ۔ [۳] کتاب خروج باب ۳۴ ورس ۳۴ و ۳۵ ۔ ۱۲ منہ [۴] کتاب گنتی باب ۲۶ ۔ ورس ۵۹ ۔ ۱۲ ۔ منہ ۔

موسیٰ نے وہ سب باتیں بنی اسرائیل کو کہیں مطابق اس سب کے کہ خداوند نے اُسے حکم دیا تھا کہ انھیں کہے۔ بعد اوس کے کہ اس نے اموریوں کے بادشاہ سیحون کو جب حسبون میں رہتا تھا اور بسن کے بادشاہ عوج کو جو عستارات میں رہتا تھا اوراعی میں قتل کیا۔ تب یردن کے اس پار موآب کے میدان میں موسیٰ نے اس شریعت کو بیان کرنا شروع کیا[۱]۔ سو خداوند کا بندہ موسیٰ[۲] خداوند کے حکم کے موافق موآب کی سرزمین میں مر گیا۔ اور اُس نے اُسے موآب کی ایک وادی میں بیت فغور کے مقابل گاڑا۔ پر آج کے دن تک کوئی اوس کی قبر کو نہیں جانتا[۳]"

کیا کوئی عاقل اور انصاف ور یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ مطالب حضرت موسیٰ[۴] کے قلم سے نکلے ہوے ہیں۔ ہم نے رامائن۔ سری مدبھاگوت۔ مہابھارت وغیرہ کتب ہنود کو اچھی طرح پڑھا ہے اور ان کتابوں کے خیالی قصوں اور بے سر و پا حکایتوں کی خوب سیر کی ہے۔ ہم کو درمیان مضامین کتب مذکورہ اور مضامین توریت کے کوئی فرق دکھائی نہیں دیتا۔ جس طرح پنڈتوں نے ہندو گواروں کی دلنگی کے لیے بیتے تان خیالی گھوڑے دوڑائے ہیں۔ توریت بنانے والے پادریوں کے خیالی گھوڑوں کی بے تک رفتار اُن سے کسی طرح کم نہیں معلوم ہوتی۔ آسمانی کتاب کے نام سے ڈھانچہ تو تیار کیا لیکن نباہ نہ سکے۔

انجیل کی بے اعتباری کا ثبوت۔ پادری ممفرڈ لکھتے ہیں کہ یہ کتابیں جن میں حضرت مسیح کو ناصری کہا گیا تھا اور جن کا ذکر متی نے باب ۲ درس ۲۳ میں لکھا ہے نیست و نابود ہو گئی ہیں۔ اس لیے کہ جو کتابیں نبیوں کی اب موجود ہیں کسی میں حضرت عیسیٰ کو ناصری نہیں لکھا ہے[۳]۔ اور متی کی انجیل کی عبارت یہ ہے۔ "اور خواب میں ہدایت پاکر (عیسیٰ) گلیل کے علاقہ کو روانہ ہو گیا اور ناصرہ نام ایک شہر میں جا بسا تاکہ جو نبیوں کی معرفت کہا گیا تھا پورا ہو کہ وہ (عیسیٰ) ناصری کہلائے گا۔" (انجیل متی باب ۲ درس ۲۳) صاحب کتاب استفسار لکھتے ہیں کہ میں نے ایک بڑے عالم یہود سے کہا کہ میں نے ساری بیبل

---

[۱] کتاب استثنا باب ۱ درس ۳ و ۴ و ۵۔ ۱۲ منہ [۲] کتاب استثنا جو حضرت موسیٰ کی پانچویں کتاب سمجھی جاتی ہے باب ۳۴ درس ۵ و ۶۔ ۱۲ منہ [۳] خیر الکلام صفحہ ۱۹ بحوالہ کتاب پادری ممفرڈ مطبوعہ ۱۸۴۳ء بمقام لندن

دیکھی کہیں کسی رسالہ میں یہ جملہ نہیں لکھا ہے کہ وہ شخص موعود ناصری کہلائے گا۔ اگر آپ کو معلوم ہو تو بتا دیجئے۔ اُس نے جواب دیا کہ یہ محض جھوٹ ہے[1]۔ پادری اور یہودی دونوں کے بیان سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر پادری صاحب سچے تھے تو توریت کی بے اعتباری ثابت ہوتی ہے اور اگر یہودی عالم سچا تھا تو متی کی انجیل جھوٹی ٹھہرتی ہے۔

بارن صاحب مطابق روایت ڈاکٹر بنٹیلی صاحب لکھتے ہیں کہ اب کوئی ایک نسخہ قلمی یا چھاپے کا مقدس لکھنے والوں کے اصلی کتاب کے مطابق نہیں ہے[2]۔

موجودہ انجیل کے رسالے ۔ مروجہ انجیل کے رسالے حسب ذیل ہیں اور کل غیر معتبر ہیں۔ ۱۔ انجیل متی سب سے پہلے لکھی گئی۔ ۲۔ انجیل مرقس ۳۔ انجیل لوقا ۴۔ انجیل یوحنا ۵۔ کتاب اعمالِ رسولاں۔ ۶۔ تیرہ خط پولوس کے ۷۔ یعقوب کا خط ۸۔ عبرانیوں کو خط ۹۔ پطرس کے دو خط ۱۰۔ یوحنا کے تین خط ۱۱۔ یہودا کا خط ۱۲۔ یوحنا کی کتاب مکاشفات۔

کتبِ مذکورہ کی بے اعتباری کا ثبوت ۔ (متی کی انجیل) باتفاق محققانِ یورپ یہ انجیل عبرانی زبان میں لکھی گئی تھی جواب ناپید ہے۔

پروفیسر بائر جرمنی لکھتا ہے کہ یہ انجیل سراسر جھوٹی ہے۔

فاسٹس جو آخر چوتھی صدی میں تھا لکھتا ہے کہ انجیل جو متی کی طرف منسوب ہے وہ اُسکی لکھی ہوئی نہیں ہے۔

ڈاکٹر ولیمس کہتا ہے کہ متی کی انجیل کا پہلا اور دوسرا باب کسی نہ دوسرے نے اس میں ملا دیا ہے۔ اور ابی اونیٹیز کی انجیل میں یہ دونوں باب نہ تھے۔ فرقہ ابیونی ٹیر نسب نامہ (یعنی انجیل متی کے پہلے باب کو) جزوِ انجیل نہیں مانتا۔

لوقا کی انجیل ۔ لوقا انطاکیہ کا رہنے والا طبابت پیشہ تھا۔ پولوس نے اُسکو عیسائی بنایا تھا۔ سنہ ۶۳ یا سنہ ۶۴ء میں اس نے انجیل لکھی۔ یہ شخص نہ حواری تھا نہ کسی حواری کا شاگرد۔ نہ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صحبت پائی تھی۔ **مرقس کی انجیل** ۔ مرقس یا مارکس پطرس کا شاگرد تھا

---

[1] کتاب استفسار گیارہواں استفسار ص ۱۱۹ چھاپہ مطبع محمدی مطبوعہ سنہ ۱۲۶۱ھ ۱۲ منہ [2] خیر الکلام ص ۱۰۵ بحوالہ ہارن انٹروڈکشن جلد ۲ ص ۲۱۲ مطبوعہ سنہ ۱۸۲۳ء ۱۲ منہ [3] مندرجہ ذیل مضامین کتاب خیر الکلام ص ۹۹ لغایت ص ۱۱۳ سے نقل کئے گئے ہیں ۱۲ منہ [4] یہ شخص غیر معتبر تھا چنانچہ عنقریب آئیگا۔ ۱۲ منہ [5] یہ شخص حضرت عیسیٰ سے برگردہ ہو گیا تھا اور اُنپر لعنت کی اور تین مرتبہ جھوٹ بولا کہ میں عیسیٰ کا شاگرد نہیں ہوں ورنہ اُنکو پہچانتا ہوں جیسا کہ خود انجیل سے آگے بیان کیا جائے گا۔ ۱۲ منہ

یہ بھی حواری نہ تھا نہ حضرت عیسیٰؑ کی صحبت پائی تھی۔ اس نے اپنی انجیل ۵۶ء اور ۶۵ء کے درمیان لیٹین (لاطینی) زبان میں لکھی تھی جس سے یونانی زبان میں ترجمہ ہوا۔

یوحنا کی انجیل اور مکاشفات اور خطوط۔ استاڈلن کہتا ہے کہ یوحنا کی انجیل بیشک کسی طالبعلم اسکندریہ کی لکھی ہوئی ہے۔

ہارن صاحب نے اپنی مشہور کتاب میں لکھا ہے کہ فرقہ ابوجین نے اس انجیل اور یوحنا کی دوسری تصنیفات سے قطعی انکار کیا ہے۔

برشنیڈر کہتا ہے کہ یہ انجیل اور یوحنا کے خطوط یوحنا کی تصنیف نہیں ہیں دوسری صدی میں ان کے نام سے کسی نے لکھدئیے ہیں۔

پولوس کے خطوط۔ اس کا اصلی نام ساؤل تھا مذہب کا یہودی اور حضرت عیسیٰؑ کا سخت مخالف تھا۔ اور ہمیشہ درپئے تخریب مذہب عیسائی رہتا تھا۔ بعد اس کے کسی مصلحت سے مذہب عیسوی قبول کر کے ظاہر کیا کہ مجھ پر روح القدس نازل ہوئے۔ اور اپنی حکمت عملی سے فرقہ نصاریٰ کا بہت بڑا سرگروہ بن گیا۔ اوس نے مذہب عیسوی[عہ] سے شریعت کی کل قیدیں اُٹھا دیں اور اطاعت شریعت موسوی سے عیسائیوں کو کلیتہً آزاد کر دیا۔

یوسی بیس اپنی تاریخ کلیسیا کی چھٹی جلد باب ۲۵ میں لکھتا ہے کہ۔ اورجن شرح انجیل کی پانچویں جلد میں بیان کرتا ہے کہ پولوس نے کل گرجوں کو کچھ لکھ کے نہیں بھیجا۔ مگر بعض کو جو لکھا تو دو چار سطر عبارت۔[عہ]

(کتاب اعمال) فرقہ ولن ٹی نس و مارسیونی و سویریس نے کتاب اعمال سے انکار کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ لوقا کی تصنیف ہے جسکا غیر الہامی ہونا مسلم ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ اس کتاب کو یوحنا یا پولوس نے نہیں دیکھا۔

پطرس و یہودا و یعقوب کے خطوط۔ یوسی بیس نے اپنی تاریخ کلیسیا کی تیسری جلد کے تیسرے باب میں

عہ کیونکہ اس مذہب کی تخریب کی فکر میں تھا اور ظاہر ہے کہ انسان جس قدر اپنوں سے دھوکا کھا سکتا ہے دوسروں سے نہیں کھا سکتا اور اپنا اور دوست بنکر کوئی جتنا نقصان پہونچا سکتا ہے۔ دشمن اور غیر بن کر نہیں پہونچا سکتا۔ عہ حالانکہ انجیل میں پولوس کی طرف نسبت دیکر جو تیرہ خطوط مندرج ہیں وہ سب ۸۱ صفحوں پر مشتمل ہیں۔ یسں اورجن کے بیان کی بنا پر یہ کل خطوط جعلی اور جھوٹے ٹھہرتے ہیں۔ علاوہ اسکے کہ خود پولوس دشمن مذہب عیسوی اور غیر معتبر شخص تھا۔

لکھا ہے کہ پطرس کا ایک خط سچا اور دوسرا جھوٹھا ہے۔ اور اسی کتاب کے باب پچیس[۲۵] میں لکھا ہے کہ یعقوب اور یہودا کے کل خطوط اور یوحنا کے دوسرے اور تیسرے اور پطرس کے دوسرے خط کی نسبت گفتگو ہے کہ آیا یہ انجیل نویسوں کے لکھے ہوئے ہیں یا کسی اور شخص کے۔ عبرانیوں کے نام کا خط۔ نامہ عبرانیاں کی نسبت اوس کا قول ہے کہ یہ خط کلمنٹ نے جو روم کا بشپ تھا لکھا ہے۔

(اکثر خطوں کی یکجائی قدح) منجملہ رسائل مذکورہ بالا نامۂ عبرانیان اور نامۂ یعقوب اور نامہ یہودا۔ اور نامہ دوم پطرس اور نامہ دوم وسوم یوحنا اور مکاشفات یوحنا کو کونسل کارتھیج نے سنہ ۳۹۷ء میں جبرًا الہامی اور تصنیف حواریان قرار دیا۔ اسی کونسل نے کتاب جوڈتھ و کتاب توبیاس و کتاب وزڈم وغیرہ کو الہامی قرار دیا۔ جنکو زمانۂ حال کے علما و نصاریٰ فرقہ پروٹسٹنٹ نے غلط اور غیر معتمد و ناقابل تعمیل قرار دیا ہے[سا]

یہودا اور پطرس حواری اور دیگر بزرگان مذہب نصاریٰ کی بے اعتباری

یہودا کی[عہ] بے ایمانی۔ اس وقت ان بارہ[عہ] میں سے ایک نے جسکا نام یہوداہ اسکریوتی تھا سردار کاہنوں کے پاس جاکر کہا کہ[۱۴] اگر میں اُسے یعنی (حضرت عیسیٰ کو) تمھارے حوالے کرادوں تو مجھے کیا دوگے؟ اُنھوں نے اوسے تیس[عہ] روپئے تول کر دیدیئے[۱۵] اور وہ اُس وقت سے اوس کے (یعنی حضرت عیسیٰ کے) پکڑوانے کا موقع ڈہونڈھنے لگا[۱۶] تب (عیسیٰ علیہ السلام نے) شاگردوں کے پاس آکر اُن سے کہا کہ اب سوتے رہو اور آرام کرو۔ دیکھو وقت آپہونچا ہے اور ابن آدم گنہگاروں کے ہاتھ میں حوالے کیا جاتا ہے[۴۵] اُٹھو چلیں دیکھو میرا پکڑوانے والا نزدیک آپہونچا ہے۔ وہ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ یہوداہ جو ان بارہ (شاگردوں) میں سے ایک تھا آیا۔ اور اُسکے ساتھ ایک بڑی بھیڑ تلواریں اور لاٹھیاں لئے ہوئے سردار

سا؎ خیر الکلام صفحہ ۹۹ تا ۱۰۲ منتخب بقدر حاجت ۱۲ منہ
عہ؎ مرقس باب ۱۴ درس ۱۰ و ۱۱ لوقا باب ۲۲ درس ۳ و ۶۔ یہ سرخی خود توریت میں ہے اور حاشیہ صفحہ ۱۲ میں مرقس اور لوقا کی انجیل میں جس مقام پر یہ مضمون ہے اس کا پتہ دیا ہے ۱۲ منہ
عہ؎ یعنی حضرت عیسیٰ کے بارہ حواری یعنی شاگردوں میں سے ایک نے۔ ۱۲
عہ؎ شاگرد نے تیس روپیہ کیلئے اُستاد کو سولی پر چڑھوا دیا
للعہ؎ انجیل متی باب ۲۶ درس ۱۴ تا ۱۶۔ ۱۲ منہ

کاہنوں اور قوم کے بزرگوں کی طرف سے آپہونچی ٥ - اور اُسکے (حضرت عیسیٰؑ کے) پکڑ وانے والے (یہودا) نے اُنھیں یہ بتا دیا تھا کہ جس کا میں بوسہ لوں وہی ہے اُسے پکڑ لینا - اور فوراً یسوع (یعنی عیسیٰؑ) کے پاس آکر کہا - اے ربی سلام اور اوس کے بوسے لئے ٥ - یسوع (یعنی عیسیٰؑ) نے اُس سے کہا میاں جس کام کو آیا ہے وہ کرلے - اس پر اُنھوں نے پاس آکر یسوع پر ہاتھ ڈالا اور اُسے پکڑ لیا - اس پر سارے شاگرد اُسے (یعنی حضرت عیسیٰؑ کو) چھوڑ کر بھاگ گئے پطرس - (درس ۵۴ تا ۵۶ اوپر پورا مذکور ہوا اسکے بعد بقدرِ حاجت چُن چُن کر مطالب لکھے جائیں گے) - درس ۵۷ اور یسوع کے پکڑ وانے والے اسکو کائفا نام سردار کاہن کے پاس لیگئے جہاں فقیہہ اور بزرگ جمع ہو گئے تھے ۵۸ - اور پطرس فاصلے پر اُسکے پیچھے پیچھے سردار کاہن کے دیوان خانہ تک گیا اور اندر جاکر پیادوں کے ساتھ نتیجہ دیکھنے کو بیٹھ گیا - ۶۴ ٥ بلکہ میں (عیسیٰؑ) تم سے کہتا ہوں کہ اس کے بعد تم ابنِ آدم کو (یعنی مجھ کو) قادرِ مطلق کے دہنی طرف بیٹھے اور آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھو گے ٥ ۶۵ اس پر سردار کاہن نے یہ کہکر اپنے کپڑے پھاڑے کہ اُس نے کفر بکا ہے - اب ہمیں گواہوں کی کیا حاجت رہی - دیکھو تم نے ابھی یہ کفر سنا ہے تمہاری کیا رائے ہے ٥ ۶۶ اُنھوں نے جواب میں کہا وہ قتل کے لائق ہے ٥ ۶۷ اِس پر اُنھوں نے اوس کے (یعنی حضرت عیسیٰؑ کے) مُنہ پر تھوکا اور اُس کے مُکّے مارے اور بعض نے طمانچے مار کر کہا ٥ ۶۸ اے مسیح ہمیں نبوت سے بتا کہ کس نے تجھے مارا ٥ ۶۹ اور پطرس باہر صحن میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک لونڈی اُس کے پاس آکر بولی تو بھی یسوع گلیلی کے ساتھ تھا ٥ ۷۰ اُس نے سب کے سامنے یہ کہہ کر انکار کیا کہ میں نہیں جانتا تو کیا کہتی ہے ٥ ۷۱ اور جب وہ ڈیوڑھی میں چلا گیا تو دوسری نے اُسے دیکھا اور جو وہاں تھے اُن سے کہا یہ بھی یسوع ناصری کے ساتھ تھا ٥ ۷۲ اوس نے (یعنی پطرس نے) قسم کھا کر پھر انکار کیا کہ میں اس آدمی کو نہیں جانتا ٥ ۷۳ تھوڑی دیر کے

ع حضرات اہلسنت جنگ بدر و حنین و اُحد وغیرہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس مضمون کو غور سے پڑھیں اور حضرت سرورِ عالم کی فرمائش کو یاد کریں جو آپ نے صحابہ سے فرمایا تھا کہ تم یہود و نصاریٰ کی پیروی کروگے یہاں تک کہ وہ اگر گوہ کے سوراخ میں جائیں تو تم بھی اُس میں سما جاؤگے (صحیح بخاری باب لَتَتَّبِعُنَّ سَنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ ذکر اعتصام بکتاب سنت جلد ۴ ص ۱۲۶ چھاپہ مصر ۱۲ منہ ۔ ۱؎ انجیل متی باب ۲۶ درس ۴۵ تا ۷۶ ۔ ۱۲ منہ۔

بعد جو وہاں کھڑے تھے انھوں نے پطرس کے پاس آکر کہا کہ بیشک تو بھی ان میں سے ہے کیونکہ تیری بولی سے بھی ظاہر ہوتا ہے [۱] اس پر وہ لعنت کرنے اور قسم کھانے لگا کہ میں اس آدمی کو نہیں جانتا [۱] اور (حاکم نے) یسوع کو کوڑے لگوا کر حوالے کیا تاکہ صلیب (سولی) دیجائے [۲]

(گیارہ حواری) متی کی انجیل باب ۲۶ درس ۴۵ تا ۵۶ سے جو قبل اس کے مذکور ہوا یہودا کی بے ایمانی اور دغابازی وغیرہ معلوم ہوئی۔ اور درس ۵۷ تا ۷۴ سے جو قبل اس کے ذکر کیا گیا پطرس کی بددیانتی ثابت ہوئی۔ اور درس ۵۶ سے جو ذکر گیا باقی دس حواریوں کا حضرت عیسیٰؑ کو چھوڑ کر بھاگ جانا معلوم ہوا۔

اب حضرت مرقس گیارہ حواریوں کی جن میں یہودا اور پطرس بھی داخل ہیں بداعتقادی اور سخت دلی کو بیان فرماتے ہیں۔ "پھر پیچھے وہ (عیسیٰؑ) ان گیارہ کو بھی جب کھانا کھانے بیٹھے تھے دکھائی دیا۔ اور ان کی بے اعتقادی اور سخت دلی پر ملامت کی"۔ (انجیل مرقس باب ۱۶ درس ۱۴) ان مضامین کو دیکھتے ہوئے کیا کوئی عیسائی صاحب ان حواریوں کو جنکو ان کے مرشد نے بداعتقاد اور سخت دل اور بے ایمان بتایا ہو صاحبِ الہام اور لائقِ اعتبار مان سکتے ہیں۔

(حضرت ہارونؑ) خروج کی کتاب باب ۳۲ درس ۴ میں حضرت ہارونؑ کی نسبت لکھا ہے کہ معاذاللہ اُنھوں نے سونے کا بچھڑا (گائے کا بچہ) ڈھالا اور اس کی صورت حکاکی کے ہتھیار سے درست کی اور بنی اسرائیل سے کہا کہ یہ تمھارا معبود ہے اور ایک قربانگاہ بناکر منادی کرائی کہ بنی اسرائیل اُس پر قربانی چڑھائیں۔ اور اُسکو پوجا یا۔ اور درس ۲۴ میں لکھا ہے کہ حضرت ہارونؑ نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ میں نے سونا آگ میں ڈالا تو ڈھلا ہوا بچھڑا نکلا"۔ ان مضامین سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ خود حضرت ہارونؑ نے بنو اسرائیل کے لئے گائے بناکر اسکو انکا معبود بنایا اور پرستش کرائی۔ دوسرے یہ کہ معاذاللہ جھوٹ بولے۔ کیونکہ حکاکی کے ہتھیار سے خود اس کی صورت گڑھی اور حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ آگ میں سے ڈھلا ہوا نکلا ہے۔

---

[۱] انجیل متی باب ۲۶ درس ۷۰ تا ۷۴۔ ۱۲ منہ [۲] انجیل متی باب ۲۷ درس ۲۶۔ ۱۲ منہ

اگر یہ باتیں غلط ہیں تو توریت بے اعتبار ثابت ہوتی ہے اور خرافات اور توہین انبیاء کا مخزن۔ اور اگر سچ ہیں تو جس مذہب کے انبیاء بت پرستی کو رواج دینے والے ہوں وہ مذہب صحیح باقی نہیں رہتا۔

(حضرت یعقوبؑ) کتاب پیدائش کے ستائیسویں باب میں لکھا ہے کہ جب حضرت اسحاق (اسحاق نبی) کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہی اور اپنے بڑے بیٹے عیسو (عیص) کو بلایا کہ ان کے حق میں برکت کی دعا کریں تو حضرت یعقوب نے عیسو کے کپڑے پہنکر حضرت اسحاق سے دو تین دفعہ کہا کہ عیسو آپ کا بڑا بیٹا میں ہی ہوں۔ جب حضرت اسحاق نے ان کو برکت دیدی اور عیسو آئے اور برکت مانگی تو حضرت اسحاق نے کہا کہ تیرا بھائی دغا سے آیا اور تیری برکت لیگیا۔

اس مضمون سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک حضرت یعقوبؑ کی دھوکھا بازی اور دغابازی۔ دوسرے جھوٹا ہونا معاذ اللہ۔ اور ظاہر ہے کہ جس مذہب کے انبیاء جھوٹے اور دغاباز ہوں وہ مذہب اعتبار کرنے کے لائق بھی نہیں ہے پیروی تو بڑی چیز ہے۔

(خدا کی کشتی اور لاعلمی) کتاب پیدائش باب ۳۲ درس ۲۴ تا ۳۰ میں لکھا ہے کہ حضرت یعقوبؑ سے ایک شخص رات بھر کشتی لڑتا رہا لیکن یعقوبؑ مغلوب نہ ہوئے اُس نے یعقوبؑ سے کہا کہ اب صبح ہوتی ہے مجھے جانے دے تو یعقوبؑ نے کہا کہ تو جبتک برکت نہ دیگا جانے نہ دونگا۔ اُس نے اُن کا نام پوچھا۔ جواب دیا کہ یعقوب۔ کہا آگے تو یعقوب نہیں بلکہ اسرائیل ہوگا۔ اور برکت دی۔ یعقوبؑ نے کہا کہ میں نے خدا کو روبرو دیکھا۔ اور باب ۳۵ درس ۹ و ۱۰ میں ہے کہ خدا یعقوب کو پھر دکھائی دیا اور برکت بخشی اور اسرائیل نام رکھا۔

اس مضمون سے چند باتیں معلوم ہوئیں ۱۔ مذہب نصاریٰ کا خدا مثل انسان کے مجسم ہے۔ ۲۔ اپنے بندوں سے کشتی لڑتا ہے ۳۔ ایسا کمزور ہے کہ غالب نہیں آتا۔ ۴۔ اپنے بندوں کا نام نہیں جانتا اور ظاہر ہے کہ نہ ایسا خدا خدائی کے لائق ہے نہ اوس کا بھیجا ہوا دین ماننے کے لائق۔

لطیفہ نکتہ۔ عیسیٰ کی گرفتاری اور شہادت۔ اپنوں کی بیوفائی اور غیروں کی

پیلاطس (حاکم) کی کچہری میں یسوع (حضرت عیسیٰؑ) کے مقدمہ کی پیشی[1]

مدعی[2] کائفا نام سردار کاہن اور اُس کے پیرو یہودی۔ بنام (خدائے نصاریٰ) عیسیٰ مسیح
مدعا علیہ۔ دعویٰ والزام یہ ہے کہ مدعا علیہ[1] کہتا ہے کہ یہودیوں کا بادشاہ ہے
[2] یہ کہتا ہے کہ خدا کا بیٹا ہوں[3] اس نے کہا ہے کہ خدا کے مقدس کو ڈھا سکتا اور تین
دن میں اسے بنا سکتا ہوں[4] اس نے کفر بکا ہے۔ گواہِ مدعیان متعلق[5] دعویٰ بادشاہی یہود
ومتعلق[6] سردار کاہن وبزرگانِ قوم وکائفا نام سردار کاہن جواب یا بیان تحریری
کا مطالبہ۔ حاکم نے (عیسیٰؑ سے) یہ پوچھا کہ کیا تو یہودیوں کا بادشاہ ہے۔ یسوع
تو خود کہتا ہے[8]۔ حاکم نے (عیسیٰؑ سے باقی نمبروں کے متعلق) جبکہ سردار کاہن اور
بزرگ قوم یہود ان پر الزام لگا رہے تھے۔ پوچھا کہ کیا تو نہیں سنتا کہ یہ تیرے خلاف کتنی گواہیاں
دیتے ہیں یسوع نے کچھ جواب نہ دیا[9]۔ صفائی کے گواہوں کا مطالبہ۔ حاکم نے
(عیسیٰؑ سے) بزبانِ حال صفائی کے گواہ طلب کئے۔ عیسیٰؑ نے جواب دیا کہ صفائی کے گواہ
بارہ حواری تھے۔ لیکن ایک یہودا مدعیوں سے تیس روپیہ کی لالچ میں مل گیا۔ باقی گیارہ پطرس
وغیرہ رہ گئے ہیں۔ پطرس کی طلبی۔ پطرس کیا تو عیسیٰؑ مدعا علیہ کے ساتھ تھا۔ اوسکی بے قصوری
کو جانتا ہے۔ پطرس قسم کھا کر میں اس آدمی کو نہیں جانتا[11]۔ باقی دس گواہوں کی طلبی ہوئی
معلوم ہوا کہ سب بھاگ گئے[12]۔ عیسیٰؑ نے کہا کہ یہ سب بدعقیدہ اور سخت دل ہیں۔[13]
حاکم رحمدل کیا کوئی دوسرا گواہ نہیں ہے؟ کئی کروڑ مسلمان حضور ہم لوگ گواہ ہیں۔
ہم کو اپنے آباؤ اجداد سے نسلاً بعد نسل یقینی طور پہ ہمارے رسولِ اکرم محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ
کی فرمائش یہ پہونچی ہے کہ مدعا علیہ کا دعویٰ نمبر ۱ صحیح ہے وہ واقعی یہودیوں کے بادشاہ ہیں۔
کیونکہ وہ خدا کے بھیجے ہوئے سچے نبی اولوالعزم ہیں۔ اور یہودیوں کے باقی دعوے جھوٹے ہیں۔
نہ تو مدعا علیہ نے اپنے آپ کو خدا کا بیٹا کہا ہے نہ وہ کفر بکے ہیں کیونکہ معصوم کفر نہیں بول سکتے۔
اور مدعا علیہ معصوم ہیں۔ حاکم رحمدل نے عیسیٰؑ کے وکلاء قوم نصاریٰ سے پوچھا کہ تم بھی اپنے موکل

[1] یہ عبارت انجیل متی باب ۲۷ درس ۱۱ تا ۲۷ کی سُرخی کی عبارت ہے ۱۲ منہ [2] انجیل متی باب ۲۶ درس ۱ تا ۵ [3] انجیل متی باب ۲۷ درس ۱۱ و باب ۲۷ درس ۳۷ [4] انجیل متی باب ۲۶ درس ۶۴۔ [5] انجیل متی باب ۲۶ درس ۶۱۔ [6] انجیل متی باب ۲۶ درس ۶۵۔ [7] انجیل متی باب ۲۶ درس ۶۰
[8] انجیل متی باب ۲۷ درس ۶۵ تا ۶۶ [9] انجیل متی باب ۲۷ درس ۱۱ [10] انجیل متی باب ۲۶ درس ۱۴ تا ۱۶ [11] انجیل متی باب ۲۶ درس ۷۲
[12] انجیل متی باب ۲۶ درس ۵۶ [13] انجیل مرقس باب ۱۶ درس ۱۴۔

کی طرف سے کچھ کہنا چاہتے ہو۔ وکلاء مدعیوں کے دعووں کا جواب تو میرے پاس کچھ نہیں ہے
کیونکہ اون کے کل دعوے میری ہی مقدس کتاب انجیل متی میں لکھے ہوئے ہیں جنکا پورا پتہ مدعیوں
نے اُس کتاب سے دیا ہے۔ اور میری مقدس کتابوں میں ان الزامات کا کوئی جواب نہیں
دیا گیا ہے۔ اس لئے ہم لوگ مدعیوں کے دعووں اور الزامات کو رد نہیں کر سکتے البتہ
کہنا یہ ہے کہ کئی کروڑ مسلمانوں نے جو ہمارے موکل کی برائت پر گواہی دی ہے وہ سب گمراہ
اور جھوٹے ہیں نہ اون کا مذہب صحیح ہے نہ قران جسکو وہ آسمانی کتاب کہتے ہیں اور نہ
اون کے رسول محمد صاحب برحق نبی اور سچے ہیں اور نہ اون کی یہ گواہی سچی ہے کہ ہمارے
موکل نے اپنی نسبت خدا کا بیٹا ہونے کا دعوا نہیں کیا۔

فیصلہ منجانب مدعیان۔ حکم ہوا کہ مدعیوں کے الزامات اور دعووں کا خود ملزم اور
اوس کے وکلاء اقرار کرتے ہیں اور صفائی کے گواہوں میں سے پطرس نے اوس کو پہچاننے
ہی سے انکار کیا اور یہوداسکریوتی مدعیوں کی موافقت میں ہے اور دس گواہ حواری
بھاگ گئے اور مسلمان گواہ حسب بیان وکلاء مجرم کے گمراہ اور غیر معتبر اور جھوٹے ثابت ہوئے
اسلئے مدعا علیہ کا جرم ثابت ہے اُس کو سولی دیجائے۔

مدعیوں کا سلوک مدعا علیہ خداے نصاریٰ کے ساتھ۔ یہودیوں نے حضرت
عیسیٰ کے مُنہ پر تھوکا (انجیل متی باب ۲۶ درس ۶۷) اور گھونسے مارے (درس ۶۷) اور
طمانچے مارے (۶۷) اور کوڑے لگوائے (باب ۲۷ درس ۲۶) اور کپڑے اوتار کر سرخ چغہ پہنایا
(درس ۲۸) اور کانٹوں کا تاج سر پر پہنایا (درس ۲۹) اور ایک سرکنڈا ہاتھ میں دیکر اس
طرح تمسخر کرنے لگے کہ اے یہودیوں کے بادشاہ! آداب! (درس ۲۹) اور اُن پر تھوکا اور
وہی سرکنڈا لیکر اُن کے سر پر مارنے لگے (درس ۳۰) پھر چغہ اوتار کر سولی دی (درس ۳۱)
اور یہ لکھکر "یہ یہودیوں کا بادشاہ ہے" اُن کے سر سے اوپر لگا دیا (درس ۳۷) اور لعن طعن
کرتے تھے (۳۹) نتیجہ کلام مندرجہ بالا مضامین کو پیش رکھتے ہوئے حضرات نصاریٰ
چند امروں میں غور و انصاف کریں۔ ۱ یہ کہ اون کا مذہب کیا ہے آیا اُن کا مذہب
حق ہے یا مسلمانوں کا؟ ۲ یہ کہ آیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سچے ہی خواہ اور ہمدرد
عیسائی جماعت ہے یا مسلمانوں کی جماعت؟ ۳ یہ کہ آیا لائق محبت ان کے نزدیک
حضرت عیسیٰ کے دشمن یعنی یہودیوں کو ہونا چاہیئے یا مسلمانوں کو جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کے دوست اور ان کی نبوت کو مانتے ہیں اور اُن کے جامعِ صفات کمال ہونے کے معتقد ہیں۔؟

اس پورے مضمون کو باوجود طول و تفصیل کے ہم نے اس واسطے نقل کیا ہے تاکہ یہوداکی تیس روپئے کے لئے اوستاد اور خدا کے برگزیدہ بندہ اور نبی اولوالعزم کے ساتھ بیوفائی اور بے ایمانی اور بدکاری اور حیاتی اور پطرس کی اپنے ایسے اوستاد کیساتھ بیوفائی اور جھوٹھ بولنا اور جھوٹھی قسم کھانا اور اُنپر لعنت کرنا اور اُن کے اصحاب کی ہتک و توہین کو ٹھنڈے دل سے دیکھنا معلوم ہو جائے۔ اور اہلِ انصاف سمجھ لیں کہ ایسوں کی لکھی ہوئی انجیل کس نگاہ سے دیکھی جانے کی مستحق ہے۔ کیا ایسے لوگ کسی مذہب کے مربی اور مروج کہے جا سکتے ہیں؟ کیا جس مذہب کے یہ لوگ سردار و سرپرست ہوں وہ مذہب مذہب حق کہا جا سکتا ہے؟

ہمارے پاس توریت اور انجیل کی بے اعتباری کی دلیلیں اور شواہد و ثبوت اس قدر ہیں کہ اگر سب جمع کئے جائیں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ لیکن چونکہ مقدمہ کو زیادہ طول دینا مناسب نہیں ہے اس لئے اسی مقدار پر اکتفا کرتے ہیں۔ جو صاحب تفصیل کے طالب ہوں وہ ان کتابوں کو دیکھیں جو خاص اس بحث کے متعلق لکھی گئی ہیں۔

(آریہ) چونکہ اس مذہب کا دار و مدار تمامتر دیانند جی پر ہے کیونکہ اس مذہب کے بانی یا مجدد اور زندہ کرنے والے وہی ہیں اس واسطے اِس مذہب کی حقیت اور بطلان کو انہیں کے بتائے ہوئے معیار اور بنائی ہوئی کسوٹی پر جانچینگے۔ اس لئے کہ اُن کے پیرووں کی تشفی کا ذریعہ اس سے بہتر کوئی دوسری چیز نہیں ہو سکتی ہے۔ اگر وہ انکی بنائی ہوئی کسوٹی کو نہ مانیں تو یہ ثبوت اُن کی ہٹ دھرمی کا ہوگا۔ اور وہ معیار اور کسوٹی یہ ہے کہ جس مذہب میں جائز گشت و خون اور قتل و غارت اور کافر دلا مذہب کو کافر دلا مذہب اور بُرے کو بُرا کہنا بھی جائز ہو وہ مذہب صحیح نہیں ہے۔

واضح ہو کہ اس مذہب کی آسمانی کتاب اِس مذہب والوں کے نزدیک وید ہیں اس لئے وید ہی

بقول مجوسیوں کے جو آریوں کے بھائی یعنی آتش پرست ہیں اور پھر اُن سے بالکل بے تعلق اور بے غرض بھی ہیں ایک ہزار ایک سو پینتالیس سال قبل ہجرت حضرت رسول اللہ کے بلخ میں زردشت ظاہر ہوا جو مجوسیوں کا سردار تھا اور آتش پرستی کو رواج دیا۔ اسکی شہرت سنکر ہندوستان سے پہلے جنگر نکہا چہ اسکی ملاقات کو بلخ گئے اور اسکے پیرو ہو کر واپس آئے اس کے ایک سال بعد یعنی ایک ہزار ایک سو چالیس سال قبل ہجرت کے بیاس گئے اور اسکے پیرو ہو کر واپس آئے اور اس سے سُنی ہوئی باتوں کو جو لکھے

کی حقیت و بطلان اس کی حقیت و بطلان کا آئینہ ہوگا - جن اصول کو دیانند جی نے کسی مذہب کی بطلان کی کسوٹی قرار دی ہے چونکہ ہم ان اصول کو تسلیم نہیں کرتے اس لئیے وہ اصول ہم پر حجت نہیں ہو سکتے کیونکہ ہم اٹھارہویں مقدمہ میں تفصیل سے لکھ آئے ہیں کہ ہر شخص پر وہی چیز حجت ہو سکتی ہے اور اوسی سے اوس پر الزام لگایا جا سکتا ہے جسکو وہ مانتا ہو - اور ان اصول کو چونکہ دیانند جی خود مانتے ہیں اس لئیے ان اصول سے اون پر حجت تمام ہو سکتی ہے اور ان سے اون پر الزام پورے ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے ۔

اور ہم ان اصول کو اس وجہ سے نہیں مانتے کہ ایک تو ان اصول کی باتیں اسلام کی آسمانی کتاب سے ثابت نہیں ہیں بلکہ دیانند جی نے اسلام کے سر منڈھ کر اصولِ تنقیص قائم کئیے ہیں۔ دوسرے اس وجہ سے کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ ابتدائے خلقتِ عالم سے اسوقت تک دنیا کے کل عقلاء، غریب - امیر - عالم - جاہل - رشی - مہرشی - دیندار - بددین - انبیاء اوصیاء سب کا یہی دستور چلا آرہا ہے کہ ظلم کی ابتدا خود نہیں کرتے اور ظالم کے ظلم کو حتی الامکان برداشت کرتے اور ٹالتے ہیں اور اپنی جانِ عزیز کی حفاظت کی صورتیں نکالتے ہیں اور جب دیکھتے ہیں کہ ظالم سے کسی طرح نجات نہیں ملتی تو بقدر اپنی طاقت و قدرت کے دفاعی مقابلہ کرتے اور مجبوراً ہتھیار اوٹھاتے ہیں اور اگر مجبورِ صرف ہوتے ہیں یا مصلحت سکوت کرنے میں ہوتی ہے تو سکوت کرتے ہیں اور جنگ یا سکوت میں ہر شخص کی مصلحت جداگانہ ہوتی ہے ۔ یہ ضرور نہیں ہے کہ دنیا کے کل لوگ دشمن کا مقابلہ ہی کریں یا اسکے ظلم پر سکوت ہی کریں۔ دنیا کے کل مورخ یہاں تک کہ یہودی و عیسائی بھی جو ہمارے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ کو نہیں مانتے صاف صاف لکھتے ہیں کہ دیانند جی کے بھائی یعنی کفارِ قریش کل اچھی صفتوں سے محروم اور ہر طرح کی بدیوں میں پڑے ہوئے تھے اور اُن کی بد باطنی اور سبعیت و بہیمیت کی کوئی حد باقی نہ رہی تھی آنریبل سر ولیم میور صاحب لکھتے ہیں کہ عرب کے لوگ توہمات اور کفر و ضلالت اور بیرحمی اور بداعمالی کے دریا میں غرق تھے اپنے باپ کے مرنے کے بعد اپنی ماں کو اپنی زوجیت میں لیلیا کرتے تھے بیٹیونکو زندہ دفن کر دینے کا عام رواج تھا ۔ دیکھو لائف آف محمد جلد ۲ صفحہ ۲۶۹ - ۱۲ منہ) - اور حضرت رسول اللہ ایسا دین لائے جس نے دنیا سے عموماً اور مکہ سے خصوصاً بداخلاقیوں کی تاریکیوں کو دفع کر کے علم و اخلاق کے نور کو پھیلایا اور بداخلاقوں کو قعرِ ذلت سے نکال کر عزت و شرافت کے

اوج تک پہونچایا۔ (دیکھو ساتواں مقدمہ جس میں ہم نے ان مضامین کو بتفصیل تمام نقل کیا ہے)
اس عزیز اور اعلیٰ اور پاکیزہ تر دین کے ظاہر کرنے پر وحشی عرب حضرت کے دشمن ہو گئے طرح طرح سے تکلیفیں پہونچانے لگے۔ طمانچے مارتے تھے راہ چلتے آپ پر کوڑا پھینکدیا کرتے تھے نماز کی حالت میں اونٹ کا معدہ وغیرہ ڈالدیا کرتے تھے قتل کے لئے گھر گھیر لیا اور حضرت کو اپنا وطن عزیز چھوڑنا پڑا حضرت کا اپنا وطن و شہر چھوڑ دینا ان کیلئے کافی نہ ہوا تلاش کرتے ہوئے غار کے دہانہ تک پہونچے۔ پھر مقام قدید تک پیچھا کیا۔ جب حضرت کو نہ مار سکے تو مدینہ منورہ پر چڑھائی شروع کر دی اور مدینہ کو لوٹنے اور تباہ و برباد کرنے پر آمادہ ہو گئے حبشہ کے مہاجروں کی گرفتاری کے لئے وہاں تک کا دھاوا کیا۔ یہ سب ظلم اور شرارت نہ تھی تو کیا تھا آخر مجبوراً حضرت کو ہتھیار اُٹھانا پڑا
حضرت پر الزام یہ لگایا جاتا تھا کہ اُن کے بتوں کی بدی اور بُت پرستی اور بُرے اخلاق کی بُرائی بیان کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ کوئی الزام نہیں ہے کیونکہ کھُلی ہوئی بات ہے کہ اگر کوئی شخص کسی میں بُرے اخلاق پاتا ہے اور ازراہِ ہمدردی اُسکی اصلاح کرنا چاہتا ہے تو اس بُرے اخلاق کی بدی ہی کو اوس سے بیان کرتا ہے تاکہ وہ اوس سے باز آئے بُرے اخلاق کی تعریف نہیں کرتا اس لئے کہ لائقِ تعریف اور اچھی چیز سے روکنا عاقل اور دیندار کا فعل نہیں ہے اور بُری چیز کی تعریف کرنا اصلاح کی منافی اور اُس شخص کی بدخواہی اور خیانت اور دھوکھا دینا ہے۔ اگر بت پرستی اور بُرے اخلاق کی بُرائی کا بیان واقعی جرم ہو اور بیان کرنے والا اذیت اور ہتک و توہین اور قتل کا مستحق ہو تو چاہیئے کہ دیانند جی بھی انھیں باتوں کے مستحق سمجھے جائیں۔ کیونکہ اون کی کتاب ستیارتھ پرکاش[1] بُت پرستی کی مذمت اور بد اخلاقیوں کی ممانعت سے بھری ہوئی ہے۔ کیا کوئی دیانندی اِس کا پابند ہو سکتا ہے کہ دیانند جی بُت پرستی وغیرہ کی مذمت پر مستحقِ ہتک و توہین ہیں۔
باوجود اس کے کہ کوئی عاقل اس کو قبول نہیں کر سکتا اور نہ دیانند خود اپنے حق میں اس پر راضی ہوتے اور نہ کوئی دیانندی راضی ہو سکتا ہے۔ پھر دیانند جی حضرت سرور عالمؐ کے

---

[1] دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۸۳ و ۴۰۹ و ۴۱۰ و ۴۱۳ و ۴۱۴ و ۴۱۵ و ۴۱۶ و ۴۱۷ و ۴۱۹ و ۴۲۱ و ۴۲۲ و ۴۲۳ و ۴۳۲ و ۴۴۲ و ۴۶۲ و ۴۶۴ و ۵۸۱ – ۱۲ منہ

مجبوراً دفاعی مقابلہ اور ظالم قریش سے جنگ کرنے کو اس وجہ سے غیظ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ وہ سب ان کے بھائی اور مثل ان کے غیر مسلمان تھے اگرچہ بُت پرستی کی وجہ سے ان کی زبان سے کافر اور بُرے کہے جانے کے مستحق تھے۔ یہ اپنی زبان سے اُن کو اور اُن کے مذہب اور اُن کے خداؤں کو بُرا کہنا بُرا نہ جانتے تھے گویا مقصود ان کا یہ تھا کہ اُن کی بُت پرستی اور بد اخلاقیوں اور بدتمیزیوں کو یہ خود بُرا کہیں اور باطل اور ناحق سمجھیں اس لئے کہ وہ آریہ نہیں ہیں لیکن کوئی مسلمان نہ کہے اپنی ماں کو بی بی بنالینے پر نہ ٹوکے۔ لڑکیوں کو زندہ دفن کر دینے کی بدی کو اُن سے نہ کہے۔ آپس کی جنگ و بیکار اور خونریزیوں کو بُرا نہ سمجھے کیونکہ وہ ان کے بھائی یعنی غیر مسلمان ہیں اگرچہ باطل پرست اور بُجر وہیں۔

ویاس جی اِن اصول و معیاروں کو لکھتے وقت مہا بھارت کی جنگ کو بھولے ہوئے تھے جس کے بارے میں ہندو کہتے ہیں کہ ایسی جنگ دنیا میں کبھی نہ ہوئی۔ اور بقول دیانند جی کے۔ "ایسے سرتاج ملک (یعنی ہندوستان) کو مہابھارت کی جنگ نے ایسا دھکا دیا کہ دبا ہوا۔ باوجود پانچ ہزار برس گذر جانے کے ستیارتھ پرکاش صـ۲۵۷ ذکر مہابھارت) اب تک بھی یہ اپنی حالت میں نہیں آیا جس میں بڑے بڑے عالم۔ راجا مہاراجا۔ رشی[۱]۔ مہرشی لوگ بہت سے مارے گئے اور علم و وید کی اشاعت بند ہوگئی[۲] اور یہ جنگ ایسی باوقعت تھی کہ مذہب ہنود و آریہ کے نبی اور آسمانی کتاب یعنی ویدوں کے لکھنے والے یعنی ویاس جی اور اُن کے شاگردوں نے اس کی واقعہ نویسی کے لئے قلم اُٹھایا اور ویاس جی نے چار ہزار چار سو اور اُن کے شاگردوں نے پانچ ہزار چھ سو اشلوک لکھ ڈالے۔"[۳]

اب یہاں پر دو سوال پیدا ہوتے ہیں۔ پہلا سوال یہ ہے کہ اس جنگ میں یا ان ہی کے بڑے بڑے عالم۔ رشی۔ مہرشی برسرِ ظلم تھے یا اُن کے مخالف کیونکہ ایک ہی فریق

---

[۱] رشی کا مرتبہ ان لوگوں کے نزدیک وصی نبی کا ہے۔ اور مہرشی کا مرتبہ نبی کا جس پر الہام ہوتا ہے (ستیارتھ پرکاش صـ۲۶۹) ۱۲ منہ۔ [۲] ستیارتھ پرکاش باب گیارہواں صـ۳۴۲ ذکر جنگ مہابھارت۔ چھاپہ لاہور سنہ ۱۸۹۶ء ۔ ۱۲ منہ۔ [۳] دیکھو ستیارتھ پرکاش باب گیارہواں صـ[illegible] چھاپہ لاہور سنہ ۱۸۹۶ء ۔ ۱۲ منہ۔

حق پر ہوتا ہے اور دوسرا ظالم۔ اگر دیانند جی ان لوگوں کو مظلوم اور برسر حق بتائیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ انکا اپنے لاکھوں بھائیوں کو قتل کرنا بُرا نہ ہو حالانکہ وہ ان کے ہم مذہب تھے اور ان کے مذہب کے دشمن اور اُس کی پامالی اور مٹا دینے کی فکر میں نہ تھے۔ اور حضرت سرور عالم کا اُن لوگوں پر دفاعی اور مظلومانہ ہتھیار اوٹھانا بُرا سمجھا جائے جو آپکی ذات اور دین و مذہب کے دشمن اور فنا کر دینے کی فکر میں کوشاں تھے حالانکہ خود بیدینی اور دنیا بھر کی بُرائیوں میں ڈوبے ہوئے تھے اور حضرتؐ اُن کی اصلاح اور تعلیم کی کوشش کر رہے تھے اور بہت کچھ اُن کے مظالم کو برداشت بھی کیا جسکا ثبوت مہابھارت کے علماء اور رشی مہرشی کے متعلق ہرگز نہیں مل سکتا۔ اور اگر دیانند جی خود انھیں لوگوں کو ظالم اور ناحق پرست بتائیں اور پھر اُن لوگوں کو عالم اور رشی مہرشی جیسے معزز القاب سے سرفراز کریں تو اُنکو اختیار ہے۔ لیکن یہ بھی سوچ لیں کہ پھر اُن کا دین و مذہب کس نتیجہ پر پہونچتا ہے۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ آیا وہ جنگ اچھی ہے جس سے بقول دیانند جی کے علم اور وید کی تعلیم دُنیا سے فنا ہو جائے جو اُن کے عالم اور رشی و مہرشی لوگوں کے ہاتھوں انجام پائی۔ یا وہ جنگ اچھی ہے جس نے دنیا سے کفر و شرک و فسق و فجور و بدکاریوں کو فنا کر کے سچے دین سچے علم۔ اچھے اخلاق و عادات و اطوار کی نورانیت سے عالم کو منور کر دیا جو ہمارے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ کے ہاتھوں انجام پائی؟ دیانند جی انصاف سے بتائیں۔

بہر حال دیانند جی نے مذاہب کے پرکھنے کا جو معیار قرار دیا ہے اور جن اصول سے وہ اسلام پر طعن کر رہے ہیں وہ اسلام کو نقصان نہیں پہونچا سکتے۔ کیونکہ مسلمان اون اصول کو نہایت قوی دلیلوں کی بنا پر جو ابھی ذکر کی گئیں نہیں مانتے۔ لیکن چونکہ یہ اصول خود دیانند جی کے گڑھے ہوئے اور تسلیم کئے ہوئے ہیں اس لئے ان کی آنچ سے انکے وید اور ان کے مذہب اور دھرم کا بچنا محال ہے۔ اور یہ اپنے ہاتھوں دہکائی ہوئی آنچ ایسی ہے جسکو دنیا کا کوئی پانی بجھا نہیں سکتا۔ نہ کوئی طاقت اس تباہکاری سے ان کی حفاظت کر سکتی ہے۔

ع دیانند جی کہتے ہیں کہ "جب بھائی کو بھائی مارنے لگے تو تباہ ہونے میں کیا شک ہے۔ دستیارتھ پرکاش باب ۱۱ ص ۳۰۲ ذکر جنگ مہابھارت۔ ۱۲ منہ۔

واضح رہے کہ کسی سے جنگ وپیکار کرنے والے دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک[1] وہ جو اپنے دشمن ظالم کے ظلم کو دفع کرنے اور اپنی جان و مال و عزت کی حفاظت کی غرض سے جائز طور پر اُس کا مقابلہ کرتے ہیں۔ دوسرے[2] وہ جو جائز یا ناجائز طور پر اُس شخص سے جنگ کرتے یا اُسکو نقصان پہونچاتے ہیں جس سے یہ خود عداوت رکھتے ہیں۔ خواہ مخالفت مذہب کی وجہ سے یا کسی دوسری وجہ سے اگرچہ وہ اُنکا دشمن نہ ہو۔

دیانند جی اِن دونوں قسموں کے آدمیوں کو اور جس مذہب میں اس کی اجازت ہے اوس مذہب کو بُرا نہیں سمجھتے ہیں۔ اور وید اُنکا جو انکی آسمانی کتاب ہے دونوں طرح کے جنگ و پیکار اور ہتک و توہین اور لوٹ و غارت گری کو تجویز کرتی اور اُس کی اجازت دیتی ہے۔

اب ہم دیانند جی کے اصول کے ساتھ ساتھ اُن کے وید کی عبارت نقل کرتے ہیں جس سے معلوم ہو جائے گا کہ انھیں کے اصول کی رو سے انکا وید اور اُنکا مذہب ظالمانہ روش کی تعلیم دیتا ہے اس لئے مطابق انکی تجویز کے بُرا اور لائق چھوڑ دینے کے اور باطل اور جعلی ہے۔ ع[1] آپ دیکھئے پرلے درجے کے تعصب کی بات کہ جو مسلمان نہ ہو اوسکو جہاں پاؤ مار ڈالو اور مسلمانوں کو نہ مارو۔ بھول سے بھی مسلمانوں کو مارنے میں دوزخ اور غیروں کے مارنے میں بہشت ملیگا۔ ایسی تعلیم کنوئیں میں ڈالنی چاہئے۔ ایسی کتاب۔ ایسے پیغمبر ایسے خدا اور ایسے مذہب سے سوائے نقصان کے فائدہ کچھ بھی نہیں انکا نہونا اچھا ہے[1] ع[1] اے سخت ڈنڈ دینے والے راج پرش! آپ دھرم کے مخالف دشمنوں کو آگ میں جلا ڈالیں۔ اے جاہ و جلال والے پرش! وہ جو ہمارے دشمنوں کو حوصلہ دیتا ہے آپ اوسکو اُلٹا لٹکا کر خشک لکڑی کی مانند جلائیں[2]۔ یہ سزا مار ڈالنے سے بھی بدتر ہے۔ زندہ آگ میں جلانا قتل سے زیادہ دردناک ہے۔ ع[2] تعجب ہے کہ جو لوٹ مچاویں۔ ڈاکو کے کام کریں کرائیں وہ خدا۔ پیغمبر اولیا بانداز کہلائیں ساتھ ہی اللہ کا ڈر بتلاتے اور ڈاکا مارتے جاتے ہیں پھر یہ کہتے شرم نہیں آتی کہ ہمارا مذہب اچھا ہے"[3] ع[2] اے تیج دھاری و دوان پرش! آپ تیز رو دشمن کے کھانے پینے یا دیگر کام کاج

---

[1] ستیارتھ پرکاش باب ۱۴ صفحہ ۶۹۲ چھاپہ لاہور مستند ترجمہ ۱۲ منہ۔ [2] یجروید ادھیا ۱۳۔ منتر ۱۲ [3] ستیارتھ پرکاش باب ۱۴ صفحہ ۶۹۹ ۱۲ منہ

کے مقامات کو اچھی طرح اُجاڑیں اور اُن کو اپنی تمام طاقت سے ماریں ہے[۱]

۳۔ جو یہ لکھا ہے کہ غیر لوگ جہاں ملیں اُن کو پکڑو اور مارو ویسا ہی اگر مسلمانوں سے غیر مذہب والے برتاؤ کریں تو اون کو یہ بات بُری لگے گی یا نہیں؟ اس سے اُن کی طرفداری خود غرضی اور سخت ظلم کا ثبوت ملتا ہے[۲]

(ا) ع۳ جس دشٹ سے ہم لوگ دویش (یعنی نفرت) کریں یا جو دشٹ ہم سے دویش (یعنی نفرت) کرے ہم اونکو ہواؤں سے ہلاک کریں[۳]

(ب) ۳ اور ہم جس سے نفرت کریں یا جو ہم کو دُکھ دے اُن کو ہواؤں کے منہ میں ڈال کر اس طرح دُکھ دیں جس طرح بلّی کے منہ میں چوہا[۴]

(ج) ع۳ ہم لوگ جسکو ناراض کریں یا جو ہم کو دُکھ دے اون کو ہم ہواؤں کے مُنہ میں ڈالکر اس طرح دُکھ دیں جس طرح بلّی کے منہ میں چوہا[۵]

(د) ع۳ ہم لوگ جس دشٹ سے دویش (یعنی نفرت) کریں یا جو ہم سے دویش (یعنی نفرت) کرے اوسکو ہم لوگ خونخوار جانوروں کے مُنہ میں ڈال دیں[۶]

(ہ) ع۳ وہ جس سے ہم دویش (یعنی نفرت) کرتے ہیں یا جو ہم سے نفرت کرتا ہے اسکو ہم ہوا اور پانی کے دُکھ دینے والی گن روپی (منحوس صورت کے) مُنہ میں ڈالدیں[۷]

یجروید کے ان پانچوں منتروں میں طرفداری اور خود غرضی سے کام لیا گیا ہے کیونکہ یہ منتر صاف صاف بتا رہے ہیں کہ ہندو مذہب والے جائز یا ناجائز جس طور سے بھی دو...وں کو ستائیں اور اُن سے نفرت کریں اوسی مظلوم کو مثل چوہا اور خونخوار جانوروں کے شکار کے ہلاک کیا جائے اور ان ستانے والے اور نفرت کرنیوالے ظالموں کیلئے کوئی سزا نہ ہو۔ اور بقول دیانند جی کے یہ طرفداری و خود غرضی سخت ظلم کا ثبوت ہے اس لئے ویدی مذہب جو ظالمانہ روش کی تعلیم دیتا ہے باطل اور چھوڑ دینے کے لائق اور قابلِ نفرت ہے۔

---

[۱] یجروید ادھیا ۱۳ منتر ۱۳۔ [۲] ستیارتھ پرکاش فصل ۱۲ چھاپہ لاہور سنہ ۱۸۹۹ء ۱۲ منہ [۳] یجروید ادھیا ۱۵ منتر ۱۶ ۱۲ منہ [۴] یجروید ادھیا ۱۶ منتر ۵-۶-۱۲ منہ [۵] یجروید ادھیا ۱۶ منتر ۶۶-۱۲ منہ [۶] یجروید ادھیا ۱۵ منتر ۱۹-۱۲ منہ [۷] یجروید ادھیا ۱۵ منتر ۱۸-۱۲ منہ

عہ یہ قرآن - خدا - اور مسلمان - غدر مچانے ـــــ سب کو تکلیف دینے اور اپنا مطلب نکالنے والے ظالم ہیں ۔١ه

عہ ہم لوگ جس سے دشمنی کریں اور جو ہم سے دشمنی کرے اوس کو ہم شیر وغیرہ کے منہ میں ڈالدیں راجہ بھی اُس کو شیر کے منہ میں ڈالدے ۔٢ه

یجر وید کی چونکہ یہ تعلیم ہے کہ ظالم و شریر ہندو جس بیچارے بے قصور مظلوم سے دشمنی کریں اوس ظالم کو سزا نہ کیجائے بلکہ مظلوم ہی شیر وغیرہ کے منہ میں ڈالے جائیں۔ اس لئے وید - ویدی خدا - اور وید پرست ہندو - بے قصوروں سے دشمنی کرنے - غدر مچانے سب بے قصوروں کو تکلیف دینے اور اپنا مطلب نکالنے والے ظالم ہیں اور بقول دیانند کے ظالم قابل نفرت اور چھوڑ دینے کے لائق ہیں۔

عہ اس قسم کی پرارتھنا (یعنی دعا) کبھی نہ کرنی چاہئے کہ اے پرمیشور آپ میرے دشمنوں کو فنا کرو - ٣ه

عہ اے پرمیشور! میں اپنے دشمنوں کی ہلاکت کے لئے آپ کو اپنے دل کے بیچ میں قائم کرتا ہوں ۴ه " اے بھائی! جو ہم لوگوں سے دشمنی رکھتا ہے یا جس سے ہم لوگ دشمنی کرتے ہیں اُس کے لئے جل (پانی) اور اناج وغیرہ سب کے سب دُکھ دینے والے دشمن کے مانند ہوں ۵ه

چونکہ دیانندجی دشمن کے حق میں بھی بد دعا کرنے کو بُرا جانتے ہیں اور یجر وید میں بیقصور مظلوم کے حق میں ظالم کو بھی بد دعا کرنے کی تعلیم دیگئی ہے جو پہلی بد دعا سے بدتر ہے اس لئے وید کی تعلیم ظالمانہ اور ویدی مذہب ظالم اور باطل اور قابل نفرت ثابت ہوتا ہے اس واسطے ایسے وید اور ایسے مذہب کا نہ ہونا اچھا ہے۔

ویدوں میں ایسے فاسد مضامین بہت ہیں سب کا احصا کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ بطور نمونہ کے چند مثالوں کو اس غرض سے ذکر کر دینا مقصود تھا کہ دیانندجی کے

١ه ستیارتھ پرکاش صفحہ ٢٣٩ چھاپہ لاہور ١٨٩٩ء ١٢ منہ - ٢ه یجر وید ادھیا ١٥ منتر ١٧ - ١٢ منہ

٣ه ستیارتھ پرکاش صفحہ ٢۴١ چھاپہ لاہور ١٨٩٩ء ١٢ منہ - ۴ه یجر وید ادھیا منتر ١٨ - ١٢ منہ

۵ه یجر وید ادھیا ٦ منتر ٢٢ - ٢٢ - منہ

پیرو سمجھیں کہ خود دیانند جی کے ساختہ اور تسلیم کردہ اصول کے مطابق ویدی مذہب بُرا اور چھوڑ دینے کے لائق ہے۔

(قادیانی) قادیانی مذہب کی چکّی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی نبوت کی میخ پر چل رہی ہے اس واسطے ہم کو زیادہ کاوش کرنے کی ضرورت نہیں ہے خود غلام احمد صاحب کے ہتھوڑے کی دو چوٹوں سے اس میخ کو ہم اوکھاڑے دیتے ہیں۔ نہ رہیگا بانس نہ بجیگی بانسلی۔

دعوائے نبوت ؏۱ سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا۔ اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں۔ میں اس پر قائم ہوں اوس وقت تک جو دنیا سے گذر جاؤں سلہ ؏۲ نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا منہ

مدعی نبوت کافر ہے ؏۱ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت و رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں سے ؏۲ مجھے کب جائز ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں اور کافروں کی جماعت سے جا ملوں سلہ ؏۳ مجھے کب حق پہونچتا ہے کہ میں ادعائے نبوت کروں اور اسلام سے خارج ہو جاؤں اور قوم کافرین سے جا ملوں شہ

مرزا صاحب کے بیان کی منطقی شکل اول صغریٰ ہے فلاں شخص مدعی نبوت ہے۔ کبریٰ ہے حضرت محمد مصطفےٰ کے بعد مدعی نبوت کافر ہے۔

نتیجہ فلاں شخص کافر ہے ایضاً۔ صغریٰ فلاں شخص کافر ہے۔ کبریٰ۔ کافر نبی نہیں ہو سکتا۔ نتیجہ فلاں شخص نبی نہیں ہو سکتا۔

سلہ مرزا غلام احمد صاحب کا خط بنام اخبار عام لاہور مورخہ ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء منقول از قادیانی مذہب صفحہ ۹۸ ۱۲

سلہ حقیقت الوحی صفحہ ۳۹۱ مصنفہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی منقول از قادیانی مذہب صفحہ ۹ - ۱۲ منہ

سلہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کا اشتہار مورخہ ۲- اکتوبر ۱۸۹۱ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۲ صفحہ ۲۰ منقول از قادیانی مذہب صفحہ ۵۸ - ۱۲ منہ سلہ قادیانی مذہب صفحہ ۵۹ بحوالہ حمامۃ البشریٰ مصنفہ مرزا صاحب صفحہ ۹۶ ۱۲ منہ

سلہ قادیانی مذہب بحوالہ حمامۃ البشریٰ صفحہ ۷۹ - ۱۲ منہ

اہل قرآن - اہل قرآن ایک نیا مذہب نکلا ہے جسکا بانی عبداللہ نام سنی المذہب چکڑالوی
پنجابی ہے اس مذہب کو نکلے ہوئے چالیس سال سے زیادہ نہیں ہوا۔ پیرو اس مذہب کے
سنی اور شیعے دونوں ہیں لیکن ابھی تک بہت کم ہیں۔ بیان ان سب کا یہ ہے کہ قران مجید کی
سند متواتر ہے اس لئے اس کا یقین ہے کہ قران جو حضرت سرور عالمؐ پر نازل ہوا تھا وہ
یہی ہے جو ہم لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔ اور حدیثوں کے بیان کرنے والے چونکہ جائز الخطائ
ہیں اس واسطے حدیث بیان کرتے ہیں اون کا جھوٹ بولنا ممکن ہے اور ایسی صورت میں
ہم کو اوس کا یقین نہیں ہو سکتا کہ جو حدیث حضرت رسول اللہؐ اور اہلبیت اطہارؑ نے بیان
کیا تھا وہ یہی ہے جسکو راوی نے بیان کیا ہے۔ اسی وجہ سے یہ سب حدیثوں کو اکدم
نہیں مانتے اور قران کے ظاہری معنی پر عمل کرتے ہیں اور اوسی قدر احکام مانتے ہیں جتنا
قران کے ظاہری معنی سے سمجھتے ہیں حالانکہ یہ عقیدہ اون کا کئی وجہوں سے جاہلانہ اور غلط
اور فاسد ہے۔

ایک اسلئے وجہ سے کہ قران مجید ان لوگوں کو نہ تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
کے دست مبارک سے ملا نہ اہلبیت اطہار علیہم السلام کے ہاتھوں سے۔ نہ خلفاء کے ہاتھوں سے
بلکہ مروجہ قرآن مجید کے نازل شدہ قرآن کی نقل ہونے کو بھی انہیں اونھیں جائز الخطا لوگوں
نے بیان کیا ہے۔ جو حدیثوں کے بیان کرنے والے ہیں۔ پس جو شبہہ یہ لوگ حدیثوں میں
کررہے ہیں۔ بعینہٖ وہی شبہہ قران میں بھی جاری ہو سکتا ہے۔

رہا اس کے سند کا تواتر تو جیسے قران کی سند متواتر ہے اسی طرح بہت سی حدیثیں بھی
متواتر ہیں۔ جن میں سے کچھ متواتر لفظی ہیں اور کچھ متواتر معنوی اس لئے کل حدیثوں کو چھوڑ بیٹھنا
صریح جہالت ہے۔

دوسرے اس وجہ سے کہ اس شبہہ کی بنا پر ان لوگوں کو حضرت رسول خدا اور ائمہ ہدیٰ
اور خلفاء ثلثہ سے بھی ہاتھ دھو بیٹھنا پڑیگا۔ کیونکہ یہ لوگ ہرگز نہیں سمجھ سکیں گے کہ حضرت محمد مصطفی
صلی اللہ علیہ وآلہ جو مبعوث برسالت ہوئے وہ کس کے بیٹے کس کے پوتے کہاں کے رہنے
والے اور کن صفات کے آدمی تھے۔ اسی طرح اہلبیت علیہم السلام اور خلفاء ثلثہ بھی۔
کیونکہ قرآن مجید میں ان امور کی تصریح نہیں ہے بلکہ ان چیزوں کا پتہ حدیث اور تاریخ
سے ملتا ہے جن کے بیان کرنیوالے بقول ان کے جائز الخطاء لوگ ہیں۔

تیسرے اس وجہ سے کہ گذشتہ زمانہ کے تاریخی واقعات اور عزیز و اقران دوست احباب بی بی بچے۔ نوکر چاکر وغیرہ کے روزمرہ کے اخبار و بیانوں پر بھروسہ کرنا اور حدیثوں کو بے اعتبار سمجھنا حدیثوں سے ان کی عداوت بلکہ دین رسول اللہ سے عناد کا ثبوت ہوگا اور اگر سب کو بے اعتبار سمجھیں گے تو اولاً پاگل بناکر کنارے کر دیئے جائیں گے۔ دوسرے دنیاوی و اخروی کل کام کاج سے معطل ہو جائیں گے اور علاوہ اس کے اپنی ولدیت تک ثابت نہ کر سکیں گے کیونکہ یہ لوگ بھی اونھیں جھوٹوں اور جائز الخطاؤں کے ہم جنس ہیں جو حدیثوں کے راوی ہیں۔

لطیفہ مشہد مقدس کی زیارت سے واپسی میں جہاز پر ایک شیعہ صاحب اہل قرآن سے ملاقات ہوئی۔ اثناء گفتگو میں حدیثوں کا ذکر آیا تو بولے کہ ہم حدیثوں کو نہیں مانتے کیونکہ راویوں کا جھوٹ بولنا ممکن ہے۔ ہم نے کہا کہ ہم معاذ اللہ آپ کو گالی دینا نہیں چاہتے بلکہ ایک بات پوچھتے ہیں بُرا نہ مانیئے گا۔ پہلے یہ فرمائیے کہ آپ کے والد ماجد کا کیا نام ہے کہا فلاں۔ ہم نے کہا یہ بتائیے کہ آپ کی والدہ صاحبہ دوست احباب عزیز اقران کے یہاں ملاقات کو یا شادی غمی وغیرہ میں جایا کرتی تھیں یا نہیں۔ کہا جایا کرتی تھیں پوچھا آپ کے والد ماجد دو چار روز یا دو چار گھنٹوں کے لئے گھر سے باہر جایا کرتے تھے یا نہیں۔ کہا جاتے تھے۔ ہم نے کہا کہ آپ کیونکر ثابت کر سکتے ہیں کہ آپ اپنی ماں کے شوہر ہی کے بیٹے ہیں۔ درحالیکہ اس امر کا ثبوت صرف آپ کی ماں کے بیان پر منحصر ہے اور آپ کے باپ کا بیان بھی مفید نہیں ہے۔ اور نہ اس خاص وقت کے لئے کوئی گواہ چھوڑا جاتا ہے جو گواہی دے سکے۔ اور مجرم کا اپنے جرم سے انکار کرنا اور اپنی برائت کیلئے جھوٹ بولنا زیادہ ترقرین قیاس ہے بہ نسبت اون راویوں کے جو دینی و مذہبی ہمدردی میں حدیثیں بیان کر گئے ہیں جنکا سچا ہونا زیادہ ترقرین قیاس ہے۔ (ہمارے پاس ایک کرچین بھی بیٹھا ہوا تھا) جب اہل قرآن صاحب گھبرا گھبرا کر داہنے بائیں دیکھنے لگے تو ہم نے کہا کہ سنئے سچائی انسان کی فطرتی چیز ہے جبتک کسی کا جھوٹ ثابت نہ ہو جائے اُس وقت تک اوس کی بات پر بھروسہ کیا جاتا ہے۔ اسی اصول پر کل اہل دنیا کے ہر کاروبار کا دارومدار ہے۔ اور اسی اصول کی بنا پر ولدیت بھی ثابت ہوتی ہے اور حدیثوں کا اعتبار بھی۔ بلکہ علاوہ فطرتی سچائی کے حدیثوں کے

قبول کرنے میں اتنا اضافہ بھی کر دیا گیا ہے کہ ہر راوی کے اعتبار پر کم سے کم دو معتبر آدمیوں کی گواہی بھی ضروری تھا ہے بجز ولدیت کے ثابت کرنے میں ضروری نہیں سمجھی گئی۔ کیونکہ اس خاص وقت کے لیئے ایک تو گواہی دشوار امر ہے۔ دوسرے گواہوں کا انعقادِ نطفہ سے آگاہی پانا محال ہے۔ اب بتایئے کہ ولدیت زیادہ معتبر ہو گی یا حدیثیں۔ لولے حدیث تیسری چوتھی وجہ۔ احاد یعنی غیر متواتر حدیثوں کے اعتبار کی اور اُن لوگوں کے عقیدہ کے فساد کی یہی ہے جو لطیفہ کے ذیل میں بطور اصولِ اعتبار کے بیان کی گئی۔ یعنی فطری سچائی اور دو گواہوں کی گواہی۔

پانچویں اس وجہ سے کہ قرآن مجید کے معانی بغیر تفسیر کے سمجھ میں نہیں آسکتے۔ کیونکہ اُس میں محکم۔ متشابہ۔ عام۔ خاص۔ مطلق۔ مقید۔ منطوق۔ مفہوم۔ مقدم۔ مؤخر۔ وغیرہ اقسام کی آیتیں بہت ہیں جو بیسویں مقدمہ میں بیان کیے گئے۔ اور ہر ایک کے استعمال کے لیئے قاعدے اور قوانین ہیں کہ جب تک وہ برتے نہ جائیں صحیح معانی معلوم نہیں ہوسکتے۔ اور تفسیر حدیثوں سے معلوم ہوتی ہے۔ پس حدیث نہ ماننے والوں کو خداوندِ عالم کا واقعی مراد حاصل نہ ہوسکیگا۔ اور منگھڑت معانی پر عمل کرنے سے مستحق سزا ہوں گے۔

(اہلسنت) اہلسنت اپنے مذہبی امور میں نہ تو قرانِ مجید سے صحیح فائدہ اُٹھا سکتے ہیں نہ حدیثوں سے کیونکہ قرآن کے متعلق جہاں اس کا یقین ہے کہ اُس میں انسان کا کوئی مستقل کلام نہیں بڑھایا گیا وہاں خود اہلسنت کی متواتر اور صحاح ستہ کی حدیثوں سے یہ بھی ثابت ہے کہ اُس میں سے بہت سی آیتیں نکال دی گئیں۔ اور سورتوں اور آیتوں کی ترتیب بگاڑ دی گئی جس کی وجہ سے بغیر تفسیر کی مدد کے خداوندِ حکیم کا صحیح مطلب معلوم نہیں ہوسکتا اور اس امر کا ٹھیک پتہ نہیں مل سکتا کہ آیتیں جن مطالب کو ادا کر رہی ہیں وہ مطالب صحیح ہیں یا غلط۔ پورے ہیں یا ادھورے۔ انکا ربط اس وقت جس مضمون سے ہے آیا وہ درحقیقت اوسی سے مربوط ہیں یا کسی دوسری جگہ سے۔ اور ہم اکیسویں مقدمہ میں پوری تفصیل سے لکھ آئے ہیں کہ کلام پروردگار کا مفسر سوائے اہلبیت عصمت وطہارت کے کوئی دوسرا نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ قران ان کے گھر میں نازل ہوا اور علم قران کے وارث اور معدن اور تفسیر قران کے حقدار یہی بنائے اور تجویز کیے گئے۔ نہ بکر۔ عمرو۔ خالد۔ اور اہلسنت نے اہلبیت حضرت سرورِ عالم و انوارِ مقدسہ و وارثِ علوم

اولین و آخرین اور مخزنِ حکمت و علومِ قرانِ پاک اور مطہر و معصوم و مقدس ہستیوں کا دامن چھوڑکر ایسے لوگوں کو اپنا پیشوا اختیار کیا ہے جنکی خود انھیں کی معتبر کتابوں میں چار حالتیں دیکھی جارہی ہیں۔

پہلے آیاتِ اپنی ناقص سمجھ اور خطاکار عقل سے حکیم کے کلام کی ایسی تفسیر تجویز کرنی جس پر خود ہی کو اطمینان نہ ہو اور اپنی رائے کو شیطان کی رائے کا مساوی قرار دینا اور اوس کی صحت اور غلطی کی تشخیص کو خود جاہل سائل کی تجویز پر چھوڑنا ؁۱

دوسرے اپنی جہالت کا اقرار کرنا اور علمِ قران کے سائلوں کو ابی ابنِ کعب کے پاس۔ اور حلال و حرام کے سائلوں کو معاذ بنِ جبل کے پاس۔ اور فرائض کے سائلوں کو زید بنِ ثابت کے پاس بھیجنا اور مال کے سائلوں کو اپنے ذمہ لینا اور اپنی ذات کو خزانچی بتانا ؁۲

تیسرے دینی احکام کے جواب میں اپنے زیر دست رعایا کا منھ تکنا اور اُن سے پوچھ پوچھکر جواب دینا اور قضایا کا فیصلہ کرنا ؁۳ اور بار بار حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دروازہ کھٹکھٹانا اور بار بار اَقضانا علیٌّ (ہم سب سے زیادہ علمِ قضاوت کے جاننے والے علی ہیں) ؁۴ اور لَولَا عَلِیٌّ لَھَلَکَ فُلَانٌ (اگر علی نہ ہوتے تو فلاں جہنم میں جاتا) کہنا جسکی تعداد سترہ اٹھارہ تک پہونچی ؁۵

چوتھے علومِ قران پوچھنے والے مسلمانوں کو جواب نہ دے سکنے کی صورت میں کئی دفعہ مارنا اور ہر دفعہ خونا خون کر دینا یہاں تک کہ اوس کی جان پر بنجائے اور ہلاکت کی نوبت پہونچ جائے اور پھر مسلمانوں کو منع کر دینا کہ اوس کے پاس نہ بیٹھیں ؁۶

اور ظاہر ہے کہ ایسے لوگوں سے جو علوم لئے گئے ہیں وہ محض بیکار ہیں۔ نہ تو بارگاہِ پروردگار میں عذر و حجت ہوں گے اور نہ مقبول و لائقِ شنوائی۔ اسلئے قرانِ مجید اور اُسکے علوم اہلبیت

؁۱ کنز العمال جلد ۶ ص۲ کتاب الفرائض بیانِ کلالہ نمبر حدیث ۳۳۰ و ۳۲۱ و تاریخ الخلفاء فصل فیما رُوِیَ عَنِ الصِّدِّیقِ مِنْ تَفْسِیرِ الْقُرْآنِ ص۶۹ چھاپہ مطبع مجیدی کانپور۔ ۱۲ منہ۔ ؁۲ قرۃ العینین مصنفہ شاہ ولی اللہ صاحب پدرِ استاد شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی ص۵۶ مقدمہ سادسہ بیانِ علم حدیث شیخین ۱۲ منہ ؁۳ قرۃ العینین ص۶۸ ۱۲ منہ

؁۴ صواعق محرقہ باب ۹ فصل ۳ ص۷۶ چھاپہ مصر ۱۲ منہ۔ ؁۵ قرۃ العینین ص۱۸۱ فصل ۱- ۱۲ منہ۔

؁۶ قرۃ العینین ص۸۸۔ ۱۲ منہ۔

maablib.com

کے ہاتھوں سے جا چکے ہیں۔ اون کے حق میں بالکل بکار آمد نہیں ہو سکتے۔

بفضلِ خداوندِ منّان قرآن اور علومِ قرآن کے صحیح مالک ہم شیعے ہیں جن کو اُن کے پیشوایانِ دین۔ علمائے علومِ اولین و آخرین و ذریتِ حضرت سیّد المرسلین و اہلبیت طاہرین نے تعلیم کردیا ہے اور اُس کے جزئی و کلّی معنی و مطالب و رموزِ ظاہریہ و باطنیہ کو بتا دیا ہے۔ فَلِلّٰهِ الحَمدُ وَلَهُ الشُّکرُ۔ رہیں حدیثیں تو اگرچہ بقول انھیں کے علمائے سُنّت کے ان کی صحاح ستہ میں بھی ضعیف حدیثیں اور غیر صحاح ستہ میں صحیح حدیثیں بہت ہیں لیکن چونکہ ان کا اعتماد اور ان کے مذہب کا دار و مدار زیادہ تر صحاحِ ستہ یعنی صحیح بخاری صحیح مسلم صحیح ترمذی سنن نسائی، سنن ابو داؤد و سننِ ابنِ ماجہ پر ہے۔ اس لیے انھیں چھ کی جانچ پرتال کرنا کافی ہے۔

(صحیح بخاری) امامِ اہلسنت سبکی نے کتاب طبقات میں لکھا ہے کہ مسئلہ لفظ کی وجہ سے ابو زرعہ اور ابو حاتم نے محمد بن اسماعیل مصنفِ صحیح بخاری کو چھوڑ دیا تھا (یعنی اُن سے حدیثیں نہیں لیتے تھے) اور امامِ اہلسنت ذہبی نے اسی وجہ سے مصنفِ صحیح بخاری کو کتاب ضعفاء و متروکین میں درج کیا ہے (یعنی اُن کو اُن لوگوں میں داخل کیا ہے جو غیر معتبر تھے اور اُن سے حدیثیں نہیں لیجاتی تھیں) اور میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ ابو زرعہ اور ابو حاتم ان سے حدیثیں نہ لیتے تھے۔ اور امامِ اہلسنت محمد بن یحییٰ ذہلی بخاری صاحب کو بدعتی جانتے تھے۔ علامہ ذو النسبین ابنِ دحیہ کہتے ہیں کہ بخاری کی عادت تھی کہ حضرت علی علیہ السّلام کی فضیلت کی حدیثوں میں کاٹ چھانٹ کیا کرتے تھے کیونکہ یہ حضرت علی سے منحرف تھے

لہ مقدمہ شرح مشکوۃ فارسی مصنفہ شاہ عبد الحق صاحب محدث دہلوی وصل آخر مقدمہ صلہ و ۱۶۳ مطبوعہ اعظم المطابع جونپور ۱۲ منہ۔ ملہ مقدمہ شرح فارسی مشکوۃ وصل آخر مقدمہ ص۱۶ مطبوعہ اعظم المطابع جونپور ۱۲ منہ حہ ابو زرعہ بہت بڑے عالم اور مسلم و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ کے اُستاد حدیث تھے۔ ابن راہویہ کہتے ہیں کہ جس حدیث کو ابو زرعہ نہ جانتے ہوں وہ بے اصل ہے اور ابو مصعب نے ان کو مالک پر ترجیح دی ہے۔ (استقصار ص۸۹ جلد ا بحوالہ کاشف) ۱۲ منہ۔ عہ موسیٰ بن اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے ابو حاتم سے بڑھکر کسی کو حدیثوں کا حافظ نہ دیکھا اور سمعانی کہتے ہیں کہ ابو حاتم امامِ زمانہ تھے اور لوگ مشکلاتِ حدیث کو حل کرنے کیلئے ان کے پاس آیا کرتے تھے اور فضیلت میں مشہور تھے۔ (استقصار جلد ا ص۸۹ بحوالہ کاشف و انساب ۱۲ ۳ استقصار جلد ا ص۱۶۶ بحوالہ طبقات سبکی ۱۲ منہ ۴ استقصار جلد ا ص۸۷ بحوالہ فیض القدیر مناوی ۱۲ منہ۔ بقیہ حاشیہ بر ص۲۶۹

(صحیح مسلم) مسلم بن حجاج مصنف صحیح مسلم کے نفس کی یہ حالت تھی کہ سچے اور معتبر شخص پر بے ثبوت اور بے دلیل طعن کیا کرتے اور بُرا کہتے تھے جیسا کہ ابراہیم بن عبد اللہ سعدی جیسے معتبر عالم و محدث پر طعن کیا ہے[1] ابنِ جوزی کہتے ہیں کہ بعض محدث کا بعض دوسرے پر اپنی دل کی تشفی کے لئے طعن کرنا شیطان کے اغوا سے ہے[2] حفاظ (یعنی محدثوں) نے کہا ہے کہ مسلم نے جب صحیح مسلم کو لکھ کر (اپنے اوستادِ حدیث) ابوزرعہ کو دکھایا تو ابوزرعہ کو بُرا معلوم ہوا اور غصہ آیا اور کہا کہ تم نے اس کا نام صحیح رکھا ہے۔ حالانکہ اس کو بدعتیوں کے لئے سیڑھی بنائی ہے امام اہلسنت عبد القادر کہتے ہیں کہ خدا رحمت نازل کرے ابوزرعہ پر بہت ٹھیک کہا انھوں نے[3] اور ملا علی قاری نے بھی اپنی کتاب رجال میں ابوزرعہ کے کلام کو نقل کیا ہے۔ اور ابو الفضل ادفوی نے لکھا ہے کہ ابوزرعہ کتاب مسلم کی مذمت کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اس کا نام صحیح کیسے رکھا ہے۔ حالانکہ اس کے راوی فلاں اور فلاں ہیں۔ اور ایک جماعت کا نام بیان کیا[4] ملا علی قاری نے کتاب رجال میں اور ابن تیمیہ نے کتاب منہاج میں لکھا ہے کہ صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں غیر معتبر حدیثیں بہت ہیں[5]۔

(صحیح ترمذی) علامہ ذو النسبین لکھتے ہیں کہ ابو عیسیٰ ترمذی مصنف صحیح ترمذی نے بہت سی جعلی حدیثیں نہایت درجہ جھوٹے راویوں سے لیکر اپنی صحیح میں لکھا ہے اور

بقیہ حاشیہ صفحہ
[5] میزان الاعتدال جلد ۲ صفحہ ۲۳۰ بترجمہ علی بن عبد اللہ بن جعفر ۱۲ منہ [5] امام اہلسنت ابنِ ابی داؤد کہتے ہیں کہ ذہلی علمِ حدیث میں امیر المومنین تھے اور ابو حاتم کہتے ہیں کہ وہ اپنے زمانہ کے پیشوا اور امام تھے اور صاحب بخاری کے اوستادِ حدیث تھے۔ لیکن بخاری صاحب نے اونکی حدیثوں میں اُن کے نام کو چھپایا ہے۔ (استقصار جلد اول صفحہ ۸۸۶ بحوالہ کاشف) اور راوی کے نام کو چھپانا خیانت اور تدلیس ہے[1]

[6] طبقات شافعیہ سبکی بترجمہ بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۲ منہ [1] للعہ[5] ابنِ دحیہ اعیان علماء اور مشاہیر فضلاء سے تھے۔ اور علم حدیث میں بہت ٹھوس اور کامل تھے اور اندلس و مراکش و افریقہ وغیرہ بہت سے ملکوں سے حدیث حاصل کی تھی۔ (استقصار جلد ۱ صفحہ ۹۰ بحوالہ وفیات الاعیان وغیرہ)۔ ۱۲ منہ

منہ[5] استقصار جلد اول صفحہ ۹۵ بحوالہ کتاب شرح اسماء النبی ۱۲ منہ حاشیہ[1] میزان الاعتدال جلد ۱ صفحہ ۲۶۸ ذکر ابراہیم مذکور صفحہ ۳۱ - ۱۲ منہ [2] کتاب تلبیس ابلیس ۱۲ منہ [3] جواہر مغیفہ جلد ۲ صفحہ ۴۳۰ ۱۲ منہ [4] ابو الفضل عالم فاضل ادیب فقیہ تھے (درر کامنہ ابن حجر عسقلانی) اور ابن جماعہ نے انکو امام علامہ لکھا ہے ۱۲ منہ [5] استقصار جلد ۱ صفحہ ۹۵ بحوالہ کتاب امتاع ۱۲ منہ

له قرۃ العین فی ضبط رجال الصحیحین ... کتاب تلبیس ابلیس صفحہ ۱۲۰ ۱۲ منہ

اُن حدیثوں کا نام حَسَن (یعنی معتبر) رکھا ہے[1] اور ابن تیمیہ نے جو اہلسنت کے نزدیک رکن مذہب
اور امام فن گذرے ہیں لکھتے ہیں کہ ترمذی نے فضائل میں بہت سی غیر معتبر بلکہ جعلی حدیثیں لکھی ہیں[2]

(سنن نسائی) نسائی مصنفِ سنن نے احمد بن صالح مصری جیسے امام علامہ و رکن مذہب
اہلسنت کے حق میں کہا کہ جھوٹے ہیں اور حدیثیں بنایا کرتے ہیں۔ اس بارے میں امام اہلسنت
یعنی ذہبی نے لکھا ہے کہ احمد بن صالح مصری کو ابو حاتم اور بہت سے ائمہ نے معتبر کہا ہے۔
اور نسائی کے کلام کو سب نے غرض پر محمول کیا ہے[3] پھر کہتے ہیں کہ ابن عدی نے کہا ہے
کہ نسائی احمد بن صالح کے حق میں بُرا خیال رکھتے تھے اور اون کی بہت سی حدیثوں کو
ناپسند کرتے تھے۔ پس میں نے محمد بن ہارون سے سُنا وہ کہتے تھے کہ یہ خراسانی (یعنی نسائی)
احمد بن صالح کے حق میں بدگوئی کرتا ہے۔ میں احمد بن صالح کی مجلس میں موجود تھا کہ
اُنھوں نے نسائی کو اپنی مجلس سے نکلوا دیا پس اسی وجہ سے نسائی نے اُن کے حق میں
بدگوئی کی ہے[4] اس مضمون کو عبد الرحیم عراقی نے بھی شرح الفیہ میں نقل کیا اور کہا ہے
کہ ذہبی نے کہا کہ نسائی نے اُن کے حق میں بدگوئی کرکے خود اپنی ہی ذات کو نقصان پہنچایا[5]
اور سبکی کہتے ہیں کہ ابن عربی نے کہا ہے کہ اس بدگوئی نے خود نسائی کو ذلیل کیا۔ اور خود
سبکی کہتے ہیں کہ نسائی کا یہ جھوٹ دھرا رہ جائیگا اور احمد بن صالح کے حق میں مضر نہیں ہوسکتا
اور حفاظ (یعنی محدثین) نے اس امر پر اتفاق کیا ہے کہ نسائی کا ان کے حق میں بدگوئی کرنا ظلم ہے
اور نسائی جیسے لوگوں کا کلام اونکو معیوب نہیں بنا سکتا۔ بلکہ اس کلام نے خود نسائی کو
معیوب کر دیا[6] سبکی کہتے ہیں کہ ابن عبد الرفیع نے اپنی کتاب معین الحکام میں عبد اللہ بن
وہب کا کلام نقل کیا ہے کہ قاری کی گواہی قاری کے حق میں جائز یعنی مقبول نہیں ہے۔
اور قاری سے اُنھوں نے علماء کو مراد لیا ہے۔ اور مقبول نہ ہونے کا سبب یہ لکھا ہے
کہ اُن لوگوں میں حسد اور بغض و عداوت کا مادہ بہت ہوتا ہے[7]

[1] استقصاء جلد اول صفحہ ۱۴۲ بحوالہ شرح اسماء النبی ۱۲ منہ [2] استقصاء جلد اول صفحہ ۱۴۳ بحوالہ منہاج السنۃ ابن تیمیہ ۱۲ منہ [3] استقصاء صفحہ ۱۰۷۵ بحوالہ کاشف ۱۲ منہ۔ [4] میزان الاعتدال جلد اول صفحہ ۴۹ ذکر احمد بن صالح ۱۲ منہ [5] استقصاء صفحہ ۱۰۷۵ بحوالہ شرح الفیہ ۱۲ منہ [6] طبقات سبکی جلد اول صفحہ ۱۸۷ و ۱۹۰ ذکر احمد بن صالح مصری ۱۲ منہ [7] طبقات شافعیہ سبکی جلد ۱ صفحہ ۱۸۸ - ۱۲ منہ۔

منصف مزاج سمجھ سکتے ہیں کہ مصنفِ صحیح مسلم یعنی مسلم بن حجاج نے ابو زرعہ اور
نسائی نے احمد بن صالح پر ظالمانہ طعن کیا ہے اور جھوٹی تہمت لگائی ہے۔ جسکا منشا بقول
عبد اللہ بن وہب کے حسد اور بغض و عناد ہے جو گناہِ کبیرہ ہے۔ ایسے لوگوں کی کتابیں
کیونکر لائقِ قبول اور معتبر سمجھی جاسکتی ہیں یہی کتابیں صحاح سمجھی جاتی ہیں جنکے مصنف
جھوٹے اور ظالم اور حسود اور عنود تھے۔

(سننِ ابو داؤد اور سننِ ابن ماجہ) اور چاروں گذشتہ صحاح کے متعلق اہلسنت
کے بہت سے ائمۂ فنِ حدیث نے لکھا ہے کہ ان میں غلطی اور جھوٹی اور غیر معتبر حدیثیں بہت ہیں
اور اُن حدیثوں کو ایک ایک کرکے بیان کیا ہے جو استقصاء الافحام جلد اول میں صفحہ ۹۳
سے ۱۱۱۰ تک نقل کی گئی ہیں جو صاحب دیکھنا چاہیں اس کتابِ مستطاب کو ملاحظہ کریں۔
دیباچہ میں سب کو نقل کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

نتیجۂ کلام۔ پہلے اس میں غور کرو کہ وہ کیسے ہیں جنکی کتابیں صحاحِ ستہ کے نام سے
مشہور ہیں اور ایک بڑی جماعت کا سرمایۂ ایمان ہیں۔ پھر ان پر ایمان رکھنے والوں کو
غور کرنا چاہیے کہ جو توشہ وہ آخرت کیلئے فراہم کر رہے ہیں اُن کے اصل مادّے کیسے ہیں
آیا وہ وہاں کچھ عزت کی نگاہ سے دیکھے جائیں گے اور کچھ قیمت سے خریدے جائینگے
یا صاحب توشہ کے منہ پر پھینک دیئے جائیں گے۔ دوسرے اس امر میں غور کرو کہ بےشبہ
سوا ذاتِ مقدس پروردگار کے کوئی ذات عیب سے پاک نہیں ہے۔ لیکن اہلِ دنیا کی
نگاہوں میں وہ لوگ بھی بے عیب سمجھے جاتے ہیں جو دنیاوی عیوب سے پاک ہوں۔
خواہ وہ عیوب مذہبی اور شرعی ہوں جیسے بیدینی اور بد اخلاقی وغیرہا یا خلقی و تکوینی ہوں
جیسے کانا۔ لنگڑا۔ اندھا۔ بہرہ وغیرہ ہونا یا عرفی جیسے میلا کثیف۔ بد حال۔ فقیر و محتاج وغیرہ
ہونا۔ بہر حال دنیا کے عقلاء دنیاوی عیوب سے پاک لوگوں کے لئے بھی یہ پسند نہیں کرتے
کہ معیوب لوگوں پر عیب گیری کی نگاہیں ڈالیں اور زبانِ طعن کھولیں۔ پھر ان لوگوں کے
لئے دوسروں کی عیب گیری کب صحیح ہوسکتی ہے۔ جبکہ نہ مذہب صحیح ہے نہ مذہبی کتابیں
بے عیب نہ خود بُرے اخلاق سے بری اور پاک۔ ہاں بحیثیت ایک برادر دینی یا ملکی یا
قومی ہونے کے ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ از راہِ ہمدردی اپنے بھائی کو راہِ نیک و بہتر
بتانے کی کوشش کرے۔ اور ایسے شخص کا پہلا فریضہ یہ ہے کہ دنیا کے ہر مذہب و طریقہ پر

پہلے خود غور کرکے اس امر کا فیصلہ کرلے کہ آیا خود اسی کا مذہب اور طور وطریقہ اچھا اور بیخطر ہے یا اوس کا جسکو یہ ہدایت کرنا چاہتا ہے۔ اور اس فریضہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے اُس کو چاہئے کہ ہماری گذشتہ جانچ پڑتال اور تنقیدی تحریر کو ٹھنڈے دل سے اور انصاف کی نگاہ سے پڑھے اور جو حق ثابت ہو اوس کو اختیار کرنے میں پیش وپس اور حیا وشرم اور رعایت ومروت اور خوف وترس اور حرص ولالچ اور حمیت وغیرت کو اپنے پاس پھٹکنے نہ دے۔ اور دوسرا فریضہ یہ ہے کہ ہدایت وتلقین کی زبان نرم ہو اور دل محبت وہمدردی میں ڈوبا ہوا ہو تحریر وتقریر میں تیزی، ترشی طعن، تشنیع۔ غصہ تعصب۔ فتنہ وفساد۔ ہٹ دھرمی ولجاجت وغیرہ کی بوباس اور جھلک نہ ہونے پائے کیونکہ یہ چیزیں بنے ہوئے کام کو بگاڑنے والی ہیں۔

تنبیہہ ہمارے مذہب میں بھی حدیث کی منجملہ بہت سی کتابوں کے چار کتابیں مشہور ہیں جو کتب اربعہ کہی جاتی ہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ان کتابوں کی کل حدیثیں صحیح ہیں۔ اسمیں شبہ نہیں ہے کہ ان میں ضعیف حدیثیں بھی ہیں لیکن ان کے ضعف کے اسباب کئی ہیں۔

(۱) ایک تو اس وجہ سے کہ ہمارے ائمہ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی خدمت باسعادت میں تحصیل علم کے لئے جہاں شیعے حاضر ہوا کرتے تھے اہلسنت بھی کثیر تعداد میں حاضر ہوا کرتے تھے اور انحضرات کی حدیثوں کو بیان کیا کرتے تھے۔ ان میں کچھ تو صرف اس غرض سے آیا کرتے تھے کہ معصوم سے حدیثیں سنکر اُن کی فرمائش کے خلاف مضمون شائع کیا کریں تاکہ دین اُن کا مغشوش ہو جائے۔ اور کچھ اس غرض سے آتے تھے کہ اپنے مذہب کے مخالف حدیثوں کو سُن کر خلیفہ وقت سے بیان کریں تاکہ معصوم قتل کر دیئے جائیں۔ اور کچھ واقعاً علم کی تحصیل کی غرض سے اعتقاداً آتے تھے۔ ان تینوں گروہوں کی حدیثوں کو ہمارے علماء نے اس وجہ سے اپنی کتابوں میں درج کیا کہ وہ حدیثیں اہلبیت طاہرین کی طرف منسوب تھیں۔ اور درج کرنے پر بعض حضرات کو اس غرض نے آمادہ کیا کہ معصومین کی طرف جو حدیثیں منسوب ہیں وہ اکٹھا ہو جائیں صحیح وسقیم کی جانچ کو آئندہ وقت یا آنیوالی نسلوں پر چھوڑا۔ اور بعض حضرات کو اس غرض نے آمادہ کیا کہ اون کو جانچیں اور صحیح کو غیر صحیح سے اور حق کو باطل سے اور تقیئی کو غیر تقیئی سے جدا کریں اور پہچنوائیں۔

ہر ذی ہوش اس بات کو یقیناً جانتا ہے کہ مذہب معنوی چیز ہے جو اپنے ماننے والونکو اپنے رنگ پر چلنے پر مجبور نہیں کر سکتی اس واسطے ہر مذہب کے ماننے والوں میں اچھے اور برے دونوں طرح کے لوگ ہیں جہاں فاسد مذہب کے کل ماننے والونکا برا ہونا ضروری نہیں ہے وہاں مذہبِ حق کے کل ماننے والونکا اچھا ہونا بھی ضروری نہیں ہے یہ ہمارا انصاف ہے کہ اہلسنت کے خوش رفتار اور معتبر راویوں سے حدیثیں لینے میں تامل نہیں کرتے۔ اور ایک انصاف مصنفِ صحیح بخاری کا تھا کہ تعصّب اور عنادِ مذہبی کی وجہ سے خوارج اور نواصب کی حدیثوں سے صحیح بخاری کو بھر دیا ہے لیکن ہمارے امام ہمام حضرت امام جعفر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک حدیث بھی لینا پسند نہ کیا حالانکہ جامعِ کمالاتِ علمیہ و نفسانیہ ہونے کا علماء اہلسنت کو بھی اقرار ہے۔ ان کے امام ذہبی لکھتے ہیں کہ آپ ائمہ اعلام میں سے ایک اور نیکوکار اور سچے اور عظیم المرتبت تھے (میزان) بخاری کے حدیث نہ لینے پر اونکے منصف مزاج علماء نے اون پر طعن کیا ہے۔ چنانچہ ابن تیمیہ جیسے متعصب شخص نے منہاج السنہ میں اور ذہبی نے میزان الاعتدال میں حرف گیری کی ہے۔

بہرحال ہمارے علماء نے معتبر راویوں کی روائتوں کو قبول کیا ہے اور غیر معتبر کو رد کیا ہے مذہبِ شیعہ کے کتبِ رجال کو دیکھو تو معلوم ہو جائیگا کہ ان غیر معتبر روایتوں کے راوی شیعہ کم ہیں اور سنی زیادہ۔

۲۔ دوسرا سبب ضعف کا یہ ہے کہ ان راویوں میں اکثر ایسے ہیں جنکا برا یا اچھا ہونا معلوم نہ ہو سکا۔ ۳۔ اور تیسرا سبب ضعف کا یہ ہے کہ کوئی راوی درمیان سے اس وجہ سے چھوٹ گیا ہے کہ اس کے بعد کے راوی کو اوس کا نام یاد نہ رہا۔ ایسی روایت کو مرسلہ کہتے ہیں۔

شیعہ راویوں میں بھی غیر معتبر راوی ہوئے ہیں لیکن بہت کم۔ اور جہاں تک ہم جانتے ہیں حدیث ساز راوی شیعوں میں یا تو بالکل نہیں ہوا ہے یا اس قدر کم جیسے سفید گائے کے پورے جسم پر دو چار سیاہ بال۔ لیکن سنی راویوں میں ایسی فردیں بے شمار ہیں۔ ان کے امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں دس ہزار نوسو سات اور ان کے امام ابن حجر عسقلانی نے لسان المیزان میں تیرہ ہزار تین سو تینتالیس عورتنا[illegible]

مرد راویوں کو ذکر کیا ہے جن میں ہزاروں حدیث ساز ہیں اور باقی یا مجہول یا مجروح یا کذاب۔ اور ان میں سے بہتیروں نے اپنے حدیث بنانے کا اقرار کیا ہے کسی نے سیکڑوں کی تعداد میں بنایا ہے اور کسی نے ہزاروں کی تعداد میں (کتاب میزان الاعتدال ذہبی اور کتاب لسان المیزان ابن حجر)۔

۳۷ سینتیسواں مقدمہ

(چند لفظوں سے چند شخصوں کا بارا باری مراد ہونا صحیح ہے)

۱۔ جو الفاظ کسی ذات کے ساتھ خاص نہیں ہیں اور معانی اُن کے عام ہیں جیسے عالم سخی۔ شجاع وغیرہ۔ ان کے معانی جس جس ذات میں پائے جائیں گے اون پر یہ الفاظ یقینا بولے جائیں گے۔

۲۔ اُن ذاتوں پر جو اصلی معنی سے مناسبت رکھتے ہیں الفاظ مجازاً بھی بہ نسبۃ استعمال ہوتے ہیں

۳۔ اگر کوئی ذات متعدد صفت رکھتی ہو تو کبھی اس کے کل صفتوں کو ظاہر کرنا مناسب ہوتا ہے اور کبھی بعض کو۔ اور اس صورت میں وقت اور حالت اور ضرورت جس صفت کو ظاہر کرنا چاہتی ہے اوسی کو بتانے والا لفظ اوس پر بولا جاتا ہے۔ جیسے ذاتِ پروردگار جسکو جامع کمالات ہونے کی وجہ سے اللہ کہتے ہیں۔ اور اوس کے علم کو ظاہر کرنے کے لئے عالم الغیب۔ اور قدرت کو ظاہر کرنے کے لئے قادرِ مطلق۔ اور عقل کو ظاہر کرنے کے لئے حکیم۔ بولتے ہیں۔

۴۔ اگر دو آدمی اوستاد اور شاگرد ہوں اور تیسرا دونوں کا شاگرد ہو لیکن فضل و کمال میں تینوں اعلیٰ درجہ تک پہونچے ہوئے ہوں تو آپس میں نسبت دیکھنے کے وقت ہو سکتا ہے کہ ہم اوستاد کو آفتابِ کمال کہیں اس بنا پر کہ بہت روشن ہے۔ اور اوسکے شاگرد کو ماہتابِ کمال۔ اور اوس کو جو دونوں کا شاگرد ہے آسمانِ کمال۔ اس بنا پر کہ آفتاب اور ماہتاب دونوں سے پست ہے۔ لیکن اگر ہم کسی مناسبت سے ان لفظوں کے درجوں کو بدل دیں تو استعمال بھی بدل جائے گا۔ اور اگر آپس میں نسبت کا لحاظ نہ کریں تو ان تینوں کے اعلیٰ کمال کے لحاظ سے اُن میں سے ہر ایک مستحق ہے کہ

یہ تینوں لفظ اوس پر بولے جائیں۔

نتیجہ کلام۔ پس اگر سورۂ وَالشَّمْسِ میں مثلاً بنا بر بعض حدیثوں کے شمس حضرت سرورِ عالم اور قمر حضرت علیؑ۔ اور بعض میں شمس حضرت علیؑ اور سما حضرت سرورِ عالم اور قمر حسنینؑ بتائے گئے ہیں۔ تو یہ امر تعجب خیز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ استعمال بھی اُسی قسم کا ہے جس کو ہم نے نمبر ۳ میں ابھی بیان کیا۔ اور ان حضرات میں سے ہر شخص ہر لفظ کا مستحق ہے اور استعمال کرنے والے حضرات نے ایک ایک مناسبت سے الفاظ کو استعمال کیا ہے۔

(خاتمۂ مقدمات) ع۱ چونکہ اُردو زبان میں لکھنے سے مقصود یہی ہوا کہ ہر اُردو دان شخص عورت ہو یا مرد بغیر دوسرے کی احتیاج اور مدد کے بے تکلف سمجھے اور فائدہ اوٹھائے۔ اِس لئے اِس تفسیر کی زبان نہایت سلیس اور عام فہم اردو ہوگی اور اس وقت کی مروّج اردو کو ہم کو چھوڑنا پڑیگا جسکو سوائے اہلِ علم کے دوسرے سمجھ نہیں سکتے۔ اور نہ ایسی اُلجھاوکی عقلی دلیلیں لکھی جائینگی جن کا سمجھنا اُردو دانوں کیلئے دشوار ہو۔ ع۲ چونکہ اختصار پیشِ نظر ہے اس لئے مختلف اقوال نہیں لکھے جائینگے بلکہ صرف مشہور مضمون یا ایسا مضمون لکھا جائیگا جس کو اکثر علماء نے اختیار کیا ہے۔ ہاں اگر مشہور مضمون اصولِ مذہب کے خلاف ہوگا تو وہ چھوڑ دیا جائیگا۔

ع۳ حدیثیں اوسی قدر لکھی جائیں گی جن سے مطلب ادا ہو جائے۔ ع۴ اگر ایک مطلب کو چند حدیثوں کے ٹکڑوں سے تعلق ہوگا تو صرف ٹکڑے نقل کئے جائیں گے پوری حدیث نہیں لکھی جائیگی کیونکہ اختصار مقصود ہے۔ ع۵ بنظرِ اختصار حدیثوں کی سندیں چھوڑ دیجائیں گی۔ ع۶ اگر کسی آیت سے مختلف فن کے مطالب نکلتے ہوں گے تو صرف اوس فن کا نام جیسے فقہ اصولِ فقہ۔ اصولِ دین وغیرہ لکھ کر اوس کے بعد اوس کے متعلق مطالب لکھے جائیں گے۔ ع۷ آیت کے ظاہری معنی لفظِ ظاہر لکھکر۔ اور باطنی معنی لفظِ باطن لکھکر لکھے جائیں گے۔

ع۸ تحقیقِ حق کے مقام میں کسی تفسیر کی پابندی نہ کیجائیگی بلکہ صرف اصولِ مذہب و قواعد اور حدیثوں پر نظر رہیگی۔ ع۹ صحابہ اور تابعین اور اہلسنت کی حدیثیں صرف تائید کیلئے نقل کیجائینگی مستقل دلیلیں قرار نہ دیجائینگی۔ ع۱۰ جو حدیث اصولِ مذہب کے مخالف ہوگی چھوڑ دیجائیگی۔ اگرچہ مضمون اوس کا مشہور ہو یا کسی بڑے عالم نے اختیار کیا ہو۔ ع۱۱ جس فرقہ کا سوال یا جواب یا اوپر اعتراض لکھنا مقصود ہوگا اُس کا نام لکھکر مضمون

شروع کیا جائیگا اور ایسے مضامین خط کے نیچے ذکر کئے جائیں گے۔ ۱۲۔ اپنے خیالات لفظ احقر کے بعد ذکر کئے جائیں گے۔ ۱۳۔ حلِ لغات اور اختلافِ قرائت وغیرہ صرف ضرورت کے وقت لکھے جائیں گے۔ ہر آیت کے ساتھ لکھنے کی پابندی نہ کیجائیگی۔ ۱۴۔ بنظرِ اختصار تاریخی واقعات وغیرہ کا خلاصہ لکھا جائیگا تفصیل نہ کیجائیگی۔ ۱۵۔ کتابوں کے حوالے تفسیر کے حاشیہ پر ہوں گے جنکا نشان ہندسہ کا عدد ہو گا جیسے ۱ ۲ وغیرہ اور بعض مطالب کی تحقیق یا شرح یا دوسرے مذاہب کے مقابل بحث و گفتگو حوض میں خط کے نیچے ہوں گے جنکا نشان رقم کی آنکھ ہو گی جیسے عہ عہ سہ وغیرہ۔ ۱۶۔ حاشیوں اور اعتراضوں اور اون کے جوابوں میں عبارت کے عام فہم رکھنے کی کوشش کیجائیگی لیکن اس کا حتمی وعدہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ مطالب کی تحقیق اور اعتراضوں کے جوابات میں تشفی بخش اور کافی ہونے کے غرض سے مختلف فنون اور قاعدوں کو ذکر کرنے کی ضرورت پڑتی ہے اور ہر فن اور ہر قاعدے کے مطلب کو عام فہم بنانا دشوار ہے خصوصاً اصطلاحوں کا ٹھیٹھ اور عام فہم ترجمہ کرنا اون کو فنیت سے گرا دیتا ہے بلکہ بسا اوقات اُن کیلئے بالکل اُن کے مطابق اُردو تعبیر پیدا کرنا قریب قریب محال ہو جاتا ہے۔ ۱۷۔ آیتوں کے نیچے کا ترجمہ لفظی کیا جائیگا تاکہ اگر مومنین الفاظ کے معانی یاد کرنا چاہیں تو اون کے لئے ہر لفظ کے معنی جدا جدا سمجھنے میں آسانی ہو۔ اگرچہ لفظی ترجمہ جا بجا ہم کو فصیح محاورہ کو چھوڑ دینے پر مجبور کریگا لیکن ہم مومنین کے فائدہ کو فصیح محاورہ سے زیادہ ضروری سمجھتے ہیں۔ باوجود اس کے حتی الامکان کوشش کریں گے کہ ترجمہ سلیس محاورہ سے ہٹنے نہ پائے۔

فائدہ۔ (آداب تلاوت قران میں) تلاوت قران مجید میں چند چیزیں مستحب ہیں جنکی حدیثوں میں ہدایت کی گئی ہے اور اون کو انجام دینے سے ثواب زیادہ ہوتا ہے۔ ۱۔ تلاوت شروع کرنے سے پہلے طہارت یعنی وضو یا غسل یا تیمم جسکو جس چیز کی حاجت ہو کرلینا چاہیئے۔ ۲۔ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا۔ ۳۔ قرانِ مجید کی تعظیم اور احترام کرنا ۴۔ توجہ اور خلوص سے پڑھنا ۵۔ دکھانے سنانے کا ارادہ نہ کرنا ۶۔ جو لوگ اوسکے معانی سمجھ سکتے ہیں اونکا اُس کے معانی میں غور و فکر کرنا۔ ۷۔ قران میں دیکھ کر پڑھنا اگرچہ پڑھنے والا زبانی پڑھ سکتا ہو کیونکہ قران کا دیکھنا بھی عبادت ہے ۸۔ پورے قران کو چند دنوں میں ختم نہ کرنا بلکہ ایک مہینہ یا کچھ کم میں ختم کرنا

۹ ٹھہر ٹھہر کر ہر حرف کو صاف صاف ظاہر کر کے پڑھنا۔ ۱۰ وقف یعنی ٹھہرنے کی جگہوں پر ٹھہر جانا۔ ۱۱ قرآن کی نصیحتوں سے دل پر اثر لینا۔ اور غمگین ہونا اور رونا یا رونے والوں کی صورت بنانا۔ ۱۲ خوش الحانی سے پڑھنا لیکن اس طرح کہ گانے کی حد تک نہ پہونچے۔ ۱۳ ایسا پڑھنا کہ گھر والے سنیں اور چیخنے کی حد تک نہ پہونچے۔ ۱۴ بہشت کا ذکر پڑھکر ٹھہرنا اور خدا سے بہشت کی خواہش کرنا اور جہنم کا ذکر پڑھکر اوس سے پناہ کی دعا کرنا۔

تنبیہ۔ بغیر طہارت یعنی وضو یا غسل یا تیمم کے قرآن کے لفظ اور حرف اور زیر زبر پیش۔ جزم۔ تشدید۔ مد۔ نقطہ کو چھونا جائز نہیں ہے اور چھونے سے گناہ ہوتا ہے خواہ قرآن میں لکھا ہوا ہو یا کسی کتاب میں یا جدا کسی کاغذ پر۔ والسلام

دعائے خیرِ دنیا و آخرت کا طلبگار

ناچیز

سید راحت حسین رضوی ساکن گوپال پور ضلع سارن

ڈاکخانہ باقر گنج

تاریخ ۶۔ محرم الحرام دوشنبہ ۱۳۵۵ھ

فہرست مقدمات انوار القران

بقیہ فہرست الکل صفحہ نمبر ۱۲

من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ

حسب ذیل محترم حضرات نے دائرۂ تحقیق کے جدید ممبر مہیا کر کے نہایت درجہ شکر گذار کیا خدا کرے دوسرے مشتاقان علوم ومعارف وخواستگاران تفسیر انوار القرآن وہمدردان دائرۂ تحقیق بھی اسی قسم کی اعانت دائرہ پر آمادہ ہو جائیں اور بکثرت مومنین کو دائرہ کا ممبر ورکن وسرپرست بنا کر اس کتاب تفسیر کی تکمیل کا سامان کر دیں۔

(۹) جناب مرزا واجد علی بیگ صاحب فرخ آباد ۲ (۱۰) سید شرف حسین صاحب بھا دلنگر ۱ (۱۱) جناب سید ریاست حسین صاحب جعفری سیتاپور ۱ (۱۲) جناب مولوی علن صاحب (۱۳) جناب محمد سجاد حسین صاحب ضلع بھاگلپور ۱ (۱۴) جناب مولانا سید حامد حسین صاحب گونڈہ ۲ (۱۵) جناب عقیل احمد صاحب پٹی سادات سارن ۲ (۱۶) جناب سید نائب حسین صاحب مرزاپور ۱ (۱۷) سید نذیر حسین شاہ صاحب ناصر اصلاح الحکمۃ (۱۸) جناب سید علی عباس صاحب سب رجسٹرار سارن ۱ (۱۹) جناب مولوی سید مختار احمد صاحب فاضل الہ آباد مدرس مدرسہ اسلامیہ کھجوا سارن ۲ (۲۰) جناب حکیم محمد بخش صاحب ضلع میانوالی ۱ (۲۱) جناب سید مظہر حسین صاحب بنارس سٹی ۱ (۲۲) جناب مولوی سید علی جعفری صاحب نیوری فاضل ناظمیہ مدرس مدرسہ اسلامیہ کھجوا سارن ۷

باب التقریظ

توشہ آخرت:- ذخیرۃ العباد ومنتخب الرسائل والعروۃ الوثقیٰ مطابق فتاویٰ جناب حجۃ الاسلام آقا مولانا شیخ عبدالکریم صاحب قمی وجناب حجۃ الاسلام آقا مولانا سید ابوالحسن صاحب دام ظلہم العالی کا سلیس اردو ترجمہ کتاب الطہارۃ وکتاب الصلوۃ وکتاب الصوم وکتاب الزکوۃ وکتاب الخمس ۱۰۴ صفحہ میں عالی جناب صفوۃ العلماء مولانا سید راحت حسین صاحب قبلہ گوپال پوری مصنف انوار القرآن دام مجدہ نے حال میں چھپوا کر شایع کر دیا ہے اور اوس پر اپنے فتاوے بھی درج کر دیے ہیں۔ بہت مفید اور ضروری کتاب۔ کاغذ۔ لکھائی اور چھپائی بہت اعلےٰ درجہ کی ہے۔ قیمت صرف ۱۲ ہے ایسی مفید اور جامع کتاب ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہی ہے۔ آپ بھی جلد طلب فرما دیں تاکہ اس کی قیمت سے اس کتاب کا دوسرا حصہ شایع کیا جائے ملنے کا پتہ حسب ذیل ہے:-

جناب مولانا سید راحت حسین صاحب قبلہ گوپالپوری دام مجدہ حسین آباد ضلع مونگیر (صوبہ بہار)

حضرت ابوبکر کیا آپ خلفاء ثلثہ کے حالات سے واقف ہیں اگر ممدوحین کے مفصل حالات (از ابتداء عمر تا وفات) کو تحقیق وجامعیت کے ساتھ ملاحظہ کرنا چاہتے ہیں تو آج ہی رسالہ اصلاح اپنے نام جاری کرائیے۔ سوانح عمری حضرت ابوبکر حصہ اول ۱۳۵۱ھ ہجری میں اصلاح کے ہمراہ شایع ہوئی جو $\frac{20 \times 26}{8}$ کے ۲۴۰ صفحہ پر نہایت عمدہ کتابت وطباعت وکاغذ کے باوجود صرف دو روپیہ میں مل سکتی ہے حصہ دوم امسال ۱۳۵۵ھ ہجری میں شایع ہو رہی ہے۔ جلد توجہ فرمائیے کیونکہ وقت گذرنے پر سوا افسوس کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ المشتہر:- منیجر اصلاح کھجوا (صوبہ بہار)

زبردست رعایت | جو شخص عہ فیس ممبری دائرہ تحقیق ادا کریگا اوس کے پاس سال بھر تک ہر ماہ رسالہ الشمس (تفسیر قرآن مجید المسمے بہ انوار القرآن) مفت حاضر ہوتا رہیگا۔ ۲۔ تمام ممبران دائرہ تحقیق کو کل رسالے اور کتابیں جو قبل شایع ہوئی تھیں ایک چوتھائی کم قیمت میں دستیاب ہوسکتی ہیں ۳۔ جو حضرات دس روپیہ سالانہ دائرہ تحقیق کو عطا فرمائیں گے وہ رکن ادارہ متصور ہونگے اور اونکو سابقہ شایع شدہ کتابیں طلب کرنے پر نصف قیمت میں دیجائینگی۔ ۴۔ جو بزرگوار سو روپیہ سالانہ دائرہ کو عطا فرمائیں گے وہ سرپرست ادارہ متصور ہونگے اور طلب کرنے پر کتب سابقہ مفت ارسال خدمت کیجائینگی۔ ۵۔ جو شخص دس جدید ممبر یا پانچ رکن یا ایک سرپرست دائرہ تحقیق کو دیگا اوس کو سال بھر تک الشمس مفت دیا جائیگا۔

کتب موجودہ ادارہ

نام کتب	اصلی قیمت	رعایتی قیمت
اعمال عاشوراء	۶ر	۳ر
امتحان اہل قرآن	۲ر	۱ر
الآل والاصحاب	عہ	۱۲ر
اسلامی خدا	۸ر	۶ر
انتصار الاسلام	۶ر	۴ر
بسط الیدین	۳ر	[illegible]
ترجمہ احقاق الحق حصہ سیوم	[illegible]	[illegible]
" " چہارم	۱۲ر	۹ر
تصحیح تاریخ	۱۲ر	۹ر
تحقیق صوم عاشوراء	۴ر	۳ر
تنقید بخاری حصہ سیوم	عہ	عہ
" " چہارم	[illegible]	[illegible]

نام کتب	اصلی قیمت	رعایتی قیمت
تفسیر اہل التطہیر	۴ر	۳ر
تقدیس القرآن حصہ دوم	۶ر	۴ر
تقیہ	۹ر	[illegible]
تصویر بنی امیہ	۳ر	[illegible]
جواب ردالرفضہ	۲ر	۱ر
جواب شرر	[illegible]	عہ
الجمرۃ	۴ر	۳ر
خون ثقلین	۴ر	۳ر
ردالملاحدہ	[illegible]	[illegible]
رسالہ ردالوسواس	۴ر	[illegible]
تشیخ جیلانی	۸ر	۶ر
شب برات	۶ر	۴ر
صاحب العصر والزمان	۳ر	[illegible]
عقل و تہذیب اہلحدیث	عہ	۱۲ر
تشیخ الرحمان	[illegible]	۹ر

نام کتب	اصلی قیمت	رعایتی قیمت
فرار اڈیٹر النجم	۴ر	۳ر
فتح مبین	۴ر	۳ر
فوز الشیعہ بجواب قاطع الانف الشیعہ	۵ر	[illegible]
قواصم الظہور	۹ر	[illegible]
القول الکریم	عہ	۱۲ر
کشف الظلام	۹ر	[illegible]
کشف الظلمات ہر سہ حصہ	[illegible]	[illegible]
ماخذ بدائہ	۶ر	۴ر
سراج الشہادہ	۲ر	۱ر
مناظرہ انجدیہ	[illegible]	[illegible]
مقدمہ نہج البلاغہ	۱۲ر	۹ر
مشعل ہدایت	[illegible]	[illegible]
نصرۃ الحق	۳ر	[illegible]
الوصی	۸ر	۶ر
الخلیل	۱۴ر	[illegible]

ضروری اطلاع | خیال تھا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کی تفسیر دو نمبر میں ختم ہو جائیگی اور تیسرے نمبر سے مقدمات تفسیر شایع ہوں گے جسکی اطلاع الشمس نمبر ۸ جلد ۱۸ اور اصلاح نمبر ۳ جلد ۳۹ میں کیگئی تھی مگر اتفاقاً بسم اللہ کی تفسیر ۲ نمبر میں ختم نہ ہوسکی اس وجہ سے اس نمبر میں اوس کا بقیہ حصہ چار صفحہ حاضر ہے مومنین اوس کو نکال کر گذشتہ نمبر سے ضم کرلیں گے اور مقدمات تفسیر کے ۳۶ صفحہ اس ماہ میں حاضر ہیں۔ بقیہ حصہ تین چار نمبر میں ختم کرنے کے بعد سورہ الحمد کی تفسیر شایع کی جائیگی امید ہے کہ امسال انشاء اللہ مومنین تک مقدمات تفسیر اور بسم اللہ کی تفسیر کے علاوہ سورہ الحمد کی تفسیر پہونچ جائے۔

اعلان عام | وی پی میں ۳ر بیکار صرف ہوتا ہے اس وجہ سے میں اتبک اس خیال پر قائم ہوں کہ وی پی نہ بھیجوں لہذا آپ حضرات سے التماس ہے کہ بہت جلد اپنا چندہ ممبری اور جدید ممبروں کا روانہ فرمائیے تاکہ کاغذ [illegible] یکجا منگوالیجائے اور ہر مہینہ پابندی سے پرچہ حاضر ہوا کرے۔

المشتہر:- مدیر دائرہ تحقیق کھجوا (صوبہ بہار)

(سید غازی الدین حیدر نے مطبع اصلاح کھجوا میں چھاپکر شایع کیا)